ورفعنا لك ذكرك

فضائلِ سیّد المرسلین

فی اقوالِ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم



فضل الرحمٰن ہزاروی

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

فضائلِ سیدُ المرسلین

فی اقوالِ شفیعِ المذنبین ﷺ

فضل الرحمٰن ہزاروی

تحریک اصلاحِ امت

چیئرمین: حافظ سیف الرحمٰن بٹ سابق صدر A-S-F پاکستان

رحمٰن منزل۔ سٹریٹ نمبر ۱۹ امیر پارک۔ گوجرانوالہ

نام کتاب .... فضائل سید المرسلین ﷺ فی اقوال شفیع المذنبین
مصنف .... حضرت مولانا فضل الرحمٰن ہزاروی
ناشر .... حافظ سیف الرحمٰن بٹ
تعداد ۱۱۰۰
ضخامت ۴۴۸

ملنے کے پتے

۱۔ اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور
۲۔ مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور
۳۔ مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور
۴۔ دارالسلام اردو بازار لاہور
۵۔ نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور
۶۔ مکتبہ مدینہ کتاب گھر گوجرانوالہ
۷۔ مکتبہ نعمانیہ گوجرانوالہ

انتساب

مرزا محمد طفیل

مینجنگ ڈائریکٹر سٹار مغل انڈسٹریز لمیٹڈ گوجرانوالہ

جن کی محنتوں اور کاوشوں
کی وجہ سے کتاب پایہ تکمیل
تک پہنچی۔

فہرست

فہرست مضامین	صفحہ نمبر

فہرست مضامین	صفحہ نمبر
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت آدم کا اور عرب کا سردار ہونا	۱۰۲
ذیل کی احادیث میں سنت مصطفیٰ عظمت نبوت کی عجیب جھلکیاں	۱۰۳
بدعت کی تعریف میں محدثین نے لکھا ہے	۱۰۶
امام شافعی کے نزدیک بدعت کی تعریف	۱۰۶
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے فرمان سے اہل بدعت کی پہچان	۱۱۰
اصحاب الحدیث کا حشر کے دن مرتبہ	۱۱۲
صحابی کی زبان پر لفظ حدیث	۱۱۳
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی صرف ایک فرقہ جنتی ہو گا	۱۱۴
ایک حدیث از صراط مستقیم شاہ محمد اسماعیل شہید سنت کی اتباع کی وجہ سے	۱۱۵
سب ائمہ کرام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنا اور حدیث سے پیار کرنا	۱۱۹
حضرت امام مالک کا فرمان	۱۱۹
امام شافعی کا فرمان	۱۱۹
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک اور روایت	۱۲۰
حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان حدیث کی تائید میں	۱۲۰
حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان	۱۲۱
فتاویٰ حنفیہ ردالمختار مصری جلد اوّل صفحہ ۴۶ میں ہے	۱۲۲
حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور فرمان	۱۲۲
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے ماسوا کسی بزرگ و امام کی تقلید جائز نہیں	۱۲۴
تقلید کے جائز نہ ہونے میں فاروق اعظم کے دو واقعات	۱۲۸
نزول قرآن وتدوین قرآن اور اسلام کیا ہے؟	۱۳۲
قرآن کریم سے محفوظ ہوا حدیث کی تصدیق	۱۵۸
حدیث شریف کب لکھی گئی اور حدیث شریف کیا ہے؟	۱۷۳

فہرست مضامین	صفحہ نمبر
تبلیغی نصاب کی دو موضوع روایات اور اس جیسی روایات پر نظر	۱۹۸
حدیث کی معنوی حدیث	۲۰۳
متن حدیث پر گفتگو	۲۰۵
حدیث اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُورِیْ	۲۱۱
مولانا عبدالحی کا خیال	۲۱۳
مصنف عبدالرزاق کی پوری روایت	۲۱۵
نور محمدی سے کیا مراد ہے؟	۲۱۶
حدیث کُنْتُ نَبِیًّا وَ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ والطِّیْنِ	۲۱۹
کیا آپ کا سایہ نہ تھا؟ کیا زمین پر آپ کا نقش قدم نہ تھا	۲۲۱
سایہ کی صریح دلیل	۲۲۳
داڑھی بڑھانا سنت فریضہ ہے	۲۲۷
داڑھی بڑھانا اور لبیں کٹانا شعائر اسلام ہے	۲۳۴
مجوس مشرکین کا شعار	۲۳۴
عام مشرکین کا شعار	۲۳۷
اہل اسلام کا شعار	۲۳۸
تشبہ بالکفار کا حکم	۲۳۸
پیش گوئی نبوی کا ظہور	۲۴۰
مقدار لحیہ	۲۴۱
روایت ترمذی پر بحث	۲۴۳
حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ نے دعا کی نہ قبولیت کے دس اسباب بیان کئے ہیں	۲۶۳
حضرت ابراہیم ادہم حلال روزی کی طلب میں ملک طرلوس کو گئے	۲۶۴
حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ کو کھانا کھانے کی دعوت دی اور	

فہرست مضامین	صفحہ نمبر
انہوں نے انکار کر دیا	۲۶۵
حضرت حسن بصری کا درہم اور کپڑے کے تھان قبول نہ کرنا	۲۶۶
حضرت شیخ عبدالقادر کا فرمان	۲۶۶
ابراہیم بن ادہم کا کسی کی ایک کھجور کھانا اور درجہ سے گر جانا	۲۶۸
مسلمان کی آپس میں ناراضگی رکھنے کی وعید	۲۷۰
ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے یا خویش واقارب سے ناراض ہونے کی وعید	۲۷۲
سید علی ہجویری آیۃ مذکورہ کے تحت لکھتے ہیں	۲۷۷
نبی ﷺ نے قریش اور چچا اور اپنی پھوپھی کو دعوت دینا	۲۷۹
حضرت سعد بن معاذ کی موت پر اللہ کے عرش کا ہل جانا	۲۸۶
بنو قریظہ کے یہودیوں کے قلعہ کا محاصرہ	۲۸۷
حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہوئی	۲۸۸
حضرت عائشہ صدیقہؓ کا دوزخ کو یاد کر کے رو پڑنا	۲۹۰
قیامت کے دن لوگوں کا ننگے پاؤں ننگے بدن بے ختنہ اٹھائے جانا	۲۹۱
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ آذر کو بحالت سیاہی اور غبار آلود دیکھنا	۲۹۱
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مکالمہ اپنے باپ کے بارے میں	۲۹۳
حضرت نوح علیہ السلام کا مکالمہ بیٹے کے بارے میں	۲۹۵
صحابہ کرامؓ کا جہاد کے موقع پر بعض دفعہ کھانا نہ ہونے پر کیکر کے پتے اور پھلیاں استعمال کرنا	۳۰۲
اللہ نے اپنے نبی کے ذکر خیر کو بلند کرنا	۳۰۴
اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو نہ چھوڑا اور نہ ناخوش رکھا	۳۰۹
کیا کوئی آدمی اپنی زندگی میں جائیداد تقسیم کر سکتا ہے یا نہیں؟	۳۱۴
ایک مقلد عالم دین دیوبندی کا مسئلہ حیات برزخیہ کی آڑ میں بے سروپا	

فہرست مضامین

فہرست مضامین

عرض ناشر

میرے والد محترم ''مولانا فضل الرحمان ہزاروی'' کے قلم سے لکھی گئی تیسری کتاب ''فضائل سید المرسلین ﷺ'' اب آپ کے ہاتھوں میں ہے اور فیصلہ بھی'

اس دور میں جہاں دوسرے کاموں پر حکومتی اور عوامی سطح پر بے جا توجہ دی جا رہی ہے۔ وہاں ''میدان تصنیف'' زیادہ توجہ کا حامل ہے۔ خاص طور پر نوجوان نسل کے لیے ایسا لٹریچر ضرور لکھا جانا چاہیے جسے وہ بآسانی قبول کر کے اپنی عملی زندگیوں میں اتار سکیں۔ ہمیں لوگوں کو اپنے اپنے مذہب و مکتب کی طرف نہیں بلکہ خالصتاً سرچشمۂ اسلام ''کتاب وسنت'' کی طرف بآواز بلند بلانے سے گریز نہیں کرنا چاہیے تا کہ آخرت کے دن اللہ کی بارگاہ میں اس فرض منصبی سے غافل ہونے کی پاداش میں شرمندگی نہ اٹھانا پڑے اور ہمیں دنیا میں اس طرح رہنا چاہیے جس طرح کہا جاتا ہے۔

"Live like a candle which burns itself and gives light to others"

ہمیں اس عظیم ٹارگٹ کو نوجوان نسل کے سامنے رکھ کر ایسی کھیپ تیار کرنی ہے جو ان اشعار کی مصداق ہو

چمن چمن کلی کلی روش روش پکار دو
وطن کو سرفروش دو وطن کو جانثار دو

جو اپنے غیض بیکراں سے کوہسار پیس دیں
جو آسماں کو چیر دیں ہمیں وہ شہسوار دو

اس لیے میرے والد محترم نے علمی تشنگی کو کم کرنے کے لیے بہت ہی عمدہ اور بہترین پیرائے میں کتاب ترتیب دی ہے جو ''طبقہ ہائے معاشرہ'' کی زندگیوں میں

نفاذ کے لیے کافی اور اس شعر کی مصداق ہے۔

سمویا ہے اس میں ہر ایک علم و فن
تبسم یہ ہے ایک رنگین چمن

میرے والد گرامی کی ابتداء سے یہی خواہش تھی کہ میری اولاد دین اسلام کی پیامبر بنے اور انبیاء کے مشن کو لے کر آگے بڑھے الحمدللہ ہم نے ان کی خواب کو شرمندہ تعبیر کرتے ہوئے دین و دنیا کے علوم کو حاصل کرنا شروع کیا اور بہت کم وقت میں بہت کچھ حاصل کیا اور یہ سب کچھ ہمارے والد مکرم اور والدہ محترمہ کی محنتوں اور دعاؤں کا ثمر ہے کہ اس نازک اور کٹھن دور میں الحمدللہ اپنا ذریعہ معاش بہتر طریقے سے کمانے کے ساتھ ساتھ دین و دنیا کے علوم کے حصول کے لیے آگے بڑھ رہے ہیں اور ہمارا یہ عزم ہے

اٹھے ہیں اک بار تو ہر طوفان سے ٹکرائیں گے
الائم سے ڈر کہ رہنا جوانوں کا دستور نہیں

ہم دین محمدؐ کے وفادار سپاہی
باطل کی خدائی کو گوارا نہ کریں گے

اپنے خون سے جلائیں گے ایسے چراغ ہم
بجھ بھی اگر گئے تو اجالا نہ جائے گا

دعا کریں اللہ ہماری منزلیں آسان فرمائے اور والدین کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔(آمین) آخر میں قارئین سے درخواست ہے کہ زیر نظر کتاب میں کتابت کی یقیناً بہت سی غلطیاں رہ گئی ہوں گی برادرانہ طور پر آگاہ فرما کر ممنون ہوں

اثر کرے نہ کرے سن تو لے میری فریاد
نہیں داد کا طالب یہ بندہ آزاد

والسلام

حافظ سیف الرحمٰن بٹ ایم۔اے
سابق صدر اہلحدیث سٹوڈنٹس فیڈریشن پاکستان

تقریظ

استاذ العلماء حضرت مولانا سید محمد اکرم شاہ صاحب گیلانی دامت برکاتہ العالیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب ہزاروی حال مقیم محلّہ امیر پارک گوجرانوالہ کی قابل قدر کتاب

فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فی اقوال شفیع المذنبین

کے مسودہ کو میں نے بعض مقامات سے پڑھا ہے اور محترم مولانا صاحب کے انتخاب مضمون سے متاثر ہوا ہوں کہ آپ نے بڑی جدوجہد سے کتاب کو تیار فرمایا ہے۔ اور کتاب کا موضوع بھی دور حاضر کے حالات کے بالکل مطابق ہے۔

حضرت مولانا سے دیرینہ تعارف ہے۔ دل میں جماعتی اور مسلکی تڑپ اور ذوق سلیم رکھنے والے بزرگ ہیں۔

اپنی کتاب میں بھی قرآن پاک سے شروع کر کے سیرت نبوی کے واقعات اور آئمہ دین کے تذکرے اور علمائے اسلام کے واقعات اسی ذوق سلیم کا نتیجہ ہیں۔

مسلکی لحاظ سے مولانا موصوف اہل سنت اہل حدیث سلفی عقیدہ رکھتے ہیں اشاعت دین میں آپ کا جذبہ قابل قدر ہے۔

تعلیم و تدریس اور خطابت آپ کے فرائض میں سے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ تحریری کام بھی کر دیتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ چند افراد ہی ایسے ہوتے ہیں جن کے دل میں اشاعت دین کا جذبہ اس انداز سے موجزن ہوتا ہے۔

فضائل سید المرسلین بڑا اہم موضوع ہے بلکہ دین اسلام کی ابتدائی تاریخ اسی

فضائل سید المرسلین سے ہی تعبیر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ فضائل سید المرسلین کی ضرورت مسلمان کو زندگی کے ہر موقع پر پڑتی ہے۔ خصوصاً غمی، خوشی کے موقع پر جب کہ دین کو محفوظ کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔

زندگی کے مختلف نا مساعد حالات میں فضائل سید المرسلین ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے، ان حالات میں دین پر قائم رہنا اور صبر وسکون سے رضائے الٰہی کے مطابق زندگی بسر کرنا ہی فضائل سید المرسلین ہے جو کہ از حد مشکل اور دشوار ہوتا ہے محترم مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی اس کتاب میں ایسے واقعات درج ہیں جن کے پڑھنے سے انسان فضائل سید المرسلین کے مفہوم کو سمجھ سکتا ہے اور ایسے واقعات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

محترم مولانا کی کتاب قابل مطالعہ اور لائق تعریف ہے دعا ہے اللہ تعالیٰ مولانا کی اس کاوش کو قبول فرما کر اجر وثواب کا ذریعہ بنائے اور اہل اسلام کو قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔ والسلام

چومیگوئیم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لا الہ را

راقم الحروف ابوالخیر سید محمد اکرم گیلانی مدرس مدرسہ تفہیم القرآن والحدیث محلّہ اصغر کالونی نزد نگار پھاٹک گوجرانوالہ

مورخہ ۲۸ اپریل ۲۰۰۰ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

بقیۃ السلف حضرت مولانا خالد صاحب سلفی گھر جاکھی دامت برکاتہٗ العالیہ

یہ کتاب حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب خطیب جامع مسجد اہل حدیث فتو منڈ گوجرانوالہ نے ترتیب دی ہے جو واعظین کے لئے بہترین راہنما ہے مولانا نے اپنے دل کی گہرائیوں سے جو ارشادات بیان کئے ہیں وہ اتنے موثر ہیں کہ پڑھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

میری دعا ہے کہ پڑھنے والے نہ صرف وعظ کرنے کے لئے استفادہ کریں بلکہ اس پر عمل کر کے اپنی زندگی کو سنوارنے میں بھی راہنمائی حاصل کریں۔ کیونکہ قرآن احادیث سے پر اور مؤثر انداز میں ایسے مواعظ کا ذخیرہ کم نظر آتا ہے۔

۱۶/۴/۲۰۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ محمد الیاس صاحب اثری دامت برکاتہٗ العالیہ

محترم جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے فضائل سید المرسلین کے نام سے ایک کتاب ترتیب دی ہے میں نے اس کو بالاستیعاب تو نہیں پڑھا مگر جہاں جہاں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے قابل قدر اور لائق تعریف پایا ہے' مولانا کی اس کتاب میں کوئی تکلف نہیں ہے عبارت میں آسانی سے سلاست اور مٹھاس پائی جاتی ہے۔

اہل خیر سے گذارش ہے کہ وہ اس کتاب کو خرید کر مطالعہ کریں اور دیگر لوگوں کو توجہ دلائیں تاکہ اشاعت دین میں ہماری بھی شمولیت ہو جائے۔

میں نے اپنی دانست کے مطابق چند الفاظ لکھے ہیں اور اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے اور یہ بھی ان کے اصرار کی بنا پر کیا ہے ورنہ من آنم کہ من دانم

الرقم العبد محمد الیاس اثری

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

﴿اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہٖ اللّٰہ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَکُلُّ ضَلَالَۃٌ فِی النَّارِ.﴾

ترجمہ:- سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں (اس لئے) ہم اس کی تعریفیں بیان کرتے ہیں اور اپنے ہر کام میں اسی سے مدد مانگتے ہیں- ہم رب العالمین سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور اسی ذات پاک پر ہمارا بھروسہ ہے- ہم اپنے نفس کی شرارتوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے بھی اس کی پناہ میں آتے ہیں- یقین مانو کہ جسے اللہ تعالیٰ راہ دکھائے اسے کوئی بھی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے وہ خود ہی اپنے در سے دھتکار دے اس کے لئے کوئی بھی رہبر نہیں ہوسکتا- اور ہم تہہ دل سے گواہی دیتے ہیں کہ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہ اکیلا ہی ہے اس کا کوئی شریک نہیں- اور اسی طرح تہہ دل سے ہم اس بات کی بھی گواہی دیتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خاص بندے- اور آخری رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم -حمد وصلوٰت کے بعد یقیناً تمام باتوں سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے- اور تمام راستوں سے بہتر راستہ- حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے- اور تمام کاموں میں بدترین کام وہ ہیں جو خدا تعالیٰ کے دین میں

اپنی طرف نئے نکالے جائیں (یاد رکھو) دین اسلام میں جو کام نیا نکالا جائے وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

نوٹ:- یہ وہ خطبہ ہے جسے تاجدار مدینہ ﷺ - سید الانبیاء - والیء بطحی - شافع روز جزا - سید الکل - ختم الرسل ﷺ کی ذات گرامی اپنے جمعۃ المبارک کے ہر خطبہ میں - عیدین کے ہر خطبہ میں بلکہ درس تدریس وعظ ونصیحت کی تمام مجالس میں نبوت کی زبان طیبہ سے - وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى - کے منہ مبارک سے ان تمام مواقع مذکورہ پر یہ موتی - یہ لعل جواہرات - پھولوں سے زیادہ مہک والے کلمات بیان ہوا کرتے تھے سامعین کرام کا یہ حال ہوتا تھا کہ ایسے کلمات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ - رسول ارض وسما - کی زبان سے سن کر حاضرین کے دل ڈر جاتے - آنکھیں اشکبار ہوتیں - رخسار تر ہو جاتے داڑھیاں بھیگ جاتیں تھیں۔

مؤلف کے قلم سے فضائل سید المرسلین

فِيْ اَقْوَالِ شَفِيْعُ الْمُذْنِبِيْنَ

اس کتاب کے لکھنے کا سبب بندہ احقر نے جو کتب احادیث وتفاسیر اور تواریخ کا مطالعہ کیا ہے وہاں ہر قسم کے مسائل موجود ہیں قرآن و حدیث میں ہر قسم کے مضامین بفضل خدا ملتے ہیں اور موجود ہیں - اور اکثر علمائے کرام نے جو کتابیں لکھی ہیں ان میں بھی بعض کتب تاجدار مدینہ ﷺ کے فضائل ومحاسن میں ہوں گی - اور بعض کتب میں آپ کے فضائل کا مضمون ہوگا - بندہ عاجز نے بھی اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے دل دماغ نے چاہا کہ فضائل سید المرسلین لکھوں لیکن اپنی علمی کمزوری اور عملی زندگی کی ناتوانی اور تحریری میدان کا ضعف کچھ ایسی باتوں کو ملحوظ رکھ کر تردد اور سوچ و بچار میں تھا کہ کیا کروں بالآخر خدا احکم الحاکمین پر بھروسہ کر کے نصرت کی دعا مانگ کر کتاب کو بفضل خدا بعون الوھاب لکھنا شروع کر دیا - چونکہ

تاجدار مدینہ ﷺ کے فضائل میں کتاب لکھنی یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے تا کہ غلو نہ ہو آپ کے فضائل میں کمی کرنے والے بھی سیدھے راستے سے بھٹک جاتے ہیں زیادتی کرنے والے بھی مبالغہ کی وجہ سے عیسائیوں کی طرح گمراہ ہو جاتے ہیں ہمارے آخر الزمان نبی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ وہ ہستی وہ شخصیت ہیں جن کی تعریفیں اللہ رب العزت نے قرآن عظیم میں ہی نہیں کیں بلکہ تورات وانجیل اور زبور میں بھی اللہ رب العزت نے اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کے فضائل اور تعریفیں بیان کی ہیں- عاجز نے فضائل سید المرسلین میں فضائل کے ساتھ آپ کی سنت کی اہمیت اور آپ کی تابعداری پر بہت دلائل پیش کیے ہیں- بدعات کی تردید اور بدعات کا نقصان ذکر کیا ہے-قرآن عظیم کا نزول اور اس کا جمع کرنا - تدوین احادیث اور ان کا جمع ہونا صحیح اور غیر صحیح کی تحقیق کی بابت محدثین کی محنتوں اور کاوشوں کا تذکرہ بھی موجود ہے- مسلمانوں کا آپس میں مل جل کر رہنا اتفاق رکھنا آپس میں بغض و عداوت نہ رکھنا یہ مضمون بھی شامل ہے- ہر مضمون کے ساتھ اس کے متعلقہ علمی اشعار بھی قلم نوک کر دیئے ہیں تا کہ مضمون کا نکھار اچھی طرح ہو سکے-بعض اختلافی مسائل میں صحیح موقف اور مسنون چیزیں عرض کر دی ہیں- غلط مسائل کا بادلائل قلع قمع کیا ہے- داڑھی کی سنت کی ادائیگی کا ٹھیک ٹھیک علمی تذکرہ عرض کیا ہے ضعیف اور موضوع روایات سے بچ کر باسند روایات عرض کی ہیں-اور بعض مسائل کے کچھ فتاوے علمائے کرام کے بھی عرض کر دیئے ہیں- برزخی زندگی کی آڑ میں کچھ غلط بیانیوں کا جواب بھی عرض کیا ہے- صبح کی سنتیں جماعت ہونے کی حالت میں رہ جائیں ان کی تحقیق بھی عرض کر دی ہے تبلیغی نصاب کی دو موضوع روایات اور اس جیسی روایت کی تحقیق کے بعد صحیح روایات کا تذکرہ کیا ہے-بعض لوگ حضور ﷺ کے بارہ میں ایک روایت پڑھتے ہیں- اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ - کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا حالانکہ یہ روایت موضوع ہے گھڑی گھڑائی ہے اس کا جواب بھی دے کر صحیح احادیث اس کے متقابل عرض کی ہیں- نبی ﷺ کے سایہ مبارک ہونے کے بارہ میں باسند صحیح روایات

عرض کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ نبیوں کے امام کا مدینہ منورہ کے تاجدار کا سایہ مبارک تھا۔ بعض اولیاء اللہ کی سیرت اوران کے تقویٰ وزہد کا تذکرہ کر کے صحیح ولایت کا نقشہ عرض کیا ہے۔ عاجز نے جو بھی تحریر کیا ہے وہ صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ظاہری باطنی مدد ونصرت سے ہی تحریر کیا ہے۔ حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بابرکات کے لکھنے کا جب عاجز خاکسار نے ارادہ کیا تو خوف وڈر کی وجہ سے کہ مجھ سے میری تحریر میں کوئی کمی نہ رہ جائے سستی ہو رہی تھی دل دماغ اس معاملہ میں مستعد نہیں ہو رہے تھے۔ لیکن ارشاد ربانی ذہن میں آ گیا۔

﴿وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا﴾ (پارہ ۲۸ رکوع ۱۷)

ترجمہ:۔ جو شخص اللہ رب العزت پر توکل کرے اللہ اسے کافی ہوتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنی بات کو پہنچنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

دوسرا مقام عالی شان سورہ یوسف میں اللہ رب العلمین اپنے محبوب بندے پیغمبر حضرت یعقوب علیہ السلام کی زبان کے الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ کہ آپ فرمارہے تھے۔

﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ﴾

ترجمہ:۔ حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہی چلتا ہے اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں۔ اور اسی پر توکل کرنے والے توکل کریں۔ ان دونوں آیات اور اس مضمون کی اور آیات نے میرے ڈھارس بندھوا دی۔

بلکہ فرقان حمید کا ایک اور مقام:

﴿رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ﴾ (پارہ ۲۷ رکوع ۸)

ترجمہ:۔ اے میرے رب میں کمزور ہوں تو میری مدد فرما۔

حدیث شریف کی ایک دعا بھی دماغ میں آئی جس کے الفاظ یہ ہیں جو رسول عربی رسول مدنی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام پڑھا کرتے تھے۔ جن کے کچھ الفاظ یوں ہیں۔

﴿اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَ عَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا وَ زِدْنَا عِلْمًاo﴾

ترجمہ:۔ اے اللہ تو ہمیں نفع دے جو تو نے ہمیں سکھایا ہے۔ اور تو ہمیں سکھا جو فائدہ دے ہم کو اور ہمارے علم میں اضافہ فرما۔

بس ایسے قرآن وحدیث کے کےلعل جواہرات ہیرے پڑھے اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اپنے مالک اور الہ ومعبود کو یاد کر کے اس سے استعانت مانگ کر قلم لے کر لکھنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ رب العزت کے ہاں یہ دعا ہے کہ اللہ رب العلمین مجھے اور میرے اہل وعیال کو اور جملہ قارئین اور ان کے اہل وعیال کو اور جملہ مسلمانوں کو جو توحید وسنت کے دعویدار ہیں سب کے بہن بھائیوں والدین کو قرآن وسنت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے۔ اور توحید وسنت کے خلاف جتنی چیزیں اور کام ہیں ان سے بچنے کی توفیق ارزاں فرمائے امین یا الٰہ العلمین۔

دیگر میری اس کتاب کے مسودہ کو میرے بعض علمائے کرام دامت برکاتھم العالیہ وشیوخ الاحادیث واستاذ العلماء نے پڑھا اور جو تاثرات انہوں نے لکھے میں ایسے شیوخ و بزرگوں کا تہہ دل سے مشکور ومقدور ہوں اللہ تعالیٰ رب العزت ان کو بندہ احقر کی طرف سے جزائے خیر سے نوازے اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے امین ثم امین۔ اس سے میری مراد۔ بقیۃ السلف حضرت مولانا شیخنا خالد گھرجاکھی دامت برکاتہ العالیہ ہیں جنہوں نے بڑی محنت سے اپنی اکثر مصروفیات کو ترک کر کے عاجز کے مکتوب مسودہ کو پڑھا اور تاثرات لکھے گو لفظوں میں مختصر ہیں لیکن مفہوم اور معانی کے اعتبار سے نہایت اہم اور جامع ہیں اور اسی طرح حضرت شیخ الحدیث استاذ العلماء حضرت مولانا سید محمد اکرم شاہ صاحب گیلانی دامت برکاتہ العالیہ ہیں جنہوں نے باوجود طلباء کے تعلیمی سرگرمیوں کے ہوتے ہوئے۔ درس تدریس کے اہم

مصروفیات کے محترم بزرگوار نے وقت نکال کر میرے اس مسودہ مکتوب کو پڑھا اور تفصیلی تاثرات لکھے- اور اسی طرح حضرت مولانا حافظ محمد الیاس صاحب اثری شیخ الحدیث استاذ العلماء نے بھی میرے اس مکتوب مسودہ کے چند مقامات پڑھے- حالانکہ حضرت شیخ صاحب کافی مصروف رہتے ہیں طلباء کی تعلیمی سرگرمیاں بھی موجود ہیں- اور محترم بزرگوار کو فتاوے وغیرہ بھی لکھنے پڑتے ہیں- اور میرے اس مسودہ سے پہلے دو تین کتب کے مسودے آئے ہوئے تھے جن کا محترمی نے مطالعہ کر کے تاثرات لکھنے تھے لیکن ان مذکورہ مسودوں کو ملتوی کر کے میرے اس مسودہ کو پڑھا اور تاثرات لکھے اور اپنے خیالات بابرکات کا اظہار فرمایا-

فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنِّیْ اَحْسَنُ الْجَزَا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ

وَحَفِظَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ اَیَّدَهُمُ اللّٰہ تَعَالٰی فِی الدنیا والاٰخِرۃ

الراقم فضل الرحمٰن ہزاروی غَفَرَلَهُ الْبَارِی عفی عنہ

بمقام پکی فتو منڈ محلہ امیر پارک
گلی نمبر ۹ جناح روڈ گوجرانوالہ

دعائیہ شعر

یا الٰہی تو ہمیں عاملِ قرآن کر دے
پھر نئے سرے مسلمانوں کو مسلمان کر دے
وہ پیغمبر جسے ہم ختم الرسل کہتے ہیں
اس کی امت کو ذرا تابع فرمان کر دے

فضائل سید المرسلین
فی اقوال شفیع المذنبین ﷺ

﴿یٰسٓ o وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ o اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ o عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ o تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ o لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُھُمْ فَھُمْ غَافِلُوْنَ o لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَکْثَرِھِمْ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ o﴾

(پارہ ۲۲ رکوع ۱۸)

ترجمہ:- اے سردار- قسم ہے قرآن حکمت والے کی- تحقیق تو البتہ پیغمبروں سے ہے- اور آپ سیدھے راستے پر ہیں- یہ قرآن خدائے زبردست مہربان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے- تاکہ ڈراوے تو اس قوم کو کہ نہیں ڈرائے گئے باپ دادے ان کے پس وہ بے خبر ہیں- ان میں سے اکثر لوگوں پر بات ثابت ہو چکی ہے سو یہ لوگ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے-

مفہوم:- مکہ مکرمہ کے اکثر مشرکین آنحضرت ﷺ کی نبوت کو تسلیم نہ کرتے تھے- کبھی تو نبی ﷺ کو جادوگر بتلاتے تھے- اور کبھی دیوانہ اور کاہن کہہ دیتے تھے- اور کبھی اتنا فقط لفظ کہہ دیتے تھے-

﴿لَسْتَ مُرْسَلًا o﴾

ترجمہ:- کہ آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں-

اس لئے اللہ تعالیٰ رب العزت نے جگہ بجگہ ان مشرکین کو یقین دلانے کے لئے آنحضرت ﷺ کی نبوت کا ذکر کیا ہے- چنانچہ (تفسیر نقاس) میں مفسرین نے لکھا ہے- کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی عزت بڑھانے کے لئے آپ کی

قسم کھا کر ذکر فرمایا ہے اس طرح کسی اور نبی کی نبوت کو قسمیہ ذکر نہیں فرمایا۔ ان آیتوں میں قریش کی باتوں کا جواب تھا۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے خاص قریش مکہ کا ذکر ان آیتوں میں لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اٰبَآئُھُمْ فَھُمْ غَافِلُوْنَ ٥ سے فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تمام مخلوقات کے لئے عام ہے۔ چنانچہ قرآن عظیم کے بعض دوسرے مقامات پر ہے۔

﴿وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ وَالْاُمِّیّٖنَ.﴾

ترجمہ:۔ اے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے ان لوگوں کے لئے جو کتاب دیئے گئے۔ اور ان پڑھوں کو۔

﴿لِاُنْذِرَکُمْ وَمَنْ بَلَغَ.﴾

ترجمہ:۔ تاکہ ڈراؤں میں تم کو۔ اور جس کو قرآن پہنچا۔

تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعظمت کے بارہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حدیث کی عبادت یہ ہے۔

﴿عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی فَضَّلَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْاَنْبِیَآءِ وَعَلٰی اَھْلِ السَّمَآءِ.﴾ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے بزرگی دی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہ السلام پر اور آسمانوں کی تمام مخلوقات پر۔

مفہوم یہ ہے فضیلت و بزرگی شان وشوکت، عظمت، رفعت، مرتبہ اور اعلیٰ مقام ومرتبہ خیر الانام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ فرقان حمید کے دوسرے مقام عالی شان پر رب العلمین ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعَا ۨالَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَ

رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ ﴾ (پارہ ۹ رکوع ۱۰)

ترجمہ:- فرما دیجئے اے میرے نبی علیہ السلام - اے دنیا جہان کے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول بن کے آیا ہوں- وہ ذات پاک جس کی بادشاہی زمین و آسمان کی ہے- جس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی معبود ہے- جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے- پس ایمان لاؤ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسول علیہ السلام کے ساتھ جو نبی امی ہے- جو ایمان لاتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے احکامات کے ساتھ- اے لوگو تم اتباع کرو اس کی تاکہ تم ہدایت یافتہ بن جاؤ-

مفہوم:- اے نبی علیہ السلام! عرب و عجم اور دنیا کے لوگوں سے کہہ دو کہ میں سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں- یہ آپ کے شرف و عظمت کی دلیل ہے کہ نبوت آپ پر ختم ہوگئی اور آپ قیامت تک ساری دنیا کے پیغمبر ہیں- اور آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا گواہ ہے تمہیں تنبیہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی بھیجی ہے- ارشاد باری ہے کہ جو قوم نبی کو نہ مانے اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے- اور فرمایا کہ اہل کتاب اور غیر اہل کتاب سب سے کہہ دو اسلام لائے ہو یا نہیں؟ اگر وہ اسلام لائیں تو ہدایت پا جائیں گے ورنہ تمہارا کام تو صرف تبلیغ کرنا ہے- اس مضمون کی کئی احادیث ہیں جن کو شمار کرنا دشوار ہے- ایک حدیث عرض کرتا ہوں جس کی عبارت یہ ہے-

﴿عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَآءِ بِسِتٍّ اُعْطِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ وَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَ اُحِلَّتْ لِىَ الْغَنَآئِمُ وَجُعِلَتْ لِىَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّ طُهُوْرًا وَّ اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِىَ النَّبِيُّوْنَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ ○﴾ (مسلم شریف)

ترجمہ:- حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے دیگر انبیآء علیہم السلام پر بزرگی دی گئی ہے چھ چیزوں کے ساتھ- پہلی چیز یہ ہے کہ میں جامع کلمات دیا گیا ہوں- دوسری یہ ہے میں رعب دبدبہ کے ساتھ مدت کیا گیا ہوں- تیسری یہ ہے کہ اموال غنیمت میری امت کے لئے حلال کئے گئے ہیں- چوتھی یہ ہے کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ نے زمین کو مسجد بنا دیا ہے اور اس کی مٹی کو پاک کر دیا ہے- پانچ اور میں تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں- اور چھے- میری وجہ سے نبیوں کو ختم کر دیا ہے-

ایک اور حدیث میں آتا ہے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا-

﴿اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی بَعَثَنِیْ لِتَمَامِ مَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَ کَمَالِ محاسِنِ الْاَفْعَالِ.﴾ (مجموع التفاسیر)

ترجمہ:- آپ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے بھیجا مجھ کو اچھے اخلاق اور اچھے افعال کی تکمیل کے لئے- یعنی جتنے بھی اخلاقیات کے کام و معاملات و اشیاء ہیں میں ان کو کامل و مکمل کر دوں- اور جتنے بھی نیک کام نیکی کی طرف رغبت دلانے والی چیزیں ہیں میں ان کی تکمیل کر دوں-

اور اسی تفسیر کے مصنف مرحوم نے لکھا ہے- کہ آپ ﷺ ایسے بڑے عقل مند فہم و فراست کے مالک تھے کہ حضرت وھب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے (۷۱) کتابوں آسمانی کا مطالعہ کیا ہے پڑھی ہیں دیکھی ہیں اور ان کتب میں پایا ہے کہ آنحضرت ﷺ- عقل و رائے- دانش مندی اور سنجیدگی اور ہر طرح کی اعلیٰ قابلیت کے اعتبار سے پوری کائنات و مخلوقات سے اوّل ہیں- اور ساری مخلوقات کی عقل سوج بوج- آپ کی عقل سوج بوج کے مقابلہ میں ریت ایک دانہ ایک ذرہ کے برابر ہے اب بندہ عاجز مؤلف کتاب ھٰذا (فضائل سید المرسلین فی اقوال شفیع المذنبین)

کو آپ کی سنت اور اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع کرتا ہوں - اور یہ بھی فضائل نبوی کی نہایت بلند و بالا شاخ ہے - اس کے بعد پھر آپ کے فضائل قرآن عظیم سے - پھر احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کئے جائیں گے انشاءاللہ بفضل خدا -

سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا وَاتَّقُوْا اللّٰہَ.﴾ (پارہ ۲۸ رکوع ۴)

ترجمہ:۔ یعنی ہمارا رسول جو تمہیں دے اسے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ۔

دوسرے مقام پر فرمایا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم اللہ غفور رحیم (پ۳ سورہ آل عمران آیت نمبر ۳۱) اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری عبادت قبولیت کا شرف حاصل کرے اور اگر یہ سچی خواہش ہے کہ اللہ ہم سے محبت اور گناہوں کو معاف کر کے اللہ ہمیں جنت عطا فرمائے تو پھر ایک ہی راستہ ہے کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ماں باپ اپنی اولاد بلکہ تمام دنیا سے عزیز جانیں اور عبادت کا جو طریقہ آپ نے بیان کیا ہے اس کو تلاش کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں اور اس کو اختیار کرنے میں پوری جدوجہد کریں یاد رکھو! اگر ہم نے سنت کے اس راستہ سے سرمو بھی انحراف کیا تو ہمارا کیا ہوا اقرار ''لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ'' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمدؐ اللہ کے رسول ہیں ایک بے حقیقت نشان ہوگا۔

بدعت:۔

بروز عیدین نماز عید سے پہلے یا نماز عید کے بعد کسی قسم کی نماز عید گاہ میں پڑھنی بدعت ہے:۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ ۶۰ھ فرماتے ہیں کہ:

﴿اَنَّ رَجُلًا یَوْمَ الْعِیْدِ اَرَادَ اَنْ یُّصَلِّیَ قَبْلَ صَلٰوۃِ الْعِیْدِ فَنَہَاہُ عَلِیٌّ فَقَالَ رَجُلٌ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَا یُعَذِّبُ عَلَی الصَّلٰوۃِ قَالَ عَلِیٌّ وَ اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَایُثِیْبُ عَلٰی فِعْلٍ حَتّٰی یَفْعَلَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَوْیَحِثُّ عَلَیْہِ فَتَکُوْنَ صَلٰوتُہٗ عَبَثًا وَالْعَبَثُ حَرَامٌ فَلَعَلَّہٗ تَعَالٰی یُعَذِّبُکَ بِہٖ لِمَخَالِفَتِکَ لِرَسُوْلِہٖ کَذَا فِی الْجَنَۃِ وَالنَّظْمُ الْبَیَانُ۔﴾

ترجمہ:۔ ایک شخص نے عید کے دن نماز عید سے پہلے نفل نماز پڑھنی چاہی تو حضرت علیؓ نے اس کو منع کیا اس نے کہا اے امیر المومنین میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر سزا نہ دے گا حضرت علیؓ نے فرمایا اور میں بالیقین جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی فعل پر ثواب نہ دے گا جب تک اس فعل کو رسول اللہ نے نہ کیا ہو یا اس کی ترغیب نہ دی ہو پس تیری یہ نماز فعل عبث ہوگی اور فعل عبث حرام ہے اور شاید کہ تجھے اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی مخالفت کی وجہ سے سزا دے گا حضرت علیؓ کی اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ چونکہ آنحضرت سے نماز عید سے قبل یہ نفل نماز ثابت نہیں نہ آپ نے فعلاً ادا کی اور نہ قولاً اس کی ترغیب دی اس لئے یہ فعل عبث ہے اور فعل عبث حرام ہے اور ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نماز جیسی اہم پسندیدہ عبادت پر محض اس لئے سزا دے کہ اس کے پیارے رسول کے فعل سے ثابت نہیں اور آپ نے اس کی ترغیب بھی نہیں دی آج کل کے مفتی اس وقت ہوتے تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کیا فتویٰ لگاتے کہ حضرت علیؓ پر کیسے کیسے فتوے لگاتے کہ وہ نماز جیسی عبادت سے منع کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت طاؤسؒ تابعی کو عصر کے بعد نماز پڑھتے دیکھا (اس روایت میں اس کی تصریح ہے یہ نماز صرف دو رکعت تھی) تو ان کو منع کیا انہوں نے عصر کے بعد نماز پڑھنے کے نہی کی روایت کی تاویل پیش کی

حضرت ابن عباس نے سخت لہجے میں ارشاد فرمایا۔

﴿مَا اَدْرِیْ أَیُعَذَّبَ اَمْ یُوْجِرُ لِاَنَّ اللّٰہ تَعَالٰی یَقُوْلُ وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَ اَقْضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْراً اَنْ یَکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَةَ.﴾

(مستدرک جلد اوّل ۱۱۰)

میں نہیں جانتا کہ اس کو نماز پر سزا ہوگی یا اجر ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق حاصل نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ کریں تو اپنے خیال کو اس میں جگہ دیں۔

آپ نے ملاحظہ کیا کہ حضرت ابن عباس نے خلاف سنت نماز پڑھنے پر بھی طاؤس کو سزا کا مستوجب گردانا ہے۔

حضرت سعید بن مسیّب ؒ:۔

ایک شخص عصر کی نماز کے بعد اکثر دو رکعتیں پڑھا کرتا تھا اس نے حضرت سعید بن مسیّب ؒ سے دریافت کیا۔

﴿یَا اَبَا مُحَمَّدٍ اَیُعَذِبَ اللّٰہُ عَلَی الصَّلٰوةِ قَالَ لَاوَلٰکِنْ لِیُعَذِّبَکَ بِخِلَافِ السُّنَةِ.﴾ (مسند دارمی ص ۶۲)

اے ابو محمد کیا مجھے اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے کی وجہ سے سزا دے گا حضرت سعید بن مسیّب ؒ نے فرمایا کہ نہیں لیکن تجھے خدا تعالیٰ سنت کی مخالفت کی وجہ سے سزا دے گا حضرت سعید بن میسّب رضی اللہ عنہ یہی کچھ فرمانا چاہتے ہیں اگرچہ نفس نماز پر اللہ تعالیٰ کسی کو سزا نہیں دے گا کیونکہ وہ ایک عبادت ہے مگر ایسی نماز جس میں سنت کی خلاف ورزی ہو اس پر اللہ تعالیٰ ضرور سزا دے گا۔

حضرت عثمان ؓ بن ابی العاص المتوفی ۵۵ کو کسی ختنہ میں دعوت دی گئی تو انہوں نے جانے سے صاف انکار کر دیا جب ان سے انکار کی وجہ دریافت کی گئی تو صاف الفاظ میں یہ جواب ارشاد فرمایا۔

﴿اِنَّا كُنَّا لَا نَاْتِي الْخِتَانَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُدْعٰى لَهٗ.﴾ (مسند احمد جلد۴ صفحہ ۲۱۷)

ہم لوگ زمانہ رسالت مابؐ میں ختنوں میں بلائے جانے کا دستور نہ تھا اور نہ لوگوں کو دعوتیں موصول ہوتی تھیں اس لئے میں بھی اس میں شریک نہیں ہوتا آپ نے دیکھ لیا کہ حضرت ابن عباسؓ حضرت علیؓ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ وغیرہ ہم جلیل القدر صحابہ کرام نے نماز جیسی بہترین عبادت اور ذکر جیسی اعلیٰ قربت وغیرہ کو مخصوص کیفیت اور خاص ہیئت اور پابندی وقت کے ساتھ ادا کرنے سے محض اس لئے منع کیا کہ اس طرز وطریقہ سے یہ کام جناب رسول اللہ نے نہیں کئے اور ان کی ترغیب بھی نہیں دی اور آپ کے عہد مبارک میں ایسا نہیں ہوتا تھا اس لئے امور بدعت اور معمولی بدعت بھی نہیں بدعت عظمیٰ اور بدعت ظلماء ہیں بلکہ ضلالت بھی ہیں اور گمراہی بھی اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا۔ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول برحق کے نزدیک وہی عمل مقبول ہوگا جو اخلاص اور اتباع سنت کی کسوٹی پر پورا اترتا ہو اگرچہ مقدار میں کم ہی کیوں نہ ہو اور ایسا عمل بالکل رائیگاں ہوگا جو دیکھنے میں تو پہاڑ جتنا نظر آئے لیکن اس میں اخلاص اور اتباع سنت کی جان اور روح موجود نہ ہو حضرت عائشہؓ نے ایک موقع پر کیا ہی خوب ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمان بن ابوبکرؓ کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی گھر میں کسی بی بی نے کہا اگر عبدالرحمان کے گھر بچہ پیدا ہوا تو ہم عقیقہ میں ایک اونٹ ذبح کریں گے حضرت عائشہ نے فرمایا کہ:

﴿اَلسُّنَّةُ اَفْضَلُ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةٌ.﴾

مستدرک جلد۴ صفحہ ۲۳۸ نہیں بلکہ سنت ہی افضل ہے وہ یہ کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریوں اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ میں ایک بکری ہی کافی ہے اونٹ اور دو بکریوں کی قیمت اور گوشت کا اگر موازنہ کیا جائے تو نمایاں فرق نظر آئے گا مگر حضرت عائشہؓ بکریوں کی بجائے اونٹ پر محض اس لئے راضی نہیں کہ یہ سنت کے خلاف ہے اس لئے اگر اس کی قیمت یا گوشت زیادہ ہے تو پھر بھی اس کی چنداں قدر نہیں ہے سنت یہ

افضل ہے اور اس کی پابندی لازم ہے (المخاج الوضع صفحہ ۳۷)

نمازیں عیدین !!!

عیدین کی نماز مسجد میں نہ پڑھی جائے نماز عیدین باہر کھلے میدان میں پڑھنا سنت نبوی ہے حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام عیدین کی نماز ہمیشہ باہر پڑھاتے رہے (مجمع الزوائد جلد اول ۳۲۴)

شاہ جیلانی کا فتویٰ :-

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

﴿وَالْاَوْلٰی اَنْ تُقَامَ فِی الصَّحْرَآءِ تَکْرَاہُ فِی الْجَامِعِ اِلَّا لِعُذْرٍ.﴾

یعنی نماز عیدین جنگل میں پڑھی جائے سوائے عذر شرعی کے مسجد میں نماز عید پڑھنی مکروہ (غنیۃ الطالبین مطبع صدیقی صفحہ ۵۴۹)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں صرف ایک دفعہ بارش کی وجہ سے نبی ﷺ نے نماز عید مسجد میں پڑھائی ہے پس بارش وغیرہ کی وجہ سے نماز عید مسجد میں پڑھی جا سکتی ہے ورنہ ہمیشہ باہر کھلے میدان میں نماز عید پڑھنا سنت نبوی ﷺ ہے مقام غور ہے کہ مسجد نبوی میں ایک نماز ادا کرنے سے ہزار نماز کا ثواب ہے بلکہ ابن ماجہ میں پچاس ہزار نماز کا ذکر آیا ہے گو سنداً یہ روایت کمزور ہے۔

(ابن ماجہ ص ۱۰۳ الاشاد پریس لاہور)

باوجود اس درجے کے نبی ﷺ نے نماز عیدین باہر میدان میں ادا کی جائے افسوس ہے کہ آج کل یہ سنت تقریباً ہر مقام میں ضائع ہو رہی ہے :-

احیائے سنت مصطفیٰ ﷺ :-

حضرات !! آپ عیدین مستورات کو بھی شرعی دستور اور حکم کے مطابق عیدگاہ میں صفیں باندھ کر نماز عید پڑھائیں دعا اور خطبہ سننے کی تاکید کریں اور افسوس کہ یہ سنت بھی دیگر سنت کی طرح مردہ ہو چکی ہے حدیث یہ ہے۔

﴿عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ اُمِرنَا اَنْ نَخْرُجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ الْعِيْدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فيشهدين جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ دَعْوَتَهُمْ وَ تَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ قَالَتْ اِمْرَاَةٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ قَالَ لِتَلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا.﴾

(مشکوۃ شریف باب صلوۃ العیدین)

خلاصہ:- حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں نبی علیہ السلام کی طرف سے حکم ملا کہ ہم عیدین کے دن حائضہ عورتوں سمیت عورتوں کو عید گاہ لے جایا کریں تا کہ وہ مسلمانوں کی جماعت اوران کی دعاؤں میں شامل ہوں مگر نماز نہ پڑھیں بلکہ نماز کی جگہ سے علیحدہ ہو کر رہیں ایک عورت نے عرض کی کہ یارسول اللہ ہم سب کے پاس پردہ کے لئے چادر وغیرہ نہیں ہے آپ نے فرمایا ساتھ والی عورت (سہیلی) اپنی چادر میں پردہ کر کے لے جائے اس حدیث میں نبی علیہ السلام نے عورتوں کو عید گاہ کی طرف جانے کا حکم فرمایا ہے بموجب وقت اصول حدیث نبی علیہ السلام کا حکم وجوب کے لئے ہے جب قرینہ صارفہ نہ ہو اسی لئے بعض علماء وجوب کے قائل ہیں اگر عورتیں گھروں میں نماز عیدین پڑھ سکتیں تو نبی علیہ السلام نے دوسری خاتون کے کپڑے میں لپٹ کر لے جانے کا حکم دیا اس سے ثابت ہوا کہ عورتوں کا عید گاہ میں جانا واجب ہے ابن ماجہ میں بصیغہ امر آیا ہے-

﴿قال اُخْرِجُوا الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ﴾

نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ نوجوان لڑکیوں' پردہ دار عورتوں کو عید گاہ میں لے جاؤ-

﴿عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُخْرِجُ بَنَاتِهِ وَنِسَائِهِ فِي الْعِيْدَيْنِ (ابن ماجہ صفحہ ۹۴) بَابُ مَاجَا فِي خُرُوْجِ النِّسَآءِ فِي الْعِيْدَيْنِ.﴾ (مطبوعۃ ادارہ احیاء السنۃ النبویہ سرگودھا)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنی بیٹیوں کو اور ازواج مطہرات کو عید گاہ کی طرف لے جایا کرتے۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا علیؓ ابن ابی شیبہؒ میں وجوب کا قول منقول اور یہ مسئلہ قطعی الثبوت ہے اسی پر صحابہ کرام کا اجماع ہے جیسا کہ فتح الباری میں ہے لَمْ يَثْبُتْ عَنْ اَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ مَخَالِفَتِهَا یعنی صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی اس مسئلہ کی مخالفت نہیں کی فتح الباری ہندی ص ۵۳۱ پارہ ۴ کنز العمال جلد ۴ ص ۳۲۸ میں ہے۔

﴿عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكَادُ يَدَعُ اَحَدًا مِنْ اَهْلِ بَيْتِهِ﴾

یعنی نبی ﷺ اپنے گھر والوں میں سے کسی کو بھی گھر نہ چھوڑتے تھے عجیب ہے کہ نبی ﷺ کی ازواج مطہرات اور بیٹیاں اور صحابیات تو نماز عید باہر ادا کریں جن کی حیاء شرافت کی کوئی مثال نہیں مل سکتی۔

اور آج کی خواتین نعوذ باللہ جو بازاروں کی زینت بنی ہوئی ہیں باہر نماز عید پڑھنے کو عار محسوس کرتی ہیں اور ماشا اللہ ان کے بھائی اور خاوند بھی بڑے حیا دار ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے اور اپنے پیغمبر کی سنت پر چلنے کی توفیق عنایت کرے آمین ثم آمین۔

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.﴾

(پ ۲۸ رکوع ۳)

ترجمہ:۔ جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں۔ آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخص سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور

اس کے رسول کے برخلاف ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہو ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور ان کو اپنے فیض سے قوت دی ہے (فیض سے مراد نور ہے) اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے یہ لوگ اللہ کا گروہ ہے خوب سن لو کہ اللہ کا ہی گروہ فلاح پانے والا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا اللہ اور اس کے رسول کی اتباع میں اپنے والد کافر کو قتل کرنا:۔

حضرت سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت حضرت ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اتری ہے جنگ بدر میں ان کے والد کفر کی حمایت میں مسلمانوں کے مقابلے پر آئے آپ نے انہیں قتل کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آخری وقت میں جبکہ خلافت کے لئے ایک جماعت کو مقرر کیا کہ یہ لوگ مل کر جسے چاہیں خلیفہ بنالیں اس وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا تھا کہ اگر یہ ہوتے تو میں انہیں کو خلیفہ مقرر کرتا اور یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ ایک ایک صفت الگ الگ بزرگوں میں تھی۔ مثلاً حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کو قتل کیا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے عبدالرحمان بن ابی بکر کو بحالت کفر قتل کا ارادہ کرنا:۔

دیگر صحابہ رضی اللہ عنہما کا ایسا ہی عمل:۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ بن

حارث نے اپنے قریبی رشتہ داروں عتبہ شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کیا تھا - واللہ اعلم اسی ضمن میں یہ واقعہ بھی داخل ہوسکتا ہے کہ جس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بدری قیدیوں کی نسبت مسلمانوں سے مشورہ کیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تو فرمایا کہ ان سے فدیہ لیا جائے تاکہ مسلمانوں کی مالی مشکلات دور ہو جائیں مشرکوں سے جہاد کرنے کے لئے آلات حرب جمع کرلیں - اور یہ چھوڑ دیئے جائیں - کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل اسلام کی طرف پھیر دے آخر ہیں تو ہمارے ہی کنبے رشتے کے لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے اس کے بالکل برخلاف پیش کی کہ یا رسول اللہ جس مسلمان کا جو رشتہ دار مشرک ہے اس کے حوالے کر دیا جائے اور اسے حکم دیا جائے کہ وہ اسے قتل کر دے ہم اللہ تعالیٰ کو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں ان مشرکوں کی کوئی محبت نہیں مجھے میرا فلاں رشتہ دار سونپ دیجئے اور حضرت علیؓ کے حوالے عقیل کو کر دیجئے اور فلاں صحابی کو فلاں کافر حوالے کر دیں وغیرہ پھر فرماتا ہے کہ جو اپنے دل کو دشمنان خدا کی محبت سے خالی کر دے اور مشرک رشتہ داروں سے محبت چھوڑ دے وہ کامل الایمان شخص ہے جس کے دل میں ایمان نے جڑیں جمالیں ہیں اور جن کی قسمت میں سعادت لکھی جا چکی ہے اور جن کی نگاہ میں ایمان کی زینت بچ گئی ہے اور ان کی تائید اللہ تعالیٰ نے اپنی پاس کی روح سے کی یعنی انہیں قوی بنا دیا اور یہی بہتی ہوئی نہروں والی جنت میں جائیں گے جہاں سے کبھی نہ نکالے جائیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی یہ خدا سے خوش چونکہ انہوں نے خدا کے لئے رشتہ کنبہ والوں کو ناراض کر دیا تھا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ان سے راضی ہوگیا اور نہیں اس قدر دیا کہ یہ بھی خوش خوش ہو گئے خدائی لشکر یہی ہے اور کامیاب گروہ بھی یہی ہے جو شیطانی لشکر اور ناکام گروہ کے مقابل ہے -

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیار :-

ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی یا رسول اللہ میں آپ کو اپنی جان اور بچوں سے زیادہ پیار کرتا ہوں اور جب میں گھر میں ہوتا ہوں تو آپ کو یاد

کرتا رہتا ہوں جب تک آپ کو دیکھ نہیں لیتا مجھ کو آرام نہیں آتا اب میں سوچتا ہوں کہ موت مجھے اور آپ دونوں کو آنے والی ہے آپ تو اعلیٰ مرتبت پیغمبروں کے ساتھ ہوں گے اور اگر میں جنت میں چلا جاؤں تو آپ تک کیسے پہنچ سکوں گا یہ بات سن کر حضور علیہ خاموش ہو گئے پھر جبرائیل علیہ السلام یہ آیۃ مبارکہ لے کر آئے۔

﴿وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ (پارہ ۵ رکوع ۶)

ترجمہ:- جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی اتباع کی تو یہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ کا انعام ہوا (وہ لوگ یہ ہیں) انبیآء میں سے سچے لوگ اور شھدآء اور نیک لوگوں کے ساتھ ہوں گے اور ان لوگوں کی رفاقت کتنی ہی اچھی ہے۔

بعض مفسیرین نے یہ بھی کہا کہ آیہہ مبارکہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے حق میں اتری ہے جو آنحضرتؐ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے:-

دوسری حدیث میں ہے کہ ایک انصاری صحابی رسول خدا علیہ کے پاس آیا اور وہ غمگین تھا آپ نے فرمایا اے فلاں شخص تو کیوں غمگین ہو رہا ہے اس نے عرض کی اے اللہ کے رسول میں ایک بات کے بارے میں فکر مند ہوں آپ نے پوچھا وہ کیا بات ہے عرض کی کہ ہم صبح و شام آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں آپ کا چہرہ مبارک دیکھتے ہیں اور آپ کے پاس بیٹھتے ہیں اور آپ کل انبیآء کے پاس ہوں گے اور ہم آپ کے پاس نہیں پہنچ سکیں گے آنحضرت علیہ نے کوئی جواب نہ دیا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام اسی آیت مذکورہ کے ساتھ تشریف لائے اور بشارت سنائی حضور علیہ نے آدمی بھیج کر اس انصار صحابی رضی اللہ عنہ کو بشارت دی۔

حدیث سوم:

﴿عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ اَعْرَابِيًّا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتَى السَّاعَةُ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَعْدَدْتَّ لَهَا قَالَ حُبُّ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَ هٰذَا لَفْظُ مُسْلِمٍ وَفِي رِوَايَةٍ لَهُمَا مَااَعْدَدْتُّ لَهَا مِنْ كَثِيْهِ صَوْمٍ وَلَا صَلٰوةٍ وَلَا صَدَقَةٍ وَلٰكِنِّي اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ قَالَ اَنَسٌ فَمَا رَاَيْتُ الْمُسْلِمِيْنَ فَرِحُوا بِشَيْءٍ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَرْحَهُمْ بِهَا. ﴾ (بحوالہ مجموع التفاسیر)

ترجمہ:۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا قیامت کب قائم ہوگی اللہ کے رسول نے اس شخص سے کہا کہ تو نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے اس نے کہا اللہ اور اس کے رسول کی محبت آپؐ نے فرمایا تو اس شخص کے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت کرتا ہے۔متفق علیہ یہ الفاظ مسلم کے ہیں اور ان دونوں کی ایک روایت میں ہے۔کہ نہیں میں نے تیاری کی زیادہ (نفلی) روزوں کے ساتھ اور (نفلی) نماز کے ساتھ اور (نفلی) صدقات کے ساتھ لیکن میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت ضرور کرتا ہوں آپ نے فرمایا قیامت کے دن جنت میں تو اس نبی کے ساتھ ہوگا جس سے پیار رکھتا ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے مسلمانوں کو اسلام لانے کے بعد اتنا زیادہ خوش نہیں دیکھا جتنا اس بات سے خوش ہوئے۔

طبرانی کی کتاب العشرہ میں ہے کہ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ میرے بارے میں نازل ہوئی ہے (پ۲۱ رکوع۱۱) میں اپنی والدہ کی بہت خدمت کیا کرتا تھا اور ان کا پورا اطاعت گزار تھا جب مجھے خدا نے اسلام کی ہدایت کی تو میری والدہ مجھ پر بہت بگڑیں اور کہنے لگیں اے میرے بیٹے یہ نیا دین تو کہاں سے نکال لائے ہو میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ اس دین کو چھوڑ دو ورنہ نہ میں کھاؤں گی نہ پیئوں گی اور یونہی

بھوکی مر جاؤں گی۔ میں نے اسلام کو چھوڑ نہیں سکتا یہ جواب حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے دیا جس کے بدلے میں اس کی ماں نے کھانا پینا ترک کر دیا اور ہر طرف سے لوگ مجھے اس صدا سے پکارتے کہ یہ اپنی ماں کا قاتل ہے اس بات سے تنگ آ کر میں نے اپنی والدہ کی بہت منت کی کہ اپنی ضد سے باز آ جاؤ یہ خیال اپنے دل سے نکال دو کہ میں کبھی دین محمدی کو چھوڑ دوں گا اسی حالت میں تین دن گزر گئے لیکن میری والدہ اپنی ضد سے باز نہ آئی تو میں نے کہا اے امی جان تم مجھے میرے دین سے عزیز نہیں ہو اگر ایک کی جگہ سو جانیں بھی ہوتیں ایک ایک کر کے سب فوت ہو جاتیں میں تب بھی دین اسلام کا پلڑا ہاتھ سے نہ چھوڑتا پھر میری ماں میرا جواب سن کر مایوس ہو گئی اور کھانا پینا شروع کر دیا۔ (تفسیر ابن کثیر پارہ ۲۱ صفحہ ۴۶)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے گھر بیٹے حضرت بلال کی پیدائش پر ایک مانگنے والے نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ان لفظوں میں مبارک باد پیش کی۔

﴿اِنَّ بِلَالَ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ خَيْرُ بِلَالٍ.﴾

ترجمہ:- بے شک بلال بن عبداللہ تمام بلالوں سے بہتر اور افضل ہے۔

لیکن اس مبارک بادی کے الفاظ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سن کر خیال اور نگاہ حضور ﷺ کے بلال رضی اللہ عنہ پر جا پڑی اور آپ نے جواب دیا۔

﴿بَلْ بِلَالُ رَسُوْلُ اللّٰهِ خَيْرُ بِلَالٍ.﴾

ترجمہ:- بلکہ رسول اللہ ﷺ کا بلال تمام بلالوں سے بہتر اور افضل ترین ہے۔

حضور ﷺ جب عمرہ کرنے کی غرض سے مکہ معظمہ کو ۱۴۰۰ سو صحابہ کی معیت میں چلے مکہ سے دور کچھ فاصلہ پر ٹھہر گئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش کی اطلاع کی خاطر روانہ کیا کہ ہم عمرہ کرنے کی غرض سے آئے ہیں قریش نے روک دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آپ بیت اللہ کا طواف کر سکتے ہی لیکن حضرت عثمان رضی اللہ

عنہ جواب میں فرمایا کہ یہ ناممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روک دیا جائے اور میں آپ سے پہلے طواف کرلوں۔ پ ۲۶ تفسیر ابن کثیر یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ لَاتَرْفَعُوْ اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ. آیہ مذکورہ کے تحت صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کئی دن تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں نظر نہ آئے اس پر ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ اس کی بابت آپ کو بتلاؤں گا چنانچہ وہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے مکان پر آئے دیکھا وہ سر جھکائے بیٹھے ہوئے ہیں پوچھا کیا حال ہے جواب دیا برا حال ہے میں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند کرتا تھا اس لئے میرے سارے اعمال برباد ہو گئے اور میں جہنمی بن گیا یہ شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سارا واقعہ آپ سے کہہ سنایا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ایک زبردست بشارت لے کر دوبارہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے ہاں گیا چنانچہ حضور نے اس شخص سے کہا کہ تم دوبارہ جاؤ اور ان سے فرماؤ کہ ثابت تو جہنمی نہیں بلکہ جنتی ہے۔ مسند احمد میں یہ مندرجہ بالا واقعہ موجود ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ حضرت ثابت بن قیس کہاں ہیں نظر نہیں آتے اور اس کے آخر میں حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہم انہی زندہ چلتا پھرتا دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں۔ یمامہ کی جنگ میں جبکہ مسلمان قدر بزدل ہو گئے تھے تو ہم نے دیکھا کہ حضرت ثابت بن قیس خوشبو ملے کفن پہنے ہوئے دشمن کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہیں کہ مسلمانوں تم اپنے بعد والوں کے لئے برا نمونہ چھوڑ کر نہ جاؤ اور یہ کہہ کر دشمنوں میں گھس گئے اور بہادرانہ لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (ابن کثیر پارہ ۲۶ رکوع ۱۳)

ابن جریر میں ہے کہ جب یہ مندرجہ بالا آیت یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ لَاتَرْفَعُوْ اَصْوَاتَکُمْ. اتری تو حضرت ثابت بن قیس راستے میں ہی بیٹھ گئے اور رونے لگے حضرت عاصم کا ادھر سے گزر ہوا تو ان کو روتے دیکھ کر سبب دریافت کیا تو حضرت ثابت نے جواب دیا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ آیت میرے بارے میں ہی نہ اتری ہو۔ حضرت عاصم کے جانے کے بعد حضرت ثابت کی ہچکی بندھ گئی۔ چنانچہ آپ گھر

چلے گئے اور اپنی بیوی حضرت جمیلہ بنت عبداللہ ابن سلول سے کہا میں گھوڑے والی کوٹھڑی میں جا رہا ہوں تم باہر سے دروازہ بند کر کے اس میں کیل جڑ دو خدا کی قسم! میں اس وقت تک باہر نہیں نکلوں گا جب تک رسول کریم ﷺ مجھ سے راضی نہ ہو جائیں۔ یہاں تک کہ جب حضرت عاصم نے دربار رسالت میں حضرت ثابت کی حالت بیان کی تو رسالت ماب ﷺ نے حکم دیا۔ کہ جاؤ اور حضرت ثابت کو میرے پاس بلا لاؤ۔ لیکن جب حضرت عاصم گھر آئے تو دیکھا کہ وہاں حضرت ثابت رضی اللہ عنہ موجود نہیں معلوم ہوا کہ وہ گھوڑے کے طویلے میں ہیں۔ وہاں جا کر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو کہا کہ تمہیں رسول کریم ﷺ نے طلب کیا ہے۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا بہت خوب کیل نکال کر دروازہ کھول دو پھر باہر نکل کر رسالت ماب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپؐ نے رونے کی وجہ پوچھی اور جس کا سچا جواب سن کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم قابل تعریف زندگی گزارو اور شہید ہو کر مرو اور جنت میں جاؤ چنانچہ یہ بات سن کر حضرت ثابت بن قیس کا سارا رنج والم دور ہو گیا اور فرمایا یا رسول اللہ میں آپ کی اور اللہ تعالیٰ کی اس بشارت سے بہت خوش ہوں اب آئندہ کبھی بھی اپنی آواز کو آپ کی آواز سے بلند نہیں کروں گا۔ اس پر یہ آیت اتری۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ. الخ﴾ (نازل ہوئی پارہ ۲۶ رکوع ۱۳)

حضور ﷺ کی شان شوکت میں عربی کے اشعار:-

مَضَتِ الدُّهُوْرُ وَمَا اَتَیْنَ بِمِثْلِهٖ○
وَلَقَدْ اَتٰی فَعَجَزْنَ عَنْ نُظَرَ آئِهٖ○

یعنی صدیاں گزر گئیں محمد رسول اللہ ﷺ جیسا کوئی پیدا نہیں ہوا اور آئندہ نہ کبھی ہوگا۔

تَعْصِی الرَّسُوْلَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ
هٰذَا لَعُمْرِیْ فِی الْقِیَاسِ بَدِیْعٌ

یعنی تو رسول کریم ﷺ کی نافرمانی کر کے محبت کا اظہار کرتا ہے بڑی ہی عجیب بات ہے۔

لَوْ کَانَ حُبُّکَ صَادِقًا لَاطَعْتَهٗ
لِاَنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُحِبُّ مُطِیْعٌ

اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو رسول کریم ﷺ کی اطاعت کرتا کیونکہ محبوب کا ہی اطاعت شعار ہوتا ہے۔

ان اشعار کا مطلب Meaning یہ ہے کہ کوئی شخص بھی اپنی مرضی سے عمل کر کے یعنی کہ رسول کریم ﷺ کی پیروی کی بجائے۔ اپنی مرضی سے عمل کر کے ثواب کی امید ہرگز نہیں رکھ سکتا۔ اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن رواحہ کا واقعہ مندرجہ ذیل ہے۔

آج کے مسلمانوں کے لئے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ باعث عبرت:

﴿عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَبْدُاللّٰهِ اِبْنِ لَرَوَاحَةَ فِیْ سَرِیَّةٍ فَوَافَقَ ذَالِکَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَغَدَ اَصْحَابُهٗ. وَقَالَ اَتَخَلَّفُ وَ اُصَلِّیْ مَعَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَلْحَقُهُمْ فَلَمَّا صَلّٰی مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. رَاٰهُ فَقَالَ مَامَنَعَکَ اَنْ تَغْدُ وَ مَعَ اَصْحَابِکَ، فَقَالَ اَرَدْتُّ اَنْ اُصَلِّیَ مَعَکَ ثُمَ اَلْحَقُهُمْ فَقَالَ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَا اَدْرَکْتُ فَضْلَ غَدْوَتِهِمْ لَرَوَاهُ التِرمِذِیْo﴾

(مشکوۃ شریف جلد دوم)

یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو ایک لشکر کے ساتھ کسی جنگ میں بھیجنے کا حکم دیا۔ بروز جمعہ علی الصبح روانہ ہونے کا حکم تھا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے تمام ساتھی روانہ ہو چکے تھے حضرت عبداللہ نے کہا کہ میں پیچھے رہ گیا کہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھ کر ساتھیوں سے مل جاؤں گا مقصد یہ تھا کہ جہاد کرنے جا رہا ہوں شاید پھر رسول کریم ﷺ کی اقتدا میں نماز جمعہ پڑھنا نصیب ہو یا نہ ہو۔ جہاد کے ساتھ اس سعادت کو بھی حاصل کرلوں گا کیونکہ مسجد نبوی میں ایک جمعہ کا ثواب پچاس ہزار جمعہ کے ثواب کے برابر ملتا ہے۔

غور کا مقام یہ ہے کہ مسجد نبوی میں رسول کریم ﷺ کی اقتداء اور امامت میں نماز جمعہ ادا ہو رہا ہے لیکن رسول کریم ﷺ کا حکم علی الصبح روانہ ہونے کا ہے۔ اس کے مقابلہ میں عبداللہ بن رواحہ سے اپنی مرضی سے اپنے خیال سے ایک عمل کیا اگرچہ نیت زیادہ ثواب حاصل کرنے کی تھی لیکن رسول کریم ﷺ کے بتائے ہوئے وقت پر روانہ نہ ہو کر اطاعت نہ کی اس لئے ایسے عمل کا بھی کوئی فائدہ نہ ہوا۔ جس میں رسول کریمؐ کی اطاعت کو مدنظر نہ رکھا گیا۔ چنانچہ اس سے معلوم ہوا کہ اپنی مرضی اور خیال سے کی ہوئی نیکی شرف قبولیت حاصل نہیں کرسکتی بلکہ قبولیت کے لئے رسول کریم ﷺ کے نقش قدم پر چلنا ضروری ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عبداللہ بن رواحہ اگر پوری زمین مال و دولت کی بھر کر خرچ کرے تب بھی جو میرے حکم پر نکل گئے ان کے درجہ کو نہیں پا سکتا۔

سید الکونین رسالت مآب ﷺ کی شان میں کچھ اشعار مندرجہ ذیل ہیں:۔

ہے فرش سے تا عرش عجب بارش انوار،
ہر سمت سے رحمت کی گھٹا جھوم رہی ہے،
اک نغمہ پر کیف ہواؤں میں ہے رقصاں،

فطرت بھی سرِ عرش جھوم رہی ہے،
کانوں میں ہیں اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے نغمے،
پڑھ پڑھ کے زبان صلیِّ علیٰ جھوم رہی ہے،

چنانچہ صحابہ کرام نے ثابت کر دیا کہ مسلمان دنیا میں اللہ کے دین کا بول بالا کرنے کے لئے آیا ہے اس کا مقصد دنیا نہیں ہے بلکہ آخرت ہے اور یہ ٹھیک ہے''۔

نہ تو زمین کے لئے ہے نہ آسمان کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے
یہ عقل و دل ہیں شرر شعلہ محبت کے لئے
وہ خار و خس کے لئے یہ نیستاں کے لئے
مقام پرورش آہ و نالہ ہے یہ چمن
نہ سیر گلشن کے لئے ہے نہ آشیاں کے لئے
رہے گا راوی و نیل و فرات میں تو کب تک
تیرا سفینہ کہ ہے بحر بیکراں کے لئے''

دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کی عجیب مثال:۔

پوچھو نہ ہم سے داستان غم ہم اجڑے ہوئے ہیں،
گھر کا چراغ کیا جلے باغ اجڑ کے رہ گیا،،،
ہم پر بھی آئی تھی بہار تھوڑی سی دیر سے مگر،
ہنستے ہوئے آنسو آگئے رنگ بگڑ کے رہ گیا،
غم کی آہیں یوں چلیں باغ اجڑ کے رہ گیا،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنی مشرکہ والدہ کے لئے حضور ﷺ دعا منگوانا:۔

﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ اَدْعُوْ اُمِّیْ اِلٰی

الْاِسْلَامِ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فَدَعَوْتُهَا يَوْمًا فَاسْمَعَتْنِي فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَكْرَهُ فَاَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْكِي فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يُهْدِيَ اُمَّ اَبِي هُرَيْرَةَ فَخَرَجْتُ مُسْتَبْشِرًا بِدَعْوَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا سِرْتُ اِلَى الْبَابِ وَ اِذَا هُوَ مُجَافٌ فَسَمِعَتْ اُمِّي خَشْفَ قَدَمَيَّ فَقَالَتْ مَكَانَكَ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ وَسَمِعْتُ خَضْخَضَةَ الْمَآءِ فَاغْتَسَلَتْ فَلَبِسَتْ دِرْعَهَا وَعَجِلَتْ عَنْ خِمَارِهَا فَفَتَحَتِ الْبَابَ ثُمَّ قَالَتْ يَا اَبَا هُرَيْرَةَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَرَجَعْتُ اِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبْكِي مِنَ الْفَرَحِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَقَالَ خَيْرًا ۝﴾

(رواہ مسلم) مشکوۃ شریف باب بمعجزات

ترجمہ:- ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ میں اپنی ماں کو اسلام کی طرف اس حال میں بلاتا تھا کہ وہ مشرکہ تھی چنانچہ سنائی میری ماں نے مجھ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں وہ چیز کہ ناخوش رکھی میں نے چنانچہ آیا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حال میں کہ میں روتا تھا اور کہا میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ دعا مانگیے اللہ تعالیٰ سے کہ ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت کرے چنانچہ آپؐ نے کہا اے خداوند کریم ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت کر چنانچہ نکلا میں خوش حال بسبب دعا ہدایت کرنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب پہنچا اپنی ماں کے دروازے کے پاس تو دروازہ بند تھا چنانچہ میری ماں نے میرے قدموں کی آواز سنی تو میری ماں نے کہا ابو ہریرہ تو ٹھہر اپنی ہی جگہ پر اور سنی میں نے آواز پانی کی اور غسل کیا میری ماں نے اور کرتا پہنا اور جلدی سے اوڑھنی کی اور دروازہ کھولا اور کہا اے ابو ہریرہ! میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ

تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں اور دوبارہ میں رسول کریم علیہ کے پاس اس حال میں آیا کہ میں رو رہا تھا۔ خوشی کے مارے اور تعریف کی آپ نے اللہ کی اور فرمایا بہت اچھا ہوا۔

حضرت صدیق اکبرؓ کا اپنے بیٹے کو اللہ اور رسولؐ کی حمایت (مسلم) میں قتل کرنے کا کہنا:-

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیٹا عبدالرحمان جنگ بدر کے موقع پر کفار کے لشکر میں تھا جنگ شروع ہونے پر مسلمانوں میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کفار کے مقابلہ میں نکلے اور کفار میں سے آپ کا بیٹا نکلا۔ چنانچہ بیٹے نے جنگ کے بعد اپنے باپ کو بتایا کہ لڑائی شروع ہونے پر آپ کئی مرتبہ میرے سامنے آئے لیکن میں نے باپ سمجھ کر آپ پر تلوار کا وار نہ کیا باپ نے فرمایا کہ بیٹا اگر تم میرے سامنے آتے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اور رسول کریمؐ کی خوشنودی اور حمایت اسلام میں جان سے قتل کر دیتا یہ تھا جذبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا رسول کریم اور اللہ کے ساتھ کہ انہوں نے اپنے حقیقی بیٹے کے پیار اور محبت کی کوئی پرواہ نہ کی یہ تھی استقامت فی الدین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت میں اپنے منافق باپ کو قتل کرنے کا کہنا:-

سیرۃ محمد بن اسحاق میں ہے کہ عبداللہ بن ابی منافق کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جو کہ پکے سچے مسلمان تھے اس واقعہ کے بعد آنحضور علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گذارش کی کہ یارسول اللہ علیہ میں نے سنا ہے کہ میرے باپ نے جو بکواس کی ہے اس کے بدلے آپ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر یہ سچ ہے تو اس کے قتل کا حکم کسی اور کو نہ کیجئے بلکہ میں خود جاتا ہوں اور ابھی اس کا سر آپ کے قدموں تلے لے کر آتا ہوں۔ قسم خدا کی! قبیلہ خزرج کا ایک ایک شخص جانتا ہے کہ مجھ سے

زیادہ کوئی بیٹا اپنے باپ سے احسان وسلوک اور محبت وعزت کرنے والا نہیں لیکن میں فرمان رسول پر اپنے پیارے باپ کی گردن کاٹنے کے لئے تیار ہوں چنانچہ اگر آپ نے کسی اور کو یہ حکم دے دیا تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں جوش انتقام میں اسے مار نہ بیٹھوں اور ظاہر ہے کہ اگر یہ حرکت مجھ سے ہوگئی تو میں ایک کافر کے بدلے ایک مسلمان کو مار کر جہنمی بن جاؤں گا آپ میرے باپ کے قتل کا مجھے حکم دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں میں اسے قتل نہیں کرنا چاہتا ہم تو اس سے اور نرمی برتیں گے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کریں گے- حضرت عکرمہ اور حضرت ابن زید کا بیان ہے کہ جب حضور اپنے لشکروں سمیت مدینے پہنچے تو عبداللہ بن ابی منافق کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مدینہ شریف کے دروازے پر تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے لوگ مدینہ میں داخل ہونے لگے یہاں تک کہ ان کا باپ آیا اور فرمایا کہ پیچھے ہو جاؤ مدینہ میں نہ جاؤ اس نے کہا کیا بات ہے تو مجھے کیوں روک رہا ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا تو مدینے میں نہیں جاسکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے رسول تیرے لئے اجازت نہ دیں- یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ کی عادت مبارک یہ تھی کہ لشکر کے آخری حصہ میں ہوتے تھے- آپ کو دیکھ کر اس منافق نے اپنے بیٹے کی شکایت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ کیوں روک رکھا ہے؟ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی- اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو شہر میں داخل ہونے دیا- مسند حمیدی میں یہ بھی ہے کہ یعنی حضرت عبداللہ نے اپنے والد سے کہا کہ جب تک تو اپنی زبان سے یہ نہ کہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عزت والے ہیں اور میں ذلیل ہوں تو اس وقت تک مدینہ میں نہیں جاسکتا اور اس سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے باپ کی ہیبت کی وجہ سے میں نے آج تک ان کے چہرے کو بھی نہیں دیکھا لیکن اگر آپ اس پر ناراض ہیں تو مجھے حکم دیجئے ابھی اس کی گردن آپ کی خدمت میں حاضر کرتا ہوں کسی اور کو اس کے قتل کا حکم نہ دیجئے ایسا نہ ہو کہ میں اپنے باپ کے قاتل کو اپنی آنکھوں سے چلتا پھرتا

نہ دیکھ سکوں۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا بنو قریظہ یہود کے متعلق فیصلہ:۔

(ابن کثیر پارہ ۲۱) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے جو دعائیں کیں ان میں سے ایک دعا یہ بھی تھی کہ اے پروردگار اگر اب بھی کوئی ایسی لڑائی باقی ہے جس میں کفار قریش تیرے نبی پر چڑھ آئیں تو تو مجھے زندہ رکھ۔ کہ میں اس میں شرکت کر سکوں اور اگر تو نے کوئی ایک لڑائی بھی ایسی باقی نہیں رکھی تو خیر میرا زخم خون بہاتا رہے گا۔ لیکن اے میرے رب جب تک میں بنو قریظہ قبیلے کی سرکشی کی سزا سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی نہ کرلوں۔ تو میری موت کو مؤخر کر دینا۔ حضرت سعد بن معاذؓ جیسے مستجاب الدعوات کی دعا کی قبولیت کی شان دیکھئے کہ ادھر آپ یہ دعا کرتے ہیں۔ ادھر یہودان بنو قریظہ آپ کے فیصلے پر اظہار رضامندی کر کے قلعے کو مسلمانوں کے سپرد کرتے ہیں۔ جناب رسول خدا ﷺ آدمی بھیج کر آپ کو مدینے سے بلواتے ہیں۔ کہ آپ آکر ان کے بارے میں اپنا فیصلہ سنا دیں۔ یہ گدھے پر سوار کرا لئے گئے اور سارا قبیلہ اوس لپٹ گیا کہ دیکھئے حضرت خیال رکھئے گا بنو قریظہ آپ کے آدمی ہیں انہوں نے آپ پر بھروسہ کیا ہے وہ آپ کے حلیف ہیں۔ آپ کی قوم کے دکھ سکھ کے ساتھی ہیں۔ آپ ان پر رحم فرمایئے اور ان کے ساتھ نرمی سے پیش آیئے گا دیکھئے اس وقت ان کا کوئی نہیں وہ آپ کے بس میں ہیں۔ لیکن حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ محض خاموش تھے کوئی جواب نہیں دیتے تھے۔ ان لوگوں نے مجبور کیا کہ جواب دیں پیچھا ہی نہ چھوڑا آخر آپ نے فرمایا کہ وقت آ گیا ہے کہ سعد اس بات کا ثبوت دے کہ اسے خدا کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں یہ سنتے ہی ان لوگوں کے دل ڈوب گئے اور سمجھ لیا کہ بنو قریظہ کی خیر نہیں جب حضرت سعد کی سواری اس خیمے کے قریب پہنچ گئی جس میں رسول خدا ﷺ تھے تو آپ نے فرمایا لوگو اپنے سردار کے استقبال کے لئے اٹھو تو آپ کو عزت و احترام سے سواری سے اتارا یہ اس لئے تھا کہ آپ اس حکم کی حیثیت سے تھے کہ ان کے فیصلے پورے نافذ سمجھے جائیں گے آپ کے

بیٹھتے ہی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ آپ کے فیصلے پر رضا مند ہو کر قلع سے نکل آئے ہیں- اب آپ ان کے بارے میں جو چاہیں حکم دے دیں آپ نے فرمایا کیا میں جو ان پر حکم کروں وہ پورا ہوگا حضور ﷺ نے فرمایا یقیناً' اور پوچھا اس طرف والوں پر بھی اور اشارہ اس طرف کیا جس طرف رسول اکرم ﷺ تھے لیکن آپ کی طرف نہیں دیکھا- آپ کی بزرگی اور عزت وعظمت کی وجہ سے حضور ﷺ نے جواب دیا- ہاں اس طرف والوں پر بھی- آپ نے فرمایا کہ اب میرا فیصلہ سنئے میں کہتا ہوں کہ بنو قریظہ میں جتنے لوگ لڑنے والے ہیں انہیں قتل کر دیا جائے اور ان کی اولاد کو قید کر لیا جائے ان کے مال قبضے میں لے لئے جائیں- رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اے سعد تم نے ان کے بارے میں وہی حکم کیا ہے جو اللہ رب العزت نے ساتویں آسمان پر کیا ہے- ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم نے سچے مالک خدا تعالیٰ کا جو حکم تھا وہی سنایا ہے پھر حضور ﷺ کے حکم سے خندقیں کھدوا کر انہیں بندھا ہوا لا کر ان کی گردنیں ماری گئیں یہ گنتی میں سات آٹھ سو تھے ان کی عورتیں' بچے' اور نابالغ مال غنیمت میں لے لئے گئے-

سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید اور ترک تقلید حنفی- مالکی- حنبلی- شافی وغیرھم :-

﴿عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كل عِبَادَةٍ لَّمْ يَتَعَبَّدُهَا اَصْحَابُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَعْبُدُوْهَا فَاِنَّ الْاَوَّلَ لَمْ يَدَعْ لِلْاٰخِرَةِ مَقَالًا فَاتَّقُوْا اللّٰهَ يَامَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ وَخُذُوْ الطَّرِيْقَ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ.﴾

ترجمہ:- حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ہر وہ عبادت جو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نہیں کی تم بھی نہ کرو- اس لئے کہ پہلے لوگوں صحابہ کرام نے

دین اسلام میں کوئی کمی نہیں چھوڑی جو تمہیں پوری کرنی پڑے تم اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اے مسلمانوں کی جماعت تم ایسے لوگوں صحابہ کرام کا راستہ اختیار کرو جو تم سے پہلے گزر گئے ہیں۔

اس روایت مذکورہ سے یہ ثابت ہوا کہ شخصی تقلید کی شریعت محمدی میں ذرہ بھر بھی گنجائش نہیں کہ کسی امام کسی بزرگ کی تقلید کی جائے۔ آگے ایک اور روایت عرض کرتا جو اس سے بھی زیادہ واضح ہے:

﴿قَالَ سُفْيَانُ ابْنُ عُيَيْنَةَ وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ طَاؤُسٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ مُعَاوِيَةُ لِابْنِ عَبَّاسٍ اَنْتَ عَلٰى مِلَّةِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لَا. وَلَا عَلٰى مِلَّةِ عُثْمَانَ. اَنَا عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.(الاحکام فِیْ اُصُوْلِ الاحکام) صفحہ ۱۷۴ لِابْن حزم. قُلْتُ مَا اَنَا بِعَلْوِيٍّ وَلَا اَنَا عُثْمَانِيٌّ وَلٰكِنِّيْ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.﴾

ترجمہ:۔ حضرت سفیان بن عیینہ اور امام سفیان ثوری رحمہم اللہ بیان کرتے ہیں عبداللہ ابن طاؤس سے اور وہ بیان کرتے ہیں اپنے والد بزرگوار سے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دین پر ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ نہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دین پر ہوں بلکہ میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہوں۔ بلکہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہاں تک فرمایا دیا کہ میں نہ علوی ہوں اور نہ ہی عثمانی ہوں بلکہ میں اللہ تعالیٰ کے رسول کے دین پر ہوں۔ ایسے صحابہ کرام کے ہوتے ہوئے اور تبع تابعین کے ہوتے ہوئے پھر مسلمان ائمہ دین کی تقلید کا دعویٰ کرے تو ایسے آدمی پر فرض ہے کہ اپنے عقیدہ پر نظر ثانی کرے کہ میں کہیں غلطی پر تو نہیں ہوں۔

ترک تقلید کے شاندار اشعار جو ذیل میں تحریر ہیں۔

ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار
مت دیکھ کسی کا قول و کردار
مکش بہ تیغ ستم والہان سنت را
نکردہ اند بجز پاس حق گناہ دگر
فدائے سنت احمد پر جو اپنا نام کرتے ہیں
وہی دارین میں اپنے کو خوش انجام کرتے ہیں

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا سنت کے خلاف بات دیکھ کر برداشت نہ کرنا:۔

﴿عَطَسَ رَجُلٌ اِلٰی جَنْبِ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عُمر رَضِی اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَسَلامٌ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَبْدَاللّٰهِ ابْنُ عُمر رَضِیَ اللّٰه عَنهما اَنَا اَقُوْلُ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَسَّلامٌ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلَیْسَ عَلَّمَنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَقُوْلَ اَلْحَمْدُلِلّٰه عَلٰی کُلِّ حَالٍ﴾ (ترمذی شریف باب العطس)

ترجمہ:۔ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنھما کے پاس چھینک ماری اور کہا سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہو۔ تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنھما نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح میں بھی کہہ سکتا ہوں۔ لیکن مجھے یہ تو بتا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ نہیں سکھایا کہ ہم یوں کہیں کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں ہر حال میں۔

مسلمانوں اللہ تعالیٰ کے بندو آپ نے اس حدیث کو پڑھ کر آپ نے دیکھ لیا ہے کہ صحابی رسولؐ نے ابن عمر رضی اللہ عنھما نے (وَسَّلامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰه) کو اس لئے نہیں برداشت کیا نبوت کی زبان طیبہ سے یہ کلمہ نہیں نکلا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ

بیان نہیں فرمایا- گویہ کلمہ بہت پیارا ہے معنے بہت عمدہ ہیں لیکن سنت مصطفیٰ میں اس کا وجود نہیں ہے ھٰذا یہ باطل ہے- اہل سنت اہل حدیث کا عقیدہ اور عمل

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ برجان مسلم داشتن
ما اہل حدیثیم دغا را نشناشیم
باقول نبی چون و چرنشناشیم

اور اہل سنت اہل حدیث کا مقولہ

از مصطفیٰ شنیدن و از دلگراں بریدن
کسی کا ہو رہے کوئی نبی کے ہو رہے ہیں ہم

حدیث: ﴿قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرْوَةُ نَهٰى عَنْهَا اَبُوْبَكْرٍ وَّ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا تَقُوْلُ يَا عُرْوَةُ تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرَاهُمْ سَيُهْلَكُوْنَ اَنَا اَقُوْلُ تَمَتَّعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتَ تَقُوْلُ نَهٰى عَنْهَا اَبُوْبَكْرٍ وَّ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا.﴾

(ترمذی شریف)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا ہے حضرت عروہ نے فرمایا کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے منع فرمایا ہے- حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمانے لگے کہ اے عروہ تو کیوں نہیں کہتا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حج تمتع کیا ہے- میں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ ہلاک کیئے جائیں گے- میں کہتا ہوں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج تمتع کیا ہے اور تو کہتا ہے کہ حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے منع کیا ہے-۳۱)

حدیث کی تشریح کچھ آگے عرض کروں گا-

﴿سَالَ شَامِیٌّ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنِ الْمُتْعَتِ قَالَ ھِیَ حَلَالٌ قَالَ الشَّامِیُ اِنَّ اَبَاکَ عُمَرُ نَھٰی عَنْھَا قَالَ اَرَئَیْتَ اَبِیْ نَھٰی عَنْھَا وَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَاَمْرُ اَبِیْ یُتَّبَعُ اَمْ اَمْرُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّامِیُ بَلْ اَمْرُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.﴾

ترجمہ:- ایک شامی آدمی نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حج تمتع کے متعلق پوچھا تو ابن عمرؓ نے جواب میں فرمایا حلال ہے یعنی جائز ہے- شامی نے جواب میں کہا کہ تیرے والد بزرگوار نے اس سے منع کیا ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے کیا میرے والد بزرگوار کی بات مانی جائے گی یا اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی بات مانی جائے گی تو شامی نے کہا اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کی بات مانی جائے گی-

شامی کی اس روایت میں جو حج وعمرہ کا اکٹھا احرام باندھا جاتا ہے اور حج کے دوران عمرہ کیا جاتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لئے منع کیا کہ پورا سال بیت اللہ شریف اور حرم محترم میں رونق نہیں ہوتی تاکہ آگے پیچھے بھی رونق رہے- اس لئے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کے رسول ﷺ کی بات اس معاملہ مانی جائے گی جب مسئلہ بیان کیا تو فرمایا میرے والد محترم کو بھی آگاہ کردو کہ تیرا بیٹا عبداللہ نے یہ مسئلہ اس طرح بیان کیا ہے جب فاروق اعظم نے یہ بات سنی تو فرمانے لگے میرے بیٹے نے یہ مسئلہ ٹھیک بتایا ہے میں نے صرف بیت اللہ شریف کی رونق کی وجہ سے یہ رکاوٹ کی تھی فاروق اعظم حدیث سن کر بضد نہیں ہوئے بلکہ فرمان مصطفیٰ سن کر اپنے سر کو جھکا دیا- جیسے حضور ﷺ حسین ہیں ایسے ہی آپ کے فرامین بھی حسین و جمیل ہیں مندرجہ ذیل شعر میں آپ کا حسن-

عِبَادَتُنَا شَتّٰی وَحُسْنُکَ وَاحِدٌ
وَکُلٌّ اِلٰی ذَاکَ الْجَمَالُ یَشِیْرُ

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
اس کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے
جس گلستان کے تم گل تر ہو
خار اس بوستان کے ہم بھی ہیں

حدیث: ﴿عَنْ السائب ابن یَزِیْدَ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ وَکِیْعٍ قَالَ لِلرَّجُلِ مِمَّنْ یَنْظُرُ فِی الرَّءْیِ قَالَ قَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃُ اَلْاَشْعَارُ مُثْلَۃٌ قَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃُ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ اَلْاَشْعَارُ مُثْلَۃٌ غَضِبَ وَکِیْعٌ غَضْبًا شَدِیْدًا اَنَا اَقُوْلُ اَشْعَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنْتَ تَقُوْلُ اَلْاَشْعَارُ مُثْلَۃٌ اَنْتَ اَحَقُّ اَنْ تُحْبَسَ ثُمَّ لَاتُخْرَجَ حَتّٰی تَنْزِعَ عَنْ قَوْلِکَ ھٰذَا﴾ (ترمذی شریف)

ترجمہ:- سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا آپ اس آدمی کو فرما رہے تھے جو رائے اور قیاس کی طرف دیکھتا تھا اس نے کہا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شعار کرنا مثلہ ہے اب وہ بیان کرنے لگے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام حماد سے بیان کیا اور امام حماد نے امام ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا کہ اشعار کرنا مثلہ ہے- امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ بہت سخت ناراض ہوئے فرمانے لگے میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعار کیا ہے اور تو کہتا ہے کہ شعار مثلہ ہے- تو اس قابل ہے کہ تجھے قید کیا جائے پھر اس وقت تک تجھے قید خانہ سے نہ نکالا جائے جب تک کہ تو اس قول کو نہ چھوڑے-

اب شعار کا مطلب سمجھیں- جو اونٹ قربانی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ طیبہ میں متعین کیا جاتا تھا اس کی کہان پر معمولی سا چھری سے چیرہ دیا جاتا جس سے کچھ معمولی سا خون بہہ پڑے اور دیکھنے والے کو پتہ چلے کہ یہ قربانی کا جانور ہے عربوں میں لوٹ

کھسوٹ کا بہت زیادہ رواج تھا لیکن قربانی کے جانور کو رہزن بھی نہ چھیڑتے تھے۔ صحابہ کرام تبع تابعین اور آئمہ دین میں قرآن وحدیث کا بہت زیادہ اعزاز واکرام تھا اگر کوئی آدمی حدیث کے خلاف اپنے والدین کو بہن بھائی کنبہ خاندان وقت کے بادشاہ حکمران کو دیکھتا تو ان کا بھی لحاظ نہ کرتا سنت نبوی ﷺ کو مقدم جان کر اسی کی اتباع کرتا جس طرح امام وکیع رحمۃ اللہ نے حدیث کے خلاف مسئلہ بتانے والے کو فرمایا کہ تو اس قابل ہے کہ تجھے قید میں ڈال دیا جائے اور اس وقت تک نہ نکالا جائے جب تک تو اس قول کو چھوڑ نہ دے۔ سائب بن یزید نے صحابہ کرام کا زمانہ پایا ہے اس لئے وہ تابعین سے ہیں اور امام وکیع نے تابعین کا زمانہ پایا ہے اس لئے وہ تبع میں سے ہیں۔ ہمارے اسلاف کا کیا حال تھا۔ شعر

زمانہ میں وہ معزز تھے مسلمان ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قران ہو کر

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارہ میں کیا خوب لکھا ہے۔

زلزلے جن کے شہشاہوں کے درباوں میں تھے
بجلیوں کے آشیانے ان کی تلواروں میں تھے

(حضرت عقبہ ابن نافع اور ان کی فوج کے بارہ میں)

دیں آذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

طارق بن زیاد کے بارہ میں شعر

اے گلستان اندلس وہ دن ہیں یاد تجھ کو
تھا تیری ڈالیوں جب آشیاں ہمارا
اے موج دجلہ تو بھی پہچانتی ہے ہم کو

اب تک ہے تیرا دریار افسانہ خواں ہمارا

یہ تھے ہمارے اسلاف جو قرآن و سنت کی اتباع میں رہ کر دین دنیا کی کامیابیاں حاصل کیں۔

﴿اَخْرَجَ الترمذی عَنْ ثُوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاتَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تَلْحَقُ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِیْ بِالْمُشْرِکِیْنَ وَحَتّٰی تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ اُمَّتِیْ الْاَوْثَانَ.﴾ (ترمذی شریف)

ترجمہ:۔حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت ہے فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت نہیں قائم ہوگی یہاں تک کہ میری امت کے کچھ قبائل مشرکوں کے ساتھ مل نہ جائیں اور یہاں تک کہ قبائل میری امت کے بتوں کی پوجا شروع کر دیں۔

آج دیکھ لیں جو ہمارے مسلمانوں کا حال ہے پختہ قبروں مزاروں خانقاہوں کی پوجا یہ کرتے ہیں نذریں نیازیں غیر اللہ کی منتیں غیر اللہ کی ان میں ہیں قبروں کے سامنے قیام یہ کرتے ہیں سجدے یہ کرتے ہیں اب اس سے کفر اور شرک کیا ہوگا اگر کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ منع کرے تو وہابی کہہ کر ٹال دیتے اور انکار کرتے ہیں اور اس سے کفر شرک بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ امیرکہ کی طرف سے جو حکم ہمارے حکمرانوں کو ملے اس پر عمل کرنا ضروری جانتے ہیں نہ اللہ رب العزت کی پرواہ ہے اور نہ اللہ کے رسول کی پرواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خالص توحید سے نوازے آمین یا الٰہ العٰلمین۔

حدیث: ﴿اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہ عنہا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَایَذْھَبُ الَّیْلُ وَالنَّھَارُ حَتّٰی یُعْبَدُ الَّاتَ وَالْعُزّٰی فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنْ کُنْتُ لَاَظُنُّ حِیْنَ اَنْزَلَ اللّٰہُ ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ○ اِنَّ ذَالِکَ تَامًّا قَالَ اِنَّہٗ یَکُوْنُ مِنْ ذَالِکَ مَاشَاءَ

اللّٰہُ ثُمَّ یَبْعَثُ اللّٰہ رِیْحًا طَیِّبَۃً فَتُوُفِّیَ کُلُّ مَنْ کَانَ فِیْ قلبہ مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِیْمَانٍ فَیَبْقٰی مَنْ لَّاخَیْرَ فِیْہِ فیرجعون اِلٰی دِیْنِ اٰبآئِھِمْ۔﴾

ترجمہ:- مسلم نے ذکر کیا اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ فرماتے تھے نہیں جائے گی رات اور دن یعنی قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ پوجیں گے لوگ لات اور عزیٰ کو صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ بے شک میں جانتی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیہ کریمہ نازل کی- وہ ذات پاک جس نے اپنے رسول کو بھیجا ہدایت اور سچا دین دے کر تاکہ اس دین کو تمام باطل دینوں پر غالب کردے اگرچہ مشرک لوگ ناخوش ہوں- آپ نے فرمایا بے شک ہوگا اسی طرح جب تک کہ چاہے گا اللہ تعالیٰ پھر بھیجے گا اللہ تعالیٰ ایک اچھی ہوا جان نکال لے گی یعنی فوت کردے گی اس آدمی کو جس کے دل میں ایک رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہوگا- پھر باقی رہیں گے وہ لوگ جن میں کوئی بھلائی خیر نہ ہوگی وہ اپنے گمراہ باپ دادوں کے دین کی طرف پھر آئیں گے-

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جن لوگوں میں خیر نہیں وہ اپنے گمراہ باپ دادوں کی راہ کو اختیار کر کے نہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی پرواہ کریں گے اور نہ سنت رسول اللہ ﷺ کی فکر کریں گے لہٰذا اس حدیث سے پتہ چلا کہ آخر زمانہ میں بھی قدیم شرک رائج ہوگا اس حدیث پیغمبر خدا ﷺ کے فرمان کے مطابق ہوا یعنی جیسا کہ مسلمان لوگ اپنے نبی ولی امام شہیدوں کے ساتھ شرک کا معاملہ کرتے ہیں اسی طرح قدیم شرک بھی پھیل رہا ہے کافروں کے بتوں کو بھی مانتے ہیں اور ان کی رسموں پر بھی چلتے ہیں جیسا کہ برہمن سے پوجنا شگون لینا- کلوا پیر کی دہائی دینی- ساعت ماننا- سیتلہ مسانی پوجنا- ہنومان- لونا چمار ہولی- دوالی کا تیوہار کرنا- نوروز مہرجان کی خوشی

کرنی وغیرہ یہ تھیں رسمیں ہندوؤں اور مجوسیوں کی جو مسلمانوں میں رواج پا گئی ہیں قرآن وحدیث کو چھوڑ کر باپ دادوں کی رسموں کے پیچھے پڑیں گے۔ میں نے اپنی اوائل عمر میں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ حسن ابدال میں جو واہ کینٹ ٹیکسلہ کے قریب ہے وہاں سکھوں کے پنجہ صاحب کے قریب ایک بہت اونچی پہاڑی ہے اس کی آخری بلندی پر بابا ولی کندھاری کا ایک مزار ہے وہاں ملک کی تقسیم سے پہلے سکھ اس کی پوجا کے لئے جاتے تھے اور ان سکھوں کی طرح ہی مسلمان بھی منتا اور پوجا کرنے کے لئے جاتے اور بڑے اہتمام کے ساتھ قوالی سنتے تھے حسن ابدال کے اکثر مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اس بابے کے مزار کی طرف سوتے ہوئے پاؤں نہیں ہونے چاہییں اب آپ اندازہ کریں کیا یہ اسلام ہے اور توحید یہ باتیں سکھاتی ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ۔ یہ روایت مذکورہ مشکوٰۃ شریف کے باب لَاتَقُوْمُ السَّاعَۃُ اِلَّا عَلٰی شَرَارِ النَّاسِ میں سے مشکوٰۃ شریف کے باب الریا میں حدیث ہے۔

﴿وَ اَخْرَجَ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہ تعالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَآءِ عَنِ الشِّرْکِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَکَ فِیْہِ مَعِیَ غَیْرِی تَرَکْتُہٗ وَشِرْکَہٗ وَ اَنَا مِنْہُ بَرِیْءٌ.﴾

ترجمہ:۔ مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں تمام شرک کرنے والوں کے شرک سے بے پرواہوں یعنی بری ہوں بیزار ہوں جو آدمی بھی کوئی نیک عمل کرے اور اس میں غیر کو شریک کرے تو میں اس کو اور اس کے نیک عمل کو چھوڑ دیتا اور میں اس سے بری ہوں۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوا کہ شرک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے حصہ کے نیک عمل کو بھی اس لئے نہیں قبول کرتے کہ آدمی نے اس عمل میں غیر کو کیوں شریک کیا ہے۔ حالانکہ دنیا میں یہ اصول ہے کہ اگر دو آدمی کسی کام میں پارٹنر ہیں کسی کام کو

مشترکہ کر رہے ہیں جب علیحدہ ہوں گے تو اپنے مال کو تقسیم کر لیں گے۔ لیکن اللہ رب العزت ایسے نہیں کرتے بلکہ اپنے حصہ کا جو نیک عمل ہے اسے بھی شرک کی وجہ سے قبول نہیں کرتے لہٰذا شرک اتنی بدترین چیز ہے کہ اس عامل کا عمل مکمل طور پر ضائع ہو جاتا ہے۔

﴿عَنْ عَائشة رضی اللّٰه عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ نَفَرٍ مِّنَ الْمُحَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَجَآءَ بِعِيْرٌ فَسَجَدَ لَهُ فَقَالَ لَهُ اَصْحَابُهُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُلَکَ الْبَهَائِمُ وَالشَّجَرُ فَنَحْنُ اَحَقُّ اَنْ نَسْجُدَلَکَ فَقَالَ اعْبُدُوْ رَبَّكُمْ وَ اَكْرِمُوْا احاكم.﴾ (راوہ احمد مشکوۃ شریف باب النکاح)

ترجمہ:۔ اماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مہاجرین صحابہ اور انصار صحابہ میں تشریف فرما تھے ایک اونٹ آیا اور اس نے آپ کو سجدہ کیا صحابہ کرام نے عرض کیا اللہ کے رسول آپ کے سامنے جانور اور درخت سجدہ کرتے ہیں ہم زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کے سامنے سجدہ کریں۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا تم سجدہ اپنے رب کو کرو اور اپنے بھائی کی عزت کرو۔

اس حدیث سے ثابت ہوا اگر خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرنا لائق وسزاوار ہوتا تو خدا کے بعد پوری کائنات میں سب سے بہتر اور افضل شخصیت تاجدار مدینہ ﷺ کی تھی آپ کو سجدہ کیا جاتا لیکن آپ نے صاف شفاف الفاظ میں ارشاد فرما دیا کہ سجدہ اپنے رب کو کرو اور اپنے بھائی یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت کرو۔

﴿عَنْ قَيْسِ ابْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰه عنه قال اَتَيْتُ الْحِيْرةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّهُمْ فَقُلْتُ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ اَنْ يُسْجَدَ لَهُ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّيْ اَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَئَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنِ لِمَرْزُبَانٍ لَّهُمْ فَاَنْتَ اَحَقُّ اَنْ

نَسْجُدَ لَکَ فَقَالَ لِیْ اَرَأَیْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِیْ اَکُنْتَ تَسْجُدُ لَهٗ فَقُلْتُ لَافَقَالَ لَاتَفْعَلُوْا لَوْکُنْتُ اٰمُرُ اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ النِّسَآءَ اَنْ یَّسْجُدْنَ لِاَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَهُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ حَقٍّ رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَرَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ معاذ ابن جَبَلٍ.

(مشکوۃ شریف باب النکاح)

ترجمہ:- قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا میں خیرہ شہر میں گیا میں نے وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں- میں نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کے سامنے سجدہ کیا جائے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیرہ شہر میں لوگوں کو دیکھا کہ اپنے سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں لہٰذا آپ زیادہ حق دار ہیں کہ ہم آپ کے سامنے سجدہ کریں- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر میرے فوت ہونے کے بعد تو میری قبر کے پاس گزرے تو اس کو سجدہ کرے گا میں نے عرض کی کہ نہیں کروں گا- آپ نے فرمایا یہ سجدہ والا معاملہ میرے سامنے نہ کرنا اگر میں حکم کرتا کسی کو کہ وہ کسی آدمی کے سامنے سجدہ کرے تو عورتوں کو حکم دیتا ہے اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں اس لئے کہ مردوں کا اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر حق رکھا ہے روایت کیا اس حدیث ابوداؤد نے اور روایت کیا اس کو احمد نے معاذ بن جبل سے-

اس حدیث رسول سے بھی واضح ہو گیا کہ خدا کے سوا کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں اگر کچھ بھی جائز ہوتا تو تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سامنے سجدہ کرنے سے صحابہ کرام کو نہ روکتے- اقبال نے کیا خوب کہا ہے-

یہ معاملہ دل کے جو تیرا جی چاہے کر
مگر مجھے تو راس نہ آیا یہ طریق خانقاہی

ایک اور اللہ رب العزت کا بندہ شرک کا آپریشن ان لفظوں سے کرتا ہے۔

فرشتوں کا مسجود سجدہ کناں ہے
کہ انسانی عظمت کا مدفن یہاں ہے
کہیں تخل مرقد کی چھاؤں میں سجدے
کہیں مرنے والوں کے پاؤں میں سجدے
اشاروں میں سجدے نگاہوں میں سجدے
یہاں اور وہاں خانقاہوں میں سجدے
یہ قبہ پرستی کے پامال سجدے
مزاروں پر جا جا کے ہر سال سجدے
یہ سب بیج پیروں کا بویا ہوا ہے
کہ ہر شخص بدعت کا جویا ہوا ہے
مزاروں پہ جاتے ہو بہر شفارش
جو خود سو چکے کیا سنیں گے گذارش
جو مائل بخواب اجل ہو چکے ہیں
لحد میں جو آرام سے سو چکے ہیں
جو کروٹ بدلنا نہیں جانتے ہیں
انہیں آپ مشکل کشا مانتے ہیں

یہی حال ہے ہمارے پاکستانی مسلمان بھائیوں کا کوئی میلہ کوئی عرس کوئی عید میلاد النبی کوئی بدعت وشرک کا کوئی تہوار کوئی مزار کوئی تھان کوئی روزہ کسی بزرگ کی کوئی جھنڈی کسی بزرگ کا کوئی ونڈ کا ٹیڑھا درخت جہاں پوجا نہ ہوتی ہو۔

حدیث: ﴿عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتُطْرُوْنِيْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصٰرٰى عِيْسٰى ابْنَ مَرْيَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُاللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.﴾ (مشکوٰۃ

شریف باب المفاخرہ)

ترجمہ:- حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ علیہ صلی اللہ نے ارشاد فرمایا نہ مبالغہ کرو تم میری شان میں جیسے عیسائی لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ کی شان میں مبالغہ کیا تھا اس لئے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور تم بھی مجھے اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ہی کہو- یہ بخاری اور مسلم شریف کی روایت ہے-

عیسائی مکاتب فکر نے حضرت عیسیٰ علیہ کے بارہ غلو کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ خدا کا بیٹا اور خدا کہہ دیا تھا- بلکہ کہنا تو یہ چاہئے تھا کہ خدا کا بندہ اور رسول کہتے لیکن زیادہ پیار کرتے کرتے خدا کا بیٹا اور خدا بنا دیا تھا-

اب یہی حال ہمارے بعض عاشقان رسول کا ہے جیسے وہ کہتے ہیں-

جدوں ہاشمی گھرانے نال سنگ ہوگیا
جھگی اپنی لٹا کے رب ننگ ہوگیا
میں سوں جاؤ یا مصطفیٰ کہتے کہتے
حبیب خدا کو خدا کہتے کہتے

پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ یہاں تک کہ دیا-

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

اس سے آگے ایک اور صاحب لکھتے ہیں-

یہ دونوں ہیں ایک ان کو دو مت سمجھنا
خدا باطن و ظاہرا ہے محمدؐ

بحوالہ اعلام صفحہ ۲۰ مصنفہ احمد رضا خاں بریلوی- آگے پھر عجیب و غریب لکھتے ہیں-

محمد سر قدرت ہے کوئی اس کی رمز کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے
خدا اور مصطفےٰ کی کُن میں ادراک عاجز ہے
محمد کو خدا جانے خدا کو مصطفیٰ جانے
محمد نے خدائی کی خدا نے مصطفائی کی
کوئی سمجھے تو کیا کوئی جانے تو کیا جانے

ذیل کا شعر مصنفہ نور محمد چاند پوری ضلع شیخو پوری

احد نے صورت احمد میں یہ اپنا جلوہ دکھلایا
بھلا پھر کس طرح سے کوئی اس کا مرتبہ جانے
ایک اور ظالم نے بھی لب کشائی کی ہے
اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا ہے کیا
ہم نے جو کچھ لینا ہوگا لے لیں گے محمد سے
کدے تاں ساڈے ول پھیرا پا کملی والے
غریباں دی بگڑی بنا دینے والے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ازروئے قرآن:۔

کیا یہ شان رسولؐ ہے کیا یہ شان مصطفیٰ ہے کہ آسمان وزمین کے قلابے ملاتے ہوئے کہیں خدا کو رسول بنا دیا ہے اور کہیں رسول کو خدا بنا دیا۔ کہیں احد کو احمد۔ اور کہیں احمد کو احد بنا دیا نعوذ باللہ من ذالک۔ آؤ میں آپ کو شان رسولؐ شان مصطفیٰ شان والئے بطحا۔ شان شافع روز جزا۔ شان سید الانبیاء۔ شان رحمۃ للعلمین۔ شان ھُدی للعلمین۔ شان حوض کوثر سے پانی پلانے والا۔ سید ولد ادم۔ سید البشر۔ لواء الحمد والا۔ میں آپ کی ایسی شان عرض کروں ایسی شان والا ایسی آن والا کہ جس جیسا اس دنیا میں نہ آیا اور نہ قیامت تک کوئی آئے گا۔ ایسی شان آپ کی عرض کرتا ہوں نہ جس میں شرک لازم آئے۔ نہ جس میں بدعت لازم آئے انشاء اللہ خدا احکم الحاکمین کے

قرآن عظیم سے- اور فرمان حبیب ﷺ سے جس کو احادیث رسول کہا جاتا ہے متعین-

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ.﴾ (پارہ ۱ رکوع ۳)

ترجمہ:- اور اگر تم شک میں ہو اس چیز سے جو اتارا ہم نے اپنے بندہ پر- پس لاؤ تم کوئی سورۃ مثل اس کی اور پکارو تم اپنے معبودوں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اگر سچے ہو-

دوسرا مقام:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُo﴾ (پارہ ۱۵ رکوع ۱)

ترجمہ:- پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے پیارے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جو برکت دے رکھی ہم نے گرد اس کے تاکہ دکھائیں ہم آپ کو اپنی قدرت کی نشانیاں بے شک وہ اللہ تعالیٰ سننے والے، دیکھنے والے ہیں-

تیسرے مقام پر قرآن عظیم میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں-

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًاo الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا.﴾ (پارہ ۱۸ رکوع ۱۶)

ترجمہ:- برکت والی وہ ذات جس نے اتارا فرقان حمید کو اپنے بندے پر تاکہ آپ جہاں والوں کو ڈرائیں وہ ذات پاک جس کے لئے زمین و آسمان کی بادشاہی ہے اور جس نے اولاد اپنے لئے نہیں بنائی اور اس کی بادشاہی میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں اور اس اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کا اندازہ کیا اندازہ کرنا-

چوتھے مقام پر قرآن عظیم میں فرمایا-

﴿وَ اِنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُاللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْ يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًاo قُلْ اِنَّمَا اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖ اَحَدًاo قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًاo﴾ (پارہ۲۹رکوع۱۱)

ترجمہ:- بے شک وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ جب پکارتا ہے قریب ہے اس کو کہہ ہوں اس پر حلقہ حلقہ- فرما دیجئے میں صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا- فرما دیجئے تحقیق میں نہیں اختیار رکھتا واسطے تمہارے تکلیف کا اور نہ بھلائی کا- فرما دیجئے تحقیق مجھ کو ہرگز نہیں پناہ دے گا خدا تعالیٰ سے کوئی- اور نہیں پاتا میں سوائے اس کے کوئی پناہ کی جگہ-

پھر میرے اللہ نے پانچویں مقام پر ارشاد فرمایا-

﴿یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِo اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَo عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍo تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُوْنَo لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَايُؤْمِنُوْنَ.﴾

(پارہ۲۲رکوع۱۸)

ترجمہ:- اے سردار قسم ہے قرآن حکمت والے کی- بے شک آپ میرے پیغمبروں سے ہیں- آپ سیدھی راہ پر ہیں- اتارا ہے خدا غالب مہربان نے- تاکہ ڈرائے تو اس قوم کو جو نہیں ڈرائے گئے باپ دادے ان کے پس وہ بے خبر ہیں- البتہ تحقیق ثابت ہوگئی بات اوپر اکثر ان کے پس وہ نہیں ایمان لاتے-

چھٹویں مقام پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا-

﴿قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًاo يَّهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا اَحَدًاo وَ اَنَّهٗ

تَعَالٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًاo وَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًاo﴾ (پارہ۲۹رکوع۱۱)

ترجمہ:- اے میرے نبی ﷺ آپ فرما دیجیے میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بے شک وہ سنا جنوں کی ایک جماعت نے پس کہا بے شک ہم نے سنا قرآن عجیب- جو بھلائی کی طرف ہدایت کرتا ہے ہم اس کے ساتھ ایمان لائے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے- بے شک وہ بلند ہے ذات پروردگار ہمارے کی جس نے اپنے لئے بیوی اور اولاد مقرر نہیں کی- اور بے شک وہ تھے کہتے بیوقوف ہمارے اللہ تعالیٰ کی شان میں حد سے بڑھی ہوئی باتیں کہتے ہیں-

ساتویں مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں-

﴿مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذَالِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاتِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰذَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَ اَجْرًا عَظِيْمًاo﴾ (پارہ۲۶رکوع۱۲)

ترجمہ:- محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ والے یعنی صحابہ کرام ہیں- کافروں کے مقابلہ زور آور ہیں- اور آپس میں رحم دل ہیں اے مخاطب آپ ان کو دیکھتے ہیں رکوع سجدہ کرنے والے تلاش کرتے ہیں وہ فضل اللہ تعالیٰ کا اور رضا مندی نشانی ہے ان کی ان کے چہروں میں سجدہ کے اثر سے یہ مثال ان کی تورات اور انجیل میں ہے جیسے کھیتی نکالے انگوری اپنی پھر قوی کرے اس کے پھر وہ موٹی ہو جاوے پھر

اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو جاوے خوش لگتی ہے کھیتی کرنے والوں کو تا کہ غصہ میں لاوے اللہ تعالیٰ بسبب ان مسلمانوں کے کافروں کو وعدہ کیا اللہ تعالیٰ ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ان میں سے بخشش اور بہت بڑے ثواب کا۔

اٹھویں مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے۔

﴿طٰهٰ ○ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى ○ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ○ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ○ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ○ وَ اِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰى ○ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ○ وَهَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ○ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْآ اِنِّيْ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ○﴾ (پارہ ۱۶ رکوع ۱۰)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ارشاد فرمایا نہیں اتارا ہم نے اوپر تیرے قرآن کہ تو تکلیف اٹھا۔ مگر یہ نصیحت ہے ایسی آدمی کے لئے جو ڈرتا ہے۔ یہ اس ذات کی طرف سے اتارا گیا ہے جس نے زمین کو پیدا کیا۔ اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا۔ وہ بڑی رحمت والا عرش مجید پر قائم ہے اس کے اختیار میں ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں اور جو چیزیں ان دونوں کے درمیان میں ہیں اور جو گیلی مٹی کے نیچے ہے۔ اور اگر پکار کر بات کرو تم وہ چپکے سے بات کہی ہوئی کو اس سے بھی زیادہ جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے اچھے اچھے نام ہیں۔ کیا آئی ہے تیرے پاس بات موسیٰ علیہ السلام کی۔ جبکہ دیکھی انہوں نے آگ تو فرمایا اپنے گھر والوں کو کہ تم ٹھہرو میں نے ایک آگ دیکھی ہے شائد میں اس سے تمہارے پاس کوئی شعلہ

لاؤں یا آگ کے پاس رستے کا پتہ مجھ کو مل جائے۔

نوویں مقام پر اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿اِنَّا فتحنالک فَتْحًا مُبِیْنًاo لِیَغْفِرَلَکَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکَ وَیَهْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًاo وَّیَنْصُرَکَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِیْزًاo﴾ (پارہ ٢٦ رکوع ٩)

ترجمہ:۔ بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے اور آپ پر اپنے احسانات کی تکمیل فرما دے اور آپ کو سیدھے راستہ کی راہ نمائی فرما دے۔ اور آپ کو ایسا غلبہ جس میں عزت ہی عزت ہو۔

دسویں مقام پر رب العلمین ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِo بَلْ عَجِبُوْا اَنْ جَآئَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ فَقَالَ الْکٰفِرُوْنَ هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌo ءَ اِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا ذَالِکَ رَجْعٌ بَعِیْدٌ قَدْ عَلِمْنَا مَاتَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا کِتٰبٌ حَفِیْظٌo﴾ (پارہ ٢٦ رکوع ١٥)

ترجمہ:۔ قسم ہے قرآن بزرگ کی۔ بلکہ تعجب کیا انہوں نے یہ کہ آیا ان کے پاس ڈرانے والا ان میں سے پس کہا کافروں نے یہ عجیب چیز ہے۔ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے کیا دوبارہ زندہ ہوں گے یہ دوبارہ زندہ ہونا امکان سے بھی بہت دور ہے۔ تحقیق جانتے ہیں ہم جو کم کر دیتی ہے زمین ان میں سے اور ہمارے نزدیک کتاب ہے یاد رکھنے والی۔

گیارویں مقام پر رب العلمین ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰیo مَاضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰیo وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰیo اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰیo عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰیo ذُوْمِرَّةٍ

فَاسْتَوٰی وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی o ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی o فَكَانَ قَابَ
قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی o فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی o مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا
رَاٰی اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا يَرٰی وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی o عِنْدَ سِدْرَةِ
الْمُنْتَهٰی o عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰی o مَا
زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی o لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی o﴾

(پارہ ۲۷ رکوع ۵)

ترجمہ:- قسم ہے ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے- نہیں بہک گیا یار تمہارا اور نہ راہ سے پھر گیا- اور نہیں بولتا اپنی خواہش سے- نہیں ہے وہ مگر وحی جو وحی کی جاتی ہے- سکھایا اس کو زبردست طاقتوں والے نے- طاقت والا پھر پورا نظر آیا- اور وہ آسمان کے بلند کناروں پر تھا- پھر نزدیک ہوا پس اتر آیا- پس بقدر دو کمان کے یا اس سے نزدیک- پس وحی بھیجی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی طرف جو وحی بھیجی تھی- نہیں جھوٹ بولا دل نے جو دیکھا تھا- کیا پس جھگڑتے ہو تم آپ سے اس چیز پر کہ دیکھا آپ نے- اور البتہ تحقیق دیکھا آپ نے اس کو ایک دفع اور- سدرۃ المنتھیٰ کے پاس- نزدیک اس کے جنت الماویٰ ہے- جبکہ ڈھانپ رہی تھی بیری کو وہ چیز جو ڈھانپ رہی تھی- نہیں کجی کی نظر نے اور نہ زیادہ بڑھ گی- البتہ تحقیق دیکھی آپ نے نشانیاں پروردگار اپنے کی بڑی-

بارویں مقام پر اللہ رب العلمین ارشاد فرماتے ہیں-

﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ o مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ o وَ اِنَّ
لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ o وَ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِيْمٍ o فَسَتُبْصِرُ وَ
يُبْصِرُوْنَ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ o اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ
سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ o فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ o وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ
فَيُدْهِنُوْنَ o وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ o هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ o

مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيمٍO عُتُلٍّ بَعْدَ ذَالِكَ زَنِيمٍO اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِيْنٍO اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَO سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِO اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَO وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ﴾ (پارہ۲۹رکوع۳)

ترجمہ:- قسم ہے قلم کی اور قسم ہے اس کی چیز کی کہ لکھتے ہیں- نہیں تو اپنے رب کی نعمت کے ساتھ دیوانہ- بے شک تیرے واسطے ایسا ثواب ہے جو ختم ہونے والا نہیں- اور بے شک آپ بہت بڑے اخلاق والے ہیں- عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے- اور وہ بھی دیکھ لیں گے- تم میں سے کس کو جنون ہے- تحقیق تیرا پروردگار خوب جانتا ہے اس شخص کو جو گمراہ ہوا اس کے سیدھے راستہ سے- اور وہ خوب جانتا ہے سیدھی راہ اختیار کرنے والوں کو- پس نہ کہا مان تو جھٹلانے والوں کا- وہ دوست رکھتے ہیں کہ آپ سستی کریں اور وہ بھی سستی کریں- اور نہ کہا مان تو ہر قسم کھانے والے ذلیل کا- عیب کرنے والا لوگوں کا چلنے والا چغلی کے ساتھ- منع کرنے والا بھلائی سے- حد سے نکل جانے والا گناہ گار- سرکشی کرنے والا پیچھے اس کے بدنام- اس واسطے کہ وہ مال واولاد والا تھا- جس وقت پڑھی جاتی ہیں اوپر اس کے آیتیں ہماری تو کہتا تھا کہ یہ کہانیاں پہلے لوگوں کی- عنقریب داغ دیں گے ہم س کے ناک پر- تحقیق آزمایا ہم نے ان کو جیسا آزمایا ہم نے باغ والوں کو- جب قسمیں کھائی انہوں نے البتہ ضرور کاٹیں اس کو صبح ہوتے ہوئے- اور انشاء اللہ کا لفظ بھی انہوں نے نہیں کہا-

تیرویں مقام پر اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں-

﴿يٰاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُO قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًاO نِّصْفَهٗ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًاO اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًاO اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًاO

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًاo اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ
سَبْحًا طَوِيْلًا o وَاذْكُرِاسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا o رَبُّ
الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا وَاصْبِرْ عَلٰى
مَايَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًاo وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي
النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًاo﴾ (پارہ۲۹رکوع۱۳)

ترجمہ:-اے کپڑا اوڑھنے والے کھڑا ہو رات کو مگر تھوڑا یعنی نصف رات یا اس نصف سے کسی قدر کم کردو-یا نصف سے کچھ بڑھا دو اور قرآن حمید کو خوب صاف صاف پڑھو-تحقیق ہم ڈالیں گے اوپر تیرے بات بھاری-تحقیق اٹھنا رات کا وہ بہت سخت ہے نفس کے کچلنے میں اور بہت سیدھا کرنے والا ہے بات کو-تحقیق واسطے تیرے بیچ دن کے شغل ہے بڑا-اور یاد کر نام پروردگار اپنے کا اور منقطع ہو جا اس کی طرف منقطع ہو جانا-پروردگار ہے مشرق کا اور مغرب کا نہیں کوئی معبود مگر وہی ہے پس پکڑ اسی کو کارساز-اور صبر کر اوپر اس چیز کے کہ کہتے ہیں اور چھوڑ دے تو ان کو چھوڑ دینا اچھا-اور چھوڑ دے تو مجھ کو اور جھٹلانے والوں کو نعمت میں رہنے والوں کو اور ڈھیل دے ان کو تھوڑی سی-

چودویں مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں-

﴿يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُo قُمْ فَاَنْذِرْ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْo وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْo وَ
الرُّجْزَ فَاهْجُرْo وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْo فَاِذَا نُقِرَ
فِي النَّاقُوْرِo فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌo عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ
يَسِيْرٍo ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًاo وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًاo
وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًاo وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًاo ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَo كَلَّا اِنَّهٗ
كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًاo سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًاo﴾ (پارہ۲۹رکوع۱۵)

ترجمہ:-اے کپڑا اوڑھنے والے-کھڑا ہو پس ڈرا لوگوں کو-اور

پروردگار اپنے کی بڑائی بیان کر- اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیں- اور پلیدی کو چھوڑ دیں- اور مت دو کسی کو واسطے زیادہ لینے کے- اور پروردگار اپنے پر صبر کریں- پس جب پھونکا جاوے گا بیچ صور کے- پس وہ اس دن دن بھاری ہوگا- اوپر کافروں کے کوئی آسانی نہیں ہوگی- چھوڑ دے مجھ کو اور اس شخص کو پیدا کیا میں نے اکیلا- اور کیا واسطے اس کے مال پھیلا ہوا- اور بیٹے حاضر ہونے والے- اور سب طرح کا مال اس کے لیے مہیا کر دیا- پھر وہ طمع کرتا ہے کہ اور زیادہ دوں- ہرگز نہیں تحقیق وہ ہے ہماری آیتوں کے ساتھ عناد کرنے والا-

پندرویں جگہ ایک اور مقام پر رب العلمین ارشاد فرماتے ہیں-

﴿عَبَسَ وَ تَوَلّٰیٓ ؁ اَنْ جَآءَ هُ الْاَعْمٰي ؁ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰیٓ ؁ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی ؁ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰی ؁ وَاَمَّا مَنْ جَآئَكَ يَسْعٰی ؁ وَهُوَ يَخْشٰی ؁ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی ؁ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ؁ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ؁ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ؁ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ؁﴾ (پارہ ۳۰ رکوع ۵)

ترجمہ:- تیوری چڑھائی اور منہ مبارک پھیرا- اس سے کہ آیا آپ کے پاس اندھا- اور کس چیز نے معلوم کروایا آپ کو شائد کہ وہ پاک ہو جاتا- یا نصیحت سنتا پس فائدہ دیتی اس کو نصیحت- اپیر جو شخص بے پروائی کرتا ہے- پس تو اس کے لئے تاکید کرتا ہے- اور کیا ملامت ہے اوپر تیرے یہ کہ نہ پاک ہوئے وہ- اور اپیر جو شخص آتا ہے تیرے پاس دوڑتا ہوا- اور وہ ڈرتا ہے- پس تو اس سے تغافل کرتا ہے- ہرگز نہیں یوں تحقیق یہ نصیحت ہے- پس جو کوئی چاہئے یاد کرے اس کو- بیچ صحیفوں تعظیم کئے گیوں بلند کئے گئے- پاک کئے گئے- ساتھ ہاتھوں لکھنے والوں- بزرگ

نیک کاروں کے۔

ایک اور مقام سولویں پر رب العلمین ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلٰكِن رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ (پارہ۲۲رکوع۲)

ترجمہ:۔نہیں ہیں حضرت محمد ﷺ تمہارے بالغ مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔

اسی پارہ ستارواں مقام اور اسی رکوع میں ایک اور جگہ ارشاد فرمایا۔

﴿يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ (پارہ۲۲رکوع۳)

ترجمہ:۔اے نبی ﷺ ہم نے آپ کو اس شان کا نبی رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ اور خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے ہیں۔ اور پکارنے والے اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حکم کے ساتھ اور چراغ روشن ہیں۔ اور بشارت دیجئے ایمان داروں کو ساتھ اس کے کہ واسطے ان کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہے بڑا۔ اور نہ کہا مان تو کافروں اور منافقوں کا اور چھوڑ دے ایذا دینا ان کا اور توکل کر اللہ تعالیٰ پر اور کافی ہے اللہ تعالیٰ کارساز۔

اٹھارواں مقام پر ارشاد فرمایا۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ (پارہ۲۲رکوع۴)

ترجمہ:- تحقیق اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اے لوگو جو ایمان لائے تم بھی درود اور سلام بھیجو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر- تحقیق وہ لوگ جو تکلیف دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لعنت کی ان پر اللہ تعالیٰ نے بیچ دنیا اور آخرت کے اور تیار کیا ان کے لئے عذاب رسوا کرنے والا-

ایک اور انیسواں مقام پر ارشاد فرمایا-

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ پوری آیہ (پارہ۲ رکوع ۱)

ترجمہ:- اور اسی طرح بنایا تم کو امت بیچ کی یعنی بہتر امت تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے رسول تم پر گواہ ہوں-

اس سے آگے والی آیہ میں ارشاد فرمایا-

﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ پوری ایہ کریمہ (پارہ۲ رکوع ۱)

ترجمہ:- تحقیق دیکھتے ہیں ہم تیرے چہرہ کو جو آسمان کی طرف اٹھتا ہے البتہ پھیریں گے ہم تیرے چہرہ کو اس قبلہ کی طرف جس کو تو پسند کرتا ہے پس پھیر تو اپنے چہرہ کو طرف مسجد حرام یعنی عزت والی کے-

﴿وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُو الكتاب بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ﴾ پوری ایہ (پارہ۲ رکوع ۱)

ترجمہ:- اور اگر لاوے تو ان لوگوں کے پاس سب نشانیاں نہیں تابعداری کریں گے قبلہ کی اور نہیں تو تابعداری کرنے والا ان کے قبلہ کی-

یہ انیسویں مقام والی سب آیات پارہ دوم اور مذکورہ رکوع ا میں ہیں-

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ﴾ (پارہ۴ رکوع۸)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں- البتہ تحقیق احسان فرمایا اللہ رب العزت نے ایمان داروں پر جب کہ بھیجا رسول ان میں ان کی جانوں سے پڑھتا ہے ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات ان کو کفر شرک کی بیماریوں سے پاک صاف کرتا ہے- اوران کو کتاب اللہ اور حکمت سکھاتا ہے اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے-

بیسواں مقام-

﴿وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (پارہ۲۲ رکوع۹)

ترجمہ:- اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے- حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عرب وعجم کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے-

اکیسواں مقام-

﴿وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا﴾ (پارہ۲۱ رکوع۱۷)

ترجمہ:- رب العزت ارشاد فرماتے ہیں اور جب وعدہ لیا ہم نے نبیوں سے اور اے پیغمبر تجھ سے بھی اور حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اور ہم نے ان سے مضبوط وعدہ لیا- یہ پانچ اولوالعزم انبیاء علیہم السلام ہیں ان میں سے اللہ رب العزت نے آخر الزمان نبی

حضرت تاجدار مدینہ ﷺ کو آپ کی شرافت وفضیلت و بزرگی کی وجہ سے مقدم بیان فرمایا اور باقی چار انبیاء علیہم السلام کو وجود کے لحاظ سے مؤخر بیان فرمایا۔

بائیسواں مقام۔

﴿قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ (پارہ ۹ رکوع ۱۰)

ترجمہ:۔ اے میرے نبی ﷺ آپ فرما دیجئے اے دنیا جہاں کے لوگو میں تم سب کی طرف رسول ﷺ بن کر آیا ہوں۔

تیئسواں مقام۔

﴿لَقَدْ جَآئَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ الرَّحِيْمٌ﴾ (پارہ ۱۱ رکوع ۵)

ترجمہ:۔ البتہ تحقیق آئے تمہارے پاس رسول تمہارے ہی نفسوں سے ناگوار گزرتا ہے ان کو تمہارا تکلیف میں پڑنا تمہاری بھلائی کی وہ حرص رکھتے ہیں اور ایمان داروں پر مشفق ومہربان ہیں۔

یہاں اس آیہ کریمہ کے شروع میں لفظ لَقَدْ ہے اور اس میں ایک تو (ل) تاکید کا ہے اور دوسرا (قد) تاکید کا ہے گرائمر کی کتابوں میں جو عربیت کے قوانین پڑھائے جاتے ہیں وہاں ایک یہ بھی قانون ہے کہ جہاں دو عدد تاکیدیں اکٹھی ہوں وہاں وہ قسم کے برابر ہیں لھٰذ یہاں دو تاکیدیں جمع ہو کر قسم کے قائم مقام ہو گئیں ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ لوگو مجھے قسم ہے کہ تمہارے پاس جو پیغمبر آخر الزمان نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہیں ان کو تمہاری تکلیف کا احساس ہے اور تمہاری بھلائی کے خواہش مند ہیں۔ حضور ﷺ کی نبوت کی ۲۳ سالہ زندگی اس طرح گزری کہ آقا علیہ السلام یہی چاہتے تھے کہ میری امت کے لوگ ہر وقت نیک اعمال کریں اور ہر حال میں ہر طرح کی برائی سے بچیں۔

چوبیسواں مقام۔

﴿لَعَمْرُکَ اِنَّھُمْ لَفِیْ سَکْرَتِھِمْ یَعْمَھُوْنَ۝﴾ (پارہ ۱۴ رکوع ۵)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے پیغمبر ﷺ تیری زندگی کی قسم ہے کہ لوط علیہ کی قوم کے کفار اپنی مستی میں سرگردان تھے۔

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی تاجدار مدینہ ﷺ کی زندگی کی قسم اٹھائی ہے دیگر انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی و رسول کی زندگی و حیاتی کی قسم نہیں اٹھائی یہ شان و شوکت بھی سید المرسلین ﷺ کو ہی ملی ہے۔

پچیسواں مقام۔

﴿فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۝﴾ (پارہ ۵ رکوع ٦)

ترجمہ:- اے میرے نبی ﷺ تیرے رب کی قسم یہ لوگ ایمان دار نہیں ہو سکتے جب تک کہ یہ آپ کو اپنا فیصل منصف جج نہیں تسلیم کرتے پھر جب آپ ان کے حق میں فیصلہ فرما دیں تو یہ فیصلہ سن کر اپنے دلوں میں کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں بلکہ دل و جان سے مان لیں۔

چھبیسواں مقام۔

﴿قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ الرَّحِیْمُ﴾ (پارہ ۳ رکوع ۱۲)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ اے میرے نبی تاجدار مدینہ ﷺ آپ دنیا والوں میں اعلان فرما دیں کہ اگر تم اللہ تعالیٰ رب العزت سے محبت کرتے ہو تو میری تابعداری کرو جب میری تابعداری کرنے لگو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے پھر اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف کر دیں گے۔

ستائیسواں مقام۔

﴿وما كان لِمُؤمِنٍ وَّلَا مُؤمِنَةٍ اِذ اقضى اللّٰه و رَسُولُه امرًا اَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهم وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰه و رَسُوْلَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِيْنًا﴾ (پارہ ۲۲ رکوع ۲)

ترجمہ:- اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کسی مومن مرد اور کسی مومنہ عورت کے لئے مناسب نہیں کہ جب اللہ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کا فیصلہ سن لیں پھر وہ مومن مرد اور مومنہ عورت اپنی مرضی کریں جس آدمی نے بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ ظاہر باہر گمراہ ہے۔

اٹھائیسواں مقام۔

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَاتَبَيَّنَ لَهُ الهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ المؤمنين نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآئَتْ مَصِيْرًا.﴾

(پارہ ۵ رکوع ۱۴)

ترجمہ:- اور جس شخص نے بھی اللہ تعالیٰ کے رسول کی مخالفت کی اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت واضح ہو چکی ہے ایمان داروں کے راستہ کے سوا کسی اور راستہ پر چل پڑا ہم پھیر دیتے ہیں اس کو جس طرف وہ پھر جاتا ہے اور داخل کریں گے ہم اس کو جہنم میں یہ بدترین قسم کا ٹھکانہ ہے۔

انتیسواں مقام۔

﴿وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ (پارہ ۲۸ رکوع ۴)

ترجمہ:- جو چیز تمہیں اللہ تعالیٰ کا رسول دے اسے لے لو اور جس چیز سے تمہیں منع کرے اس سے رک جاؤ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اللہ تعالیٰ سخت عذاب والے ہیں۔

تیسواں مقام۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُ اللّٰهَ

وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا.﴾ (پارہ ۲۱ رکوع ۱۹)

ترجمہ:۔ البتہ تحقیق ہے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ ﷺ ایک عمدہ نمونہ ان لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن سے ڈرتا ہو اور اللہ رب العزت کو بہت زیادہ یاد کرتا ہو۔

اکتیسواں مقام۔

﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّا اَنْ تَفْعَلُوْا اِلٰى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَعْرُوْفًا كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُوْرًا.﴾ (پارہ ۲۱ رکوع ۱۷)

ترجمہ:۔ نبی علیہ ﷺ بہت شفقت کرنے والے ہیں مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی اور آپ کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں اور قرابت والے بعض ان کے نزدیک تر ہیں بعض سے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ایمان والوں سے اور ہجرت کرنے والوں سے مگر یہ کہ کرو تم طرف دوستوں اپنے کے احسان ہے یہ بات بیچ کتاب کے لکھی ہوئی ہے۔

بتیسواں مقام۔

﴿وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا﴾ (پارہ ۵ رکوع ۶)

ترجمہ:۔ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اتباع کرے گا ایسے لوگ ان لوگوں کے ساتھ قیامت کے دن ہوں گے جن پر اللہ رب العزت نے انعام کیا نبیوں کے ساتھ سچے لوگوں کے ساتھ شہیدوں کے ساتھ نیک لوگوں کے ساتھ اور ایسے لوگوں کی رفاقت بہت اچھی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور کافی ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا۔

تینتیسواں مقام- سورہ طارق (پارہ ۳۰ رکوع ۱۱) چونتیسواں مقام سورہ اَلْاَعْلٰی (پارہ ۳۰ رکوع ۱۲) پینتیسواں مقام- سورہ اَلْغَاشِیَةُ (پارہ ۳۰ رکوع ۱۳) چھتیسواں مقام- سورۃ وَالضُّحٰی (پارہ ۳۰ رکوع ۱۸) انتالیسواں مقام- سورہ اَلَمْ نَشْرَحْ (پارہ ۳۰ رکوع ۱۹) چالیسواں مقام- سورہ اَلْعَلَقَ (پارہ ۳۰ رکوع ۲۱) اکتالیسواں مقام سورۃ القدر (پارہ ۳۰ رکوع ۲۲) بیالیسواں مقام- سورہ البینۃ (پارہ ۳۰ رکوع ۲۳) ترتالیسواں مقام سورہ القارعۃ (پارہ ۳۰ رکوع ۲۶) چرتالیسواں مقام- سورۃ الفیل (پارہ ۳۰ رکوع ۳۰) پنجتالیسواں مقام- سورۃ الماعون (پارہ ۳۰ رکوع ۳۲) چھتالیسواں مقام- سورۃ الکوثر (پارہ ۳۰ رکوع ۳۳) سینتالسواں مقام- سورۃ الکفرون (پارہ ۳۰ رکوع ۳۴) اڑتالیسواں مقام- سورہ النصر (پارہ ۳۰ رکوع ۳۵) انچاسواں مقام- سورۃ اللھب (پارہ ۳۰ رکوع ۳۶) پچاسواں مقام- سورہ الاخلاص (پارہ ۳۰ رکوع ۳۷) اکاون مقام- سورۃ الفلق (پارہ ۳۰ رکوع ۳۸) باون مقام- سورہ والناس (پارہ ۳۰ رکوع ۳۹)

نوٹ:- شان رسالت کے بارہ میں بندہ نے باون مقامات عرض کئے ہیں اگر شان رسالت دیکھنی اور بیان کرنی ہے مقام مصطفیٰ دیکھنا اور پرکھنا اور بیان کرنا ہے تو شرک و بدعات کیوں کرتے ہو قرآن حکیم اور قرآن عظیم سے پوچھو- دیگر قارئین کرام یہ نہ سمجھنا کہ بس مقام مصطفیٰ شان رسالت قرآن عظیم کے اتنے ہی مقامات میں ہے- نہ نہ میرے بھائی بزرگ میرے محترم میرے عزیز- سارے کا سارا قرآن مجید میرے آقا- میرے رہبر و رہنما- میرے سید الانبیاء- تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہے- قرآن عظیم کا ہر صفحہ ہر ورق ہر سورۃ المبارکہ- ہر سپارہ ہر ہر مقام پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن شان و عظمت بکھری ہوئی نظر آئے گی یا کہ قرآن عظیم کی ہر آیت ہر سطر میں تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و عظمت دکھائی دے رہی ہے اگر کوئی دیکھنے والی آنکھ تو ہو کوئی سمجھنے والا دماغ تو ہو کوئی تسلیم کرنے والا دل کلیجہ تو ہو تو پھر پتہ چلے گا کہ آمنہ سیدہ کے لال پیکر حسن و جمال کا مرتبہ کیا ہے- ایک صحابی نے صدیقہ کائنات طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا عرض کی اماں جان صدیقہ کائنات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا میرے

سامنے تذکرہ کرو- اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کیا تم قرآن عظیم نہیں پڑھتے- جواب میں عرض کیا قرآن کریم تو پڑھتا ہوں اماں صدیقہ نے ارشاد فرمایا-

﴿كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ.﴾

ترجمہ:- آقائے دوجہاں کا خلق قرآن تھا-

مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے جو جواب دیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مجسمہ اخلاق کی پرکھ کرنی ہو تو دو تختیوں میں جو بند قرآن ہے اسے کھول کر دیکھ لو اگر چلتا پھرتا خلق دیکھنا ہو تو مدینہ منورہ کی گلیوں میں چلتا پھرتا محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لو-

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان از روئے احادیث نبوی:-

حدیث نمبر ا:-

﴿وَعَنِ الْعَبَّاسِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَاَنَّهٗ سَمِعَ شَيْئًا فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ اَنَا فَقَالُوْا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَآئِلَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ قَبِيْلَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوْتًا فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِهِمْ بَيْتًا فَاَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَ خَيْرُهُمْ بَيْتًا.﴾ (رواہ الترمذی باب فضائل سید المرسلین مشکوۃ شریف)

ترجمہ:- حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ آئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گویا کہ سنا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کچھ طعن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں کفار کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ میں کون ہوں تم جانتے ہو صحابہ کرام نے عرض کی آپ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں محمد عبداللہ بن عبدالمطلب کا بیٹا ہوں اللہ

تعالیٰ مخلوق پیدا کی مجھے بہتر مخلوق سے پیدا کیا۔ پھر مخلوق انسانی کو دو فرقوں میں تقسیم کیا مجھ کو ان کے بہترین فرقہ میں کیا پھر عرب کو قبیلہ قبیلہ کیا مجھ کو ان کے بہترین قبیلہ میں کیا۔ پھر قریش کو خاندان کیا۔ اور مجھ کو ان کے بہترین خاندان سے کیا لھٰذ میں تمام انسانوں سے بہتر ہوں از روئے ذات اور حسب میں اور بہترین ان کا ہوں میں خاندان اور نسب میں۔ ترمذی شریف۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تاجدار مدینہ ﷺ پوری کائنات جن وانس سے افضل ترین اور بہترین ہیں یہ ہے صحیح شان۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے نبی علیہ السلام آخر الزمان نبی لکھے ہوئے تھے:۔

حدیث نمبر۲:۔

﴿وَعَنِ الْعِرْبَاضِ ابْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ الرَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنِّيْ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّنَ وَ اِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ وَ سَاُخْبِرُكُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِيْ دَعْوَتُ اِبْرَاهِيْمَ وَ بِشَارَةُ عِيْسٰى وَرُؤْيَا اُمِّيَ الَّتِيْ رَاَتْ حِيْنَ وَ ضَعَتْنِيْ وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُوْرٌ اَضَآءَ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ رَوَاهُ فِيْ شَرْحِ السُّنَّةُ وَ رَوَاهُ اَحْمَدُ عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ مِنْ سَاُخْبِرُكُمْ اِلٰى اٰخِرِهٖ﴾

(مشکوٰۃ شریف باب سید المرسلین)

ترجمہ:۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت نبیوں کو ختم کرنے والا لکھا ہوا جب کہ آدم علیہ السلام گوندھی مٹی میں پڑے ہوئے تھے اب میں خبر دیتا ہوں تم کو اول امر اپنے کے میں دعا ہوں جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی۔ اور میں بشارت ہوں حضرت عیسیٰ علیہ روح اللہ

کی- اور میں خواب ہوں اپنی والدہ آمنہ سیدہ کا- میری والدہ ماجدہ نے میرے وضع حمل کے وقت خواب دیکھا تھا اور میری والدہ کے لئے ایک نور ظاہر ہوا جس سے ملک شام کے محلات روشن ہوئے-

بغوی نے شرح (السنہ میں) اور امام احمد نے اسے روایت کیا-

حضور علیہ السلام تمام اولادِ آدم کے قیامت کے دن سردار ہوں گے:-

﴿وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا فَخْرَ وَبِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَّبِیٍّ یَوْمَئِذٍ اٰدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ اِلَّا تَحْتَ لِوَائِیْ وَاَنَا مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ﴾ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ:- روایت ہے ابی سعید رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا میں سردار ہوں تمام اولا دآدم کا قیامت کے دن اور یہ بات میں فخر سے نہیں کہتا- اور قیامت کے دن تعریف کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا یہ بات بھی میں فخر سے نہیں کہتا- اور قیامت کے دن آدم علیہ السلام اور دوسرے سارے انبیاء علیہ السلام میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے- اور سب سے پہلے میری قبر کو گبد حضرا کو کھول کر مجھے نکالا جائے گا لیکن یہ بات بھی میں فخر سے نہیں کہتا روایت کیا اس حدیث کو ترمذی شریف-

حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ وغیرہ انبیاء ہیں پیغمبر آخر الزمان نبی علیہ السلام حبیب اللہ ہیں:-

حدیث نمبر۳:-

﴿وَعَنْ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ جَالَسَ نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِ

رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ حَتّٰى اِذَا دَنَا مِنْهُمْ سَمِعَهُمْ يَتَذَاكَرُوْنَ قَالَ بَعْضُهُمْ اِنَّ اللّٰهَ اتَّخَذَ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا وَقَالَ اٰخَرُ مُوْسٰى كَلَّمَهُ تَكْلِيْمًا وَقَالَ اٰخَرُ فَعِيْسٰى كَلِمَةُ اللّٰهِ وَ رُوْحُهُ وَقَالَ اٰخَرُ اٰدَمُ اِصْطَفَاهُ اللّٰهُ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ قَدْ سَمِعْتُ كَلَامَكُمْ وَعَجَبَكُمْ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلُ اللّٰهِ وَهُوَ كَذَالِكَ وَمُوْسٰى نَجِيُّ اللّٰهِ وَهُوَ كَذَالِكَ وَعِيْسٰى رُوْحُهُ وَكَلِمَتُهُ وَهُوَ كَذَالِكَ وَ اٰدَمُ اِصْطَفَاهُ اللّٰهُ وَهُوَ كَذَالِكَ اِلَّا وَ اَنَا حَبِيْبُ اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ وَ اَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا فَخْرَ وَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ يُحَرِّكُ خَلَقَ الْجَنَّةِ فَيَفْتَحُ اللّٰهُ بِيْ فَيُدْخِلُنِيْهَا وَمَعِيَ فُقَرَآءُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا فَخْرَ وَاَنَا اَكْرَمُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ عَلَى اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ﴾ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا بیٹھے تھے کچھ لوگ حضور ﷺ کے صحابہ میں سے- نبی ﷺ اپنے حجرہ سے نکلے اور صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے حضور ﷺ نے سنا کہ صحابہ کرام تذکرہ کر رہے تھے آپس میں بعض ان میں سے کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا- ایک دوسرے نے کہا موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کی ایک اور نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلمہ اور روح ہیں ایک اور نے کہا حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا ہے- یکا یک رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے فرمایا کہ تحقیق سنا میں نے تمہارا کلام اور تمہارا تعجب کرنا فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں اور یہ بات درست ہے- حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا کے ہمراز ہیں اور یہ بات بھی

ٹھیک ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے کلمہ اور روح ہیں اور یہ بھی ایسے ہی ہیں۔ آدم علیہ السلام کو برگزیدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اور وہ بھی ایسے ہی ہے۔ خبردار صحابہ کرام سن لو میں خداوند تعالیٰ کا حبیب ہوں اور فخر سے نہیں کہا۔ اور میں تعریف کا جھنڈا اٹھانے والا ہوگا۔ آدم علیہ اسلام اور ان کے ماسوا جتنے انبیاء ہوں گے سب اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور یہ بات بھی میں فخر سے نہیں کہتا اور ہوں گا میں اوّل ان کا جو حلقے بلائیں گے۔ دروازہ بہشت کے۔ پس کھول دے گا میرے لئے دروازہ بہشت کا پھر مجھ کو داخل کرے گا اس میں حالانکہ میرے ساتھ فقیر مسلمان ہوں گے۔ اور نہیں فخر کرتا میں۔ بزرگ ترین ہوں میں اگلوں پچھلوں کا اور نہیں فخر سے کہتا میں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر سے نکلنے میں پہلے ہوں گے آپ ہی پیشوا اور خطیب ہوں گے وغیرہ:۔

حدیث نمبر۴:۔

﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ النَّاسِ خُرُوْجًا اِذَا بُعِثُوْا وَاَنَا قَائِدُهُمْ اِذَا وَ فَدُوْا وَاَنَا خَطِيْبُهُمْ اِذَا اَنْصَتُوْا وَاَنَا مُسْتَشْفِعُهُمْ اِذَا حُبِسُوْا وَاَنَا مُبَشِّرُهُمْ اِذَا اَيِسُوْا اَلْكَرَامَةَ وَالْمَفَاتِيْحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ وَاَنَا اَكْرَمُ وَلَدِ اٰدَمَ عَلٰى رَبِّيْ يَطُوْفُ عَلَيَّ اَلْفُ خَادِمٍ كَاَنَّهُمْ بَيْضٌ مَكْنُوْنٌ اَوْلُؤْلُؤٌ مَنْثُوْرٌ رواه الترمذى والدارمى وَقَالَ التِّرْمِذِىْ هٰذَا حديث غَرِيْبٌ.﴾ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبر سے نکلنے میں سب سے پہلے میں ہوں گا۔ اور میں پیشوا ہوں گا ان کا جب وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوں گے۔

اور میں خطیب ہوں گا ان کی طرف سے جب وہ خاموش ہوں گے۔ اور میں سفارش کرنے والا ہوں گا جبکہ وہ روکے جائیں گے۔ اور میں بشارت دینے والا ہوں ان کو جب وہ ناامید ہوں گے۔ بزرگی اور بہشت کی چابیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ اور تعریف کا جھنڈہ اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور میں زیادہ عزت والا ہوں گا اپنے رب کے سامنے تمام اولاد آدم سے۔ میرے گردونواح ایک ہزار خادم پھریں گے گویا کہ وہ انڈے ہیں پوشیدہ یا موتی ہیں بکھرے ہوئے۔ یہ ہیں شانیں تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں تقریباً نوں یا دس فضائل ہیں جو آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہیں یہ عنایات صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔

جنت میں ایک بہت بلند درجہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے گا:۔

حدیث نمبر ۵:۔

﴿وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَلُو اللّٰهَ بِيَ الْوَسِيلَةَ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا الْوَسِيْلَةُ قَالَ اَعْلٰى دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ لَايَنَالُهَا اِلَا رَجُل وَّاحِدًا اَرْجُوْ اَنْ اَكُوْن اَنَا هُوَ رَوَاهُ التِرْمَذِيُّ.﴾

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ وسیلہ کا سوال کرو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی یہ وسیلہ کیا ہے آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ جنت میں ایک بلند درجہ ہے ایک آدمی کے سوا کسی کو نہیں ملے گا۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ آدمی میں ہی ہوں گا۔ یہ وسیلہ جنت کا ایک درجہ ہے جو تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے گا بکثرت قیامت کے دن عبادات کر کے اپنی امت اور دیگر امتوں کی شفاعت کر

کے لوگوں کو بخشوائیں گے۔

اللہ تعالیٰ رب العزت نے حضرت محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھے افعال اور اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا ہے:۔

حدیث نمبر ۶:۔

﴿وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِیْ لِتَمَامِ مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَ كَمَالِ مَحَاسِنِ الْاَفْعَالِ رَوَاهُ فِیْ شَرْحِ السُّنَّةِ.﴾ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ:۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس عالم دنیا میں اس لئے مجھے بھیجا ہے کہ اچھے کاموں و اعمال کی۔ اور اچھے اخلاق کی تکمیل کر دوں۔

واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی نیک کام عبادات کئے ہیں اور شب و روز اپنی امت کو بھی یہ دعوت دیتے رہے ہیں۔ اور آپ کے حسن اخلاق سیرت طیبہ بردباری کی انتہا ہو گئی تھی اس لئے تو رب العٰلمین نے آپ کی شان میں یہاں تک ارشاد فرمایا دیا۔

﴿وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خلق عظيمٍ۝﴾ (پارہ ۲۹ رکوع ۱)

آپ بہت بڑے خلق والے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ یُحِبُّ المتوكلين۝﴾

(پارہ ۴ رکوع ۸)

ترجمہ:۔ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے ان کے لئے نرم ہو گئے اگر آپ سخت خوسخت دل والے ہوتے تو یقیناً آپ

کے گرد و نواح سے یہ لوگ بھاگ جاتے- اس لئے آپ ان کو معاف کر دیں اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے بخشش کا مطالبہ کریں اور معاملات میں ان سے مشورہ کریں- جب آپ کسی کام کا عزم کرلیں اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے اس کام کو کردیں اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کے ساتھ محبت کرتے ہیں-

ایک اللہ تعالیٰ کے بندہ نے کیا خوب کہا ہے-

لَایُمْکِنُ الثَّنَآء کَمَا کَانَ حَقَّہٗ
بَعْدَ اَزْ خُدَا بَزُرْگ توئی قصہ مختصر

ترجمہ:- اے اللہ تعالیٰ کے رسولؐ جس تعریف کے آپ لائق ہیں وہ ہم بیان نہیں کر سکتے لیکن خدا کے بعد پوری کائنات میں آپ زیادہ بزرگ ہو-

چنانچہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کی شان عظمیٰ کے بارہ میں کچھ اس طرح رقم طراز ہیں ذیل میں ہے-

اے کہ بر تخت سیادت زازل جا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

تمام انبیاء پر اور آسمانوں کی مخلوقات پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی:-

حدیث نمبر ۷:-

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہ عنہ قَالَ اِنَّ اللّٰہ تَعَالٰی فَضَّلَ مُحَمَّدً صَلَّی اللّٰہُ علَیْہِ وَسلَّمَ عَلَی الْاَنْبِیَآءِ وَعَلٰی اَھْلِ السَّمَآءِ فَقَالُوْا یا ابْنِ عبَّاسٍ لم فَضَلَہُ اللّٰہُ عَلٰی اَھْلِ السَّمَآءِ قَالَ اِنَّ اللّٰہ تَعَالٰی قَالَ لاَھْلِ السَّمَآء وَمَنْ یَقُلْ مِنْھُمْ اِنِّیْ اِلٰہٌ مِّنْ دُوْنِہٖ فَذَالِک تَجْزِیْہ جہنم کذالک تجزی الظّٰلِمِیْنo وَقَالَ اللّٰہ تعَالٰی لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہ علَیْہِ وسلَّم انا فتحنالک فتحًا مُّبِیْنًا لِیغفِرلک اللّٰہُ مَا تقدَّم

مِنْ ذُنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ. قَالُوْا وَمَا فَضْلُهٗ عَلَى الْاَنْبِيَآءِ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَا اَرْسَلْنَا مِنَ الرَّسُوْلِ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ اَلْاٰيَة وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ فَاَرْسَلَهٗ اِلَى الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ﴾ (مشکوۃ شریف)

ترجمہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے بزرگی دی حضرت محمد ﷺ کو تمام انبیاء علیہم السلام پر اور آسمانوں کی مخلوق پر پس کہا لوگوں نے اے ابن عباسؓ کیوں بزرگی دی اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی مخلوق پر- جواب میں فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا آسمانوں کی مخلوق کو- اور جو شخص کہے ان سے بے شک میں معبود ہوں سوائے اس کے پس یہ بدلہ دیں گے ہم اس کو جہنم اس طرح بدلہ دیتے ہیں ہم ظالموں کو- اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو ارشاد فرمایا تحقیق ہم نے فتح دی تجھ کو فتح ظاہر تاکہ بخشے اللہ تعالیٰ تجھ کو جو تیرے اگلے پچھلے گناہ ہیں- صحابہ کرام نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ نبی ﷺ کی بزرگی انبیاء پر کیا ہے تو جواب میں کہا- اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو رسول بھی ہم نے بھیجا تاکہ وہ بیان کرے ان کے لئے- پھر گمراہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے آخر آیہ تک- اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو ہم نے تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے جنوں کی طرف بھی اور انسانوں کی طرف بھی-

تاجدار مدینہ ﷺ کی یہ ہے شان عظمت اور مقام مصطفیٰ شان رسالت ﷺ حضرت وہب منبہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے ۷۱ کتاب آسمانی دیکھی ہیں مطالعہ کیا ہے اور پڑھی ہیں ان کتابوں میں میرے مطالعہ میں یہ آیا ہے کہ تاجدار مدینہ ﷺ کی عقل اور رائے دانش مندی و عقل مندی فہم و فراست کے لحاظ سے ساری

مخلوق میں اوّل ہیں۔ تمام مخلوق کی عقل اور دانش مندی آپ کی عقل و دانش مندی کے مقابلہ میں ریت کے ایک دانہ کے برابر ہے۔ اللہ رب العزت نے فرقان حمید کے ایک مقام پر ارشاد فرمایا۔

﴿اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرَاتِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرهم یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ٥﴾ (پارہ ۹ رکوع ۹)

ترجمہ:۔ وہ لوگ جو تابعداری کرتے ہیں رسول نبی اُمّی علیہ السلام کی جس کا نام نامی اسم گرامی لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں پاتے ہیں جو پیغمبر حکم دیتا ہے ان کو نیک کاموں اور منع کرتا ہے برے کاموں سے حلال کرتا ہے ان کے لئے پاکیزہ چیزیں اور حرام کرتا ہے انہیں پلید چیزیں اور اتارتا ہے ان سے بوجھ ان کے اور وہ طوق جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے پس وہ لوگ جو ایمان لائے ساتھ اس کے اور قوت دی اس کو اور مدد کی اس کی اور تابعداری کی ایسے نور کی جو آپ کو دیا گیا یہ وہ لوگ ہیں کامیابی پانے والے۔

پارہ ۹ رکوع ۱۹ اس آیہ کریمہ میں اللہ رب العزت آپ کی شان بیان کرتے ہیں کہ پیغمبر اخر الزمان نبی اُمّی ہیں جس کا نام نامی اسم گرامی تورات وانجیل میں بھی موجود ہے جس پیغمبر کی کارکردگی کے اوصاف اللہ تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ میں بیان کئے ہیں۔ اسی آیہ کریمہ کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے ایک حدیث کی عبارت یہ ہے۔

حدیث نمبر ۸:۔

﴿عَنْ عَطَاءِ ابْنِ یسارٍ رضی اللّٰه عنه قَالَ لَقِیْتُ عَبْدَاللّٰهِ ابْنِ

عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَقُلْتُ اَخْبِرْنِیْ عَنْ صِفَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی التَّوْرَاتِ قَالَ اَجَلْ اِنَّہٗ لَمَوْصُوْفٌ فِی التَّوْرَاتِ بِبَعْضِ صِفَتِہٖ فِی الْقُرْاٰنِ. یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَ حِرْزًا لِّاُمِّیِّیْنَ o﴾

ترجمہ:- حضرت عطا بن یسار رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے ملے اور پوچھنے لگے کہ آپ مجھے خبر دیں نبی ﷺ کی صفات کے بارہ میں جو آپ نے تورات شریف میں دیکھی ہیں- تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں نبی ﷺ کی صفتیں تورات میں بھی موجود ہیں اور تورات شریف کی صفتیں فرقان حمید میں بھی موجود ہیں- پھر یہ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے نبی ﷺ ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور آپ امیوں کے لئے پناہ اور بچاؤ سبب ہیں-

آگے فرمایا-

﴿اَنْتَ عَبْدِیْ وَ رَسُوْلِیْ سَمَّیْتُکَ الْمُتَوَکِّلَ لَیْسَ بِفَظٍّ وَّلَا غَلِیْظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِی الْاَسْوَاقِ ولا یَدْفَعُ بالسَّیِّئَۃِ السَّیِّئَۃِ وَلٰکِنْ یَعْفُوْ وَیَغْفِرُ وَلَنْ یَّقْبِضَہُ اللّٰہُ حَتّٰی یُقِیْمَ بِہِ الْمِلَّۃَ الْعَوْجَاءَ بِاَنْ یَّقُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَیَفْتَحَ بِھَا اَعْیُنًا عُمْیًا وَ اٰذَانًا صُمًّا وَقُلُوْبًا غُلْفًا رواہ البخاری﴾

یہ حدیث بخاری شریف کے حوالہ سے مجموع التفاسیر میں درج ہے اب اس کا معنیٰ سنیں-

ترجمہ:- اے میرے حبیب ﷺ آپ میرے بندہ ہیں اور میرے رسول ہیں میں نے آپ کا نام توکل کرنے والا رکھ دیا ہے آپ سخت خو اور سخت مزاج نہیں ہیں اور نہ یہ آپ بازاروں میں شور غل کرنے والے

ہیں- اور نہ ہی آپ بدی کرنے والے کے ساتھ بدی کرتے ہیں بلکہ آپ معاف کردیتے اور بخش دیتے ہیں- اللہ تعالیٰ آپ کے روح کو قبض نہیں کرے گا جب تک آپ کی تبلیغ سے ٹیڑے مذہب والوں کو اللہ تعالیٰ سیدھا نہیں کردیتے- جب تک کہ لوگ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نہیں پڑھ لیتے اور جب تک اس کلمہ شریف کی وجہ سے آندھی آنکھیں درست نہیں ہوتیں اور کان جو بہرے ہیں اور دل جن پر پردے پڑ چکے ہیں یہ-

حدیث کعب احبار رضی اللہ عنہ میں ہے کہ-

﴿مولده بِمَكَّةَ وَهِجْرَتُهٗ بِطِيْبَةَ وَمُلْكُهٗ باالشَّامِ٥﴾

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مکہ مکرمہ میں ہوئی اور آپ کی ہجرت گاہ مدینہ منورہ ہے اور آپ کی بادشاہی ملک شام کی ہوگی-

ان روایات سے ثابت ہوا کہ آپ کی شان عظمت کے واقعات صرف قرآن وحدیث میں ہی نہیں بلکہ تورات شریف اور انجیل شریف بھی ہیں اپنے اپنے اوقات میں سابقہ انبیاء اپنی اپنی امتوں کو فضائل مصطفیٰ سے اگاہ کرتے رہے ہیں لیکن بدقسمتی سے اہل کتاب یہود ونصاریٰ نے ان تمام فضائل کو بدل ڈالا اور اس قدر تورات وانجیل میں تحریف کی جس کی کوئی تعداد وشمار ہی نہیں نعوذ باللہ من ذالک-

حدیث نمبر ۹:-

﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَة رضی اللّٰه عنه اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فُضِّلْتُ عَلَی الانبياء بِسِتٍّ اُعْطِيْتُ جوامعَ الْكَلِمِ وَ نُصِرْتُ بَاالرُّعْبِ وَ اُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ وَ جُعِلَتْ لِیَ الارض مَسْجِدًا وَّطُهُوْرًا وَّ اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ كَافَّةً وَّخُتِمَ بِیَ النَّبِيُّوْنَ رواه مُسْلِمٌ.﴾

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے فضیلت دی گئی ہے تمام نبیوں

پر چھ چیزوں کے ساتھ- میں جوامع الکلمہ دیا گیا ہوں یعنی قرآن عظیم- اور مدد کیا گیا ہوں رعب کے ساتھ ایک حدیث میں مَسِیْرَۃ شَھْرٍ کے لفظ آئے ہیں- اور حلال کئے گئے ہیں میرے لئے اموال غنیمت - اور میرے لئے ساری ک ساری زمین مسجد بنا دی گئی ہے اور میں تمام مخلوق کی طرف نبیؐ بن کی آیا ہوں- اور میں نبیوں کے ختم کرنے والا ہوں-

اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے- یہ سب فضائل مذکورہ صرف اور صرف اللہ رب العزت نے تاجدار مدینہ ﷺ کو ہی عنائت فرمائے ہیں دیگر سارے انبیاء علیہم السلام کو یہ فضائل نہیں عطا ہوئے- آپ نے جو فرمایا کہ مجھے جامع کلمات دیئے گئے ہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن عظیم میں جتنا بھی تدبر سوچ بچار غور و حوض کیا جائے اتنے ہی مطالب و مفہومات سامنے آتے ہیں جیسے فرقان حمید نے خود ہی بیان کیا ہے-

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ.﴾

ترجمہ:- ہم نے قرآن عظیم کو بہت ہی آسان فرمادیا ہے لیکن کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے-

تاجدار مدینہ ﷺ کے رعب اور دبدبہ کی یہ حالت تھی کہ بادشاہ ہفت اقلیم تاج ڈالے ہوئے اپنے تختوں پر شاہانہ طور پر بیٹھے ہوئے بھی ایک ماہ کی مسافت پر بھی حضور ﷺ سے ڈرتے تھے- بہر حال یہ سب کمالات عظیمہ سردار عبداللہ کے آنکھوں کی ٹھنڈک کو آمنہ سیدہ کے دل کے ٹکڑے کو سردار عبدالمطلب کے چہیتے پوتے حضرت محمد الرسول ﷺ کو ہی نصیب ہوئے ہیں- اگر اس کی پوری تشریح میں عرض کرتا تو کئی اوراق میں ہونی تھی اختصار کا طلب خواہ ہوں- جب اسلامی دنیا و سلطنت عروج پر تھی تو بڑے بڑے بادشاہ اپنی فرعونیت و جبروت کو چھوڑ کر حلقہ بگوش و غلامی مایۂ ناز و افتخار سمجھتے تھے- شعر لقب سلطان ہے غلامان محمد کا-

چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا

مسلم ہیں ہم وطن ہیں سارا جہاں ہمارا

سوائے اہل سنت اہل حدیث کے سب فرقے اس شعر کے مصداق ہیں۔

وَكُلٌ يَدَّعِي وَصْلًا الَّلِيْلٰى
وَلَيْلٰى لَا تُقِرُّلَهُمْ بِذَاكَ

معنیٰ

یعنی ہر ایک لیلیٰ کو ملنے کا دعویٰ کرتا ہے
لیکن لیلیٰ ان کے اس دعویٰ کا اقرار نہیں کرتی۔

یعنی بغیر اطاعت نبوی کے دعویٰ فضول ہے چنانچہ شاعر لکھتا ہے

مسلمان وہ مسلمان تھے جو میدانوں میں نکل آئے
قیصر اور اس کے ساتھ کسری کو کچل آئے
جہاں پہنچے زمین کو کر دیا آسمان سے اونچا
جہاں ٹھہرے درو دیوار کا نقشہ بدل آئے
سمندر میں بھی ان کی دوڑ کی راہیں نکل آئیں
پہاڑوں پر بھی ان کے فیض کے چشمے ابل آئے

(حدیث نمبر۱۰) ﴿عَنْ اَنَسٍ رضی اللّٰه عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اٰتِيْ بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاسْتَفْتِحُ فَيَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَيَقُوْلُ بِكَ اُمِرْتُ اَنْ لَّا اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَكَ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن میں جنت کے دروازہ کے پاس آؤں گا دستک دوں گا جب جنت کا دربان فرشتہ کھڑاک سنے گا پوچھے گا دستک دینے والے آپ کون ہیں میں کہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں جواب میں دربان کہے گا مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ملا تھا کہ جب تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

دروازہ کھولنے کے متعلق نہ حکم دیں آپ کسی کے لیے دروازہ نہ کھولیں۔

یہ ہے شان مصطفیٰ یہ ہے مقام مصطفیٰ ﷺ حالانکہ اسی میدان حشر میں ابوالخلائق انسانی آدم علیہ السلام بھی ہیں۔ آدم علیہ السلام کے بعد مشہور نبی حضرت نوح علیہ السلام بھی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام خلیل اللہ نبی بنی اسرائیل بھی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جد الانبیاء بھی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ بھی ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام۔ حضرت ھود علیہ السلام۔ حضرت شعیب علیہ السلام۔ حضرت یونس علیہ السلام الغرض ایک لاکھ کئی ہزار انبیاء علیہم السلام اسی میدان حشر میں موجود ہیں لیکن کسی کو توفیق نہیں کہ وہ جنت کا دروازہ کھلوائے یہ مرتبہ کس کو ملا تاجدار مدینہ ﷺ کو ہی یہ مرتبہ ملا۔

حدیث نمبر ۱۰: ﴿وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اَوَّلُ شَفِيْعٍ فِي الْجَنَّةِ لَمْ يُصَدَّقْ نَبِيٌّ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ مَاصُدِّقْتُ وَ اِنَّ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ نَبِيًّا مَاصَدَّقَهُ مِنْ اُمَّتِهٖ اِلَّا رَجُلٌ وَّاحِدٌ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں سب سے پہلے جنت میں سفارش کرنے والا ہوں گا کسی نبی کی اتنی تصدیق نہیں کی گئی جتنی میری نبوت کی تصدیق کی گئی ہے بلکہ دوسرے انبیاء میں سے ایک ایسا نبی بھی گزرا ہے کہ جس کی نبوت کی تصدیق کرنے والا اس کی امت سے صرف ایک ہی آدمی تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی امت کی تعداد سب امتوں سے زیادہ ہے اور حشر میں سفارش کرنے والے سب سے پہلے آپ ہی ہوں گے۔

حدیث نمبر ۱۱: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں ایک دفع حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے ہوئے تشریف فرماتے۔ اتنے میں آسمان میں سے ایک دروازہ کھلنے کی آواز سنی جبرائیل علیہ السلام نے سر

اٹھایا نبوت کے سامنے عرض کی کہ آقا علیہ السلام یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو پہلی مرتبہ ہی کھلا ہے اس سے قبل یہ دروازہ کبھی نہیں کھلا اتنے میں ایک فرشتہ اترا جبریل نے عرض کی یہ وہ فرشتہ ہے جو قبل ازیں زمین میں نہیں آیا فرشتہ نے نبی علیہ السلام کے پاس حاضر ہوکر سلام علیکم عرض کیا اور ساتھ ہی یہ عرض کی۔

﴿اَبْشر بِنُوْرَیْنِ اُوْتِیْتَهُمَا لَمْ یُؤتهُمَا نَبِیٌّ قَبْلَکَ فَاتِحَةِ الْکِتَابِ وَخَوَاتِیْمِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَءَ بِحَرْفٍ مِنْهُمَا اِلَّا اُعْطِیْتَهٗ﴾

(رواہ مسلم)

ترجمہ:۔فرشتہ نے عرض کی اے حبیب خدا آپ دونوروں کی بشارت سن لیجیے آپ دونوں نوروں کی بشارت حاصل کرلیں کہ وہ دو عدد نور آپ سے پہلے اللہ تعالیٰ رب العزت نے کسی نبی علیہ السلام کو نہیں دیئے ایک سورۃ فاتحہ یعنی الحمد شریف اور دوسری سورہ بقرہ کی آخری دو آیات آپ انکا ایک حرف بھی پڑھیں گے تو ایک ایک حرف کے بدلے آپ کو نور دیا جائے گا۔

اس حدیث بالا سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ایسے فضائل کا سہرہ اور تاج صرف اللہ رب العزت نے اپنے نبی علیہ اللہ کو ہی عطا فرمایا ہے۔ قارئین کرام بندہ عاجز نے جو قرآن حدیث کی ورق گردانی کر کے جو مقامات تحریر کئے ہیں یہ صرف مقام مصطفیٰ۔ مقام نبوت۔ مقام رسالت۔ مقام محمدؐ شان نبوت ہی نہیں بلکہ ان شان وعظمتوں کے ساتھ ہماری زندگی کے ہر شعبے کے لیے مزید ہدایات ہیں اور برائی نافرمانی سے بچنے کے لیے ایک مشعل راہ ہیں۔ ہمارا زندگی کا ہر شعبہ خواہ وہ نماز ہو۔خواہ وہ حج زکوٰۃ ہو رمضان المبارک کے روزے ہوں۔خواہ وہ تلاوت قرآن۔خواہ وہ وعظ ونصحت درس وتدریس ہو۔خواہ وہ خطابت امامت ہو۔خواہ وہ شادی وغمی ہو۔خواہ وہ ختنہ عقیقہ ہو۔ خواہ وہ خوردونوش کا معاملہ ہو۔خواہ وہ وضواستنجہ غسل کا معاملہ ہو۔خواہ وہ والدین کی طرف سے اولاد پر شفقت کا معاملہ ہو۔خواہ وہ اطاعت والدین ہو۔خواہ وہ شوہراور

بیوی کے حقوق ہوں۔ خواہ وہ کاروبار کا معاملہ میں ایک مالک مل فیکٹری کارخانہ دار زمیندار کسان۔ دوکاندار۔ ایک محنتی مزدور مشقت کر کے زندگی گزارنے والا ہو ایک پڑوسی قریبی رشتہ دار ہو۔ سب کو قرآن وسنت سے راہنمائی حاصل ہوتی ہے اور ہمیں قرآن وسنت کے ہر مسئلہ پر عمل کرنا فرض ہے۔ ہمیں مالک مملوک ہونے کے مسائل۔ حکمرانوں کو حکومت کرنے کے طریقے اور اسلامی احکامات کا نفاذ کرنا ہر ایک چیز قرآن حدیث نے خدا اور خدا کے رسول نے ہمیں دی ہے۔ وہ کون سا ایسا معاملہ اور مسئلہ ہے جو قرآن وسنت نے نہیں بتایا بلکہ ہر چیز ہر معاملہ ہر کام اللہ تعالیٰ بتا کر یہ آخری مہر ثبت فرمادی۔

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا.﴾ (پارہ۶ رکوع۵)

فرما کر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی ذمہداریاں پوری فرمادیں۔ اور نبی علیہ السلام نے بھی صحابہ کرام کی موجودگی واجتماعیت میں اپنی تبلیغ دین کی بابت پوچھا۔

﴿وَاَنْتُمْ تُسْئَالُونَ عَنِّيْ فَمَا اَنْتُمْ قَائِلُوْنَ.﴾

ترجمہ:۔ لوگو قیامت کے دن تم سے میری بابت پوچھا جائے گا۔ مجھے ذرا بتادو کہ تم کیا جواب دو گے۔

﴿قَالُوْا نَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ وَ اَدَّيْتَ وَ نَصَحْتَ﴾

تمام صحابہ کرام نے عرض کی ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے احکامات ہم کو پہنچا دیئے ہیں۔ آپ نے رسالت ونبوت کا حق ادا کر دیا ہے آپ نے ہم کو کھوٹے کھرے کی بابت اچھی طرح بتا دیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا:

﴿فَقَالَ بِاَصْبِعِهِ السَّبَابَةَ يَرْفَعُهَا اِلَى السَّمَآءِ وَيَنْكُتُهَآ اِلَى النَّاسِ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ. اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ. ثَلَاثَ مَرَّاتٍ﴾

نبی علیہ السلام اس وقت اپنی شہادت کی انگلی کو اٹھایا آسمان کی طرف اٹھاتے تھے۔ پھر لوگوں کی طرف جھکاتے تھے فرماتے تھے اے خدا اس سو

تیرے بندے کیا کہہ رہے ہیں۔ اے خدا گواہ رہنا کہ یہ لوگ کیا گواہی دے رہے ہیں اے خدا شاہد رہو کہ یہ سب کیسا صاف اقرار کر رہے ہیں۔ یہ آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔

پھر نبی علیہ السلام یہاں تک ارشاد فرمایا۔

﴿اَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ بَعْضَ مَنْ يَبْلُغُهُ اَنْ يَّكُوْنَ اَوْعٰى لَهُ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهُ.﴾

دیکھو جو لوگ موجود ہیں۔ وہ ان لوگوں کو موجود نہیں ہیں ان کی تبلیغ کرتے رہو ممکن ہے کہ بعض سامعین سے وہ لوگ زیادہ تر اس کلام کو یاد رکھنے اور حفاظت کرنے والے ہوں جن پر تبلیغ کی جائے۔

(رحمۃ للعالمین سید محمد سلیمان منصور پوری رحمت اللہ علیہ)

اب آپ نے اندازہ لگایا ہے کہ تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے موٹے ہر طرح کے احکامات تبلیغ کے بعد خدا کو گواہ بنا کر بھی امت کو بتایا ہے کہ میں نے تبلیغ کر دی ہے اب پرویزی۔ اھل قرآن چکڑالوی منکرین حدیث احادیث نبوی پر بہت سے اعتراضات وارد کر کے مسلمانوں کو متذبذب کر رہے اور مسلمانوں میں شکوک و شبہات پیدا کر کے اپنی آخرت کو برباد کر رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولنا حالی رحمت اللہ علیہ کیا خوب ہی رطب السان ہیں فرماتے ہیں

گروہ ایک جو یا تھا علم نبی کا
لگایا پتہ جس نے ہر مفتری کا
نہ کوئی چھوڑا رخنہ کذب ھی کا
کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا
کئے جرحہ تعدیل کے وضع قانون
نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسون
اسی دھن میں آساں کیا ہر سفر کو

اسی شوق میں طے کیا بحر و بر کو
سنا خازن علم دین جس بشر کو
لیا جا کر اس سے خبر اور اثر کو
پھر آپ اس کو پرکھا کسوٹی پہ رکھ کر
دیا اور کو خود مزہ اس کا چکھ کر
کیا فاش راوی میں جو عیب پایا۔
مثالب کو چھانا مناقب کو تاپا
مشائخ میں جو قبح نکلا جتایا
آئمہ میں جو داغ نکلا بتایا
طلسم ورح ہر مقدس کا توڑا
نہ ملاں کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا
رجال اور اسانید کے ہیں جو دفتر
گواہ ان کی آزادگی کے ہیں یکسر
نہ تھا ان کا احساں یہ اک اہل دیں پر
وہ تھے اس میں ہر قوم و ملت کے رہبر
لبرٹی میں جو آج فائق ہیں سب سے
بتائیں کہ وہ لبرل بنے ہیں کب سے

نوٹ:- احادیث صحیحہ کے بارہ میں حضرت مولنا حالی رحمت اللہ علیہ نے جرحہ وتعدیل احکامات کا تذکرہ کر کے مخالفین احادیث صحیحہ کا باطل ہونا ظاہر کر دیا اور منکرین حدیث کے لیے باقی کوئی اعتراض رہنے نہ دیا اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو صراط مستقیم پر گامزن ہونے کی توفیق عنایت فرمائے اور قرآن و حدیث کا پیروکار بنائے امین یارب العالمین۔

حضور علیہ وسلم کا حضرت آدمؑ اور عرب کا سردار ہونا:

﴿اَنَا سَيِّدُ الْبَشَرِ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ سَيِّدُ الْعَرَبِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا فَخْرَ وَ سَيِّدُ الْفَارِسِ سَلْمَانَ وَ سَيِّدُ الرُّوْمِ صُهَيْبٌ وَ سَيِّدُ الْحَبْشَةِ بِلَالٌ وَ سَيِّدُ الْجِبَالِ طُوْرِ سِيْنَا وَ سَيِّدُ الشَّجَرِ اَلسِّدْرَةُ وَ سَيِّدُ الْاَشْهُرِ اَلْمُحَرَّمُ وَ سَيِّدُ الْاَيَّامِ يَوْمُ الْجُمُعَةُ وَ سَيِّدُ الْكَلَامِ الْقُرْاٰنُ وَ سَيِّدُ الْقُرْاٰنِ اٰيَةُ الْكُرْسِيُّ اَمَا اِنَّ خَمْسِيْنَ كَلِمَةً فِيْ كُلِّ كَلِمَةٍ خَمْسُوْنَ بَرَكَةٍ﴾

(مجموع التفاسیر آیۃ الکرسی کے فضائل میں ہے)

ترجمہ:- نبی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں سردار ہوں بشر آدم علیہ السلام کا اور سردار ہیں عرب کے حضرت محمد علیہ وسلم اور یہ بات فخر سے نہیں کہہ رہا۔ فارس کے سردار حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں۔ روم کے سردار حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ہیں۔ حبشے کے سردار حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ ہیں۔ پہاڑوں کا سردار سینا پہاڑ ہے تمام درختوں کے سردار سدرۃ کا درخت ہے۔ مہینوں کا سردار محرم کا مہینہ ہے۔ تمام دنوں کا سردار جمعتہ المبارک کا دن ہے۔ تمام کتابوں کا سردار قرآن عظیم ہے۔ اور سارے قرآن کی سردار آیۃ الکرسی ہے۔ اور اس آیۃ الکرسی میں پچاس کلمے ہیں اور ہر کلمہ میں پچاس برکتیں ہیں۔

اس حدیث میں محرم کی جو فضیلت آئی ہے عربی کے مہینوں کا شروع کا مہینہ ہے وگرنہ ماہ رمضان المبارک کی فضیلت اس سے بدرجہا کئی گناہ زیادہ ہے۔ تاجدار مدینہ علیہ وسلم کے فضائل ومحاسن سے ایک یہ بھی فضیلت ہے کہ جن لوگوں نے اتباع نبوی کو اپنے دل و جان کی روح تصور کی ان کو نبوت کی زبان طیبہ سے ان کے ملکوں کی سرداری و چوہدر مل گئی۔

ذیل کی دو احادیث میں شان مصطفیٰ عظمت نبوت ﷺ کی عجیب جھلکیاں:

حدیث نمبر۱: ﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِی اللّٰهُ عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ مِنْهُ رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ.﴾

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں بنی آدم کے بہترین طبقوں میں سے پیدا کیا گیا ہوں۔ ایک صدی کے بعد دوسری صدی گزرتی گئی یہاں تک کہ میں اس صدی میں پیدا ہوا جس میں پیدا ہوا ہوں۔

دوسری حدیث: ﴿عَنْ وَّاثِلَةَ الْاَسْقَعِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی کَنَانَةَ مِنْ وُّلْدِ اِسْمَاعِیْلَ وَاصْطَفٰی قُرَیْشًا مِّنْ کَنَانَةَ وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ﴾ (رواہ مسلم)

ترجمہ:- حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل علیہ السلام سے کنانہ قبیلہ کو چن لیا۔ اور کنانہ قبیلہ سے قریش قبیلہ کو چن لیا اور قریش قبیلہ سے بنی ھاشم قبیلہ کو چن لیا اور بنی ہاشم قبیلہ سے مجھ کو چن لیا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا قریش مکہ کے جتنے بھی قبائل تھے ان میں معزز ترین قبیلہ بنی ھاشم سمجھا جاتا تھا لیکن بنی ھاشم قبیلہ میں امتیازی شان اور اعلیٰ مقام اور آخری رتبہ ومرتبہ اگر کسی شخصیت کا تھا تو وہ صرف اور صرف جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی تھا۔

تیسری حدیث کا ترجمہ:- اس حدیث کی عبارت عربی کی پہلے بھی نمبروں

وال حدیثوں میں گزر چکی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ ایک مرتبہ ممبر نبوی پر کھڑے ہو کر صحابہ کرام کو ارشاد فرمایا کہ میں کون ہوں صحابہ رضوان اللہ نے عرض کی جناب آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات پیدا کی اور مجھ کو اپنی مخلوقات میں سب سے بہتر پیدا کیا۔ اور لوگوں کو دو فرقوں میں تقسیم کیا اور مجھ کو اچھے فرقہ میں قرار دیا۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے قبائل پیدا کئے تو مجھ کو سب سے اچھے قبیلہ میں قرار دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خاندان بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے خاندان میں ٹھہرایا۔ آپ نے فرمایا میں از روئے خاندان تم سب سے افضل ہوں۔ نیز میں از روئے ذات کے تم سب سے افضل ہوں۔

سرکارِ دو عالم ﷺ نے بالکل عین سچ فرمایا ہے۔ جس نبی ﷺ کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ فرمادے۔ ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْىٌ يُّوْحٰى﴾ میرا نبیؐ اپنی خواہش سے نہیں بولتا بلکہ اس کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ (سورہ النجم)

چوتھی حدیث ترجمہ:- نیز حضرت عائشہ صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے پاس ایک مرتبہ جبریل امین تشریف لائے اور مجھ سے بیان کیا۔ کہ اے محمد ﷺ دنیا بھر میں مشرق و مغرب سب کو میں نے چھان ڈالا۔ لیکن حضرت محمد ﷺ سے بڑھ کر میں نے افضل کسی کو نہیں پایا۔ اور سارے مشرق و مغرب میں نے ڈھونڈ ڈالے تو کوئی خاندان حضرت محمد ﷺ کے خاندان بنی ھاشم سے زیادہ فضیلت رکھنے والا نہیں ملا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ رب العزت نے سب کے دلوں کی طرف نظر ڈالی تو اصحاب حضرت محمد ﷺ کے دلوں کو سب کے دلوں سے اچھا پایا۔

چنانچہ انہی کو نبی ﷺ کے وزرا اور معاون مددگار بنایا۔ جو نبی ﷺ کے ساتھ دین کے لیے قتال و جہاد کرتے رہے۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْ عَنْهُ. (ابن کثیر پارہ ۸)

﴿هَلْ اَتٰکَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ٥ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ٥ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً٥ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ٥ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ﴾ (پارہ ۳۰ رکوع ۱۳)

ترجمہ:- کیا آئی ہے تیرے پاس اے میرے رسول ﷺ بات ڈھانک لینے والی کی۔ کتنے مہینہ اس دن ذلیل ہونے والے ہوں گے۔ عمل کرنے محنت کرنے والے داخل ہوں گے آگ جلتی میں۔ پلائے جائیں گے چشمے کھولتے ہوئے میں سے نہیں ہوگا ان کے لیے کھانا مگر ضریع یعنی کانٹوں والا نہیں موٹا کرتا اور نہ کفائت کرتا ہے یعنی بھوک کو۔

ان آیات کریمات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اعمال بھی نیک شریعت توحید و سنت والے ہوں۔ اعمال کی کارکردگی میں اخلاص ریا کاری سے بچ کر ہوں اور سنت مصطفی ﷺ سے ایک بال کے برابر بھی کمی بیشی نہ ہو تب وہ نیک اعمال اللہ رب العزت کے ہاں قبولیت کا شرف حاصل کر سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ ابو عمران جونی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک نصرانی درویش کے گرجہ کے پاس سے گزرے اور اس کو آواز دی کہ اے درویش اس نے جھانکا ابو عمران کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی طرف دیکھ کر رونے لگے کسی نے ان کو کہا اے امیر المومنین آپ اس کو دیکھ کر کیوں روئے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ کا قول یاد آ گیا ہے جو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ٥ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً٥ سو اس نے مجھے رولا ڈالا ہے۔ ایمان والو آپ نے اس نصرانی یعنی عیسائی کا واقعہ پڑھ کر موازنہ کیا ہے کہ یہ رات دن عبادت میں رہتا تھا لیکن عبادت توحید سنت کے مطابق نہ تھی اپنی مقرر کردہ عبادت اس وقت اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کے شرف کو نہیں پہنچ سکتی

جب تک کہ وہ عبادت سنت محمدی کے مطابق نہ ہو آج کے نام نہاد بعض مسلمان بڑی بڑی عبادتیں ریاضتیں کرتے ہیں لیکن وہ عبادات آسمانوں میں قبولیت شکل میں نہیں بلکہ وہ ان عباد کے منہ پر ماری جاتی ہیں۔

بدعت کی تعریف میں محدثین کرام نے لکھا ہے:

﴿اِحْدَاثُ مَالَمْ يَكُنْ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾

ترجمہ:- جس عمل کا وجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ پایا جائے وہ بدعت ہے۔

امام شافی رحمت اللہ علیہ نے بدعت کی تعریف ان لفظوں میں کی ہے:

﴿اَلْبِدْعَةُ مَا خَالَفَ كِتَابًا اَوْ سُنَّةً اَوْ اِجْمَاعًا اَوْ اَثَرًا عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ﴾

ترجمہ:- جو کام کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اجماع امت یا آثار صحابہ کے خلاف ہو وہ بدعت ہے۔

لہٰذا بدعت کی تردید میں دو عدد حدیثیں عرض کرتا ہوں حدیث کے آخری الفاظ کچھ یوں ہیں۔

﴿فَاِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ بَعْدِىْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُم بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَ اِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ﴾ (ابوداؤد،ترمذی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی نے ایک مرتبہ اپنے درس میں ارشاد فرمایا۔ جو لوگ میرے بعد تم میں سے زندہ رہے وہ بہت زیادہ اختلافات دین میں دیکھیں گے لیکن ایسے مواقع پہ میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی

سنت پر عمل کرنا جو ہدایت یافتہ ہیں میری سنت کے ساتھ پنجہ مارنا اور اپنے دانتوں کے ساتھ مضبوط پکڑنا اور اپنے آپ کو دین میں نئے پیدا شدہ کاموں سے بچا کر رکھنا اس لیے کہ ہر نیا کام دین اسلام میں بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر بدعت جہنم میں جانے کا سبب ہے۔

دوسری حدیث ﴿عَنْ عَائشَۃ رَضی اللّٰہ عنھا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ﴾ (متفق علیہ)

ترجمہ: اماں عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ ارشاد فرماتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہماری سنت میں کوئی نیا کام نکالے جو سنت میں نہیں ہے وہ کام مردود ہے۔

ان دونوں حدیثوں کی روشنی میں آپ نے دیکھ لیا ہے بدعت کتنی مذموم اور بدترین چیز ہے بعض لوگ شادیوں میں بدعات کرتے ہیں عقیقہ میں بدعت کرتے ہیں ختنہ میں بدعت کرتے ہیں کفن دفن اور جنازہ کے مواقع بھی بدعات سے خالی نہیں جنازہ کے فوراً بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت ہے میت کے دفن کے بعد قبر سے کچھ دور ستر قدموں پر دعا مانگنا۔ یا تین دن یا اس سے زیادہ میت کے وارثوں کے پاس فاتحہ کرنی یہ بدعات خرافات ہیں اللہ ہر مسلمان کو ان چیزوں سے بچائے امین ثم امین۔

دوسرے مقام پر سنت کی تائید میں اللہ رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں:

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْ بین یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُو اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۝﴾ (پارہ ۲۶ رکوع ۱۳)

ترجمہ:- ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اللہ تعالیٰ سننے اور جاننے والے ہیں۔''

اس آیہ کریمہ کا یہ مطلب بھی ہے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم ارشاد

گرامی سے پہلے کسی معاملہ میں جلدی نہ کرو بلکہ ہر بات میں اللہ اور رسول ﷺ کی تابعداری کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت ہے کہ قرآن عظیم اور حدیث پاک کے خلاف کوئی بات نہ کہو یعنی مجلس میں کوئی کچھ بات پوچھے آنحضرت ﷺ کی طرف دیکھو کہ آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں تم اپنے عقل سے کوئی بات نہ کہو۔ اور نسبت رسول کو جو مندرجہ شعر میں ادا کیا گیا ہے

اَهْلُ الْحَدِيْثِ هُمْ اَهْلُ النَّبِيِّ
وَاِن لَّمْ يَصْحَبُوْ نَفْسَهٗ اَنْفَاسَهٗ صَحِبُوْا

یعنی صرف اہل سنت اہلحدیث ہی آنحضرت ﷺ کے اہل ہیں۔ اگر انہوں نے آپ کی صحبت نہیں پائی لیکن ان کو آپ کے انفاس کلمات طیبہ یعنی احادیث مطہرہ کی صحبت تو ضرور ہے۔ یعنی احادیث نبویہ ان کا ورد زبان اور دستور العمل ہے۔

در سخن پنہاں شدم چوں بوئے گل در برگ گل
ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

وہ مسلمان انتہائی خوش نصیب ہیں جو سنت نبوی ﷺ اپنی زندگی کی روح تصور کر کے اقتدا کرتے ہیں۔ شاہ محمد اسماعیل شہید رحمت اللہ علیہ نے اپنی کتاب صراط مستقیم میں ایک حدیث قدسی نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

﴿لَئِنْ سَاَلَنِيْ لَاُعْطِيَنَّهٗ وَلَئِنْ اِسْتَعَذَنِيْ لَاُعِيْذَنَّهٗ﴾

ترجمہ:۔ ”اگر میرا بندہ مجھ سے سوال کرے تو میں اسے ضرور دوں گا۔ اگر مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں اسے ضرور پناہ دوں گا۔“

دوسری حدیث قدسی میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کی ہے۔

﴿مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ:۔ ”یعنی جس آدمی نے میرے کسی ولی بزرگ سے دشمنی کی میں

اسے میدان کارزار میں لڑائی کے لیے للکارتا ہوں۔"

لیکن یہ سب چیزیں تب ہوں گی جب کہ سنت رسول ﷺ پر عمل ہوگا۔ ایک اور حدیث قدسی عرض کرتا ہوں اس سے پہلے بھی لکھی جا چکی ہے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ کچھ آخری لفظ یوں ہیں۔

﴿كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ و بَصَرهُ الذِىْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِىْ يَبْطِشُ بِهٖ وِلِسَانَهُ الَّذِىْ يَتَكَلَّمُ بِهٖ.﴾ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ:۔"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اپنے بندے کا کان بن جاتا جس سے وہ سنتا ہے۔ میں اپنے بندے کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اپنے بندے کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ میں اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔"

اس کا مفہوم مفسرین کرام نے یہ ذکر کیا ہے نیک آدمی نوافل نفلی عبادات بکثرت کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا مقرب بن جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ پاؤں وغیرہ بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نیک بندہ سنت کے اندر رہ کر اپنے ہاتھوں پاؤں زبان وغیرہ کو ایسی جگہ استعمال کرتا ہے جہاں خداوند قدوس کی رضا مندی ہو اور خوشنودی ہو۔ یہ سب کمالات تب ہی نصیب ہو سکتے ہیں جب کہ توحید اور سنت کی اتباع ہوگی۔ سنت رسول اللہ ﷺ کے بارہ میں اللہ کے رسول ﷺ نے کیا ہی خوب ارشاد فرمایا ہے

﴿تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرِين لَنْ تَضِلُّوْ مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَ سُنَّةَ رَسُوْلِه﴾

"نبی ﷺ نے اپنی آخری عمر میں ارشاد فرمایا کہ لوگو میں عنقریب اس دنیا سے جانے والا ہوں لیکن تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب قرآن عظیم اور دوسری حدیث مصطفیٰ ﷺ جب تم ان دونوں چیزوں پر کاربند رہو گے تو گمراہ نہیں ہو گے۔"

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے فرمان سے اہل بدعت کی پہچان:

حضرت پیر عبدالقادر جیلانی رحمت اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:-

﴿وَاعْلَمْ اَنَّ لِاَهْلِ الْبِدَعِ عَلَامَاتٌ يُعْرَفُونَ بِهَا.﴾ (غنیۃ الطالبین)

ترجمہ:-''یاد رکھو کہ بدعتیوں کی کئی نشانیاں ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔''

آگے آپ بدعتیوں کی نشانیوں میں سے ایک نشانی بتاتے ہیں۔

﴿فَعَلَامَةُ اَهْلِ الْبِدْعَةِ الْوَقِيْعَةُ فِيْ اَهْلِ الْاَثَرِ.﴾ (غنیۃ الطالبین)

ترجمہ:-''پس نشانی بدعتیوں کی یہ ہے کہ وہ اہل سنت اہلحدیث کی بدگوئی کرتے ہیں۔''

حضرت پیر جیلانی رحمت اللہ علیہ نے اھل اثر کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اہل اثر کے معنی اہلسنت اہل حدیث کے ہیں۔ چنانچہ غنیۃ الطالبین کا فارسی ترجمہ کرتے ہوئے علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمت اللہ علیہ نے۔ اہل اثر کا ترجمہ اہل سنت اہلحدیث کرتے ہیں اس طرح۔

﴿فَعَلَامَةُ اَهْلِ الْبِدْعَةِ الْوَقِيْعَةُ فِيْ اَهْلِ الْاَثَرِ.﴾ (غنیۃ الطالبین)

ترجمہ:- پس نشان اہل بدعت عیب کردن است در اہلحدیث۔

(غنیۃ مترجم فارسی از علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمت اللہ علیہ)

اور بدعت کا سب سے بڑا نقصان گھاٹا خسارہ یہ ہے کہ بدعت کی وجہ سے کوئی عمل آسمان کو نہیں جاتا قبولیت کا شرف حاصل نہیں کرتا۔ اور ابن ماجہ شریف میں معروف حدیث ہے۔

﴿لَايَقْبَلُ اللّٰهُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَوْمًا وَّلَا صَلٰوةً وَلَا صَدَقَةً وَلَا حَجًّا وَّلَا عُمْرَةً وَلَاجِهَادًا وَيَخْرُجُ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا تَخْرُجُ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِيْنَ.﴾ (ابن ماجہ)

ترجمہ:۔ ''اللہ تعالیٰ بدعت کرنے والے کے روزے قبول نہیں کرتے۔ نماز۔ صدقہ حج عمرہ جہاد کوئی عمل بھی قبول نہیں ہوتا بلکہ بدعتی آدمی دین اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے۔''

قارئین کرام آپ اندازہ لگائیں عمل بھی قبول نہ ہو اور وہ آدمی واصل جہنم بھی ہو۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَجعَلنَا مِنهُم. اے اللہ ہمیں ایسے لوگوں میں شمار نہ کرنا اپنے بے پایاں فضل اور رحمت واسع سے ہمیں جنت الفردوس عنایت فرمانا۔ امین یا الہ العلمین۔

چنانچہ امام احمد رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

﴿اِن لَّم یَکُونُوا اَصحَابُ الحَدِیثِ فَلَا اَدرِی مَن هُم﴾

(شرف اصحاب الحدیث)

ترجمہ:۔ ہمیشہ حق پر رہنے والی جماعت اگر اہل سنت اہلحدیث نہیں ہیں تو پھر میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں۔

علامہ خطیب بغدادیؒ کی کتاب (شرف اصحاب الحدیث) میں مندرجہ ذیل حوالہ بھی موجود ہے۔ امام یزید بن ہارونؒ فرماتے ہیں جو جماعت قیامت تک حق پر رہے گی اس سے مراد اہل سنت اہلحدیث ہیں۔ امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ اہل حدیث زمین پر خدا کے دین کے نگہبان ہیں۔ قاضی عیاض رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں: ﴿مَن یَعتَقِدُ مَذهَبَ اَهلِ الحَدِیثِ﴾ ''ہمیشہ حق پر قائم رہنے والی وہ جماعت ہے جو مذہب اہل حدیث کی پابند ہے۔'' حضرت امام ابن المبارک فرماتے ہیں۔ ﴿هُم عِندِی اَصحَابُ الحَدِیثِ﴾ میرے نزدیک لَا تَزَالُ اُمَّتِی الخ لوگ اہلحدیث ہیں۔ حضرت امام احمد بن سنانؒ یہی فرماتے ہیں کہ وہ جماعت اہلحدیث ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس جماعت کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہمیشہ حق پر رہے گی اس سے مراد جماعت اہلحدیث ہے۔ حضرت امام بخاری کے استاذ (علی بن مدینیؒ) فرماتے ہیں کہ مظفر۔ منصور۔ ہمیشہ حق پر رہنے والی جماعت اہلحدیث

ہے (شرف اصحاب الحدیث) ان تصریحات کے وارد کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ آپ کو یقین آ جائے کہ حضور ﷺ اور حضور ﷺ کے صحابہ کے طریق پر چلنے والی قیامت تک حق پر قائم اور ثابت رہنے والی جماعت صرف حدیث والوں کی جماعت ہے اور آپ بھی عقیدہ اور عمل کے لحاظ سے حدیث والے بن جائیں۔ اور تمام پیوندی ذرائع چھوڑ کر سیدھے رسول اللہ ﷺ کے آغوش میں آ جائیں۔ اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی گفتار کے ہوتے ہوئے کسی کے قول و کردار کی طرف آنکھ نہ اٹھائیں۔ کالی کملی والے کے سوا تمام جمود بردوش تقلیدی بھورے پھاڑ دیں۔ پٹے گردن سے اتار دیں۔ نمدے دریا برد کر دیں اور فرقہ وارانہ نسبتیں بھی مٹا دیں کہ آپ نے پڑھا ہوا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ. جس کا مفہوم یہ ہے۔ عبادت خدا کی اطاعت مصطفیٰ ﷺ کی۔

اصحاب الحدیث کا حشر کے دن مرتبہ:

﴿عَنْ اَنَسٍ رضی اللّٰه عنه قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اذا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ جَآءَ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ مَا بَيْنَ يَدَیِ اللّٰهِ وَمَعَهُمُ الْمَجَابِرُ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ اَنْتُمْ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ كُنْتُمْ تُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُدْخُلُو الْجَنَّةَ﴾

(جواہر الاصول۔ تاریخ خطیب بغدادی)

ترجمہ:۔ ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حشر کے روز اہلحدیث خدا کے حضور اپنی دواتوں سمیت (جن سے حدیث نبوی ﷺ لکھا کرتے تھے) حاضر ہوں گے خداوند تعالیٰ ان کو فرمائے گا۔ انتم اصحاب الحدیث. کہ تم اہلحدیث ہو (تم حدیثوں کو لکھتے پڑھتے اور سناتے وقت) میرے نبی ﷺ پر درود شریف پڑھتے تھے۔ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔''

صحابی کی زبان پر لفظ اہلحدیث:

﴿حَدَّثَنَا ابْنُ الْفَضْلِ حَدَّثَنَا اَبُوْ سَهْلٍ اَحْمَدُ ابْنُ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زِيَادِ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ الْجَهْمِ السَّمَرِيُّ حَدَّثَنَا لُهَيْثُمُ ابْنُ خَالِدِ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ الْمُتَوَكِّلِ الْبَاهِلِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّد ابْنُ ذَكْوَانُ الْاَزْدِيُّ حَدَّثَنَا اَبُوْهَارُوْن الْعَبْدِيُّ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰه عنه اَنَّهُ كَانَ اِذَارَاٰى الشَّابَ قَالَ مَرْحَبًا لِوَصِيَّةِ رَسُوْلِ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُوَسِعَ لَكُمْ فِي الْمَجْلِسِ وَاَنْ نُفْهِمَكُمُ الْحَدِيْث فَاِنَّكُمْ خُلُوْفُنَا وَاَهْلُ الْحَدِيْثِ بَعْدَنَا﴾

(شرف اصحاب الحدیث)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ صحابی رسول ﷺ جب حدیث کے نوجوان طالبعلموں کو دیکھتے تو کہتے (نوجوانوں) تمہیں رسول اللہ ﷺ کی وصیت مبارک ہو (مرحبا) رسول اللہ ﷺ نے ہم کو حکم دیا ہے کہ ہم اپنی علمی مجلسوں کو تمہارے لیے کشادہ کریں اور تمہیں حدیثیں سمجھائیں ہاں ہاں تم ہمارے خلیفے ہو اور ہمارے پیچھے تم ہی اہلحدیث ہو۔

علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ایک یگانہ روزگار محدث گزرے ہیں آپ کی وفات ۴۶۳ھ میں ہوئی ہے۔ پانچویں صدی کے یہ امام حدیث اپنی مایہ ناز کتاب شرف اصحاب الحدیث میں روایت بالا لائے ہیں جو ذکر ہو چکی ہے۔ نوجوان طالبعلموں۔ تم ہمارے خلیفہ ہو اور ہمارے بعد تم ہی اہلحدیث ہو۔ یہ الفاظ نبی اکرم ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابیؓ کے ہیں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے ہیں اس سے پتہ چلا کہ خود ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بھی اپنے آپ کو اہلحدیث کہلاتے تھے بلکہ ان کے ساتھ سب صحابہ بھی اہلحدیث کے لقب سے سرفراز تھے۔ اور طالب

علموں کو بھی اپنے خلیفے اور اہلحدیث کے لقب سے نواز کر اپنی خلافت تفویض کرتے تھے۔ ﴿وَاَنْتُمْ اَهْلُ الْحَدِيْثِ بَعْدَنَا﴾ اور تم ہی ہمارے بعد اہلحدیث ہو معلوم ہوا کہ خود بھی آپ اہلحدیث تھے۔ اور جو بعد والوں کو اہلحدیث کہہ رہے ہیں۔

نبی علیہ السلام کی امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا:

﴿وَعَنْ عبدالله عَمرِو رضى الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَاْتِيَنَّ عَلٰى اُمَّتِيْ كَمَا اَتٰى عَلٰى بَنِىْ اِسْرَائِيل حَذْوَ النَّعْلَ بِالنَّعْلِ حَتّٰى اِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰى اُمَّهٗ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِيْ اُمَّتِيْ مَنْ يَصْنَعُ ذَالِكَ وَاِنَّ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ مِلَّةً وَ تَفْرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى عَلٰى ثَلٰثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه صَلّٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ فِيْ رِوَايَةِ اَحْمَدَ وَ اَبِيْ دَاوٗدَ عَنْ مُعَاوِيَةَ ثِنْتَانِ وَ سَبْعُوْنَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ وَاِنَّهٗ سَيَخْرُجُ فِيْ اُمَّتِيْ اَقْوَامٌ تَتَجَارٰى بِهِمْ تِلْكَ الْاَهْوَاءُ كَمَا تتجارىٰ الْقَلْبُ بِصَاحِبِهٖ لَايَبْقٰى مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ اِلَّا دَخَلَهٗ﴾ (مشکوۃ شریف)

ترجمہ:- ''حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت پر ایسا وقت آئے گا جیسے بنی اسرائیل پر آیا۔ جس طرح جوتا جوتے کے برابر ہوتا ہے یہاں تک کہ بنی اسرائیلمیں سے اگر کسی نے اپنی ماں سے اعلانیہ بدکاری کی ہوگی تو میری امت کے لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔ اور بنی اسرائیل کے بہتر فرقے بن گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی اور ایک کے سوا سب آگ میں جائیں گے۔ لوگوں نے عرض کی پوچھا اے اللہ تعالیٰ کے

رسول وہ کون لوگ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو میرے اور میرے صحابہ کرام کے طریق پر ہیں ترمذی شریف۔ احمد اور ابوداؤد میں ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے بہتر آگ میں ہوں گے اور ایک جنتی ہوگا۔ اور یہ جماعت ہے اور عنقریب میری امت میں ایسی قومیں ظاہر ہوں گی جن میں نفسانی خواہشات اس طرح سرایت کریں گی جس طرح دیوانے کتے کا زہر کاٹے ہوئے آدمی کی رگوں میں جاری ہوتا ہے کوئی رگ اور جوڑ اس سے خالی نہیں رہتا۔"

مشکوٰۃ شریف کی اس حدیث مذکورہ سے یہ روز روشن کی طرح ثابت ہوا ایک ہی فرقہ ایک ہی جماعت نجات پانی والی اور جنتی ہے باقی سب فرقے دوزخی ہیں جہنمی ہیں۔ چونکہ نبوت کی زبان طیبہ کے یہ الفاظ ہیں ﴿مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِىْ﴾ "جس طریقہ کار پر میں اور میرے صحابہ کرام ہیں اور یہ ہی اصلی دین سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔"

ایک حدیث از صراط مستقیم شاہ محمد اسماعیل شہید سنت کی اتباع کی وجہ سے:

﴿اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا نَادٰى جِبْرَائِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامَ اَنِّىْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهٗ فَيُحِبُّهٗ جِبْرَائِيْلَ ثُمَّ يُنَادِىْ فِى السَّمَآءِ اِلٰى اَنْ قَالَ حَتّٰى يُوْضَعَ لَهُ الْقَبُوْلَ فِى الْاَرْضِ﴾

ترجمہ:- جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو دوست بناتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو فرماتا ہے کہ میں فلاں آدمی کو دوست رکھتا ہوں تم بھی اسے دوست رکھو پھر جبرائیل علیہ السلام بھی اسے دوست رکھتے ہیں پھر آسمان میں ندا کرتا ہے یہاں تک کہ فرمایا حتیٰ کہ زمین میں اس کے لیے قبولیت مقرر کی جاتی ہے۔"

اور ایک دوسری حدیث میں آتا ہے:-

﴿اِنَّهُمْ شُهَدَاءُ لِلّٰهِ عَلَی الْاَرْضِ۔﴾

''اللہ تعالیٰ کے نیک بندے توحید وسنت کے پابند زمین میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ ﷺ کے گواہ ہیں۔ کوئی بھی دین کا کام کریں قرآن اور حدیث کے پابند ہوتے ہیں قرآن وسنت سے ایک وال برابر بھی کمی بیشی نہیں کرتے۔''

مفہوم یہ ہے کہ اچھی طرح غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایسے بزرگ باخدا لوگوں کی محبت پیار اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ایمان اور پرہیزگاری کی علامت ہے۔ جیسے فرقان حمید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے۔

﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآءِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبُ﴾

ترجمہ:- ''اور جو شخص تعظیم کرے اللہ تعالیٰ کے دین کے نشانات کی وہ پرہیزگار دلوں والے ہیں۔

جس طرح مناسک حج کے مقامات متبرک ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اولیائے کرام بھی علمائے عاملین میں بھی خدا کی زمین میں بابرکت ہستیاں ہیں۔ گو بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ اہلحدیث ولیوں کو نہیں مانتے اور ولیوں کے بے ادب اور گستاخ ہیں۔ میرا اپنا عاجز کا یعنی مؤلف کتاب ھذا کا یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ولی کو جو توحید وسنت کا پابند رہے شرک وبدعت سے مکمل اجتناب کرتا ہے اسے نہیں مانتا وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔ اس سے پہلے چند اوراق قبل میں ایک حدیث لکھ آیا ہوں۔

﴿مَنْ عَادٰى لِیْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ﴾ (رواہ البخاری)

ترجمہ:- ''جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی کرے میں اس کو اعلان جنگ کے لیے آگاہ کرتا ہوں۔''

اسی لیے سب سے بڑے اولیائے کرام نبی علیہ ﷺ کے صحابہ کرام ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نبی علیہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا مُؤْمِنٌ تَقِیٌّ وَّلَا یُبْغِضُہٗ اِلَّا مُنَافِقٌ﴾

ترجمہ:- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے وہی آدمی محبت کرے گا جو مومن اور پرہیزگار ہے۔ اور آپ سے عداوت وہی رکھے گا جو منافق ہے۔''

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے اپنے بعد گمراہی سے بچنے کا یہی طریقہ ارشاد فرمایا ہے کہ کتاب وسنت کو مشعل راہ بنایا جائے۔ اور حدیث ﴿تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتَابُ اللّٰہِ وَسُنَّۃُ رَسُوْلِہٖ﴾ اس کا ترجمہ کئی مقامات پر پہلے گزر چکا ہے۔ قرآن وحدیث کے بعد نبی کریم ﷺ کے سرتاج خلفائے راشدین کے طریق کو بھی گمراہی سے بچنے کا ذریعہ ارشاد فرمایا ہے اور ان کی سنت کو لازم پکڑنا جیسے عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث میں آتا ہے جس روایت کو سن کر صحابہ کرام رو پڑے تھے اور جس کے سننے سے صحابہ کرام کے دل ڈر گئے اور کہرام مچ گیا تھا یہ روایت بھی پہلے گزر چکی ہے اور اس کے کچھ الفاظ یوں ہیں اور مذکورہ روایت تاجدار مدینہ ﷺ نے آخری عمر میں بیان فرمائی تھی۔

﴿فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّۃِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ تَمَسَّکُوْا وَعَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ﴾ اس کا بھی ترجمہ گزر چکا ہے۔

حضور ﷺ نے جب کہ ایسے وقت میں جب حق وباطل کی تمیز نہ ہو سکے۔ صحابہ کرام کو معیار حق بنایا ہے اور اختلاف کے وقت تمام فرقوں میں فرقہ ناجیہ اسی کو فرمایا ہے جن کا عمل صحابہ کرام کے عمل کے مطابق ہو جیسے کہ ارشاد رسول اللہ ﷺ ہے۔

﴿وَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَ سَبْعِیْنَ مِلَّۃً وَ تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّ سَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ﴾

یہ پوری روایت بالتفصیل مع ترجمہ لکھ آیا ہوں۔ صحابہ کرام کے نفوس قدسیہ کے بعد آپ نے تابعین عظام جنہوں نے صحابہ کرام سے اور اتباع تابعین جنہوں نے تابعین

سے فیض حاصل کیا ان کو بھی خیر القرون میں شمار فرما کر ان کے لیے بھی خیر و برکت کی شہادت دی جیسے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

﴿خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ﴾

ترجمہ:- ''تاجدار مدینہ ﷺ نے فرمایا: بہترین زمانہ میرا ہے۔ پھر میرے صحابہ کرام کا۔ پھر تابعین کرام کا۔ پھر اتباع تابعین کا۔ یہ ہے سنت اور شریعت کے احکامات۔

سب ائمہ کرام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنا اور حدیث سے پیار رکھنا

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:-

﴿اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اُخْطِئُ وَ اُصِیْبُ فَانظروا فِیْ رَائِیْ فَکُلَّ مَا وَافَقَ الْکِتَابَ وَالسُّنَّۃَ فَخُذُوْہُ وَکُلُّ مَالَمْ یُوَافِقِ الْکِتَابَ وَالسُّنَّۃَ فَاتْرُکُوْہُ﴾

ترجمہ:- ''یعنی میں ایک انسان ہوں۔ میرا قول ٹھیک بھی ہوسکتا ہے اور غلط بھی۔ میری رائے جو کتاب وسنت کے مطابق ہوا سے لے لو۔ اور جو خلاف ہوا سے چھوڑ دو۔ نیز فرمایا کرتے تھے دنیا میں کوئی ایسا نہیں جس کی تمام باتیں قبول کی جائیں سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔''

امام شافی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

﴿اِذا وَجَدْتُّمْ فِیْ کِتَابِیْ خِلَافَ سُنّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُوْلُوْ بِسنَّۃٍ وَدْعُوْا مَاقُلْتُ﴾

''یعنی میری کتاب میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کچھ پاؤ تو اس کو چھوڑ دو۔ اور حدیث پر عمل کرو فتویٰ دو۔

نیز یہ بھی فرمایا۔

﴿اِذاصَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ وَاذا رَاَیْتُمْ کَلَامِیْ یخالف

الْحَدِيْثَ فَاعْمَلُوْا بِالْحَدِيْثِ وَاضْرِبُوْ بِكَلامِي الْخَائِطَ﴾

ترجمہ:۔ ''یعنی صحیح حدیث میں جو کچھ ہے وہ میرا مذہب ہے۔ جب میری کوئی بات تم حدیث کے خلاف پاؤ۔ تو حدیث پر عمل کرو اور میرے قول کو دیوار پر دے مارو۔''

امام شافعیؒ کے بارہ ایک اور روایت:

﴿رَوَالْحَاكِمُ وَالْبَيْهَقِيُّ عَنِ الشَّافِعِيْ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ اِذَاصَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ وَ فِيْ رَوَايَةٍ اِذَا رَاَيْتُمْ كَلامِيْ يُخَالِفُ الْحَدِيْثَ فَاضْرِبُوْا بِكَلامِي الْخَائِطَ وَقَالَ يَوْمًا لِلْمُزَنِيْ لاَ تُقَلِّدْنِيْ فِيْ كُلِّ مَا اَقُوْلُ وَانْظُرْ فِيْ ذَالِكَ لِنَفْسِكَ فَاِنَّهُ دِيْنٌ﴾

''حاکم اور بیہقی نے امام شافعی رحمت اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا جب تمہیں صحیح حدیث مل جائے وہی میرا مذہب ہے اور ایک روایت میں یہ بھی فرمایا جب تم دیکھو میری کلام کو جو حدیث کے خلاف ہو تو میری کلام کو دیوار کے ساتھ پٹخ دو۔ اور ایک مرتبہ اپنے ساتھی یا شاگرد کو فرمایا میری ہر بات میں تقلید نہ کرو بلکہ اس معاملہ میں حدیث کو دیکھو اس لیے کہ یہی دین ہے۔''

حضرت امام احمد بن حنبل رحمت اللہ علیہ کا فرمان حدیث کی تائید میں:

حضرت امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے یواقیت الجواہر میں نقل کیا ہے:

﴿وَكَانَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ رحمة الله عليه لَيْسَ لِاَحَدٍ مَعَ اللهِ وَرَسُوْلِهِ كَلامٌ وَقَالَ لِلرَّجُلِ لَا تُقَلِّدْنِيْ وَلَا تُقَلِّدَنَّ مَالِكًا وَلَا اَوْزَاعِيًا وَلَا نَخْعِيًا وَلَا غَيْرَهُمْ وَخُذِ الْاَحْكَامَ مِنْ حَيْثُ اَخَذُوْا مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ﴾

ترجمہ:۔ ''امام شعرانی فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نہیں لائق جو آدمی اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ کلام رکھتا ہو اور امام احمد نے ایک آدمی کو فرمایا نہ تقلید کر تو میری اور نہ تقلید کر امام مالک کی اور نہ اوزاعی کی اور نہ نخعی کی اور نہ ان کے سوا کسی امام کی بلکہ احکامات دین کو وہاں سے لو جہاں سے انہوں نے لیے ہیں۔ قرآن اور حدیث سے۔ (تحفۃ الاخیار فی بیان سنۃ سید الابرار)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

﴿وَ فِیْ مَسْنَدِ جواهر منیفه قال امام اَبِیْ حَنِیْفَةَ رحمت الله علیه اَلْقِیَاسُ مِنْ جُمْلَةِ الْاَدِلَّةِ فِیْ کُلِّ مَسْئَلَةٍ لَانَصَّ فِیْهَا وَرُوِیَ عَنْهُ اَیْضًا اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ لَایَنْبَغِیْ لِمَنْ لَایَعْلَمُ دَلِیْلِیْ اَنْ یُفْتِیَ بِکَلَامِیْ﴾ اسی مسند کے صفحہ ۵ میں ہے ﴿فَاِنَّ الصَّحِیْحَ الْمَنْقُوْلَ فِیْ مَذْهَبِهٖ تَقْدِیْمُ النَّصِّ عَلَی الْقِیَاسِ﴾

ترجمہ:۔ ''مسند جواہر منیفہ میں ہے حضرت امام ابوحنیفہ رحمت اللہ علیہ نے فرمایا قیاس کرنا تمام دلائل کے ہر مسئلہ میں اسکا کوئی نص نہیں اور آپ سے اس طرح روایت کی گئی ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ کسی آدمی کے لیے لائق نہیں جو میری دلیل کو نہ جانتا ہوں۔ وہ میری کلام کے ساتھ فتویٰ دے اسی مسند کے صفحہ ۵ میں ہے کہ'' بے شک صحیح منقول آپ کے مذہب میں مقدم کرنا نص کو قیاس پر ہے۔''

دوسری اتحاد کی صورت یہ ہے جس مسئلہ میں صحیح حدیث مل جائے اس کو مقدم کیا جائے نمبر پر یہی مذہب ائمہ اربعہ کا ہے۔

فتاوىٰ حنفیہ ردالمختار مطبوعہ مصری جلد اول صفحہ ۴۶ میں ہے:

﴿اِذَاصَحَّ الْحَدِيْثُ وَكَانَ عَلٰى خِلَافِ الْمَذْهَبِ عُمِلَ بِالْحَدِيْثِ وَيَكُوْنُ ذَالِكَ كَمَذْهَبِهٖ وَلَا يَخْرُجُ مُقَلِّدُهٗ حَنَفِيًّا فَقَدْ صَحَّ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ اِذَاصَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِيْ وَقَدْ حَكٰى ذَالِكَ ابْنُ عَبْدُالْبَرِّ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَغَيْرِهٖ مِنَ الْاَئِمَّةِ﴾

ترجمہ:- جب صحیح حدیث مل جائے اور وہ میرے مذہب کے خلاف ہو تو حدیث شریف پر عمل کیا جائے گا اور یہ مسئلہ میرے مذہب کے مطابق ہی ہوگا اور نہ نکلنے مقلد اس کا حنفی۔ پس تحقیق صحیح اس سے اس لیے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب صحیح حدیث مل جائے تو یہی میرا مذہب ہے۔ اور تحقیق حکایت بیان کی یہ ابن عبدالبر رحمت اللہ علیہ نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور اس کے سوا دوسرے اماماں دین سے۔"

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور فرمان:

﴿وَرَوٰى مُحْيُ الدِّيْنَ فِيْ فُتُوْحَاتِ الْمَكِيَّةِ بِسَنَدِهٖ اِلَى الامام اَبُوْ حنيفة رحمة الله عَلَيْهِ اِنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اِيَّاكُمْ وَالْقَوْلَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ تعالىٰ بِالرَّاىِ وَعَلَيْكُمْ بِالْاِتِّبَاعِ السُّنَّةِ فَمَنْ خَرَجَ عَنْهَا ضَلَّ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُوْشِكُ اَنْ نَزَّلَ حجارةً مِّنَ السَّمَآءِ اَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُوْلُوْنَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ رضى الله عنه وَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.﴾ (مجموعۃ التوحید)

ترجمہ:- روایت بیان کی محی الدین رحمت اللہ علیہ نے فتوحات مکیہ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے کہ

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بچاؤ اپنے آپ کو اقوال سے اللہ تعالیٰ کے دین میں اپنی رائے کے ساتھ۔ بلکہ اتباع سنت کو اپنے آپ پر لازم وملزوم کرلو جو شخص سنت سے نکل گیا وہ گمراہ ہوگیا۔ اسی لئے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قریب ہیں آسمان سے پتھر نازل ہوں یعنی عذاب کی شکل میں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا اور تم کہتے ہو ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس طرح فرمایا۔

حضرت امام مالکؒ۔ حضرت امام شافعیؒ۔ حضرت امام احمدؒ۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ۔ حضرت امام محی الدینؒ۔ یہ پانچوں ائمہ کرام کی تقریباً آٹھ عدد روایات فقہ شریف کی نقل کی ہیں جن روایات مذکورہ میں ائمہ دین نے اسی پر زور دیا ہے کہ آخر الزمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری امت کے لوگو قرآن وحدیث پر عمل کرو قرآن وحدیث کے پابند ہو جاؤ قرآن وحدیث ہی کو اپنا رہبر و راہ نما جانو۔ اور مزہ یہ ہے کہ کسی امام و بزرگ نے اپنے مذھب کی طرف دعوت نہیں دی۔ اور امامانِ دین نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کائنات انسانی میں سے اگر کسی کی ہر بات مانی جاسکتی ہے تو وہ صرف اور صرف مکہ کے سردار کی اور مدینہ کے تاجدار کی نبیوں کے امام کی مسجد قدس مسجد سلیمانی کے خطیب کی ہی مانی جاسکتی ہے۔ اور جو امتیوں میں سے کسی کی بات نہ مانے تو اس پر کوئی فتویٰ صادر نہیں ہوتا اور جو آمنہ سیدہ کے لال کی بات نہ مانے جو سید العرب والعجم کی بات نہ مانے وہ مسلمان نہیں رہ سکتا۔ چونکہ سید الانبیاء آپ ہیں۔ شافع روز جزا آپ ہیں۔ والیے بطحا آپ ہیں۔ رحمۃ اللعالمین آپ ہیں۔ رسول رب العلمین آپ ہیں۔ ساقی حوض کوثر آپ ہیں۔ مرتبہ معراج والے آپ ہیں۔ سید المرسلین آپ ہیں۔ شفیع المذنبین آپ ہیں۔ سید الاولینؑ والاخرینؑ آپ ہیں۔ معراج کی راتمیں جنت کی سیر کرنے والے آپ ہیں۔ معراج میں عجائبات کا معائنہ کرنے والے آپ ہیں۔ شفاعت کبریٰ کرنے والے آپ ہیں

اے کہ بد تخت سیادت ز ازل جا داری
آنچہ خوباں ہمہ دادند تو تنہا داری

جتنے ائمہ کرام کے نام درج کر آیا ہوان کے ماسوا دوسرے بھی امامان دین ہیں مثلاً امام بخاری کے استاذ علی بن مدینی۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ۔ قاضی ابو یوسف امام محمد۔ امام ظفر اور ان کے علاوہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔ سید جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ۔ خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ۔ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ۔ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جتنے بھی ہندوستانی پاکستانی عرب ملکوں کے آئمہ دین گزر چکے ہیں۔ اللہ رب العزت کی ان پر رحمتیں نازل ہوں اور ان کی قبروں کو اللہ رب العزت جنت الفردوس کے ٹکڑے حصے بنائے اللہ رب العزت کی رحمۃ واسع کو ملحوظ رکھ کر پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ سب ائمہ دین اور اولیائے کرام جتنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت کے تابع ہیں۔ چونکہ کسی امام کسی ولی نے قرآن وسنت حدیث سے ہٹ کر اپنا مذھب نہیں متعین کیا جب تک اس زمین پر اس آسمان کے نیچے سکونت پذیر رہے قرآن عظیم پر حدیث مصطفیٰ پر پورے ضابطہ کے ساتھ عمل کرتے رہے اور قرآن وحدیث لوگوں کو پڑھاتے رہے اور ان ہی دو باتوں کی لوگوں کو دعوت دیتے رہے۔ رحمہ اللہ اجمعین۔ امین یا رب العالمین۔ قاضی ابو یوسف۔ امام محمد۔ امام ظفر وغیرہ ائمہ سے اگر کسی سے کوئی غلطی ہوئی تو وہ بذات خود اس کے ذمہ دار ہیں۔ ان کے اعمال کا محاسبہ ان سے ہوگا۔ ہمارے اعمال کا محاسبہ ہم سے ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے ماسوا کسی بزرگ وامام کی تقلید جائز نہیں:

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ﴾ (پارہ ۲، رکوع ۵)

ترجمہ:۔"جب کہا جاتا ہے ان کے لیے تابعداری کرو اس چیز کی جو اللہ تعالیٰ نے اتاری ہے وہ جواب میں کہتے تھے کہ ہم تابعداری کریں گے اس چیز کی جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے اگرچہ باپ دادے ان کے کسی بات کو سمجھتے نہ ہوں اور نہ ہی ہدایت پاتے ہوں۔"

دوسرا مقام

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَاوَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآئَنا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآءُ هُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْاءً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ﴾ (پارہ ۷، رکوع ۴)

ترجمہ:۔"اور جب کہا جاتا ہے ان کو آؤ اس چیز کی طرف جو اتاری ہے اللہ تعالیٰ نے اور طرف رسولؐ کے کہتے ہیں کافی ہے ہم کو جس طریقہ پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو آیا اگرچہ ہوں باپ دادے ان کے کسی چیز کو نہ جانتے ہوں اور نہ ہی ہدایت پاتے ہوں۔"

کفار عرب میں یہ انتہائی خرابیاں تھیں کہ جب نزول قرآن عظیم کے موقع پر ان کے سامنے توحید و سنت کی دعوت پیش کی جاتی تو وہ جواب میں اپنے کافر مشرک باپ دادوں کی سند پیش کر کے انکار کرتے۔ اپنے بڑوں کے رسم و رواج کو اپنی زندگی پر لاگو کر کے اس پر ڈٹے اور اڑے رہتے تھے اور جتنے بھی شریعت محمدی کے اوصاف اور کمالات سب کا بڑی شدت کے ساتھ انکار کرتے۔ آج اس دور کے کسی مسلمان میں عقیدہ کی کمی ہو یا عملی خرابیاں ہوں تو اسے اپنے باپ دادا کی سند نہیں پیش کرنی چاہئے چونکہ جس پرفتن دور میں ہم گزر رہے ہیں اس دور میں بعض مسلمان نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور شرک بھی کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور بدعات کو بھی کثرت سے اپناتے ہیں۔ چنانچہ فرقان حمید کے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:۔

﴿قَدْجَآئَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ يَهْدِى بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ

رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلَامِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ.﴾ (پارہ۶' رکوع ۷)

ترجمہ:۔''تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف نور اور کتاب بیان کرنے والی ہدایت کرتا ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس آدمی کو جو اس کی رضا مندی کی اتباع کرے اسلام کے راستہ کی طرف اور ایسے لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر دین کی روشنی کی طرف لاتا ہے اور سیدھے راستہ کی ہدایت فرما دیتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد عالی ہے:

﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآئَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا﴾ (پارہ۶ رکوع۴)

ترجمہ:۔''اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل آ چکی اور تمہاری طرف ظاہر باہر نور نازل فرمایا۔''

مذکور دونوں آیات میں اللہ رب العلمین نے اپنے بندوں کو اس طرف توجہ دلائی ہے کہ فرقان حمید کے حلال وحرام جائز ناجائز چیزوں کا پورا خیال کرو جو چیز قرآن حکیم نے ناجائز قرار دی ہے اس سے سختی سے پرہیز کرو خواہ دنیا کا کتنا بھی نقصان کرنا پڑے کر لولیکن اتباع قرآن وحدیث میں ایک رائی کے دانہ برابر بھی کمی واقع نہ ہو۔ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت عکرمہ سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے رجم کی آیت توریت سے جب یہود کو بتلائی جس کو وہ چھپاتے تھے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی۔﴿قَدْ جَآئَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ﴾ قرآن کریم کے بعض احکام پر عمل کر لینا بعض پر نہ عمل کرنا یہ بھی یہود قوم کی روش ہے۔ اور اسی وجہ سے قرآن حکیم نے یہ مطالبہ پیش کیا ہے۔

﴿اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذَالِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الخ﴾

’’کیا ایمان لاتے بعض کتاب کے ساتھ اور کفر کرتے ہو تم ساتھ بعض کے ایسے آدمی کا کیا بدلہ جو ایسا کام کرے بلکہ اس کے لیے دنیا وغیرہ میں رسوائی ہے۔‘‘

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰه عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَاِن كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (پارہ۴، رکوع۸) ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰه فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُم ذُنُوْبَكُم وَاللّٰه غَفُوْرٌ الرَّحِيْمٌ﴾ (پارہ۳، رکوع۱۲) ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰه وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا الخ﴾ (پارہ۴، رکوع۱۳) ﴿وَمَنْ يطع اللّٰه وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰه عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ الخ﴾ (پارہ۵، رکوع۶) ﴿وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اطاع اللّٰه وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَا اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِم حَفِيْظًا﴾ (پارہ۵، رکوع۸) ﴿وَمَنْ يشاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِمَا تبيَّنَ لَهُ الهدى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ المؤمنينَ نُوَلِّهٖ مَاتَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآئَت مَصِيْرًا.﴾ (پارہ۵، رکوع۱۴) ﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰه وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا. الخ﴾ (پارہ۴، رکوع۱۳)

ان اکثر آیات کے معانی پیچھے لکھ آیا ہوں اس لیے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں یہ سات آیات ہیں قرآن عظیم کے مختلف مقامات سے عرض کی ہیں ان تمام مقامات مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت اور اپنے رسولؐ کی اطاعت کے بارہ میں تاکیدی احکامات ذکر فرمائے ہیں۔ جس طرح اللہ رب العزت نے اپنی عبادت اور اپنی اطاعت اپنے بندوں کو معاف نہیں کی اسی طرح اتباع نبوی بھی اپنے بندوں کو معاف نہیں کی۔ اگر کوئی آدمی اللہ کی عبادت متابعت نہ کرے تو کامل مسلمان نہیں بن سکتا ہو بہو اسی طرح جو آدمی محبت رسولؐ اور اتباع رسولؐ نہ کرے تو وہ بھی مومن نہیں بن

سکتا۔ اللہ کی عبادت اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد الرسول ﷺ کو بھی معاف نہیں تھی جیسے قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو ارشاد فرمایا:

﴿وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ﴾

ترجمہ:- ''اے میرے نبی ﷺ آپ اس وقت تک اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں جب تک کہ آپ کے پاس عزرائیل کی معرفت آخری پیغام آپ کے وصال کا نہیں آیا۔''

جس نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے معافی کا سرٹیفکیٹ دے دیا تھا اس کو بھی عبادت معاف نہ تھی۔ اب آپ کی امت مسلمان عبادت بھی نہ کریں اور پھر بھی کہیں کہ خداوند تعالیٰ غفور الرحیم ہے اسے عبادت کی کیا پرواہ ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے کان کھول دیئے ہیں اپنے قرآن کے ذریعے فرمایا: ﴿اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ.﴾ ترجمہ:- ''اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ فَسَاَکْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ.﴾

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میری رحمت ہر چیز سے وافر ہے لیکن میں اپنی رحمت کو عنقریب ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو پرہیزگار ہیں اپنے مالوں سے زکوٰۃ دیتے اور ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔''

تقلید کے جائز نہ ہونے میں فاروق اعظم کے دو واقعات:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ وعظ ونصیحت فرما رہے تھے اور اس دوران میں آپ نے بیان کرتے ہوئے لوگوں خطاب کیا کہ لوگوں حق مہر زیادہ نہ باندھا کرو۔ اس بات اس مسئلہ کو مرد وعورتیں سب سن رہے تھے ایک خاتون پردہ سے بولی امیر المؤمنین جس معاملہ میں قرآن وسنت نے ہمیں پابند نہیں کیا آپ کون ہیں

ہمیں پابند کرتے ہو آپ فرمانے لگے اس کا ثبوت پیش کرو۔اس خاتون نے قرآن عظیم کا ایک مقام پڑھا۔

﴿وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا.﴾

(پارہ۴ رکوع۱۴)

ترجمہ:-''اور اگر ارادہ کرو تم بدلنا کسی بیوی کا جگہ کسی بیوی کے اور دو تم ایک ان کو ایک خزانہ پس نہ لو تم اس سے کوئی چیز کیا لو گے تم اس سے بہتان باندھ کر اور گناہ ظاہر۔''

جب یہ آیہ اس خاتون نے پڑی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ مجھ سے یہ خاتون ہی زیادہ عالمہ ہے۔محترم ایک نکتہ عرض کروں اگر کسی امام کی تقلید جائز ہوتی تو حضرت عمرؓ کو کبھی نہ ٹوکا جاتا اور ان کی بات کو مسترد نہ کیا جاتا اور اسی مجمع عام میں فاروق اعظم اپنی غلطی کا اعتراف نہ کرتے چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقام امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مقام سے بہت زیادہ بلند ہے۔مفسرین نے مسند امام احمد کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عورتوں کے مہر باندھنے میں زیادتی نہ کرو اگر دنیوی طور پر یہ کوئی بھلی چیز ہوتی۔یا خدا کے نزدیک کوئی تقویٰ کی چیز ہوتی تو تم سب سے پہلے اس پر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ عمل کرتے حضور ﷺ نے اپنی کسی بیوی یا کسی بیٹی کا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ مقرر نہیں کیا (تقریباً سوا سو روپیہ) انسان لمبا چوڑا مہر باندھ کر مصیبت میں پڑ جاتا ہے۔یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس کی بیوی اسے بوجھ معلوم ہونے لگتی ہے۔اور اسکے دل میں اس کی دشمنیں بیٹھی جاتی ہے اور کہنے لگتا ہے تو نے میرے کندھوں پر مشک لٹکوا دی۔یہ حدیث بہت سی کتابوں میں مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ایک حدیث میں ہے۔آپ نے یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ممبر نبوی پر کھڑے ہو کر فرمایا لوگو تم نے کیوں لمبے چوڑے مہر باندھنے شروع کر دیئے ہیں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام تو چار سو درہم

(تقریباً سو روپیہ) مہر باندھا ہے۔ اگر یہ زیادہ تقویٰ پرہیز گاری کا سبب ہوتا تو تم اسی طرف سبقت نہ لے جاتے خبردار آج سے یہ میں نہ سنوں کہ کسی نے چار سو درہم سے زیادہ حق مہر مقرر کیا ہے۔ یہ فرما کر آپ نیچے اترے تو ایک قریشیہ عورت سامنے آئیں اور کہنے لگیں امیر المومنین کیا آپ نے چار سو درہم سے زیادہ کے مہر سے لوگوں کو منع فرما دیا ہے' آپ نے فرمایا ہاں۔ کیا آپ نے خدا کا کلام جو اس نے نازل فرمایا ہے نہیں پڑھا۔ کہا وہ کیا ہے۔ کہا سنئے اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا﴾ ترجمہ:۔ ''اگر تم نے انہیں خزانہ بھی دیا ہو تب بھی نہ لو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے عمرؓ سے تو ہر شخص زیادہ سمجھدار ہے پھر آپ واپس ہوئے اور اسی وقت ممبر پر کھڑے ہو کر لوگوں سے فرمایا اے لوگو میں نے تمہیں چار سو درہم کے مہر کے زیادہ سے روک دیا تھا لیکن اب کہتا ہوں جو شخص اپنے مال میں سے مہر جتنا چاہے دے اپنی خوشی سے جتنا مہر مقرر کرنا چاہے کرلے میں نہیں روکتا۔

تاجدارِ مدینہ ﷺ کے انتقال پر ملال پر جب حضور ﷺ کی وفات کی خبر مشہور ہوئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں کہرام مچ گیا اور انتہائی پریشانی پھیل گئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر ایک مجمع میں فرمانے لگے جو شخص یہ کہے گا کہ حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں میں اس کا سر قلم کر دوں گا اور بڑے جوش میں یہ بات فرما رہے تھے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی سناسخ سے گھوڑے پر ہو کر مسجد نبوی میں تشریف لائے لوگوں کی حالت دیکھی بھالی اور بغیر کچھ کہے سنے حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر آئے یہاں حضور علیہ السلام پر حجرہ کی چادر اڑھا دی گئی تھی آپ نے چادر کا کونہ چہرہ مبارک پر سے ہٹا کر بے ساختہ بوسہ لے لیا اور روتے ہوئے فرمانے لگے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ پر دو مرتبہ موت نہیں لائے گا۔ جو موت آپ پر لکھی دی گئی تھی وہ آپ پر آ چکی ہے اس کے بعد پھر صدیق اکبر مسجد میں تشریف لائے اور دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ سنا رہے ہیں انہیں چپ کرا کر آپ نے لوگوں سے فرمایا:

﴿مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ. وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰه فَإِنَّ اللّٰه حَيٌّ لَا يَمُوْتُ﴾

ترجمہ:۔ ''لوگو جو آدمی حضرت محمد ﷺ کی عبادت کیا کرتا تھا بے شک حضرت محمد ﷺ فوت ہو چکے ہیں۔ اور جو آدمی اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتا تھا اللہ تعالیٰ زندہ ہیں کبھی فوت نہیں ہوں گے۔''

بعض روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خاموش ہونے کا کہا حضرت عمر اپنی لگن میں لگے ہوئے خاموش نہیں ہوئے صدیق نے دوبارہ کہنا نامناسب جان کر خطبہ دینا شروع کیا۔ اب جو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گرد جمع تھے وہ حضرت ابوبکر صدیق کے پاس آ گئے اور ان کا خطبہ سننا شروع کر دیا اب حضرت عمرؓ بھی صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی وفات کے ثبوت پر یہ آیہ کریمہ تلاوت کی

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ الخ﴾ (پارہ۴رکوع۶)

ایسے معلوم ہوتا تھا یہ آیہ کریمہ اب ہی نازل ہوئی ہے اگر باپ دادے کسی امام کسی ولی کی تقلید جائز ہوتی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہ روکتے نہ منع کرتے بلکہ فاروق اعظم کی تقلید کر کے خاموش ہو جاتے لیکن ایسا نہیں کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نزولِ قرآن وتدوین قرآن

اور اسلام کیا ہے

﴿وَقَالُوْ يَاأَيُّهَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ لَوْ مَاتَاتِيْنَا بِالْمَلٰئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ○ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْ اِذًا مُّنْظَرِيْنَ○ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ○ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ○ وَمَا يَاتِيْهِمْ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْ بِهٖ يَسْتَهْزِئُوْنَ○﴾ صدق اللہ العظیم.

(پارہ ۱۴ رکوع ۱)

ایک مسلمان ہونے کے ناطے سے اللہ کی کائنات میں اگر کوئی چیز قابل عمل ہے تو وہ صرف دو چیزیں ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی چیز ایسی نہیں جس کے پیچھے چل کے راہ ہدایت پا سکیں۔ ان دو چیزوں کے متعلق عرض کیا تھا کہ اللہ کے پاک پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنی زندگی کے بیشتر ایام میں یہ باتیں ارشاد فرمائیں تھیں۔ حجۃ الوداع کے خطبے میں جو بات سب سے واضح تھی جس طرح ہم کوئی بات لکھتے ہیں تو جو خاص بات ہوتی ہے اس پر Hading لگائی جاتی ہے یعنی جو ساری بات ہے اس کا یہ Main Point ہے تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جس بات پر سب سے زیادہ زور دیا تھا وہ بات یہ تھی ﴿تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ﴾ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں ﴿لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا﴾ جب تک ان دونوں کو تھامے رکھو گے یہ بات یاد رکھیں۔ دونوں تسمیہ ہیں اور جب دونوں میں سے ایک کو

چھوڑ دو گے تب بھی گمراہی آ جائے گی اور اگر دونوں چھوڑ دو گے تب بھی گمراہی آ جائے گی فرمایا تم کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے جب تک ان دونوں کو تھام کے رکھو گے پھر ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں کیا ہیں (ا) کتاب اللہ۔ اللہ کی کتاب اور دوسرا و سنت رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ طریقہ جو ساری زندگی رسول کریم ﷺ نے لوگوں کو کر کے دکھایا۔ یعنی صرف یہی دو چیزیں ہیں لیکن بدقسمتی سے جس معاشرے میں ہم بستے ہیں اور جن لوگوں کی روٹی صرف اسی بات سے چلتی ہے کہ وہ لوگوں کو فرقہ بندیوں میں مبتلا کر دیں۔ لوگوں کو پھاڑتے رہیں تا کہ ان کی طاقتیں بڑھتی رہیں وہ جو ہیں قرآن کے متعلق نبی کریم ﷺ کے فرامین کے متعلق لوگوں میں شکوک وشبہات ڈالتے ہیں۔ اور میں اللہ کی توفیق سے آپ کے سامنے وہ معلومات عرض کرتا چلوں میں یہ تو نہیں کہتا کہ میں آپ کو وہ بات بتاؤں گا جو آپ کے علم میں نہیں ہے۔ آپ کے سامنے زندگی کی دوڑ میں کوئی بھی شخص اگر قرآن کے متعلق کوئی بات کرے گا کہ قرآن اتنے سال بعد تدوین کیا گیا یا یہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں نہیں تھا یا بعد میں اس میں کچھ تبدیلی کی گئی اور اور جب آپ کے Knowledge میں آ جاتے ہوں گیں تو پھر کوئی شخص آپ سے بدتمیزی کی جرأت نہیں کرے گا۔ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔ مسند احمد میں یہ روایت موجود ہے ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور سے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایئے کہ اللہ نے انسانیت کی راہنمائی کے لئے کتنے نبی مبعوث فرمائے تھے۔ آپؐ نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ پھر آپ نے پوچھا ان میں صاحب کتاب کتنے تھے آپؐ نے فرمایا تین سو دس یا تین سو پندرہ اسلامی تاریخ میں عدد کی صورت میں ان کی معلومات نہیں ملتیں۔ چند کتابوں کا علم ہے جیسے تورات، زبور، انجیل ہے ان کے متعلق عرض کر کے اپنی بات کو آگے بڑھاؤں یہودیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ نے تورات کو تختیوں کی صورت میں پوری کی پوری چالیس دن میں نازل کی تھی۔ اور پھر انہوں نے یہ بات بھی کہی کہ ان میں سے چند تختیاں آتے ہوئے ٹوٹ گئیں تھیں اس لئے تورات مکمل نہیں ہے پہلے یہ

کہا کہ اللہ نے تورات پوری کی پوری چالیس دن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی تھی۔ پھر کہنے لگے کہ آتے ہوئے چند تختیاں ٹوٹ گئیں اخبارات میں آپ نے یہ پڑھا ہوگا کہ یروشلم میں جب بیت المقدس کے قریب کھدائی ہوئی تو ان تختیوں کے کچھ ٹکڑے دستیاب ہوئے ہیں۔ ان کا اب ترجمہ کیا جا رہا ہے یعنی انہوں نے اللہ کی کتاب کو مذاق بنالیا۔ اسی طرح زبور جو ہے ہماری معلومات کے مطابق اللہ کے پاک پیغمبر نے جو ارشاد فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ یہ حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی لیکن اب اس کے تحت عہد نامہ عتیق یا عہد نامہ جدید جو ہمیں ملتی ہے وہ اس کی بھی مختلف قسمیں ہیں۔ ہر آدمی دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی انجیل درست ہے لیکن اللہ نے جو کتاب یعنی قرآن مجید محمد رسول اللہ پر نازل کی وہ نہ تو ایک ہی مرتبہ نازل کی گئی اس کا معاملہ سب سے مختلف ہے اور نہ ہی اس کو تختیوں کی صورت میں نازل کیا گیا' بلکہ اس کا اندازہ ہی ایسا اختیار کیا گیا کہ کتاب کے ساتھ واقعات بھی اسی صورت میں محفوظ کئے گئے۔ اللہ نے ۶۱۰ء میں ایک رات نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غار حرا میں معتکف تھے تو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلی وحی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی اس میں پانچ آیتیں تھیں یہ سورۃ علق کی ابتدائی پانچ آیات تھیں۔

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ○ اِقْرَاْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ○﴾

(پارہ ۳۰' رکوع ۲۱)

یہ تو اگر یہ صرف آیتوں تک محدود ہوتا تو ممکن ہے کچھ لوگ بھول جاتے لیکن جو واقعات ساتھ ہوئے ان واقعات کا تقاضا یہ تھا کہ یہ واقعات بھول ہی نہیں سکتے۔ آپ نے بھی علماء سے سنا ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو بھی واقعات پیش آئے نبی کریم گھر آئے اور کہا مجھے چادر اوڑھا دو یعنی جو میرے ساتھ ہوا ہے وہ مجھے نقصان نہ پہنچا دے تو آپ کی زوجہ محترمہ جن کا نام حضرت خدیجہ ہے تو وہ کہنے لگیں کہ میرا چچازاد بھائی جس کا نام ورقہ بن نوفل ہے بہت بڑا عالم ہے اس کے پاس چلتے ہیں اور ان کو

بتاتے ہیں کہ ہمارے ساتھ یہ معاملہ ہے یہ کیا ہوا ان کے پاس جب جاتی ہیں تو وہ سارا واقعہ سنتے ہیں۔ اور بے اختیار بول اٹھتے ہیں کہ یہ وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ یعنی اب یہ ایک سارا واقعہ سامنے آ گیا اب یہ واقعہ موجود ہے اس کے بہت سارے شواہد موجود ہیں۔ ان شواہد کی موجودگی میں یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ پانچ آیتیں بھول جائیں۔ اس طرح ایک سال گذر گیا۔ یہ ساری باتیں ایسے ہی محفوظ تھیں۔ جیسے ہم ٹیلی ویژن پر کوئی پکچر دیکھتے ہیں ہمارے سامنے ساری چیزیں آ رہی ہیں۔ آج بھی پندرہ سو سال پہلے کے واقعات احادیث میں نبی مکرم ﷺ کے فرامین میں ہم پڑھتے ہیں تو ہمارے سامنے وہ ساری تصویر اسی طرح آتی ہے جیسے کوئی چیز ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ یہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اللہ نے ایسا طریقہ اختیار کیا چنانچہ پہلی وحی کے پورے ایک سال بعد سورۃ مزمل یا سورۃ مدثر کی آیات نازل ہویں بعض محدثین کا خیال ہے کہ سورۃ مزمل کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اسی طرح قرآن مجید وقتاً فوقتاً جس طرح واقعات آتے رہے نازل ہوتا رہا۔ قرآن کریم کی آیات کے ساتھ واقعات بھی لوگوں کے سامنے آتے رہے۔ پھر ایک اور کام نبی کریم ﷺ نے کیا یہ سیرت کی ایک کتاب المغازی جواب چھپ چکی ہے اس میں آتا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ پر کوئی آیت نازل ہوتی تو پہلے مردوں کے سامنے اسے تلاوت فرماتے پھر اس کے بعد عورتوں کی جماعت کے سامنے اسے بتایا جاتا اور پھر بتاتے کہ یہ جو فلاں آیت میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے یہ فلاں سورت کی فلاں آیت ہے اور کس آیت کے بعد آتی ہے۔ اور اس کو فلاں آیت کے بعد رکھنا اور اس وقت تقریباً تیرہ کاتب تھے جو باضابطہ طور پر دربار نبوی میں لکھتے تھے اور جو نبی کریم ﷺ ارشاد فرمایا کرتے تھے وہ لکھ لیا کرتے تھے۔ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں کہ اس وقت قرآن لکھا ہوا موجود نہیں تھا۔ سب سے پہلی شہادت کے بارے میں آپ نے وہ مشہور واقعہ سنا ہوگا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصے میں گھر سے باہر نکلے کہ میں حضور ﷺ کو قتل کر دوں گا تو راستے میں جاتے ہوئے جو بھی معاملات ہوئے اس کو

بتائے بغیر آگے چلتا ہوں کہ جب آپ بہن کے گھر گئے اور جو بھی معاملہ ہوا اس کے بعد آپ کی بہن نے آپ کے سامنے وہ مکمل لکھا ہوا مسودہ رکھا جس میں سورۃ درج تھی یہ سولویں پارے کی ایک سورت تھیں وہ پوری لکھی حضرت سعید رضی اللہ عنہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے جو لکھنا پڑھنا بھی جانتے تھے انہوں نے پوری لکھی ہوئی ان کے سامنے رکھی اور کہا کہ جو آیتیں نبی کریم ﷺ نے ہمیں دی تھیں وہ لکھی ہوئی تھیں اور ہم پڑھ رہے تھے۔ اور پھر جب بیعت عقبہ ثانیہ اور بیعت عقبہ اولیٰ ہوئی جو لوگ حج پر جاتے ہیں انہیں معلوم ہے کہ جسے ہم بڑا شیطان کہتے ہیں اسے جمرہ یمنہ کہا جاتا ہے اور جمرہ عقبہ کہا جاتا ہے اور جمرہ عقبہ کے پاس اس طرف منیٰ کی طرف منہ کر کے جب بائیں طرف دیکھیں تو ایک گھاٹی کے درمیان ایک وادی ہے وہ بڑی ویران سی جگہ ہے اس وادی میں حضور ﷺ لوگوں کو لے جاتے جب حج کے لیے لوگ آتے تو انہیں اپنی تعلیمات بتاتے کہ اللہ نے مجھ پر نبوت نازل کی ہے جب مدینہ کے کچھ لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تو آپ نے عطارد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کو اس وقت تک جو قرآن مکمل ہوا تھا اس کا مسودہ دیا تھا اور تاریخ میں یہ موجود بھی ہے پھر جب اس کے بعد مدینہ منورہ میں چلے گئے اللہ تعالیٰ نے فراوانی عطاء کی اور بہت سے لوگ مسلمان ہوتے رہے تو بہت سے لوگوں نے اگر ان کے پاس ہڈی موجود تھی تو وہ اس پر قرآن لکھ لیا اور اگر کسی کے پاس کاغذ موجود تھا یا کسی کے پاس جھلی موجود تھی یا کسی کے پاس کپڑا موجود تھا جیسے بھی کسی کی استطاعت تھی اگر وہ لکھنا جانتا تھا تو وہ لکھ لیتا اگر لکھنا نہیں جانتا تھا تو قرآن کو یاد کر لیتا حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آپؐ سے پہلے دس آیتیں سیکھتے جب تک وہ ہمیں یاد نہ ہو جاتیں اور یاد کرنے کے بعد جب تک ہم ان پر عمل نہ کر لیتے آگے نہیں چلتے تھے۔ یعنی وہ طریقہ اختیار کیا گیا جو پہلی کسی امت کے ساتھ نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح وقتاً فوقتاً ۲۳ سال کی مدت میں مختلف مواقع پر جیسے بھی موقعے آتے رہے قرآن کو ویسے ہی نازل کرتے رہے۔ اور اللہ کے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ لوگوں کو بتاتے رہے۔ تاریخ میں موجود

ہے کہ اللہ کے نبی جس سال اللہ کے حضور چلے گئے حدیث میں آتا ہے کہ آپؐ نے اس سے پہلے بلند آواز سے لوگوں کے سامنے تلاوت کی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ قرآن کے الفاظ کس طرح ہیں اس کی ترتیب کس طرح ہے اور لوگ آپ کے سامنے آپ کی بیان ہوئی چیز کو پیش کرتے آپؐ اس کی تکمیل فرماتے اور جن لوگوں نے قرآن زبانی یاد کیا ہوا تھا وہ آپ کے سامنے پڑھتے آپؐ اس کی درستگی فرماتے۔ علی ھذا القیاس۔

اسی طرح قرآن Complete ہوا۔ اللہ کے پیغمبر دنیا سے چلے گئے۔ حضرت ابوبکر کا وقت آ گیا۔ اس وقت جب نبی کریم ﷺ دنیا سے گئے تو چھبیس ایسے لوگ تھے جو پورے قرآن کے حافظ تھے۔ اور کچھ ایسے صحابہ تھے جن کو (۱) سورت (۲) سورت پچاس آیتیں یاد تھیں کسی کو دو سپارے اور کسی کو دس سپارے یاد تھے۔ لیکن پورے قرآن کے حافظ تھے ان میں سے پچیس مرد اور ایک عورت تھی جنؓ کا نام حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا تھا۔ پھر اس کے بعد لوگوں کا شوق بڑھا حافظوں کی تعداد بڑھتی گئی تو پھر حضرت ابوبکر کے زمانے میں بڑا عجیب واقعہ ہوا ایک شخص تھا جس کا نام مسیلمہ تھا اپنی قوم کا بہت بڑا سردار تھا۔ اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی سرکوبی کے لیے ایک لشکر روانہ کر دیا۔ اور یمامہ کے مقام پر ان دونوں گروہوں کی جنگ ہوئی اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی لیکن اس فتح کی مسلمانوں کو بہت بھاری قیمت ادا کرنی پڑی چھ ہزار مسلمان شہید ہوئے اور ان میں زیادہ تعداد حفاظ کی تھی۔ اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ فلاں حافظ بھی شہید ہو گیا اور فلاں حافظ بھی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جو اس وقت خلیفۃ المسلمین میں یہ عرض کرنے آیا ہوں اور میری عرض یہ ہے کہ ہم قرآن کو ایک مسودے کی شکل دے دیں۔ جو سرکاری مسودہ ہو اور لوگ اس سے استفادہ کر لیں۔ اور جس طرح پہلی امتوں نے اپنی کتابوں کو ضائع کر دیا اللہ نہ کرے کہ ہماری کتابوں کا بھی یہ حال ہو۔ آپ کو معلوم ہے کہ یمامہ کی جنگ میں بہت سے حافظ شہید ہو گئے

ہیں اور اگر اسی طرح شہید ہوتے رہے۔تو مجھے ڈر ہے کہ ہماری کتاب کا بھی وہ حال نہ ہو جو تورات اور انجیل کا ہوا ہے۔حضرت ابو بکر صدیق بڑے متبع سنت تھے کہنے لگے یہ کام نبی ﷺ نے نہیں کیا اور میں بھی نہیں کروں گا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دلائل دینے شروع کیے اور کہا کہ نبی کریم ﷺ نے لکھوایا تو ہے لیکن مسودہ نہیں بنایا۔ اور ہمیں اس کی ضرورت ہے آپؐ نے لکھنے کی ممانعت نہیں فرمائی آپؐ کا حکم موجود ہے کہ حضرت ابو نافع رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ میں بوڑھا آدمی ہوں بات کو بھول جاتا ہوں مجھے کچھ ارشاد فرمایئے میں جو کچھ آپؐ سے سنتا ہوں وہ میرے ذہن سے نکل جاتا ہے۔آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے دائیں ہاتھ سے مدد طلب کرو۔یعنی جو کچھ سنتے ہو اسے لکھ لیا کرو تو پھر حضرت ابو بکر صدیق نے ذرا انکار کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ پھر اس طرح کرتے ہیں کہ اپنے دونوں کے درمیان ایک ثالث مقرر کر دیتے ہیں۔وہ جو فیصلہ کرے گا ہم اس فیصلے کو قبول کر لیں گے تو حضور ﷺ کے کاتبین وحی میں سے ایک کاتب تھے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ یہ بڑے نیک، پارسا، متقی اور پڑھے لکھے انسان تھے۔ان کی خدمت میں حضرا بو بکر صدیق نے ایک شخص کو بھیجا کہ جاؤ حضرت زید بن ثابت کو بلا کے لاؤ۔جب وہ آئے تو حضرت ابو بکر نے اپنا مدعا بیان کیا۔اور حضرت عمر نے بھی، تو حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ میں نے پہلے حضرت ابو بکر کا ساتھ دیا کہ وہ جو فرماتے ہیں درست فرماتے ہیں۔لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے موقف پر دلائل دیئے تو حضرت زید خود فرماتے ہیں کہ میرا سینہ اللہ نے روشن کر دیا۔پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ میرا سینہ کھل گیا اور پھر میں حضرت عمر کی دور اندیشی کو بھا گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت عمر جو کہتے ہیں سچ کہتے ہیں۔پھر کہنے لگے کہ میں پھر اڑ گیا اور حضرت انس بن مالک اس حدیث کے راوی ہیں تو حضرت زید کہتے کہ میں کہنے لگا کہ امیر المومنین کو بھی اس کے ساتھ راضی ہونا چاہیے۔جب حضرت عمر کے دلائل سنے تو حضرت ابو بکر بھی مجھے قائل کرنے

لگے کہ نہیں زید یہ بات ہو جانی چاہیے۔ تو میں نے فیصلہ دیا کہ قرآن کی تدوین ہو جانی چاہیے اسے لکھ لینا چاہیے اسے ایک مسودے کی صورت میں محفوظ کر لینا چاہیے۔ تو پھر حضرت ابوبکر صدیق فرمانے لگے کہ زید یہ کام پھر تم ہی کرو گے۔ حضرت زید کہتے ہیں کہ اگر مجھے یہ حکم دیا جاتا کہ احد پہاڑ کو اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دو یا اس کی ساری مٹی اٹھا کر مدینے میں ڈال دو تو میں اس کام کو آسان سمجھتا برعکس اس کے کہ مجھ پہ جتنا بار قرآن کریم کی تدوین کا ڈال دیا گیا اور اللہ کی توفیق سے میں نے یہ کام شروع کر دیا اور اس کا طریقہ کار یہ وضع کیا گیا یہ بات بڑی غور طلب ہے عموماً منکرین حدیث یہ بات کرتے ہیں کہ ہم دو چار آدمیوں کی گواہی سے حدیث کو کیسے قبول کر سکتے ہیں۔ یاد رکھو قرآن بھی دو انسانوں کی گواہی پر ترتیب دیا گیا چنانچہ پانچ آدمیوں کا کمیشن بنایا گیا اس کے سربراہ حضرت زید بن ثابت تھے۔ طے یہ کیا گیا کہ جب بھی تمہارے پاس کوئی آدمی آئے جب تک دو آدمیوں کی گواہی نہ لے کر آئے اور وہ شہادتیں ایسی ہونی چاہیں اور وہ شخص قسم کھا کر یہ بتائے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی زبان اطہر سے یہ سنا تھا پھر اس کے بعد آپ کے سامنے عریضہ پیش کیا تھا آپؐ نے اس کی تطہیر فرمائی تھی۔ میں وہی مسودہ یا وہی چیز جو میرے سینے میں محفوظ ہے وہ آپ کو بتا رہا ہوں اب دو شہادتیں جو پاک باز انسانوں کی تھیں اور جو صحابہ کرام تھے اسلام کے مسافرین اول تھے۔ اور جن کے متعلق اللہ کا نبی خود کہتا ہے کہ یہ صحابہ آپ کے لیے ستاروں کی مانند ہیں۔ جو بھی آپ کے پیچھے چلے گا راہ ہدایت پا جائے گا۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے اپنی ساری زندگی اپنے مال اور اپنی جائدادیں اللہ کی راہ میں وقف کر دیں تھیں تو کیا ایسے لوگوں کے متعلق تصور کیا جا سکتا ہے کہ نعوذ باللہ وہ اللہ کے کلام کے ساتھ بددیانتی کریں گے۔ ایسے لوگوں کے لیے شرم کا مقام ہے جو یہ کہتے ہیں کہ دو آدمیوں کی گواہی کو کیسے تسلیم کر لیا جائے تو یہ بات تھی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بذات خود حافظ قرآن تھے۔ جب وہ دو آدمی گواہی دیتے تو ان کے ذہن میں بھی محفوظ ہوتا تھا۔ کہ یہ جو کہہ رہا ہے یہ واقعی قرآن میں ہے یا نہیں۔

علیٰ ھذا القیاس یہ ۹ مہینے بعض روایات میں ہے کہ گیارہ مہینے اور بعض روایات میں ہے کہ سال سے زیادہ عرصہ اسی طرح گزرا تھا۔ کہ یہ سارا قرآن ایک سال کی محنت کے بعد ترتیب دیا گیا کہ اس کمیشن کے سامنے ایک آدمی پیش ہوتا اسے جو بات یاد ہوتی یا اس نے لکھی ہوتی تو وہ پیش کرتا اور قسم کھا کر کہتا کہ میں نے یہ دوبارہ نبی علیہ السلام سے تصدیق کروائی تھی اور اس وقت تک اس کو نہ لکھا جاتا جب تک دو شہادتیں نہ آ جاتیں۔ اور تیسری شہادت اس کمیشن کے پانچ ممبروں کی ہوتیں جو پانچوں حافظ قرآن تھے۔ علی ھذا القیاس یہ سارا قرآن لکھ لیا گیا۔ حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں کہ میں نے الحمدللہ رب العلمین سے پڑھنا شروع کیا اور والناس تک پڑھا۔ لیکن ایک آیت ایسی تھی جو قرآن کریم میں نہیں تھی لیکن میرے ذہن میں محفوظ تھی میں نے نبی کریم سے سنی تھی اور دوبارہ تصدیق بھی کروائی تھی، لیکن لوگوں کی شہادتوں میں یہ بات موجود نہیں تھی۔ لیکن مہاجرین جو تھے جو ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے ان کے ایک ایک گھر میں گیا کہ فلاں آیت کے متعلق آپ کو کچھ معلوم ہے جو آنحضور علیہ السلام نے فرمائی ہو۔ کسی نے مجھے ہاں میں جواب نہ دیا۔ کہنے لگے پھر میں انصار کے گھروں میں گیا ایک ایک گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی گلیوں کو چھانا اردگرد مضافات میں گیا ایک صحابی ایسے تھے جنھوں نے کہا ہاں میں نے یہ آیت نبی کریم علیہ السلام سے سنی تھی۔ اب ایک اور مسئلہ پیدا ہو گیا کیونکہ اصول یہ بنایا گیا تھا کہ جب تک دو شہادتیں نہ ہوں لکھا نہیں جائے گا۔ لیکن آسمانوں کا مالک ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ (پارہ ۳، رکوع ۲) جو اگلی پچھلی ساری باتیں جانتا ہے۔ اس نے اپنی کتاب کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اس نے اس بات کا پہلے ہی بندوبست کر دیا تھا وہ کیا ایک صحابی تھے حضرت حذیمہ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ ایک بڑا عجیب واقعہ ہوا نبی کریم علیہ السلام نے اپنی زندگی میں امام ابن کثیر کہتے ہیں کہ ایک گھوڑا لیا ایک دوسری کتاب میں اونٹ کے متعلق آتا ہے بہر حال کوئی بھی جانور انہوں نے خریدا جس سے خریدا وہ ایک یہودی آدمی تھا اس سے خرید کے اسے کہا کہ میں پیسے تمہیں گھر سے ادا

کر دیتا ہوں اور اس کے ساتھ قیمت مقرر کر لی۔ جب واپس چلے تو رستے میں ایک دوسرا یہودی ملا یہ یہودی لوگ بڑے بدباطن ہوتے ہیں۔ ان کے ذہنوں میں کمینگی بھری ہوتی ہے یہ ہر وقت سوچتے رہتے ہیں کہ دوسرے کو ذلیل کس طرح کرنا ہے اس کمینے کے ذہن میں بھی یہی آیا کہ آج وقت ہے چنانچہ اس نے پوچھا کہ کیا بات ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی نے جواب دیا کہ انہوں نے مجھ سے جانور خریدا ہے اور میں ان سے پیسے لینے کے لیے ان کے گھر جا رہا ہوں۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذرا تیز چلتے تھے اور صحابہ کرام کہتے ہیں کہ ہم بھاگ کر ان کے برابر چلتے تھے۔ تو اسی طرح آپؐ ذرا آگے چلے گئے اور وہ یہودی دوسرے سے باتیں کرنے لگا تو اس یہودی نے سوچا کہ اس سے اچھا موقع نہیں مل سکتا اور پہلے والے یہودی سے کہا کہ میں اس سے اچھے داموں میں تمہارا گھوڑا خرید لوں گا تم صرف یہ کہہ دینا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی سودا نہیں کیا ویسے ہی میرا گھوڑا لے کر بھاگ رہے ہیں۔ تو وہ یہودی آپ کو اونچی آواز سے نام لے کر پکارنے لگا حالانکہ کسی مسلمان کی جرأت نہیں تھی کہ وہ ایسے بدتمیزی کرے اور وہ یہودی زور زور سے آوازیں دینے لگا کہ بھئی میرا جانور لے کے کہاں جا رہے ہو۔ آپ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ کیا بات ہے تم نے تو میرے ساتھ سودا کیا تھا تو اس نے کہا کہ میں نے آپ کے ساتھ کوئی سودا نہیں کیا آپ خواہ مخواہ میرا جانور لے کے جا رہے ہیں۔ جب اس طرح باتیں بلند ہوئیں تو لوگ جمع ہو گئے تو ان میں حضرت حذیمہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ کہنے لگے کہ جب یہ سودا ہوا تھا تو آپ دونوں کے درمیان کوئی دوسرا شاہد موجود نہ تھا۔ وہ کہنے لگا کہ اگر آپؐ کا اور میرا کوئی سودا ہوا ہے تو پھر آپ کوئی گواہی لے آئیں ہم مان لیں گے۔ وگرنہ آپؐ مجھ پر زیادتی کر رہے ہیں۔ یہ بہت بڑا معاملہ ہو گیا۔ تو حضرت حذیمہ جو وہاں کھڑے تھے اونچی آواز سے بولے اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے پاک پیغمبر نے اتنے میں ہی تجھ سے خریدا تھا۔ وہ بجائے اللہ کے پیغمبر کو رسوا کرنے کے خود رسوا ہو گیا تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حذیمہ چل پڑے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیمہ سے

پوچھا کہ مجھے ایک بات بتاؤ۔ کہنے لگا کیا یارسول اللہ علیہ ﷺ کہا جس وقت میرا اور اس کا سودا ہوا تھا تب تم تو موجود نہیں تھے اور تم نے کس طرح گواہی دے دی تو آپ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول آپ فرماتے ہیں کہ مجھ پر جبرائیل نازل ہوتے ہیں۔ ہم نے کبھی نہیں دیکھا آپؐ کہتے ہیں کہ اللہ مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے ہم نے کبھی نہیں دیکھا آپ قرآن کی آیتیں ہمیں بتاتے ہیں آپ جنت اور دوزخ کے بارے میں ہمیں بتاتے ہیں۔ ہم نے ان کو نہیں دیکھا ہم ان سب چیزوں پر ایمان لاتے ہیں۔ تو کیا آپ ایک چھوٹے سے جانور کے بارے میں جھوٹ بول سکتے ہیں۔ اس لیے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے یہ سودا اتنے میں ہی کیا ہوگا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آج کے بعد حذیمہ کی گواہی دو انسانوں کے برابر ہوگی۔ تو اللہ نے یہ مسئلہ پہلے ہی حل کر دیا۔ حضرت حذیمہ کی گواہی سورت توبہ کی آخری آیت تھی' حالانکہ اس میں ایسا کوئی حکم نیا موجود نہیں تھا۔ یہ آیت مندرجہ ذیل ہے۔

﴿لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَحِيْمٌ﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا ﴿فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ (پارہ۱۱' رکوع ۵)

یہ ایک آیت تھی۔ حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں کہ یہ میرے ذہن میں موجود تھی لیکن اس کا کوئی گواہ موجود نہیں تھا۔ اللہ نے یہ مسئلہ بھی حل کر دیا۔ پھر یہ مسودہ بلند آواز سے مسجد نبوی میں صحابہ کرام کی موجودگی میں پڑھا گیا اگر کسی کے ذہن میں کوئی بھی اشتعال ہے تو وہ بیان کرسکتا ہے۔ لیکن کسی کے ذہن میں کوئی اشتعال نہیں تھا۔ تو اس طرح حضرت ابوبکر صدیق کے دور میں اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو ایک مسودے کی صورت میں کر دیا۔ پھر یہ مسودہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ لوگ اس سے استفادہ حاصل کرتے رہے۔ پھر حضرت عمر کے پاس رہا۔ جس کے دل میں کوئی اشتعال ہوتا وہ قرآن کریم کی تلاوت سے اور اس کو دیکھ کر اپنے اشتعال کو رفع کرتا۔ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت آئی تو پھر حضرت حفصہ کے پاس

رہا اور حضرت عثمان نے لکھنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ وہ خود بھی حافظ قرآن تھے۔ پھر اسی طرح Step by Step قرآن چلتا ہوا ہمارے پاس آیا۔

اعوذ باللہ من شیطن الرّجیم

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

﴿وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ.﴾ صدق اللہ العظیم (پارہ۱۸' رکوع۱۳)

محترم جس پرفتن دور سے ہم گذر رہے ہیں ان میں ایک سادہ مسلمان جو ہے جس کے معلومات محدود ہیں۔ وہ حیران اور پریشان کھڑا ہے۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آتی کہ ہر طرف سے کہنے والے یہ کہہ کے بلاتے ہیں۔ کہ انا الحق میں حق ہوں جو میں کہتا ہوں وہ سچ ہے۔ لوگ جو کہتے ہیں وہ جھوٹ ہے۔ حتیٰ کہ اپنے جیسے مسلمانوں کو کفر تک فتویٰ دیتے ہیں۔ لوگوں کو اس بات کی ترغیب دیتے ہیں کہ اگر فلاں لوگ جن کے عقائد اس طرح کے ہیں اور فلاں نام سے پکارے جاتے ہیں ان کو قتل کر دو تو تم کو جنت مل جائے گی یعنی اسلام کے چہرے کو اس طرح مسخ کر کے پیش کیا جا رہا ہے کہ لوگ خوفزدہ ہو گئے ہیں کہ اس کا نام اسلام ہے۔ اگر کوئی آدمی اسلام کی چاہت میں آگے بڑھتا ہے تو اسے کچھ سمجھ نہیں آتی کہ میں کس کی بات کو تسلیم کروں اور کس کی بات سے انکار کروں۔ ہر آدمی قسمیں کھا کھا کر کہتا ہے کہ جو میں کہتا ہوں وہ سچ ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں وہ جھوٹ ہے۔ ان حالات میں ہمیں کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے ہمارے لیے کون سی راہ عمل ہونی چاہیے ہم کس کی بات کو سچ تسلیم کریں۔ کیسے ہم کہہ

سکیں کہ یہ جھوٹ بولتا ہے۔ یا کہہ نہیں سکتے تو کم از کم کس کی بات کو ترک کر دیا جائے ایسے حالات میں ایک مسلمان جس کے دل میں خلاص ہے۔ وہ واقعتاً صراط مستقیم کا طالب ہے۔ وہ پریشان ہے اسے کچھ سمجھ نہیں آتی کہ میں کیا کروں۔ تو سب سے پہلی بات یہ ہے کہ جو قرآن مجید ہے اس میں کوئی شک و شبے والی بات نہیں ہے اور اگر کسی کو شک ہے تو وہ نکال کے دیکھ لے۔ میری بات غلط ہو سکتی ہے۔ میں جو بات کہتا ہوں اس میں بے شمار غلطیاں ہو سکتیں ہیں۔ لیکن یہ قرآن Challange کرتا ہے کہ الم سے لے کر والناس تک اگر کسی کو غلطی کے معاملے میں شک ہے تو وہ نکال کے دیکھ لے۔ کسی لفظ کے حکم کے معاملے میں شک ہے تو وہ بھی نکال لے' لیکن یہ Impossible ہے کوئی شخص اس میں سے نہ کوئی غلطی نکال سکتا ہے اور نہ ہی کوئی نقص نکال سکتا ہے۔ اسں میں جو بھی حکم موجود ہیں- وہ فائدے کے ہو سکتے ہیں- نقصان کبھی نہیں ہو سکتا تو پھر کیوں نہ ہم اس قرآن کو پوچھ لیں- کہ جو حالات بنے ہوئے ہیں- اور جن کے سبب ہم پریشان ہیں- ہمیں کچھ سمجھ نہیں آتی کہ ہم کن کا ساتھ دیں- اللہ کی کتاب جس کے متعلق اللہ خود ہی فرماتے ہیں- کہ تمھیں جب بھی راہنمائی کی ضرورت ہو تو اس کتاب کو کھول کر دیکھ لینا یہ راہنمائی عطا کر دے گی تو پھر ہم کیوں نہ کھول کو اسی سے پوچھیں کہ اے اللہ کی کتاب! ان برے حالات میں ہماری راہنمائی کر کہ ہم کیا کریں- کیونکہ کوئی ہمیں کہتا ہے کہ اسلام کا نچوڑ فقہ حنفی میں ہے- اس کی طرف آؤ کوئی کہتا ہے کہ اسلام کا نچوڑ فقہ شافعی میں ہے اس کی طرف آؤ۔ کوئی حنبلی کوئی مالکی کوئی اپنے آپ کو اہل حدیث کوئی اہل سنت کہتے ہیں۔ بے شمار ناموں سے اپنے آپ کو پکارتے ہیں ہر آدمی کہتا ہے کہ میری طرف آؤ میں حق ہوں باقی سب جھوٹ ہیں' ان Circumstances میں انسان جائے تو کہاں جائے۔ اللہ نے جو کہا ہے کہ تم کامیابی کی طرف آؤ تم فلاح کی طرف آؤ تو وہ فلاح اور کامیابی کیسے مل سکتی ہے۔ تو ان حالات میں اللہ کی کتاب ہماری راہنمائی کرتی ہے کہ ﴿وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ یہ کہہ کر ایک لائن دے دی کہ اگر تم چاہتے ہو

کہ اللہ دنیا کے معاملات میں ہماری راہنمائی کر دے۔ اللہ ہمارے حالات کو سدھار دے۔ اے اللہ ہمیں صراط مستقیم پر چلا دے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دو۔ اور ساری باتوں کو چھوڑ دو۔ جو بھی آدمی آپ کے سامنے یہ بات رکھے کہ اسلام یہ کہتا ہے۔ آپ فوراً اس سے پوچھیے کہ اسلام نام ہے قرآن کا اسلام نام ہے محمد رسول اللہ کیفرمان کا اگر ان دونوں میں بات موجود ہے تو ہم اسے اسلام تسلیم کریں گے۔ ورنہ تیری بات کو اسلام تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ دنیا میں بے شمار لوگ ہیں۔ بڑے بڑے عالم اور بڑے بڑے متقی اور پرہیز گار لوگ ہیں۔ ان کا تقوی ان کی طہارت ان کا علم اپنی جگہ مگر ان کی بات اسلام نہیں ہوسکتی۔ اسلام صرف وہ ہے جو اللہ کے پیغمبر پر نازل ہوا' اور کامیابی بھی اسی کی ہوسکتی ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت پر اپنے آپ کو کمربستہ کرے' اگر ہمارے سامنے ایک بات کی جائے یا جو کام تم کر رہے ہو وہ ایک رسم ہے جو قرآن کا حصہ نہیں ہے تو اسے نہ کرو۔ تاہم یہ کہیں ﴿اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَآءَ نَا﴾ ہم نے تو اپنے باپ دادا کو اسی طرح پایا تو یہ جہالت کی بات ہے۔ قرآن اس کو تسلیم نہیں کرتا وہ کہتا ہے کہ اگر تمہارے باپ دادا نے کسی بے وقوفی میں یا لاعلمی میں کسی غلط راستے کو اختیار کر لیا۔ تو کیا تم بھی چلتے رہو گے یہ معیار اسلام کا نہیں ہے کہ چونکہ میں نے اپنے باپ دادا کو اسی راستے پر پایا ہے اور میں نے بھی اسی راستے پر چلنا ہے۔ دین اس بات کا نام نہیں ہے۔ دین میرا نہیں نہ کسی دوسرے کا یہ اللہ نے اتارا ہے۔ وہ قرآن میں موجود ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی اور ان کی سیرت میں قرآن موجود ہے اور اسی کا نام دین ہے اگر آپ راہ راست چاہتے ہیں تو پھر نکلیے ان فرقہ بندیوں سے اور جو بھی آپ کے سامنے بیان کرے کہ فلاں بات اس طرح ہے اگر وہ قرآن سے دلیل دیتا ہے بغیر کسی تاویل کے بغیر کسی حیل و حجت اور غلط بات کے اور صحیح طریقے سے قرآن کی آیت بتائے اس کا صاف ستھرا ترجمہ کرے آپ کو بات سمجھ آ جاتی ہے تو اسے تسلیم کریں۔ سمجھ آنے سے مراد صرف یہ نہیں ہے کہ آپ کو پسند آ گئی ہے تو آپ اسے تسلیم

کرلیں۔ اگر اشتعال ہے تو تحقیق کریں اور جو اصل مطلب ہے اس کو سن کر اس پر عمل کروں۔ دین خواہشات کا مطلب نہیں ہے کچھ لوگوں نے دین کو خواہشات کا طالب بنانے کی کوشش کی ہے۔ کہ جو من میں آیا جو چیز پسند آ گئی جو من کو بھا گئی اس کو تسلیم کر لیا اور جس کو اپنے من نے نہ مانا اس کو چھوڑ دیا کہ بھئی میرا دل نہیں مانتا میں کیسے تسلیم کروں، اگر ایسی کیفیت ہے تو پھر معلوم کرلیں کہ اللہ اسے کیا نام دیتے ہیں۔ جو آیت پہلے گذر چکی ہے اس میں اللہ مالک یہی فرماتے ہیں ﴿وَ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ﴾ کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ نے ہماری راہنمائی کے لیے جو کتابیں اتاری ہیں ہم ان کو تسلیم کرتے ہیں۔ جو بھی اللہ کہتا ہے وہ حق اور سچ ہے۔ لیکن جب عملی زندگی کا وقت آتا ہے تو پھر ان کی کیفیت کیا ہوتی ہے۔ کہتے ہیں ﴿وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ جب اطاعت کا وقت آتا ہے تسلیم کرتے ہیں۔ رسول سچے ہیں ان کی باتیں برحق ہیں یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ سچا ہے اس نے جو کتاب اتاری وہ بھی سچی ہے۔ یہ ساری چیزیں اپنی جگہ درست ہیں۔ لیکن جب اطاعت کی باری آتی ہے تو کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنی خواہشات کے پیچھے لگتے ہوئے یا اپنے آباؤ اجداد کے پیچھے لگتے ہوئے یا وہ جس فرقے کے ساتھ منسلک ہیں اس کے پیچھے لگتے ہوئے ﴿مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ اللہ اور اس کے رسول کی بات سے اعراض کر جاتے ہیں اللہ نے یہ حق نہیں دیا۔ اللہ نے تو یہ کہا

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ﴾ (پارہ ۲۲، رکوع ۲)

وہ شخص تو ایماندار ہو ہی نہیں سکتا اس میں ایمان ہے ہی نہیں وہ تو اپنے آپ کو مومن کہہ ہی نہیں سکتا کہ جس کے سامنے اللہ اور اس کے رسول کوئی فیصلہ صادر فرمائیں کہ تم نے تمام معاملات میں اپنی زندگی اسی طرح بسر کرنی ہے تو اسے کوئی اختیار نہیں کہ وہ کہے ایسے نہیں ایسے ہے کیونکہ جب اللہ کی طرف سے حکم نازل ہو جاتا ہے تو پھر اس کا اختیار

ختم ہو جاتا ہے جب پیغمبر کی بات سامنے آ جاتی ہے تو انسان کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنے من کی بات کو تسلیم کرے اپنے فرقے کے مولوی کی بات کو تسلیم کرے یا اپنی خواہشات کے پیچھے لگتا ہوا یا اپنے آباواجداد کے پیچھے لگتا ہوا ان باتوں کو ترک کر دے کہ یہ اختیار اللہ نے نہیں دیا۔ اگر ایک مسلمان صاحب ایمان ہے تو اسے پیچھے چلنا پڑے گا۔ آگے آتا ہے

﴿وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ﴾ (پارہ۱۸ رکوع۱۳)

جب بلایا جاتا ہے کہ بھئی اللہ اور اس کے رسول کی طرف آؤ تا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان جو جھگڑے ہیں جو اختلاف ہیں۔ ہم اللہ اور اس کے رسول سے فیصلہ کروا لیں۔ جو قرآن ہمیں کہے گا جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین ہمیں کہیں گے ہم اس کے مطابق فیصلہ کر لیتے ہیں۔ اگر میں غلط ہوں تو میں پیچھے ہٹ جاؤں گا اگر آپ غلطی پر ہیں تو آپ اپنی غلطی کو تسلیم کر لیں۔ اللہ کے رسول کے پیچھے لگ جائیں اسی میں ہماری فلاح ہے تو پھر کیا کہتے ہیں۔ ﴿اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ پھر یہی ہوتا ہے ایک فرقہ اعراض کر جاتا ہے بات کو تسلیم نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ بھئی تم اپنی جگہ درست ہو میں اپنی جگہ درست ہوں میں تمہیں تمہاری بات سے منع نہیں کرتا اور تم بھی مجھے نہ چھیڑو جہاں ہم ہیں درست ہیں۔ یہ بات غلط ہے ہمیں اس ذہنیت کو ختم کرنا ہوگا میں پھر یہ عرض کرتا ہوں کہ کسی عالم نے کسی پیشوا' کسی پیر' کسی امام کی بات کا نام دین نہیں دین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان باتوں کا نام دین ہے۔ جو اللہ نے ان پر اتاریں تھیں وہ قرآن کی صورت میں بھی موجود ہیں اور ان کی زندگی کے اعمال کی صورت میں بھی موجود ہیں۔ اگر ہم ان کو تسلیم نہیں کریں گے تو پھر ہمیں کس بات پہ فخر ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ اللہ کو تو ہمارا نام کچھ اور رکھنا چاہیے تھا اور اگر ہم قرآن کے فرامین کو بھی تسلیم نہیں کریں گے تو پھر قرآن کو ہمارا نام کچھ اور لکھنا چاہیے ﴿وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ﴾ جب انہیں معلوم ہوتا ہے کہ بات ہماری مخالفت کی ہے تو اعراض کرتے ہیں جب یہ معلوم ہو کہ اسلام ہمیں حق زیادہ دیتا ہے تو پھر بڑے تابعدار بن کے آ

جاتے ہیں کہ میں بڑا فرمانبردار ہوں میں بڑا پکا مسلمان ہوں۔ میں اسلام کی بات کو تسلیم کرتا ہوں فرمایا ﴿اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ کیا ان کے دلوں میں کوئی بیماری ہے جو بات کو تسلیم نہیں کرتے اگر کچھ کھانے کے لیے ہو تو پھر بھاگ پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں لیکن جب اسلام کسی چیز سے منع کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہمارا دل نہیں مانتا اگر اسلام ہماری خواہشات کے خلاف فیصلہ کرتا ہے تو پھر ہم اسلام کے احکامات کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ فرمایا ان کے دلوں میں بیماری ہے۔ ﴿اَمِ ارْتَابُوْٓا اَنْ یَّخَافُوْا اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ یا یہ جو دعویٰ کرتے ہیں یا ان کے دلوں میں یہ چیز چھپی ہوئی ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف فیصلہ کریں گے کہ کیا وہ ہمارے ساتھ ناحق کوئی فیصلہ کر دیں گے۔ ﴿اَنْ یَّخَافُوْا﴾ ہماری خواہ مخواہ مخالفت کر دیں گے۔ ہمارے معاملات میں ہمیں ذلیل و رسوا کر دیں گے کیوں تمہارے دلوں میں یہ بیماری پہنچ گئی ہے۔ اگر اثر سچا ہے اور اگر ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ اللعالمین سمجھتے ہیں۔ وہ ہمارے اوپر سارے جہانوں سے زیادہ رحمت کرنے والے ہیں۔ ہمارے لیے راتوں کو کھڑے ہو کے اجتماعی دعا میں اللہ کے عذاب سے بچنے کی دعا کرتے ہیں وہ ہمارے لیے بہت زیادہ حریص ہیں

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ (پارہ ۱۱ رکوع ۵)

یہ قرآن کہتا ہے اللہ ان کی کیفیت کو بیان کرتے ہیں کہ وہ بڑے ہی عزیز ہیں بڑے ہی پیار کرنے والے ہیں۔ اگر ہم سے اتنا پیار کرتے ہیں تو وہ ہمارے خلاف کیسے فیصلہ دے سکتے ہیں تو پھر یہ لوگ کیوں سوچتے ہیں کہ رسول کا فیصلہ ہمارے خلاف ہو جائے گا پیغمبر یا اللہ کسی کے خلاف فیصلہ کر کے ظلم نہیں کرتا۔ بلکہ یہ لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ کہ پیغمبر اور اللہ کی بات نہیں مانتے اب ہمارے اس دور میں کہ ہم نے کیا کرنا ہے صراط مستقیم ہمارے سامنے ہے اور ہمیں اس پر چلنا ہے اور اسی راستے کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ میں جس دین کو تم میں چھوڑ کے جا

رہا ہوں اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس کی راتیں بھی دن کی طرح روشن ہیں۔ جو آدمی اس خالص دین کو حق دین کو پانا چاہے گا اس کے لیے رات کا اندھیرا بھی کوئی مسئلہ نہیں بنے گا۔ اسے حق مل جائے گا۔ لیکن جو آدمی حق کا طالب ہی نہیں ہو گا جس کے ذہن میں یہ ہے کہ میں جس کو پڑھ رہا ہوں وہی درست ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں وہ درست نہیں ہے اسے حق نہیں ملے گا' تو اللہ تعالیٰ ایک ایسے شخص کو جس کے دل میں ایمان داخل ہو چکا ہے۔ اس کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ایک مومن کو ایک مسلمان کو ایک اللہ کے اطاعت گذار کو تو ایسے ہونا چاہیے۔ کس طرح فرمایا:

﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ لِيُحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

(پارہ ۱۸/رکوع ۱۳)

ایک ایماندار آدمی جو اپنے آپ کو ایماندار سمجھتا ہے جس کا ایمان صحیح ہے اس کی کیفیت تو یہ ہونی چاہیے کہ جب بھی اس کے سامنے اللہ اور اس کے رسول کی بات کی جائے کہ بھئی آؤ اللہ اور اس کے رسول سے اپنے معاملات کا فیصلہ کروالو۔ وہ جس بات کا حکم دیں اس کو تسلیم کرلو۔ جس بات سے روکیں اس سے رک جاؤ۔ اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ ﴿اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا﴾ کہ ہم نے اللہ کی بات کو سن لیا سَمِعْنَا ہم نے پیغمبر کے احکامات کو سن لیا اَطَعْنَا ہم اسی کو سنیں گے اور کسی طرف نہیں جائیں گے۔

محترم یہ یاد رکھیں کہ جب یہ آیت اتری کہ تم اپنے مولویوں کو اپنے صوفیوں رب بناتے ہو تم ان کو بہت بڑا رب تسلیم کرتے ہو تو اس وقت حاتم طائی جو کہ عرب کا بہت بڑا سردار تھا۔ ان کے بیٹے ابی بن حاتم جو کہ مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ لوگ اپنے بچوں کو جب پڑھاتے ہیں تو ان کو معلومات بہت زیادہ دیتے ہیں یہ بڑے ذہین اور عالم تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے لگے یا رسول اللہ آپؐ نے فرمایا تھا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے مولویوں اور صوفیوں کو رب سمجھتے ہو لیکن ہم تو نہیں سمجھتے رسول کریم نے فرمایا کہ ابی تم یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے

علماء سے کوئی شخص تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ یہ بات حرام ہے تم کہتے ہو کہ ٹھیک ہے حرام ہے اگر وہ حکم دے کہ فلاں کام حلال ہے تو تم اپنی طرف سے کبھی یہ تحقیق نہیں کرو گے کہ یہ اس نے اپنی طرف سے حکم دیا ہے یا اللہ کی طرف سے ہے۔ تو اگر تم اپنے عالم کی یہ بات تسلیم کرلو گے جس کو وہ حلال کہے گا اگر وہ حرام کہے گا تو تم حرام سمجھو گے تو اسی کو تو رب ماننا ہے تو کہنے لگے یہ کام تو ہم کرتے ہیں۔ تو فرمایا کہ عالم نے جو بات بتائی تو اگر ہم نے تسلیم کرلیا اور کہا کہ اب عالم جانے اور اس کا رب جانے۔ فرمایا ایسے نہ کرو۔ بلکہ عالم نے جو بات بتائی اس کی تحقیق کرلیا کرو۔ وہ جو بدبختی کر رہا ہے وہ جو جھوٹ بول رہا ہے' اس جھوٹ کا عذاب تو وہ بھگتے گا لیکن ذمے دار آپ لوگ بھی ہوں گے کیونکہ اللہ نے آپ کو شعور عطا کیا اگر آپ دنیا کے سارے معاملات میں تحقیق کرتے ہیں۔ معاملات کی چھان بین کرتے ہیں۔ بیٹے اور بیٹی کی شادی کے لیے سارا ملک چھان مارتے ہیں۔ اپنے گھر کا سودا سلف خریدنے کے لیے سارا بازار پھرتے ہیں۔ تو کیا دین کا معاملہ ہی ایسا ہے کہ جس نے جو بتایا اس کی بات کو سچ تسلیم کرلیا۔ حالانکہ قرآن میں اللہ نے وعدہ کردیا۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾

اے لوگو پیغمبر کی امت جو تم ایمان کا دعویٰ کرتے ہو۔

﴿إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (پارہ ۱۰ رکوع ۱۱)

مولوی اور صوفی لوگوں کا مال کھانے کی خاطر اللہ کا راستہ بتانے کے بجائے اللہ کے راستے کو روک دیتے ہیں۔ ہمارے اوپر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ جب بھی کوئی بات کرتا ہے تو اس سے پوچھیے کہ تم جو بات کہتے ہو کیا آیا اللہ کے پیغمبر کا فرمان ہے یا اللہ کا فرمان ہے اگر اللہ کے پیغمبر نے ارشاد فرمائی تو بھی حق ہے اور اگر اللہ نے ارشاد فرمایا تب بھی حق ہے اگر نہیں تو اسے پوچھنا چاہیے کہ تمہیں کس نے حق دیا ہے کہ دخل اندازی کرو۔ دین میں دخل دینا تو اللہ کے پیغمبر نے گوارا نہیں کیا کیونکہ اللہ نے کہا ہے

کہ جو میں کہوں فقط وہی کہنا ہے ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ﴾ اے پیغمبر! اگر تو اپنی طرف سے کوئی بات کہہ کے یہ کہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ سورت الحاقۃ ۲۹ پارہ آخری آیات اپنے گھروں میں قرآن کھول کر ان آیات کا ترجمہ دیکھیے ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الاَقَاوِيْلِ﴾ یہ واقعہ یوں ہوا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک دن کہنے لگے میں سنوں تو سہی کیا کہتے ہیں۔ بیت اللہ کا غلاف پکڑ کے اس کی اوٹ میں ہوتے ہوئے آپؐ کے قریب گئے جب سنا تو آپؐ پڑھ رہے تھے۔

﴿خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ﴾ (پارہ۲۹ رکوع ۵)

یعنی یہ سات الفاظ آخر میں ایک جیسے مل رہے ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ یہ تو شاعر لگتے ہیں۔ اب دیکھیں اللہ اسی وقت جواب دیتا ہے ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ﴾ یہ ہمارے بڑے باعزت رسول کی بات ہے غور سے سنو یہ شاعر کی باتیں نہیں ہیں۔ یہ اللہ کا کلام ہے تو فوراً دل میں خیال آیا سید عمر رضی اللہ عنہ جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے مکے کے بڑے دانے لوگوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ فوراً دل میں خیال آیا کہ انہوں نے میرے دل کی بات ڈھونڈ لی یہ تو کاہن ہیں' پھر رسول کریم نے ﴿وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ﴾ یہ کاہن کی بات بھی نہیں ہے۔ تم میں سے کم ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔ پھر آگے فرمایا ﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ﴾ اگر تم کوئی بات اپنی طرف سے کر کے یہ کہو کہ اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے ﴿لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ﴾ ہمیں دائیں طرف لٹا دیں گے ﴿ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ﴾ تمہاری شہ رگ کو کاٹ دیں گے ﴿فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ﴾ کون ہے جو دنیا میں مجھ سے پوچھے کہ اللہ تم نے کیا کیا۔ اگر اللہ نے قانون کو بنانے میں حرام کو حرام کہنے میں حلال کو حلال کہنے میں پیغمبر کو اختیار نہیں دیا تو ایک مولوی کا اختیار کیسے ہوسکتا ہے کہ ایماندار کو کیسے اختیار حاصل ہوسکتا ہے بالکل نہیں ہوسکتا اگر اختیار ہے تو صرف اللہ کا ہے جو ہم سب کا مالک

ہے وہ اللہ کہتا ہے۔

﴿وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

(پارہ ۲۸ رکوع ۴)

جو یہ میرا پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ تمہیں عطا کرے وہ لے لو جس بات سے روکے اس سے رک جاؤ کیونکہ یہ جو بھی کہتے ہیں یہ میری طرف سے ہوتا ہے۔

﴿وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی﴾ (سورہ النجم)

یہ اپنی زبان سے کچھ نہیں بولتے جو میں کہتا ہوں وہی ہوتا ہے۔ صرف دنیا میں ایک ذات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ جن کو کہتا ہے کہ Ideal بنالو ﴿لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ اور کوئی ذات ایسی نہیں جس کو آئیڈیل بنا کے ہم ان کے پیچھے چل سکیں صرف ایک ذات ہے جن کا نام حضرت محمد ﷺ ہے۔ اگر ہم راہ راست کو پانا چاہتے ہیں تو وہ بالکل روشن ہے اور ہمارے سامنے ہے اللہ بھی یہ کہتا ہے کہ ایک مومن کی کیفیت ہی یہ ہونی چاہیے کہ جب اس کے سامنے اللہ اور اس کے رسول کی بات کی جائے تو وہ یہی کہے کہ سَمِعْنَا میں نے سن لیا وَاَطَعْنَا میں نے اطاعت کی میں نے اسے مانا سننا ہی نہیں ماننا بھی ہے صرف یہ ہی نہیں سن لیا بھئی تسلیم کر لیا اس کی اطاعت کرنی ہے اس پر چلنا ہے اطاعت کا مطلب ہے پیچھے پیچھے چلنا جو انہوں نے کہا ہے وہی کچھ کرنا ہے اور یہ بھی بات یاد رکھیں کہ ایک اور بات ہمیں بتائی جاتی ہے کہ اگر کوئی آدمی کوئی کام کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ کونسا غلط کام کرتا ہے یہ قرآن تو پڑھ رہا ہے آپ کیوں روکتے ہیں آپ اس طریقے سے کیوں منع کرتے ہیں۔ یہ قرآن ہی تو ہے تو محترم میں ایک بات عرض کرتا ہوں تو آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں بخاری اور مسلم دونوں کتابوں میں یہ روایت موجود ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ تین شخص تھے۔ وہ اللہ کے پیغمبر کی ازواج کے پاس آئے زوجہ محترمہ آپ مکان

میں تھیں ان کے پاس آئے اور پوچھنے لگے کہ اللہ کے پیغمبر کی عبادات کے متعلق بتائیں کہ وہ کیا عبادات کرتے ہیں۔ جو اللہ کے پیغمبر دن کو رات میں عبادت کرتے تھے وہ ان کو بتایا کہ رات کو اس طرح عبادت کرتے تھے اور دن کو اس طرح پھر انہوں نے روزوں کے متعلق پوچھا تو پھر آپ کی زوجہ محترمہ نے روزوں کے متعلق بتایا۔ پھر دنیاوی معاملات کے بارے دریافت کیا۔ انہوں نے وہ بھی بتادیا۔ جب بتایا تو تینوں کہنے لگے۔ کہ اللہ کے پیغمبر تو ایسی پاکباز ہستی تھے کہ اللہ نے ان کے اگلے پچھلے سارے گناہوں کو معاف کر دیا ہمارا ان کے ساتھ کیا جوڑ؟ وہ اللہ کے پاکیزہ بندے ہیں ہم گناہ گار لوگ ہیں ہمیں ان سے زیادہ کرنا چاہئے۔ چنانچہ ایک کہنے لگا کہ میں ساری رات اللہ کی بارگاہ میں قیام کیا کروں گا اب یہ بات غلط تو نہیں ہے کہ میں ساری رات اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہو کر نماز پڑھا کروں گا دوسرے نے کہا کہ میں ساری زندگی کبھی بھی روزہ افطار نہیں کروں گا ہمیشہ روزے سے رہوں گا اب روزہ رکھنا بری بات تو نہیں ہے اس سے اچھا عمل بھی کوئی نہیں تیسرا کہنے لگا کہ نفس کی خواہش کے پیچھے لگ کے انسان برباد ہو جاتا ہے میں ساری زندگی شادی نہیں کروں گا میں اپنی خواہش کو کچل دوں گا میں راہب بن جاؤں گا یہ تینوں کہہ کے چل پڑے تھوڑی دیر بعد نبی کریم ﷺ گھر آتے ہیں۔ آپ کی بیویوں میں سے ایک بیوی کہتی ہے کہ اے اللہ کے پاک پیغمبر فلاں فلاں تین شخص آئے تھے انہوں نے آپ کی عبادات اور معاملات کے بارے میں پوچھا کہ آپ کس طرح اپنی عبادات بجالاتے ہیں ہم نے فرمایا دیا پھر انہوں نے سننے کے بعد اس اس طرف کے الفاظ فرمائے آپؐ نے ساتھی کو حکم دیا کہ فلاں فلاں آدمیوں کو بلا کے لاؤ وہ تینوں آدمی آ گئے حضور ﷺ نے پوچھا کہ کیا آپ نے یہ کلمات کہے ہیں۔ یعنی کہ تحقیق کی کہ کیا آپ نے یہ کلمات کہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ہم سمجھتے ہیں کہ آپؐ ایک پاکباز انسان ہیں۔ اللہ نے آپ کی ساری خطاؤں کو معاف کر دیا۔ ہمارا اور آپ کا کیا جوڑ ہمیں کچھ زیادہ کرنا چاہیے حدیث میں آتا ہے۔ کہ آپ کا چہرہ متغیر ہونا شروع ہو گیا آپؐ نے فرمایا کہ میں رات کو اللہ کی

عبادت بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور دنیا میں مجھ سے زیادہ کوئی بھی خدا کی عبادت کرنے والا نہیں ہے میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، دنیا میں مجھ سے زیادہ کوئی بھی اللہ کی بارگاہ میں روزہ رکھنے والا نہیں ہے۔ میں نے شادیاں بھی کی ہیں اور دنیا میں مجھ سے زیادہ کوئی بھی پاکباز انسان نہیں ہے تو تمہیں کس نے حق دیا ہے کہ تم اللہ کے رسول سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ فرمایا ﴿فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِی فَلَیْسَ مِنِّی﴾ جس نے میرے پیچھے چلنے سے انکار کیا اور آگے بڑھنے کی کوشش کی یا میری سنت چھوڑ کر کوئی اور طریقہ اختیار کرنے کی کوشش کی فرمایا وہ مجھ سے ہے ہی نہیں میری امت کا فرد ہی نہیں اب یہ معاملہ نماز کا ہے، روزے کا ہے، خواہشات کو کچلنے کا ہے، اب کون سی بات ہے جو غلط کی تھی انہوں نے۔ لیکن یہ مندرجہ بالا باتیں اللہ کے رسول کے احکامات اور فرامین کے مطابق نہیں تھی ان کے پیچھے چلنے کی بجائے آگے بڑھنے کی کوشش کی تھی۔ اس معاملے میں اللہ نے بھی ہمیں ڈرایا ہے۔ کہ ﴿یَاأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ اے ایمان کا دعویٰ کرنے والا۔

﴿لَا تُقَدِّمُوْ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ اللّٰه﴾ (پارہ ۲۶، رکوع ۱۳)

اور اس کے رسول کے آگے مت بڑھنا۔ نہ عبادات میں نہ معاملات میں، بلکہ کسی بھی معاملے میں آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا بلکہ پیچھے پیچھے چلنا جو انہوں نے کہا ہے وہ کرنا۔ پھر تمہیں ہدایت ملے گی اگر ایسا نہیں کرو گے تو پھر یاد رکھنا ﴿وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا﴾ جس نے بھی اللہ اور اس کے معصیت کی ان کی نافرمانی کی ان کا حکم آنے کے باوجود ان کی بات کو تسلیم نہ کیا فرمایا تو وہ بہت بڑا گمراہ ہے۔ تو اللہ ایک مومن کو ایک مومن اور ایک مسلمان کو اس طرح کا دیکھنا چاہتا ہے۔ تو عبادات کے معاملے وہ دیکھے کہ اللہ کے رسول نے کس طرح کی تھیں۔ تو اگر اس کے دنیا کے معاملات ہیں اور وہ اس میں راہ راست کو پانا چاہتا ہے تو وہ دیکھے کہ اللہ کے پیغمبر بھی ایک تاجر تھے انہوں نے زمین کو بھی پھاڑا تھا یعنی زمین داری بھی کی تھی، انہوں نے دنیا کے ساتھ رشتے ناطے بھی کئے تھے۔ وہ ساری زندگی کے

معاملات میں دنیا کے ساتھ رہے تھے۔ جس طرح ہمارے معاملات ہوتے ہیں ہم اپنی بیٹیوں کی شادیاں کرتے ہیں۔ ہم اپنے رشتے ناطوں کو نبھاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کے پیغمبر نے بھی یہ سارے رشتے نبھائے تھے۔ ہم زندگی کے کسی بھی معاملے میں اگر راہنمائی چاہتے ہیں تو وہ ملے گی کیونکہ اللہ کی بات جھوٹ نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ الخ﴾

(پارہ ۶، رکوع ۴)

یعنی نبی کریم ﷺ کی زندگی میں کئی سال تک نَجْمًا نَجْمًا دین اترتا رہا۔ ایک دن فرمایا کہ آج دین مکمل ہوگیا ہے تو آج کے بعد اس میں نہ کوئی چیز داخل کی جاسکتی ہے اور نہ نکالی جاسکتی ہے۔ ﴿وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ﴾ میں نے اپنی ساری نعمتیں پوری کردی ہیں۔ جو چیزیں حلال کرنی تھیں وہ حلال کردیں اور جو چیزیں حرام کرنی تھیں حرام کردیں۔ تو اگر اللہ نے نعمتیں عطاء کردیں ہیں تو پھر ہم کون سی چیزیں تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے بہت ترقی کی لیکن جب قرآن کھول کر اس کو پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو قرآن چودہ سو سال پہلے وہ باتیں بتاتا ہے جو یہ آج بتارہے ہیں۔

تو محترم! یہ دو چیزیں ہیں۔ ایک اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید اور دوسری نبی کریم ﷺ کی سنت اور وہ احادیث جو آج بھی اسی صورت میں موجود ہیں جس طرح اس وقت تھیں لیکن کچھ لوگ آج بھی غلط فہمی ڈالتے ہیں کہ تدوین حدیث احادیث کی تدوین تین سو سال بعد کتابی شکل میں لائی گئی۔ حالانکہ یہ بہت بڑا جھوٹ ہے میں جذباتی بات نہیں کرتا اگر اللہ نے زندگی عطا کی تو بتاؤں گا کہ یہ قرآن جو ہے یہ کیسے نازل ہوا۔ اس کی تدوین کیسے ہوئی۔ اس وقت سے لے کر آج تک اس کا سفر کیسے چلا کس طرح یہ غلطیوں سے پاک ہے پھر یہ بتاؤں گا کہ اللہ کے پیغمبر کی حدیث کس طرح تدوین ہوئی کیسے لکھی گئی اور یہ کیسے اس وقت سے لے کر چلتی آئی۔ اور کس طرح ان

علما نے ان بزرگوں نے اللہ ان کی قبروں کو منور فرمائے جنھوں نے جھوٹ اور سچ کو الگ Seprate کر دیا۔ آج ایک آدمی جو پڑھا ہوا ہے یا نہیں پڑھا ہوا وہ عربی جانتا ہے یا نہیں وہ حدیث کی کوئی بھی کتاب کھول کے دیکھ سکتا ہے کہ اس کے بعد کسی محدث نے لکھا نہیں بلکہ ہزاروں سال پہلے لکھ دیا تھا یہ الفاظ نبی ﷺ کے ہیں۔ اور یہ جو درمیان میں لفظ ہیں یہ نبی ﷺ کے نہیں ہیں۔ اتنی احتیاط کی تھی انہوں نے احادیث کو لکھنے میں۔ پھر بتاؤں گا کہ جس طرح قرآن ایک بتدریج کتاب ہے اسی طرح نبی ﷺ کے افعال بھی اسی طرح محفوظ ہیں۔ جس طرح قرآن کی آیات محفوظ ہیں۔ تو پھر جب ہم دیکھ لیں گے کہ ہر چیز ہمارے سامنے محفوظ ہے تو پھر ہم اس سے راہنمائی لے سکیں گے اور اس راہنمائی کے لئے ہمیں ایک لحہ بھی تاخیر نہیں کرنی چاہیے اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ واخر الدعوانا عن الحمد للہ رب اللعالمین۔

قرآن کریم کیسے محفوظ ہوا حدیث کی تصدیق

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنَ الرَّجِیم

بِسْم اللّٰه الرَّحمان الرَّحِیم

﴿وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَاءَ نَا اَوْ لَوْ کَانَ اٰبَاؤُهُمْ لَایَعْلَمُوْنَ شَیْأً وَّلَا یَهْتَدُوْنَ ۝﴾ صدق اللّٰه العظیم. (پارہ ۷رکوع ۴)

محترم! گزشتہ واقعات میں اسلام کی بنیاد جن دو چیزوں پر ہے ایک اللہ کی کتاب قرآن عظیم اور ایک نبی علیہ ﷺ کا وہ طریقہ جو آپ نے اپنے ساتھیوں کے سامنے Practicaly کر کے دکھایا تھا۔ قرآن نے بے شمار جگہوں پر انہی دونوں چیزوں کو بتایا ہے اگر کوئی بھی شخص طلب پانی چاہتا ہے۔ اگر کوئی شخص صراط مستقیم پر چلنا چاہتا ہے کوئی شخص گمراہی سے بچنا چاہتا ہے تو اس کے لئے صرف ایک راہ ہے۔ وہ کتاب و سنت کی راہ ہے اور ان دونوں کے متعلق مسلمانوں میں کچھ لوگ اور غیر مسلموں میں سب لوگ جو اعتراضات کرتے تھے میں نے اللہ کی توفیق سے بتدریج آپ کے سامنے عرض کیے کہ یہ سب کے سب اعتراضات باطل ہیں۔ اگر کوئی قرآن کی تدوین کے متعلق اعتراضات کرتا ہے تو وہ ساری تفصیل میں نے آپ کے سامنے عرض کی اگر قرآن کے الفاظ کے متعلق کوئی اعتراض کرے تو میں نے ایک ایک لفظ کے متعلق یہ بات عرض کی تھی۔ کہ آج سے پندرہ سو سال پہلے سے لے کر آج تک جس طرح حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر قرآن عظیم اترا تھا اسی طرح آج اگر کوئی قرآن مجھ جیسے گناہ گار کے سامنے ہے تو اس میں اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور یہ کوئی جذباتی بات نہیں تھی بلکہ دلائل کے ساتھ عرض کیا تھا۔ کہ ہر زمانے میں اور ہر دور میں

بے شمار لوگوں نے اس پر حملے کی کوشش کی۔ لیکن اللہ نے ہمیشہ اس کی حفاظت فرمائی۔ اسی کے ساتھ ساتھ قرآن وسنت کا جو دوسرا ماخذ نبی ﷺ کے افعال ان کے اعمال اور ان کے احکام جن کو حدیث کا نام دیا جاتا ہے۔ جس طرح اللہ مالک نے اپنی کلام کی حفاظت کی اسی طرح جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے عمل کی، ان کے حکموں کی، ان کے معاملات کی بھی اسی طرح حفاظت فرمائی۔ اگر آج پندرہ سو سال بعد کوئی شخص اپنی زندگی کے کسی بھی معاملے میں یہ دیکھنا چاہے کہ میں راہ ہدایت جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہے اس میں آپ سے یہ بات لوں آپ نے اپنی زندگی اس معاملے میں جس میں میں پھنسا ہوا ہوں۔ آپ نے کس طرح اس کو حل کیا۔ ہم بالکل واضع انداز میں وہ تصویر اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں پڑھ سکتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ان مشکلات میں جس میں بھی کوئی بھی ہو۔ جس میں اور آپ یا دنیا کا کوئی بھی مسلمان پھنسا ہوا ہے۔ وہ کس طرح نکل سکتا ہے وہ کس طرح سب کچھ کر سکتا ہے یہ ساری چیزیں ہمارے پاس موجود ہیں اور جن لوگوں نے ہم تک پہنچائی وہ بھی آپ کے سامنے بتدریج عرض کی تھی کہ اللہ مالک نے جس طرح اپنی کتاب کی حفاظت فرمائی۔ اسی طرح اس امت کے پاکباز لوگوں کے ہاتھوں نبی مکرم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ جو ہے اسے محفوظ کر دیا۔ ہم میں سے کوئی بھی شخص حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنا چاہتا ہے تو آپ کی زندگی ایک کھلی ہوئی کتاب ہے اسے دیکھ سکتا ہے۔ تو محترم یہاں تک بات پہنچی تھی کہ اگر یہ سب کچھ درست ہے تو بعض حدیثیں جنہیں ہم ضعیف کہتے ہیں۔ یا بعض احادیث جنہیں ہم موضوع کہتے ہیں یہ کیا چیز ہے تو میں نے آپ کے سامنے عرض کیا تھا کہ اگر اللہ نے مجھے زندگی عطا کی تو آئندہ یہ بات عرض کروں گا اب یہی بات آپ کے سامنے عرض کرنے کے کھڑا ہوا ہوں۔ تو محترم پہلی بات یہ کہ کچھ لوگ وہ اس لئے حدیث کو ترک کرتے ہیں۔ ممکن ہے وہ ذہن سے مخلص ہوں۔ کسی کے دل پر شک نہیں کیا جا سکتا کیونکہ قرآن نے دو قسم کے لوگوں کی بات کی ہے۔ ایک لوگ تو وہ ہیں جن کے دلوں میں ہے ہی منافقت ان کا دل چاہتا ہی

نہیں کہ کتاب اللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کیا جائے اللہ نے صاف قرآن میں بتایا۔ ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا﴾ کہ کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جنہیں تم جب کتاب وسنت کی دعوت دو کہ تم اللہ کی طرف آ جاؤ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف آ جاؤ تو ان کے دل کا جو نفاق ہے وہ انہیں اس طرف آنے نہیں دیتا۔ ان کے دل میں جو منافقت ہے ان کے دل میں جو بغض بھرا ہوا ہے۔ کہ ہم نے اس بات کو تسلیم نہیں کرنا جب ایسی کیفیت ہو تو اللہ تعالیٰ ایسی کیفیت کو منافقت کہتے ہیں جب دل میں منافقت آ جائے گی تو پھر آدمی اس طرف نہیں آئے گا جی بھی بلایا جائے گا وہ منہ پھیر کر چل پڑے گا۔ بھئی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اب ایک گروہ ایسا ہے جن کے دل میں منافقت تو نہیں کہہ سکتے بھولے ہیں معلوم نہیں بے چاروں کو جس طرح اپنے باپ اور دادا کو دیکھا کیونکہ سب سے قریبی باپ ہوتا ہے اور باپ کا تقدس دل میں ضرور ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہئے۔ جس طرح اپنے باپ کو کرتے ہوئے دیکھا اسی طرح کرنا شروع کر دیا۔ اگر کوئی آدمی سمجھائے کہ بھئی یہ کام نہ کرو تو وہ کہتے ہیں کیا میرے باپ سے تم زیادہ سمجھ دار ہو ممکن ہے کہ کسی کے باپ داد سے زیادہ میں سمجھ دار نہ ہوں لیکن اللہ تو سمجھ دار ہے اللہ کے رسول ﷺ سے زیادہ کسی کا باپ دادا تو سمجھ دار نہیں ہو سکتا۔ جن کی رہنمائی اللہ نے خود فرمائی اللہ وہ جو خود عقلوں کو بانٹنے والا ہے۔ اللہ کہتا ہے ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا﴾ (پارہ ۷ رکوع ۴) جب یہ کہا جاتا ہے کہ بھائی جو تم کر رہے ہو وہ درست نہیں ہے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف آ جاؤ بڑی بھول پن سے کہتے ہیں ﴿قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا﴾ کیا وہ چیز ہمارے لئے کافی نہیں ہے جو ہمارے باپ دادا ہمیں دے گئے۔ ہمیں وہ ہی ٹھیک ہے تم اپنی جگہ درست ہو اور ہم اپنی جگہ درست ہیں۔ یہ بات درست نہیں ہے قرآن اس کو تسلیم نہیں کرتا۔ پھر کہتا ہے ﴿اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا﴾ کیا تمہارے باپ دادا اگر کسی چیز کا علم نہیں رکھتے

کسی غلط بات پر چل رہے ہیں تو کیا تم بھی اسی کے پیچھے چل پڑو گے۔ تو یہ اللہ ایک بڑے ہی پیار سے بات سمجھا رہا ہے۔ کہ بھائی یہ بات درست نہیں ہے۔ کیونکہ میرے باپ دادا اس لائن پر چل رہے تھے مجھے بھی اسی لائن پر چلنا ہے۔ حق لائن اللہ کی ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے۔ اس کے علاوہ وہ ماں باپ کا احترام، ان کی عزت، ان کی تکریم اپنی جگہ۔ لیکن اللہ نے اپنے پیغمبر کی زبان سے ہمیں یہ بات بتلائی۔ کہ خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت جائز ہی نہیں ہے۔ کہ جس چیز میں اللہ کی معصیت ہوتی ہو اللہ کی معصیت خود آتی ہے جب اس کا فیصلہ نہیں مانتا جب اس کو تسلیم نہیں کرتا۔ جب اللہ کے رسول ﷺ کے احکامات کو تسلیم ہی نہیں کرتا۔ تو پھر مسلمان تو دور کی بات ہے اللہ ہمارے ایمان کو تسلیم نہیں کرتا کہتا ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِهٖ وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِیْدًا﴾ (پارہ۵رکوع۵)

کچھ لوگ اپنے دل میں یہ تصور رکھتے ہیں ان کے دل میں یہ زعم ہے کہ ہم ایمان دار ہیں حالانکہ اللہ ان کے ایمان کو تسلیم نہیں کرتا کیوں نہیں کرتا؟ اللہ کہتا ہے کہ تم طاغوت کا انکار کر دو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں آ جاؤ۔ لیکن وہ طاغوت کا انکار نہیں کرتے۔ وہ طاغوت کی بات مانتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ کتاب وسنت ہمیں وہ چیز نہ دے سکے جو طاغوت دے رہے ہیں حالانکہ یہ بات ہے ہی غلط۔

تو محترم! یہ بات تو سامنے آ گئی کہ اگر کوئی ہدایت پانا چاہتا ہے۔ تو صرف کتاب وسنت ہے اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے۔ تو یہاں اعتراض کیا جاتا ہے کہ پھر ہمیں کیسے معلوم ہوگا کہ اگر ایک چیز پر عمل کرتے ہیں۔ تم کہتے ہو یہ حدیث ضعیف ہے اگر کسی بات پر عمل کرتے ہیں تو تم کہتے ہو یہ حدیث موضوع ہے تو پھر ہم کہاں جائیں۔ محترم یہی بات سمجھانے کے لئے میں یہ سب کچھ کہہ رہا ہوں۔ اگر ہماری

مارکیٹ میں ایک سکہ چلتا ہے جس کا نام روپیہ ہے آپ سب کو یہ معلوم ہے کہ سکہ جعلی بھی چھپتا ہے جس کو ہم جعلی نوٹ کہتے ہیں۔ اگر مارکیٹ میں جعلی نوٹ آ جائے تو کیا اصل نوٹ لینا چھوڑ دیتے ہیں یہی کرتے ہیں نہ کہ ہم اس کی تحقیق کرتے ہیں۔ کہ جو نوٹ مجھے دیا جارہا ہے آیا وہ نوٹ اصلی ہے یا غلط ہے۔ کون بیوقوف آدمی ہے کہ جعلی کرنسی کی وجہ سے اپنا پیسہ لینا چھوڑ دے کوئی کرتا ہے ایسا تو پھر حدیث کے معاملے میں یہ کیوں بات کرتے ہیں۔ اگر نبی ﷺ کی طرف کوئی بہتان باندھتا ہے یا کوئی غلط بات منسوب کرتا ہے۔ تو پھر ہمیں تحقیق کرنی چاہیے کہ کون سی بات صحیح ہے۔ اسے چھوڑ دینا تو کوئی عقل مندی نہیں یہ بات تو پھر قرآن کے متعلق ہو جائے گی حالانکہ اللہ نے قرآن میں واضح فرمایا۔

﴿هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَاتَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَا الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاوِیْلِهٖ﴾ (پارہ۳رکوع۹)

اللہ وہ ذات ہے جس نے تم پر یعنی محمد ﷺ پر کتاب نازل کی۔ فرمایا اس میں دو قسم کی آیات ہیں۔ ایک وہ محکم ایات ہیں جس میں کوئی تبدیلی نہیں کرسکتا نہ اس کے الفاظ میں نہ اس کے معنی میں کئی وہ آیتیں ہیں جس کے معنی میں تبدیلی ہوسکتی ہے فرمایا جس کے دل میں فتنہ ہے وہ اپنی مرضی کی تاویل کر لیتا ہے۔ ﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ﴾ جن کے دل پہلے ہی ٹیڑھے ہیں جن کی تشابہ ہے کہ لوگوں کو گمراہ کرنا ہے جن کی مرضی یہ ہے کہ مسلمان لڑتے رہیں جن کے دل میں ہے ہی ٹیڑھا پن ہے فرمایا ﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاَ الْفِتْنَةِ﴾ فتنہ ڈالنے کے لیے یہ ساری تاویلات کریں گے اب اگر لوگ تاویلیں کریں گے قرآن کا کوئی معنی غلط کر دیں گے تو نعوذ باللہ ہم قرآن کو چھوڑ دیں گے۔ نہیں ہم تفتیش کریں گے کہ یہ آدمی جو کہہ رہا ہے کہ فلاں آیت میں اللہ کا یہ حکم ہے تو ہم تصدیق کریں گے کہ یہ آدمی سچ کہہ رہا ہے یا جھوٹ کیونکہ دو ہی باتیں ہیں اگر ایک آدمی

ایک طرح کی بات کہتا ہے۔ یہ قرآن میں ہے۔ دوسرا آدمی دوسری بات کہتا ہے کہ یہ قرآن میں ہے تو ان دونوں میں سے ضرور ایک آدمی جھوٹا ہے۔ کیونکہ ممکن ہی نہیں کہ اللہ ایک طرح کی بھی بات کرے اور دوسری طرح کی بھی بات کرے ممکن ہی نہیں اس لئے کوشش یہ کرنی چاہیے اور یہی بات اللہ مالک بتا رہے ہیں۔ ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنْ جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاءٍ فَتَبَيَّنُوْا﴾ (پارہ ۲۶ رکوع ۱۳) اگر تمہارے پاس کوئی خبر آئی ہے اس کے بارے میں تمہارے دل میں شکوک پیدا ہوتے ہیں۔ وہ خبر فاسق ہے اچھی نہ معلوم ہوتی تو اس خبر کی تحقیق کرو۔ یہ نہیں چاہتا کہ جس طرح ہم نے یہ معمول بنا لیا ہے کہ بات مولوی نے کہہ دی اب یہ جانے اور اس کا رب جانے کیا ضرورت ہے تصدیق کرنے کی جو سنا ہے وہ کر رہے ہیں کیونکہ اللہ نے میرے گناہوں کے سبب آپ کو نہیں پوچھنا اگر میں غلط کام کروں گا یا میں غلط بات اللہ اور اس کے رسول کی طرف منسوب کرتا ہوں تو اس کی سزا جو بہت بڑی سزا ہے وہ تو ملے گی اسی طر آپ کو آپ کی بابت کا ضرور پوچھا جائے گا۔ کہ اللہ نے تمہیں شعور عطا کیا اگر اللہ نے تمام معاملات میں تمہیں سمجھ عطا کی اپنے کاروبار کے معاملے میں تم تصدیق کرتے تھے اپنے دوسرے معاملات میں گھر کے بیوی بچوں کے معاملات میں تم تصدیق کیا کرتے تھے کہ یہاں رشتہ ہونا چاہئے یا نہیں ہونا چاہیے یہ سودا تہہ کرنا چاہیے یا نہیں کرنا چاہیے یہ معاملہ ہونا چاہیے یا نہیں ہونا چاہیے اور پھر دین کا ہی ایسا معاملہ ہے کہ اسے سنا اور اس کی تصدیق نہ کی۔ اور یہ بھی تصدیق نہ کی کہ واقعتاً یہ اللہ کا فرمان ہے یا جھوٹ بول رہا ہے حالانکہ اللہ نے قرآن میں یہ واضح فرمایا۔

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ لَمَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾

(پارہ ۱۰، رکوع ۱۱)

اے لوگوں جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہو ان میں سے اکثر مولوی اور صوفی ایسے ہیں جو لوگوں کا مال کھانے کی خاطر اللہ کا راستہ بتانے کی بجائے اللہ کے راستے سے

روکتے ہیں یہ سب کچھ بد باطنی کی وجہ سے اپنے من کی کمینگی کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوتا ہے انسانوں میں ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں جہاں مخلص لوگ ہوتے ہیں وہاں کمینے بھی ہوتے ہیں۔ آپ میں سے بے شمار لوگوں نے بطور تجربہ دیکھا ہوگا لوگ حج کے لئے بیت اللہ کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ اس کا طواف کرتے ہیں آنکھوں میں آنسو ہوتے ہیں۔ اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں عورت اور مرد اکٹھا چل رہا ہوتا ہے کسی کے ذہن میں نہیں ہوتا کہ میرے ساتھ کون چل رہا ہے کسی کو دیکھنے کی جرات نہیں ہوتی آدمی کے ذہن میں اپنے گناہ ہوتے ہیں۔ آنکھوں میں آنسوؤں کی جھڑی ہوتی ہے اللہ کے گھر کے ارد گرد چکر لگا تا روتا ہوتا ہے لیکن کچھ ایسے بد بخت بھی ہیں جو وہاں بھی جیبیں کاٹتے ہیں کمینگی تو ہوتی ہے انسانوں میں تو ایسے یہ کمینے آدمی جو ہوتے ہیں۔ وہ نبی علیہ السلام کی طرف باتیں منسوب کر لیتے ہیں۔ اس کی سب سے پہلی مثال یہاں سے ملتی ہے نبی مکرم کے دور ہی میں ایک مثال ملتی ہے ''موضوعات کبیر،، میں ملاں علی قاری نے یہ ساری باتیں تفصیل سے لکھیں ہیں۔ مدینہ سے دو میل دور ایک قبیلہ رہتا تھا بنولیس قبلہ اس میں ایک گھر تھا جس میں ایک شخص نے نکاح کا پیغام بھیجا کہ میں فلاں کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں گھر کے جو بڑے لوگ تھے انہوں نے نامنظور کر دیا اس کے ذہن میں اس کے ذہن کی کمینگی نے اس کی بد باطنی نے اسے مجبور کیا۔ اس نے بڑا عجیب انداز اختیار کیا جس طرح نبی علیہ السلام کا حلہ پہنتے تھے حلہ کہتے ہیں اس لمبے سے چغے کو جس طرح آج بھی عرب لوگ پہنتے ہیں جس طرح کا حلہ نبی کریم علیہ السلام پہنتے تھے ویسا یہ حلہ اس نے بنوایا اسی رنگ کا اسے پہن کر اس بستی میں چلا گیا کہنے لگا یہ دیکھو نعوذ باللہ جھوٹ بولتے ہوئے کہتا ہے یہ نبی مکرم جناب محمد رسول اللہ علیہ السلام کا حلہ ہے آپ نے مجھے نشانی کے طور پر یہ دیا ہے آپ کے مال اور عزتوں کا فیصلہ کرنے کا مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری عزتوں کا جس طرح میں فیصلہ کروں اس طرح ہوگا اب نبی علیہ السلام کا احترام ان کی عزت اتنی تھی اگر وہ کسی ماں باپ بہن بھائی کے متعلق فیصلہ کرتے تو لوگ کہتے کیوں نبی کریم علیہ السلام نے کہہ دیا ہے اس لئے یہ ہمارا بھائی نہیں

ہے جب جنگ بدر میں یہ واقعہ ہوا تھا۔ سگا بھائی کہہ رہا ہے کہ تو میرے سامنے آیا تھا میں گردن اڑانے لگا تو پھر سوچا کہ میں ایسا نہ کروں کہ یہ میرا بھائی ہے ایک کافر اپنے بھائی کو کہہ رہا ہے دوسرا بھائی کہتا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تو میرے سامنے آتا تو ایک لمحہ بھی تیری گردن اتارنے میں تاخیر نہ کرتا۔ تو وہ کہتا ہے تمہارے ذہن میں میرا رشتہ نہ آتا۔ کہتا ہے رشتہ میرا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے ہے تم سے کوئی رشتہ نہیں ہے رشتہ میرا مسلمانوں سے ہے یہ ایسے لوگ تھے جن کے دل میں اتنی عظمت تھی رسول اللہ ﷺ کی ہی ایسے لوگ تھے جن کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی عظمت تھی ان کے احکام کی عظمت تھی ان کے افعال کی عظمت تھی۔ تو اس آدمی نے لوگوں کو اس مجبوری سے فائدہ اٹھانے کا سوچا کہنے لگا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں آپ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے مال اور تمہاری عزتوں کے متعلق فیصلہ کروں لوگوں نے کہا ٹھیک ہے تو وہ چلتا ہوا اسی گھر کے سامنے کھڑا ہوا اب ہم جیسا ہوتا جس طرح ہم اپنے پیر کو اپنے بزرگ کو بھائی یہ جو کرتا ہے کرنے دو بیٹیوں کی عصمتوں کو پامال کرتا ہے۔ ذہن میں فوراً خیال آیا اس نے یہاں رشتے کا پیغام بھیجا تھا اب ایسے محسوس ہوتا ہے کہ اس کے ذہن کی کمینگی ہے اس کی تحقیق کرو انہوں نے فوراً ایک آدمی بھگایا کہ نبی ﷺ ایسا فیصلہ تو نہیں فرما سکتے کہ آپ ایک آدمی کو ایک اس گھر کے متعلق حاکم بنا دیں جس کے دل میں ان کے متعلق پہلے ہی بغض ہے۔ ایک آدمی تحقیق کے لیے بھیجا جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا دو میل کا فاصلہ تھا بھاگتا ہوا یا سوار ہو کر جس طرح بھی گیا آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ فلاں شخص اس طرح ہماری بستی میں آیا ہے اس نے آپ کا حلہ پہنا ہوا ہے وہ کہتا ہے کہ آپ نے مجھے ہماری عزتوں اور مالوں کے لئے فیصلہ کروں آپ نے فرمایا ﴿كَذِبَ عَدُوُّ اللّٰهِ﴾ اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا ہے میں نے کوئی نہیں کہا کیونکہ نبی ﷺ لوگوں کی عصمتوں کی حفاظت کے لے آتے تھے کس طرح ممکن ہے کہ وہ کسی کی بیٹی کی عصمت کو پامال کرنے کے لئے کسی کو بھیج دیں۔

یہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ تو جب یہ بات سنی تو فرمایا بھاگ کے جاؤ اگر وہ زندہ ہوا تو اسے قتل کر دینا اگر مر گیا تو اسے جلا دینا اس نے بہت بڑا گناہ کیا تو وہ صحابی کہتے ہیں کہ جب ہم وہاں پہنچے تو اس بد بخت کو سانپ نے کاٹ لیا تھا جس کی وجہ سے وہ مر گیا تھا ہم نے آپ کے حکم کے مطابق اسے جلا کر راکھ کر دیا تھا کہ اس نے اتنا بڑا جرم کیا تھا جس چیز پر دین کی بنیاد تھی جس چیز نے لائحہ عمل بننا تھا۔ اس نے اس کے متعلق ایسی بات بتا دی جو کہ آپ نے نہیں فرمائی تھی پھر آپ نے یہ فرمایا ﴿مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ﴾ جس نے بھی جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا وہ سمجھ لے اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لیا تو پھر بیس سال تک کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا کسی آدمی نے ایسی جرات بھی کی ہو کہ نبی ﷺ کی طرف کوئی بات منسوب کرے اس کے بعد یمن کا ایک بہت بڑا یہودی عالم تھا اس کا نام عبداللہ بن سبا تھا جب دیکھا کہ ہم میدانوں میں طاقت کے ذریعے ہم مسلمانوں کو مغلوب نہیں کر سکتے ان کے اندر ایسی یلغار کی جائے ان کے عقیدے پر حملہ کیا جائے۔ ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ یہ اپنی اصل سے ہٹ جائیں اب لوگوں کا نبی ﷺ پر بڑا اعتماد تھا آپ کی بات سنتے ہی اگر اپنی جان بھی جاتی ہوتی تو فوراً اپنی جان نذر کر دیتے تھے بے شمار مثالیں موجود ہیں ایک آدمی اگر غلطی کر دیتا ہے ایک عورت نے زنا کیا اس نے سوچا کہ اگر اللہ نے ہمیں پکڑ لیا تو کیا بنے گا۔ اس عورت کے ذہن میں آیا کہ اگر میں اسی طرح مر گئی تو میرا کیا ہوگا فوراً نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی ہے کہتی ہے مجھ سے غلطی ہوئی ہے مجھے حد لگائیں معلوم تھا کہ پتھر مار مار کر جان نکال دینی ہے تصور کر سکتے ہیں ایک آدمی کو کھڑا کر دیا جائے اسے پتھر مار مار کر اس کو کچل کر رکھ دیا جائے کتنی اذیت والی بات ہے اسے بھی معلوم تھا یہی انجام ہونا ہے لیکن اللہ کی سزا سے بچنے کے لئے دنیا کی سزا کو ترجیح دی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو قبول کیا اپنی جان جاتی ہے تو جائے لیکن اللہ کی ناراضگی نہیں لے سکتے غلطی ہوگئی ٹھیک ہے معافی اسی طرح ہو سکتی ہے۔ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی ہے اپنے متعلق خود گواہی دی مجھ پر حد لگائیے

کیونکہ اس گناہ کی وجہ سے وہ حاملہ ہوگئی تھی فرمایا وضع حمل تک انتظار کرو اب یہاں یہ ہوتا ہے بھاگ جاتے ہیں فرار ہو جاتے ہیں اشتہاری بن جاتے ہیں اپنے ملکوں کو چھوڑ دیتے ہیں اپنے ذہن میں بے شمار اپنے دل میں اپنے سینوں میں اپنے متعلق بے شمار سیاہ کاریاں چھپا کر پھر رہے ہیں خوشی سے بڑے اکڑتے ہوئے پھرتے ہیں لیکن ایک گناہ کی وجہ سے اپنی جان ختم کرنے پر تلی ہوئی ہے یہ ایک عورت پھر آتی ہے وضع حمل کے بعد کہتی ہے اب میرا بیٹا آ گیا ہے چونکہ بیٹا ناجائز کام کی وجہ سے آیا تھا اللہ کے پیغمبر مجھے پاک کر دیجئے۔ اگر میں اسی حالت میں مرگئی سو اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکوں گی آپ اس کے ایک عزیز کو کہتے ہیں کہ اس کو لے جاؤ اور اس وقت لانا جب بچہ کھانے پینے کے قابل ہو جائے جب بچہ کھانے پینے کے قابل ہو جاتا ہے تو پھر آتی ہے اور کہتی ہے کہ اللہ کے پیغمبر مجھے حد لگایئے پھر حد لگائی جاتی ہے حضرت خالد بن ولید پتھر مارتے ہوئے ان پر خون کے چھینٹے پڑتے ہیں تو فرماتے ہیں اے بد بخت عورت تیرے پلید خون سے میرے کپڑے گندے ہوگئے ہیں جب اللہ کے پیغمبر کی خدمت میں یہ بات کی جاتی ہے کہ حضرت خالد نے یہ کہا تو آپ کو غصہ آتا ہے کہا خالد اس عورت نے اتنی پکی اور سچی توبہ کی ہے اگر اس کی توبہ کو سارے مدینہ کے گناہ گاروں میں بانٹ دیا جائے تو سارے گناہ گاروں کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیں تم نے اس کے خون کو پلید کہہ دیا ہے۔ اللہ کے پیغمبر کا طریقہ تو یہ تھا۔ ان کے ساتھ جن لوگوں نے ایمان لایا تھا جو مسلمان تھے اللہ نے جن کو عزت سے نوازا تھا ان کی کیفیت تو یہ تھی ہم بھی مسلمان ہیں وہ بھی مسلمان تھے ہمارے رزق حرام ہمارے اعمال حرام ہمارے تمام معاملات حرام ہوتے ہیں پھر بھی خوشی سے ہم کہتے ہم مسلمان ہیں اللہ تعالیٰ کہتے ہیں ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّھُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْا اِلَی الطَّاغُوْتِ﴾ کہ اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ کسی کا فیصلہ منظور نہیں کرنا پھر دوسروں کے فیصلوں کے پیچھے جاتے ہو کیوں اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تمہارے ایمان کو تسلیم نہیں

کرے گا اب ہمیں، مجھے، آپ کو سوچ لینا چاہیے کہ ہمیں کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے تو محترم بات عبداللہ بن سبا کی ہو رہی تھی اس نے جب دنیا میں حدیث کے نام پر خرافات کا جال بچھایا تو پھر اس زمانے کے جتنے بھی مخلص محدثین تھے۔ انہوں نے پھر اتنی محنت کی۔ کہ آج مجھ جیسا انسان جس کے پاس علم کا ایک ذرہ بھی نہیں ہے علماء کے مقابلے میں وہ پورے اعتماد کے ساتھ ایک بات کو آپ کے سامنے کہہ سکتا ہے کہ فلاں لفظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے فلاں لفظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں ہے اس کی دو تین مثالیں میں عرض کرتا ہوں ہم اپنی نماز کے بعد جب سلام پھیرتے ہیں سلام پھیرنے کے بعد ایک دعا مانگتے ہیں ﴿اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامُ﴾ یہ لفظ ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اب کچھ بھائیوں نے اس میں کچھ اضافہ کیا ہے وہ یہ ہے ﴿اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ حَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَ اَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامُ﴾ تین جملے لفظوں کے یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہیں اگر کوئی بھی آدمی تحقیق کرنے پر آئے گا تو اسے ایک ایک لفظ مل جائے گا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یا نہیں ہے ہم روزہ رکھتے ہیں اس کے بعد افطار کرتے ہیں روزے کے وقت نیت کے الفاظ اشتہارات ہم مختلف جگہوں پر پڑھتے ہیں ﴿وَبِصَوْمِ غَدٍا نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ﴾ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ نہیں ہیں یہ الفاظ آقائے نامدار کی طرف منسوب ہیں جب روزے کو افطار کیا جاتا ہے تو کچھ الفاظ پڑھتے ہیں ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّی لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ﴾ اس میں کچھ لفظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور کچھ منسوب کیے گئے ہیں محدثین نے اس طرح علیحدہ علیحدہ کر دیئے ہیں انہوں نے کہا ﴿اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ﴾ یہ الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں ﴿وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ﴾ یہ لفظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہیں اس طرح اذان کی آواز ہم سنتے ہیں اس کے بعد آپ ایک دعا مانگا کرتے تھے ﴿اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَانِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَبْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُودَ نِ الَّذِیْ

وَعَدْتَهُ ﴿ یہ حدیث کے لفظ ہیں یہ نبی مکرم نے ارشاد فرمائے ہیں تو ہم جو ٹیلی ویژن پر اور ریڈیو پر سنتے ہیں اخبارات میں پڑھتے ہیں اس میں کوئی چیز Addition اضافہ کی ہوئی ہے۔ وہ ہے ﴿اللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَا نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِىْ وَعَدْتَّهُ اور وَالدَّرَجَةِ الرَّفِيْعَةَ وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهُ اِنَّكَ لَاتُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿ بے شک تصدیق کر کے دیکھ لیں یہ میں نہیں کہتا آج سے بارہ تیرہ سو سال پہلے جن لوگوں نے اس عفریت کے سامنے بند باندھا تھا انہوں نے ایک ایک لفظ لکھ دیا کہ کون سا نبی ﷺ کا ہے اور کون سا نہیں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ سب کچھ ہوا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا اتار اس طرح کیا تھا کہ آپ کا غلام ایک دن آ کے کہنے لگا کہ امیر المومنین میں نے بازار میں لوگوں کے منہ سے کچھ ایسی بات سنی ہے جو پہلے کبھی نہیں سنی آپ نے پوچھا کیا اس نے کہا کہ لوگوں کہتے ہیں کہ علی مشکل کشا ہے یہ اللہ ہے نبی ﷺ نے ان کے متعلق یہ وصیت فرمائی تھی کہ یہ خلیفہ اول ہیں بلا فصل ہیں یہ لوگ کہہ رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ انہیں بلا کے لاؤ۔ ان کو لایا گیا وہ قوم زتھ یہ یمن کا ایک قبیلہ ہے اس کے ستر افراد تھے آپ نے انہیں بلا کر وارننگ دی کہ نبی ﷺ کا یہ حکم نہیں اس لئے بکواس نہ کرو وہ خاموشی سے چلے گئے ایک دن پھر اسی طرح ہوا وہ بازاروں میں اس طرح کی باتیں کر رہے تھے کہ حضرت علی مشکل کشا ہیں مولا علی ہیں تو آپ نے دوبارہ وارننگ دی۔ پھر تیسری مرتبہ وارننگ دی جب باز نہ آئے پھر آپ نے سب کو گرفتار کیا اور وہی سزا دی جو آنحضور ﷺ نے ایک بد بخت کو دی تھی۔ یعنی ان ستر آدمیوں کو آپ نے جلا کر راکھ کر دیا پھر یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا مختلف حکمران جو تھے وہ اپنے اپنے زمانے میں جو بھی بن پڑا وہ کرتے رہے ﴿علیٰ هٰذا القياس﴾ ایک پورا اصول بن گیا جرمن کے مشہور مورخ ڈاکٹر اسپرنگر کہتا ہے کہ آسمان کے نیچے جب سے دنیا بنی ہے آج تک کل کا مجھے علم نہیں ہے کہتا ہے اب تک دنیا میں کوئی ایسی قوم پیدا نہیں ہوئی جس نے اپنے پیغمبر کے حکموں کو

اس طرح محفوظ کیا ہو کہ جس طرح انہوں نے کہا اسی طرح ہم اپنی تورات اور انجیل کو بھی نہیں کر سکے اس نے مزید کہا کہ ان میں پانچ لاکھ انسان ایسے ہیں جنھوں نے جھوٹی یا سچی جو بھی بات کی وہ نبی علیہ کی طرف سے احادیث کو منسوب کرتے تھے ان پانچ لاکھ انسانوں کی زندگی کتابوں میں بند کر دی ہے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ فلاں بات ہم نے نبی علیہ سے سنی ہے تو ہم کتاب میں دیکھ سکتے ہیں کہ آیا نبی علیہ کے زمانے میں پیدا بھی ہوا تھا یا نہیں اور اسی طرح جو ضعیف حدیث ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آدمی نے بات سنی نہیں اس کی مثال دے کر میں اپنی بات کو ختم کرتا ہوں کہ جیسے میں یہ کہوں کہ میں نے فلاں آدمی سے یہ بات سنی اور اس نے یہ بات بتائی پھر آپ کو بتاؤں تو ذہن میں فوراً خیال آئے گا کہ اس کی تو اتنی عمر ہے ہی نہیں کہ فلاں آدمی سے ملا ہو وہ تو ۱۹۴۸ء میں فوت ہو گیا تو یہ تو کم از کم دس پندرہ یا بیس سال بعد پیدا ہوا یا اس کی تو اتنی عمر ہے نہیں یہ کیسے فلاں آدمی سے سن سکتا ہے محدثین نے یہ اصول مرتب کر دیئے۔ کہ کوئی شخص جب بھی کوئی بات بیان کرے کہ میں نے فلاں سے سنا ہے تو پھر دیکھا یہ جاتا ہے کہ یہ شخص جو بیان کرنے والا ہے یہ ہے کون جب تک اس کے باپ دادے کا علم نہ ہو کہ فلاں کا بیٹا ہے فلاں کا پوتا ہے یہ زندگی میں عمل کیسے کرتا تھا یہ نمازی بھی ہے یا نہیں یہ اللہ سے ڈرنے والا بھی ہے یا نہیں اس کی زبان کیسی ہے یہ جھوٹی گواہی تو نہیں دیتا اس کی ساری زندگی کا نچوڑ نکال کے پھر اس کی طرف بات منسوب کرتے ہیں۔ کہ واقعتاً اس کی بات سچی ہو سکتی ہے یا نہیں اتنی اختیاط دینا کے کسی بھی علم میں کسی بھی معاملے میں نہیں کی جتنی اختیاط امت محمدیہ کے علماء نے پیغمبر کے فرامین کے متعلق کی ہے اور آج ہم لوگ سمجھ سکتے ہیں اس لئے میں دعوت فکر دیتا ہوں کہ اسلام جس کی اساس پانچ چیزوں پر ہے کلمہ' نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج جب تک یہ پانچ چیزیں پوری نہ ہوں اسلام پورا نہیں ہوتا اب ایک آدمی اس کے پاس استطاعت نہیں ہے اس کے پاس مال نہیں ہے کچھ بھی نہیں لیکن اسلام مکمل ہے تو نہ بھی حج کرے تو کوئی بات نہیں ایک آدمی بیمار ہے یا وہ مسافر ہے یا وہ کسی

مصیبت میں مبتلا ہے اس کو کہا کہ تم روزہ نہ بھی رکھو پھر کسی دن رکھ لینا اگر بیماری لمبی ہو جائے تو کسی کو رکھوا دینا چاہیے۔ اگر نہ بھی رکھوا سکو تو پھر بھی اللہ تمہیں معاف کر دے گا اسلام دین فطرت ہے وہ ہر معاملے میں ہر آدمی کو اپنی پوری وسعت کے ساتھ اپنی رحمت کے ساتھ ڈھانپتا ہے اگر ایک آدمی کی استطاعت نہیں ہے تو وہ کیسے کر سکتا ہے اگر نماز' روزے' حج اور زکوٰۃ میں جو اسلام ہے وہ لوگوں کو چھٹی دے دیتا ہے ان کی مجبوری کی وجہ سے تو آج کے دور میں اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس وقت تک تمہارا مردہ آسمانوں تک نہیں پہنچے گا جب مولوی کے گھر چالیس دن کھانا نہ بھیجو گے جو اسلام یہ کہتا ہے ﴿وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْ اَهَانَنِ﴾ جب کسی کا رزق تنگ کر دیتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری توہین کی تو اللہ کہتا ہے ﴿كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ﴾ تو نے یتیم کی عزت نہیں کی ﴿وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ﴾ تو نے مسکین کو کھانا نہیں کھلایا اس لئے میں نے تیرا رزق چھینا ہے تو اگر کوئی آدمی منبر پر کھڑا ہو کے یہ کہے کہ یتیمو تمہارا باپ مرتا ہے تو مرتا رہے جب تک میرے پیٹ کا جہنم نہیں بھرے گا تمہارے باپ کی بھی بخشش نہیں ہو سکتی۔ میں یہ سارے ثواب یا میری مسجد کے لڑکے جو ہیں آ کے قرآن پڑھیں گے تبھی سارا ثواب ہوگا تو یہ اسلام کیسا ہوگا اس وقت آپ کو سوچنا پڑے گا کہ جو محمد رسول اللہ ﷺ لوگوں کو صاف کرنے کے لئے آئے ہیں جنھوں نے اپنے بھائی کی فوتگی پر اپنے گھر آ کے یہ کہا تھا کہ تمہارا بھائی جعفر فوت ہو گیا ہے یہ حضرت علی کے بڑے بھائی ہیں۔ ان کا کھانا پکاؤ اور اگر آپ کا مولوی یہ بات کہے کہ یتیمو تم بے شک قرض لے لو ہمیں کھانا کھلاؤ تو دونوں میں سے ایک بات سچی ہوگی یا محمد رسول اللہ ﷺ کی یا اس جھوٹے کی۔ اب آپ کا یہ فرض ہے کہ اپنی رسموں کے پیچھے چلتے رہو۔ لیکن ایک بات کو ذہن میں رکھ لینا کہ یہ بات اللہ تسلیم نہیں کرتا اللہ کہتا ہے ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ﴾ جب لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ لوگو اللہ اور اس کے رسول کی طرف آؤ تو کچھ لوگ بھول پن میں یہ کہتے ہیں۔ ﴿قَالُوْا حَسْبُنَا مَا

وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَ نَا﴾ ہمیں وہی بات درست ہے جو ہم اپنے باپ دادا سے اخذ کی جس بات پر ہمارے باپ دادا تھے ہم وہی بات تسلیم کریں گے اللہ کہتا ہے ﴿اَوَلَوْ كَانَ اٰبَاءُ هُمْ لَايَعْلَمُوْنَ شَيْئًا﴾ تمہارے ماں باپ تمہارے باپ دادا اگر کسی چیز کا علم نہیں رکھتے کیا تو تم بھی اسی جہالت کے پیچھے پڑ جاؤ گے تصدیق نہیں کرو گے اللہ نے تمہیں شعور دیا ہے اللہ نے علم دیا ہے معلومات دیں ہیں اگر تم دنیا کے سارے معاملات میں ان کی تصدیق کرتے ہو تو کیا تم دین کے معاملے میں نہیں کرو گے یاد رکھو جب بھی کسی کی زبان سے اللہ کی کلام کی کوئی بات سنو یا حضرت محمد ﷺ کے فرامین کی کوئی بات سنوں تو اس کی ضرور تصدیق کرو کہ اس نے جھوٹ بولا ہے یا سچ بولا ہے تو پھر آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ حقیقی راہ کون سی ہے اگر آپ تھوڑی سی کوشش کرو گے تو آپ کے لئے صراط مستقیم ایسی ہو جائے گی جیسے آپ 'Directly' براہ راست اپنی آنکھوں سے سورج کو دیکھتے ہیں آپ اس کا تعین کر کے اس پر چل پڑیں گے۔ تو آپ کو دنیا میں بھی کامیابی ہوگی اور آخرت میں بھی۔ اللہ اس کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین ثمہ آمین۔

حدیث شریف کب لکھی گئی حدیث شریف کیا ہے

اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمان الرحیم

﴿وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰیo مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰیo وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰیo اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰیo عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰیo ذُوْمِرَّةٍ فَاسْتَوٰیo وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰیo ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰیo فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰیo فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰیo﴾ (پارہ ۲۷ رکوع ۵)

محترم! اللہ کا یہ ہم پر بڑا احسان ہے کہ اللہ نے ہمیں یہ شعور عطا کیا کہ ہم نے اس کے سب سے برحق نبی کے برحق مذہب جو کہ اسلام ہے قبول کیا۔ اگر کوئی انسان فقط اسی بات پر اللہ کا شکر ادا کرتا رہے تو ساری زندگی وہ اللہ کا شکر ادا نہیں کر سکتا جو نعمت عظمٰی اللہ نے ہمیں عطا کی ہے دنیا میں کسی قوم کو عطا نہیں کی۔ اور یہ بات پھر یاد رکھنی چاہیے کہ جس مذہب کو ہم ماننے والے ہیں جس کے سبب ہم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ اس کی اساس اس کی بنیاد جو ہے وہ دو چیزوں پر ہے ایک اللہ کی کلام قرآن عظیم اور دوسرا اللہ کے اس دنیا میں واحد نمائندے جو اس وقت کیونکہ نمائندے پہلے بھی تھے جو نمائندے پہلے تھے ان سب کو شریعتوں کو اللہ تعالیٰ نے منسوخ فرما دیا اسی لیے میں یہ بات عرض کرتا ہوں اس وقت اللہ کی طرف سے دنیا میں وہ واحد نمائندے ہیں۔ ان کا نام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے یہ میری بات نہیں ہے یہ اللہ ہی اپنی کتاب قرآن عظیم میں کہتا ہے۔

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ (پارہ ۳ رکوع ۱۷)

اب جب نبی کریم ﷺ اس دنیا میں آ گئے انہوں نے اسلام کا اعلان فرما دیا اس کے بعد دنیا کا کوئی شخص بھی اسلام کے علاوہ بھلائی کو تلاش کرنا چاہے بھی تو اسے نہیں ملے گی کیونکہ اللہ نے بھلائی کو صرف اسلام میں بند کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ کسی کو بھی بلائی نہیں ملے گی۔ یہ تو مثال تھی قرآن مجید کی۔ اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں آپ کا ایک صحابی جو عیسایوں کا ایک بہت بڑا عالم تھا جس کا نام عدی تھا۔

یہ عرب کے بہت مشہور کردار جس کا نام حاتم طائی تھا بہت بڑا سخی انسان تھا ان کے یہ بیٹے تھے ایک دن ہادی برحق سے پوچھنے لگے یا رسول اللہؐ! یہ فرمایئے کہ میرے باپ کا کیا حال ہوگا اللہ محفوظ فرمائے آپ نے فرمایا وہ جہنم میں جائے گا۔ اس نے یوں تڑپ کے کہا میرا باپ اگلی چیزیں جو ہیں وہ انسان کے ہاتھوں میں تو نہیں ہیں یہ سب کچھ اللہ مالک نے اپنے ہاتھوں میں لیا ہوا ہے اس کا ایک اصول ہے اس اصول کے تحت جو اپنی زندگی بسر کرے گا وہ جہنم سے بچے گا وگرنہ جہنم میں جائے گا یہ بات پھر عرض کرتا ہوں اللہ کا ایک اصول ہے اس اصول کے تحت جو شخص زندگی کو بسر کرے گا وہ جہنم کی آگ سے بچ جائے گا اس اصول کو چھوڑ کر دنیا جہاں کی بھلائیوں کو اختیار کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ جہنم کی آگ سے نہیں بچ سکے گا یہ کس نے کہا اللہ کے پاک پیغمبر ﷺ نے پھر وہ کہتا ہے میرا باپ جہنم میں جائے گا اس نے پھر استفسار کیا۔ کیونکہ انہیں تڑپ جو تھی یہ ساری زندگی بڑا سخی لوگوں کے ساتھ خیر خواہی کرنے والا سب کچھ کرتا رہا لیکن اللہ نے جو دین کا تعین کیا تھا۔ اس معاملے میں یہ کورا تھا۔ لوگوں کے ساتھ بڑی بھلائیں کیں۔ لوگوں کا خیر خواہ بھی تھا۔ یہ سب کچھ چیزیں موجود تھی اور اللہ کو جو ماننا سب سے پہلی بات تھی وہ مانتا نہیں تھا۔ فرمایا یہ جس کے اس نے کام کیا یہ قیامت تک دنیا میں اسے ملے گا۔ یعنی قیامت تک اس کا نام اس دنیا میں زندہ رہے گا جب بھی کسی سخی کا نام لیا جائے تو اس کی انتہا اسی پر آ کر ختم ہوگی لیکن آخرت میں اس کے لئے کوئی رشتہ نہیں ہوگا تو محترم جو چیز اساس ہے پہلی چیز قرآن مجید دوسری چیز اس

دنیا میں اللہ کے واحد نمائندے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا طریقہ ہے جسے ہم حدیث کے نام سے جانتے ہیں ان دونوں میں یہ بات یاد رکھیں جو شخص ان دونوں میں تفریق کرے وہ سوچے سمجھے کہ قرآن کی بات کو تو مانوں گا لیکن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے اس کو نہیں مانوں گا تو اللہ کا فیصلہ اس کے متعلق سن لیجئے اللہ کہتا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِه وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِه وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ و یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا﴾ (پارہ۶،رکوع۸)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے کفر کرتے ہیں دوسری۔ جو اللہ اور اس کے رسول کے احکامات میں فرق بتلاتے ہیں کہ اللہ کی بات کو مان لوں گا رسول کی بات کو تسلیم نہیں کرتا فرمایا یہ کہتے ہیں کہ ہم ان دونوں کے درمیان بین بین راستہ تلاش کریں گے جس طرح بعض لوگوں نے اعتدال کے راستے کی بات کی ہوئی ہے بھئی جو بات سخت اسے لے لو اور جو نرم ہے اسے چھوڑ دو جو یہ کہتے ہیں اسے ترک کر دو جو وہ کہتے ہیں اسے بھی چھوڑ دو جو اپنے من میں آتا ہے اسے مان لو فرمایا نہیں اگر ایسا کرو گے تو سن لو ﴿اُولٰٓئِکَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا﴾ یہ میری بات نہیں ہے قرآن کی بات ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے احکامات میں تفریق کرتا ہے جو یہ کہتا ہے قرآن کی بات کو تسلیم کروں گا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بات کو تسلی نہیں کروں گا فرمایا ﴿اُولٰٓئِکَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا﴾ حقیقتا کافر تو نہیں ہیں محترم ذرا سوچیں ذرا غور فرمائیں اگر آج اللہ کے پاک پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ موجود ہوں تو ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو وہ کہے کہ جو آپ کی طرف وحی ہوتی ہے یعنی قرآن وہ میں آپ کی بات کو تسلیم کروں گا جو اس کے نفاذ کے لئے آپ طریقہ کار بتاتے ہیں وہ تسلیم نہیں کروں گا میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں ابھی اس کے منہ میں یہ الفاظ ہوں گے اگر پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوں تو کہیں گے اللہ کے پاک پیغمبر مجھے اجازت دیں میں اس خناس کی گردن اتار دوں جو یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ کے پیغمبر کی بات

کو نہیں مانتا تو محترم بدقسمتی یہ ہے کہ مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو قرآن کا انکار کرتے ہیں کہتے ہی درست نہیں ہے تو میں نے بڑے ہی واضع انداز میں قرآن کی تدوین کے جو مختلف مراحل تھے وہ عرض کئے اور اس کی ایک ایک آیت کے متعلق واضع کیا کہ یہ کس کس طرح بنی پھر کس طرح اللہ کے پیغمبر پر اتر اللہ کے پیغمبر نے کس طرح تعلیم دی صحابہ نے کس طرح اسے اکٹھا فرمایا پھر اس وقت سے لے کر آج تک ہم تک کس طرح پہنچی اسی طرح کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو عبادات کے متعلق بیزار ہوتے ہیں وہ سمجھتے ہیں یہ نماز کیا چیز ہے اس کی کوئی ضرورت نہیں یا ان کے پاس مال بہت زیادہ ہوتا ہے ان کے دل میں چور ہوتا ہے قرآن زکوٰۃ کا حکم دیتا ہے حدیث جو ہے اس کی تشریح کرتی ہے ہمیں لاکھوں کروڑوں کی زکوٰۃ جب لاکھوں میں دینی پڑے گی تو ہم کیوں دیں اس کا راستہ یہ اختیار کرتے ہیں کہ حدیث کا انکار کر دیتے ہیں لیکن یہ بات یاد رکھیں اگر انھیں کہا جائے تمہیں حدیث منظور نہیں ہے تو اسلام کو کیوں نہیں ترک کر دیتے۔ تو پھر ان کی کیفیت حقیقت بات ہے وہی ہوتی ہے جو پنجابی کی ایک مثال میں آتی ہے کہ سانپ کے منہ میں کرلی آ گئی چھپکلی آ گئی اب وہ سانپ تھا اس کو چھوڑے تو بے عزتی ہوتی ہے اگر کھالیتا ہے تو کوڑ پڑتا ہے تو کسی نے خوب کہا کہ ایدھی گل تے ایس طراں کہ کھاوے تے کوڑ پیندائے چھڈے تے رہ نہیں آوندی اگر اسلام کی دونوں اساسوں کو مانتے ہیں تو عبادت کرنا پڑتی ہے زکوٰۃ دینی پڑتی ہے حج کے لئے جانا پڑتا ہے یہ سارے احکامات کو تسلیم کرنا پڑتا ہے اگر انکار کرتے ہیں تو پھر اسلام سے نکلنا پڑتا ہے تو اسلام میں رہنے کے لیے کہتے ہیں کہ ہم قرآن کے حلال کو حلال مانتے ہیں قرآن کے حرام کو حرام مانتے ہیں اس کی آج سے پندرہ سو برس پہلے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ کہ ایک شخص ایک زمانہ ہوگا وہ آئے گا بڑے پیٹ والا' پیٹ بھرا ہوگا بڑا لین لاٹ امیر آدمی ہوگا بہت بڑے گدے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے ہوگا وہ لوگوں سے کہے گا قرآن کے حرام کو حرام سمجھو قرآن کے حلال کو حلال سمجھو اس کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے فرمایا حالانکہ قرآن ہی کی طرح ایک اور چیز

بھی ہے جو میں آپ کے سامنے کر کے دکھاتا ہوں اور یہ بات آپ ہی نے نہیں کہی کیونکہ قرآن بھی بار بار کہتا ہے۔

﴿يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكُ الْقُدُّوسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمُ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيِّنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾

(پارہ ۲۸، رکوع ۱۱)

تمہیں قرآن یعنی کتاب کی تعلیم دیتا ہے والحکمۃ حکمت اس کا انگریزی میں معنی یہ کیا ہے پالیسی آتی ہے شریعت بھی اس کا یہی معنیٰ کرتی ہے کہ اس کی تشریح کی جاتی ہے جس طرح ہماری اسمبلیوں میں ایک قانون بنتا ہے لوگ جا کر پوچھتے ہیں کہ فلاں قانون بن گیا ہے اس ادارے میں جا کے کہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اسے وضع کرنے کی پالیسی نہیں آتی جب تک اس قانون کی پالیسی نہیں آتی اس قانون کا فائدہ کچھ نہیں ہوتا جب پالیسی آ جاتی ہے یا اس کا طریقہ کار ہوتا ہے کہ اس قانون کو اس طرح نافذ کرنا ہے تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جو حکمت کی باتیں بتاتے ہیں جو آپ نے اپنی زندگی میں لوگوں کو کر کے دکھایا وہ یہی پالیسی تھی جو قرآن کو نافذ کرنے کا طریقہ تھا اگر اسے نہیں لیں گے تو پھر کسی طرح ممکن ہے کہ ہم قرآن کو سمجھ سکیں مثال کے طور پر قرآن کہتا ہے ﴿اِقَامَ الصَّلٰوةَ﴾ نماز قائم کرو کس طرح کریں گے؟ تو جن لوگوں نے حدیث کا انکار کیا پچاس برس تک شیخ چٹو کے گھر میں بیٹھ کر بناتے رہے کہ نماز کس طرح قائم کریں کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا۔ تقریباً پچاس قسم کی انہوں نے نمازیں بنالیں مختلف قسم کی اللہ کے پیغمبر کا انکار کر کے اتنا ذلیل ہوئے کہ شیخ چٹو نے اپنا گھر خالی کروا لیا کہ تم نے کیا بکواس لگائی ہوئی ہے میں نے تو کہا تھا کہ نماز سے جان چھڑوا دو تم نے پچاس نمازیں بنا دیں ہیں ایک کہتا ہے دو پڑھو ایک کہتا ہے تین پڑھو ایک کہتا ہے ایک پڑھو ایک کھڑا رکھتا ہے اور ایک سجدے میں لے جاتا ہے یہ کیا مذاق بنایا ہوا ہے تم نے اگر اللہ کے پیغمبر کی بات کو تسلیم کر لیں تو پھر نماز اسی طرح ہوگی جس طرح یہ سب لوگ

کھڑے ہوتے ہیں اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھتے ہیں یہ وہیں سے ملے گا اللہ کے پیغمبر کے احکامات میں سے پھر ہاتھ باندھے جاتے ہیں یہ بھی وہیں سے ملے گا پھر رکوع میں جایا جاتا ہے اور اس میں کیا پڑھا جاتا ہے سب کچھ اللہ کے پیغمبر کے احکامات میں سے ملیں گیں قرآن اگر ہر چیز کی تشریح شروع کر دیتا تو پھر ممکن ہے کہ لوگ قرآن پڑھ ہی نہ سکتے یہ اتنا تفسیر والا ہو جاتا کہ لوگوں کے لیئے اسے پڑھنا ہی مشکل ہو جاتا اللہ نے ہمیشہ سے یہ کہا کہ اپنی کتاب کو نازل کیا پھر اس کی پالیسی جو ہے پھر اس کا طریقہ کار جو ہے یہ اپنے پیغمبروں سے بیزار ہیں ایک گروہ وہ ہے جو مختلف فرقوں میں بٹا ہوا ہے ان کے سامنے حدیث آتی ہے نبی مکرم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز اس طریقے سے پڑھتے تھے حالانکہ وہ دوسرے طریقے سے پڑھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں یہ چونکہ ہمارے خلاف ہے اب اس کی تاویل کرنی چاہیے یا اس کا انکار کر دیں اسی طرح ایک آدمی حج کرتا ہے حج کا ایک طریقہ اختیار کرتا ہے جو ان کے علماء بتلاتے ہیں حالانکہ حدیث اس کے مخالف آتی ہے پھر بجائے اس کے کہ اللہ کے پیغمبر کی بات کو تسلیم کر لیں وہ کہتے ہیں اس کی تاویل کر دو اس کا انکار کر دو اپنا فرقہ نہ چھوڑیں اللہ کے پیغمبر کی بات کو چھوڑ دیں یہی سبب ہے فرقہ بندیوں کا حالانکہ مسلمانوں اگر ان دونوں چیزوں کے پیچھے آجائے تو اللہ کے پاک پیغمبر نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا لوگو ﴿تَرَكْتُ فِيكُمْ اَمَرَيْنِ﴾ تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ﴿لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِما﴾ تم میں سے کبھی بھی کوئی شخص گمراہی میں مبتلا نہیں ہوگا جب تک ان دونوں چیزوں کو تھامے رکھو گے وہ دو چیزیں کیا ہیں کِتَابُ اللّٰہِ ایک اللہ کی کتاب دوسری وَسُنَّتِيْ یعنی سنت رسول اللہ۔ اللہ کے پیغمبر کی سنت تو اب یہاں کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں اب بہت زور ہو گیا ہے ان اعتراضات کا وہ کہتے ہیں حدیث جو ہے یہ تین سو سال بعد جا کر تدوین ہوئی تھی اس سے پہلے کوئی چیز حدیث کے نام کی موجود نہیں تھی۔ یہ بہت بڑا دھوکہ ہے جس میں وہ مبتلا ہیں یا وہ لوگوں کو کر رہے ہیں جس طرح قرآن کی تدوین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہوئی تھی اس طرح

حدیث کی تدوین بھی اللہ کے نبی علیہ السلام کے دور میں ہوئی تھی اس کی مثال میں عرض کرتا ہوں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ مکہ میں مسلمان ہوئے تھے قریش کے نوجوان تھے یہ مسلمان ہونے کے بعد یہ بہت پڑھے لکھے آدمی تھے ہر چیز لکھنا پڑھنا جانتے تھے افریقی' سرائیکی' عبرانی اور عربی اس طرح کی جو عرب کے اردگرد میں مشہور زبانیں تھیں یہ ساری انہیں یاد تھیں یہ ان زبانوں کو جانتے تھے لکھنا بھی خوب جانتے تھے جب مسلمان ہوئے تو انہوں نے اللہ کے پیغمبر کے احکامات کو لکھنا شروع کر دیا جب آپ کوئی بات فرماتے تو یہ لکھ لیتے قریش کے کچھ نوجوانوں نے کہا کہ اللہ کے پیغمبر انسان ہیں کبھی وہ غصے میں ہوتے ہیں کبھی خوشی میں ہوتے ہیں اور غصے میں کہی گئی بات حقیقت پر مبنی نہیں ہوتی۔ اس لئے تم یہ باتیں نہ لکھا کرو۔ تم ہر وقت ہر بات نبی علیہ السلام کی لکھتے ہو اب آپ کہتے ہیں کہ میں نے لکھنا ترک دیا لیکن میرے دل میں بے چینی تھی کہ میں نے لکھنا کیوں چھوڑا اللہ کے پیغمبر کی باتیں اتنی خوبصورت ہوتی ہیں یہ ایسے احکامات ہیں جو سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں ہماری زندگی کا لائحہ عمل یہ ہے میں کیوں نہ لکھوں کہتے ہیں میں نے سوچا کہ چلو انہیں سے پوچھ لیتے ہیں جن کی باتیں لکھتے ہیں یہ اللہ کے پیارے پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے کہنے لگے یا رسول اللہ علیہ السلام میں ایک بات پوچھنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں آپ نے فرمایا کیا۔ کہنے لگے آپ جو فرماتے تھے میں وہ لکھ لیتا تھا۔ تو میرے کچھ دوستوں نے کہا کہ اللہ کے رسول علیہ السلام ایک انسان ہیں انسان ہونے کے ناطے سے کبھی غصے میں ہوتے ہیں کبھی خوشی میں ہوتے ہیں آپ کی ہر بات لکھتے ہو اس طرح تو درست نہیں ہے انسان کبھی خطا بھی کر جاتا ہے تو آپ کے الفاظ جو ہیں وہ سنئے کہنے لگے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اس منہ سے سچ کے علاوہ کوئی بات نہیں نکلتی۔ اور یہی قرآن میں اللہ نے فرمایا۔

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (پارہ ۲۷' رکوع ۵)

یہ میرے پیارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ علیہ السلام اپنی طرف سے کوئی بات

نہیں کہتے۔ یہ جو بھی بات کہتے ہیں وہ اللہ کی طرف سے وحی ہوتی ہے اور یہ بات یاد رکھیں اگر کوئی وحی نہیں تھی آپ نے اپنی طرف سے اظہار فرمایا تو اللہ نے ضرور یا اسے روک دیا یا اس کی تائید فرمائی کہ آپ نے درست فرمایا جن باتوں میں روکا بے شمار قرآن میں بھی موجود ہیں احادیث میں بھی موجود ہیں علی ھذا القیاس سلسلہ اسی طرح چلتا رہا ہمیں تاریخ میں یہ بات ملتی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باقاعدہ انتیس ۲۹ کاتب تھے جو اللہ کے پیغمبر کے پاس ہمہ وقت بیٹھ کر باتیں لکھا کرتے تھے قرآن کی آیات کو علیحدہ غیر ممالک کے بادشاہوں کہ خطوط لکھے جاتے تھے وہ علیحدہ جو آپ مختلف قسم کی باتیں مختلف علاقوں کے لوگوں کے ساتھ کرتے یا معاہدے کرتے وہ الگ ۲۹ باضابطہ کاتب تھے جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں لکھا کرتے تھے تقریباً اکاون انسان ایسے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے لیکن باضابطہ کاتب نہیں تھے وہ اپنے طور پر لکھا کرتے تھے اور چوالیس ایسے مسوادت ملتے ہیں جو مختلف صحابہ کرام نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کو لکھ کے ترتیب دیا تھا۔ ان میں سے انس بن مالک کا ہے یہ صحیفہ سب سے اچھا ہے کہ انہوں نے جتنی باتیں لکھیں تھیں۔ حضرت انس بن مالک جو ہیں آپ مدینہ منورہ میں آئے۔ مدینہ منورہ میں جب آپ تشریف لائے تو حضرت انس بن مالک کی والدہ اپنے بیٹے کو لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں عرض کرتی ہیں یارسول اللہ میری ایک عرض ہے اسے قبول فرمالیجئے آپ نے کہا کیا بات ہے۔ کہنے لگی کہ یہ میرا بیٹا انس ہے اسے میں آپ کی خدمت میں مامور کرنا چاہتی ہوں میرا دل چاہتا ہے کہ میرا بیٹا آپ کی خدمت کرے۔ اور پھر بڑے فخر سے کہنے لگی کہ میرا بیٹا لکھنا جانتا ہے یہ اس طرح ہے جس طرح آج کے زمانے میں کوئی یہ بات کہے کہ میرے بیٹے نے (P.H.D) پی ایچ ڈی کی ہوئی ہے۔ اس لیے میں آپ کی خدمت میں دیتا ہوں اس طرح فخر کے ساتھ اس زمانے میں یہ بات کہی کہ یہ لکھنا جانتا ہے کیونکہ بہت کم لوگ لکھنا جانتے تھے دس سال تک یہ شخص جن کا نام حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے یہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے آپ کی رات کی عبادتیں بھی

دیکھیں آپ کے دن کے معاملات بھی دیکھے آپ کے سفر و حضر میں آپ کی خدمت میں رہے دس سال تک حضرت انس بن مالک حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتے رہے اور آپ کے فرامین کو لکھتے رہے حضرت انس بن مالک خود فرماتے ہیں میں نے آپ کے آخری زمانے میں جو مسودے میں نے لکھے کوئی پتھروں پر کوئی لکڑیوں پر جو چیز میرے ہاتھ میں آئی میں لکھتا رہا جب میں نے لکھے تو میں نے سارے آپ کے سامنے عرض کیے انہیں سنائے آپ نے اس کی تصیح فرمائی اس طرح حضرت انس بن مالک کے پاس وہ مسودہ تھا جس کی تصیح حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی۔ اسی طرح ایک شخص تھے ان کا نام تھا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عجیب واقعہ ان کے متعلق اللہ کے نبی ﷺ نے دعا مانگی تھی اے اللہ اس کو اتنا حافظہ عطا فرمادے کو کبھی کوئی بات نہ بھولے اور یقین مانیے کہ یہ معجزہ اتنا بڑا ہوا کہ آخری عمر ہے مروان بن حکم یہ مدینے کا گورنر ہے اس نے حضرت ابو ہریرہؓ کو بلایا اس کے دل میں شک پیدا ہوا یہ حدیثیں بہت بیان کرتے ہیں اب بوڑھے ہو گئے ہیں ان کا ذہن اس طرح کام نہیں کرتا۔ ان کو آزمایا جائے اس گورنر کا سیکرٹری جو تھا اس کا نام ابو زعزیٰ تھا یہ لکھنے پڑھنے میں بڑا ماہر تھا اس نے ابو زعزیٰ کو کہا کہ تم پردے کی اوٹ میں بیٹھنا میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کچھ حدیثیں لکھوالوں گا اس سے آپ لکھ لینا آپ مجھے سنائیں گے تم پردے کے پیچھے بیٹھ کر لکھ لینا انہیں معلوم نہ ہو کہ میری بات لکھی جا رہی ہے جس طرح آج کے زمانے میں ہم کہتے ہیں کسی کی گفتگو کو اپنے پاس محفوظ رکھنا ہو تو ٹیپ ریکارڈر رکھ لیتے ہیں تاکہ یہ مکرے نہ اسی طرح اس نے کہا اپنے سیکرٹری کو تم ان کی باتوں کو لکھ لینا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے عرض کرنے لگے کہ ابو ہریرہؓ میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں میں مدینے کا حاکم ہوں مختلف معاملات میرے سامنے پیش آتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے پیغمبر کی وہ احادیث کم از کم جو ایک سو کی تعداد میں ہوں وہ مجھے بتلائیں تاکہ اس کے مطابق میں اپنے فیصلوں کو کروں حضرت ابو ہریرہؓ بولتے جاتے ہیں وہ سنتا جاتا نہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کو معلوم ہے کہ میری باتیں لکھی جا رہی ہیں اس کو معلوم ہے کہ میں نے کیا کیا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سو احادیث سنائیں سنانے کے بعد چلے گئے ایک سال پورا گزر گیا اس نے پھر بلا لیا کہنے لگے ابو ہریرہؓ میں نے اس لیے بلایا ہے کہ آپ نے ایک سال پہلے اللہ کے نبی ﷺ کے مختلف فرامین مجھ بتلائے تھے ان کی تعداد ایک سو تھی میں یہ چاہتا ہوں کہیں میں بھول نہ جاؤں ایک مرتبہ آپ پھر ان کا اعادہ فرمادیں ارادہ اس کا یہ تھا کہ میں ان کو سزا دوں گا اگر یہ غلط کرتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آمادہ ہوئے تو اس نے اپنے اسی سیکرٹری کو جس کا نام ابوزعزیٰ تھا اسے بٹھا دیا تم نے اس مسودے سے دیکھنا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پہلے جو حدیثیں بتائیں تھی وہی بتا رہا ہے یا کوئی اور بتا رہا ہے اب وہ آپ حدیثوں کو پڑھتے جاتے ہیں اور وہ انھیں دیکھتا جاتا ہے کہ انہوں نے پہلے کیا کہا اور اب کیا کہہ رہے ہیں۔ تو ابوزعزیٰ قسم کھا کر کہتا ہے فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ قسم کھا کر کہتا ہے مجھے اللہ کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سو احادیث پڑھ کر فارغ ہوئے ایک سال پہلے جو لکھوائی تھیں ان میں ایک شوشے کا بھی فرق نہیں یہ اس لیے تھا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ﴿مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاءَ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ﴾ جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا وہ سمجھ لے کہ اس نے اپنا ٹھکانا جہنم بنالیا ہے یہ کس طرح ممکن تھا جن لوگوں نے اپنی جان اللہ کے لئے وقف فرمادی جن لوگوں کا مال اللہ کے پیغمبر کے لیے وقف تھا جنہوں نے اپنی اولادیں آپ کے لئے کٹوادیں وہ آپ کی باتوں کے متعلق جھوٹ لکھنے لگ جائیں گے کتنی بے شرمی کی بات ہے کہ مجھ جیسا انسان جس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے وہ اللہ کے پیغمبر کے احکامات کے متعلق ایسی بات بنائے انہیں تو شرم آنی چاہیے یہ وہ حقائق ہیں جنہیں جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ اسی طرح نبی مکرم کے پیارے صحابی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا صحیفہ صادقہ تھا آپ نے فرمایا یہ تقریباً ۵۴ تک تعداد پہنچتی ہے بعض روایات میں ۴۴ ہے کہتے ہیں یہ وہ باتیں

تھیں جو اللہ کے پیغمبر کی لکھی ہوئی تھیں سید ابو بکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے کہا کہ جو حضرت جابر بن عبداللہ کا صحیفہ تھا اس صحیفہ میں ۴۲۷۵ حدیثیں تھیں جو اللہ کے پیغمبر سے انہوں نے لکھی تھیں اسی طرح جب حضرت انس بن مالک جب فوت ہوتے ہیں تو ان کا شاگرد جو ہے اس نے کہا کہ آپ کے پاس اتنے مسودے تھے کہ ایک اونٹ کا بوجھ تھا جو انہوں نے اللہ کے پیغمبر کے فرامین کو انہوں نے نقل کیا تھا۔ یہ ساری وہ چیزیں تھیں جو پھر ان کے شاگردوں نے سنیں پھر انہوں نے نوٹ کیں۔ انھیں حفظ کریں ان کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد ان کا واقعہ بیان کرتا ہے امام ابن شہاب محمد بن مسلم بن شہاب غوری تھے ان کے ساتھ بھی وہ ہی واقعہ ہوا جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوا تھا۔ ابن شہاب غوری کو اس وقت کے حاکم ہشام بن مروان یہ اپنے پاس بلاتا ہے اس کے ذہن میں بھی یہی ہے کہ ابن شہاب غوری جو ہیں یہ بہت روایتیں بیان کرتے ہیں۔ دیکھا تو جائے آیا یہ صحیح بھی بیان کرتے ہیں یا ویسے ہی کہہ دیتے ہیں کہنے لگا کہ میں اپنے بیٹے کے لیے کچھ مسودہ چاہتا ہوں آپ اللہ کے پیغمبر کی حدیثیں لکھ دیں یا لکھوا دیں میں اپنے بیٹے کے لیے رکھ لوں تاکہ وہ اس سے استفادہ کرتا رہے پڑھ سکے اسے بھی دین کے علوم کچھ آ جائیں آپ نے قبول فرما لیا تاریخ ابن خلدون میں لکھا ہے کہ ابن شہاب غوری نے چار سو احادیث نقل فرمائیں اس نے لکھ لیں مدت گزرتی گئی کافی عرصہ گزر گیا تو پھر اس نے بلایا ایک جھوٹ بولا کہنے لگے حضرت میں ایک عرض کرنا چاہتا ہوں آپ نے ایک مسودہ لکھوایا وہ میں کہیں کھو بیٹھا ہوں مجھے بہت شدید ضرورت ہے اور مجھے شدید افسوس ہے میں آپ سے عرض کروں گا کہ جو مسودہ آپ نے پہلے لکھ کر دیا تھا وہ دوبارہ لکھ دیں آپ نے وہی چار سو احادیث لکھ کر دیں۔ اس نے بارہ علماء کو بٹھایا کہ ان دونوں مسودوں کا موازنہ کرو۔ اگر ان میں سے کوئی غلطی ہوئی تو پھر پوچھیں گے کہ کس طرح اللہ کے پیغمبر کی احادیث کو نقل کیا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں تاریخ ابن خلدون میں یہ واقعہ موجود ہے چار سو احادیث کا آپس میں موازنہ کیا گیا ان میں ایک لفظ کا بھی فرق نہیں تھا۔ یہ وہ

محدثین تھے اگر ہم جیسے لوگ ہوتے جن کا فکر یہ ایک پیٹ سے آگے نہیں ہوتا۔ لوگوں کا مال کھانے کے لئے سب کچھ کرتے ہیں اور اللہ کے پیغمبر کے احکامات کو جھٹلاتے ہیں۔ ہم جیسے انسان ہوتے تو ممکن ہے انسان تصور کر سکتا تھا۔ یقیناً انہوں نے جھوٹ بولا ہوگا وہ تو وہ لوگ تھے امام یحیٰ بن معین دس لاکھ دینار حدیث کے علم میں خرچ کر دیئے تھے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جن کے بارے میں آج کا وہ آدمی جن کی باتیں اپنے مسلک کے خلاف ہوتی ہیں وہ بڑی زبانیں نکالتا ہے۔ ان کی کیفیت آپ کو بتاؤں۔ ایک دفعہ سفر میں جا رہے تھے سمندر کا سفر تھا جہاز میں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص کو بتا دیا کہ میرے پاس ایک ہزار دینار ہیں پھر جس طرح دوست بن جاتے ہیں اس کو پتہ چل گیا کہ ان کے پاس ایک ہزار دینار ہیں۔ اس نے ایک دن شور مچا دیا۔ میرے ہزار دینار اس طرح کی گتھلی میں بند ہیں وہ میرے گم ہو گئے ہیں بہت بڑی رقم تھی جہاز میں شور مچ گیا۔ کہنے لگا سب کی تلاشی لو۔ تلاشی لی گئی تو دینار کسی سے نہ ملے جب یہ سفر ختم ہوا جہاں جانا تھا پہنچے۔ وہاں پہنچ کر وہ شخص امام بخاری سے پوچھنے لگا۔ اے محمد مجھے یہ بات بتا۔ تم نے مجھے خود بتایا تھا وہ تھیلی بھی میں نے تمہارے پاس دیکھی تھی۔ وہ اشرفیاں تھیں یا دینار تھے وہ کہاں گئے ہنس کے کہنے لگے بیوقوف میں اللہ کے پیغمبر کی حدیثیں بیان کرتا ہوں لوگ مجھ پر اعتماد کرتے ہیں۔ تم نے ایک ایسی ضباثت کی تھی۔ اگر مجھ سے وہ دینار برآمد ہو جاتے۔ کہ میرا سارا اعتماد ختم ہو جاتا۔ میں نے سمندر میں پھینک دیئے تھے۔ اور لوگو! یہ کوئی معمولی رقم نہیں تھی۔ تیس دینار ہوں تو ساڑھے سات تولے سونا بنتا ہے آج کے حساب سے ساڑھے ستارہ لاکھ روپے کی رقم تھی۔ جو آپ نے سمندر میں اچھال دی تھی کہ میں محمد رسول ﷺ کی باتیں بیان کرتا ہوں۔ اگر میری یہ بات سامنے آ جاتی۔ تو لوگ مجھ پر اعتماد کس طرح کریں گے۔ ہم چند ٹکوں کی خاطر اپنا دین ایمان سب کچھ بیچ دیتے ہیں۔ یہ محدثین وہ لوگ تھے جن پر تنقید کرتے ہوئے ایک خناس آدمی کو شرم نہیں آتی کہ وہ کہتا ہے کہ یہ جھوٹ بولتے ہیں۔ جنہوں نے ساری زندگی اسی لئے برباد کر دی انہوں نے کیا کیا تکلیفیں اٹھائیں۔ کہ ایک ایک

نبی کے حکم کے سامنے اپنے جسموں کو خون آلود کر لیا۔ اپنے آپ کو اذیتوں میں مبتلا کر لیا۔ لیکن نبی کریم ﷺ کے فرامین میں کوئی ردو بدل نہیں کیا۔ اس لئے ہم جب بھی بات کریں ہمیں ذرا ہوش سے کرنی چاہیے کس کے متعلق کر رہے ہیں۔ کیا بات کر رہے ہیں یہ بات یاد رکھیں دو چیزیں ہم نے بڑی آسان سمجھ لیں ہیں ایک حدیث جب بھی کوئی چار آدمی بیٹھے ہوں یہ حدیث ہے ہم فوراً اپنے منہ سے بات نکالتے ہیں۔ حالانکہ صحابہ اتنا اس معاملے میں ڈرتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں سورہ بقرہ کی یہ آیت نہ سنتا۔ جس میں اللہ نے فرمایا۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰی مِنْ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ﴾

(پارہ ۲، رکوع ۳)

جو لوگ ان باتوں کو چھپا لیتے ہیں جو اللہ نے ان کی طرف نازل کی ہیں کبھی تو ان پر اللہ کی اور ساری کائنات کی لعنت ہے۔ فرمایا اگر یہ آیت میرے سامنے نہ ہوتی۔ تو میں کبھی نبی ﷺ کی باتیں بیان نہ کرتا۔ میں اسی لیے بیان کرتا ہوں کہیں اللہ کے حضور لعنتی نہ ٹھہروں۔ لیکن دوسری طرف یہ بھی خوف ہے کہ اگر کوئی ایسی بات منہ سے نکل آئی۔ جو اللہ کے پیغمبر نے نہیں فرمائی۔ تو میرا حشر کیا ہوگا۔ کیونکہ آپ نے فرمایا کہ ﴿مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّاءَ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارْ﴾ جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ سمجھ لے کہ اس نے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لیا ہے۔ اللہ ہمیں اس برے ٹھکانے سے بچائے۔

واٰخر دعونا ان الحمدللّٰہ رب العلمین.

اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمان الرحیم

﴿وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰىo مَاضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰىo وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىo اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰىo عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰىo ذُوْمِرَّةٍ فَاسْتَوٰى o وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى o ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى o فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰىo فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰىo مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰىo﴾ صدق اللّٰہ العظم. (پارہ ۲۷، رکوع ۵)

محترم سامعین کرام! گذشتہ کچھ واقعات سے اسلام کے ان دو ماخذ جن میں سے ایک قرآن عظیم ہے اور دوسرا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے قوانین ہیں ان کی محبت کے متعلق کچھ گذارشات کر رہا تھا پہلی تحریر میں میں نے یہ بات عرض کی تھی کہ جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہما اجمعین نے قرآن کی تدوین یعنی لکھنے کے متعلق جو اصول مرتب کیے تھے اور جو اصول حدیث یعنی نبی مکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے فرامین کو لکھنے یا یاد کرنے میں جو اصول مرتب کیے تھے ان میں ایک بھی چیز کا فرق نہیں جو قرآن کے لئے اصول تھے وہی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے فرامین کے لیے اصول ہیں یعنی قرآن کی ایک ایک آیت اور آیت کا ایک ایک لفظ اور لفظ کا ایک ایک نقطہ اس کے متعلق پوری احتیاط برتی تھی کہ جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کی طرف سے ہمیں بتایا ہے ہماری طرف سے نہ کوئی اضافہ ہونا چاہیے نہ کم ہونا چاہیے اور جو کچھ ہوا وہ میں نے مختصراً آپ کے سامنے ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے بتایا ہے۔ اور دوسرا حدیث کے متعلق آپ فرمائیں گے کہ یہ اس طرح تو نہیں ہوسکتا لیکن میں دلائل اور براہین کے ذریعے آپ کو بتاؤں گا کہ جس طرح حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی باتوں کو صحابہ کرام نے جمع کیا اس میں اور قرآن کے جمع میں کوئی بھی فرق نہیں ہے اس کے بھی ایک شوشے میں ایک لفظ میں اور اس لفظ کے کسی بھی

نقطے میں اگر صحابہ کو شک ہو گیا کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ نبی علیہ السلام نے اس معاملے میں کیا فرمایا تھا تو انہوں نے بھی آگے یہی بتایا کہ آپ نے یہ باتیں بتائیں تھی اور اس میں وہ فلاں نقطہ ہے وہ مجھے یاد نہیں رہا تھا آپ نے کیا کہا تھا اپنے ذہن کو نہیں لڑایا اس کی مثال دیتا ہوں ہادی برحق حضرت محمد رسول اللہ علیہ السلام نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جو شخص نماز پڑھ رہا ہے اس کے آگے سے جو شخص گزرے اسے اتنا گناہ ہوتا ہے اگر اسے اس گناہ کا علم ہو جائے تو وہ چالیس دن انتظار کرے اب صحابی کو بھول گیا تھا کہ آپ نے چالیس ساعتیں کہیں آپ نے چالیس دن کہے ہی آپ نے چالیس مہینے کہے ہیں یا آپ نے چالیس سال فرمائے ہیں یعنی آدمی اگر اسے اس بات کے گناہ کا علم ہو جائے کہ ایک نمازی کے آگے سے گزرنا کتنا بڑا گناہ ہے تو وہ کتنی دیر تک انتظار کرے اب صحابی کے ذہن میں شک آ گیا کہ نا معلوم مجھ کو کیا کہا تھا اب آپ اندازہ فرمائی کہ اس بات کو چودہ سو برس گزر گئے اور احادیث سامنے آ گئیں بعض نے کہا کہ آپ نے یہ بات اس طرح فرمائی تھی لیکن اس صحابی نے اپنی زبان سے یہ واضع کرنا بہتر نہیں سمجھا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ نے اس طرح فرمایا تھا وہ کہتا ہے چونکہ مجھے یاد نہیں رہا اب یہ لفظ میں اپنی زبان سے نہیں نکالوں گا کیونکہ مین نے اپنے کانوں سے ہادی برحق جناب محمد رسول اللہ علیہ السلام کا ارشاد سنا ہے ﴿مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّاءَ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارُ﴾ جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا وہ سمجھ لے اس نے اپنا ٹھکانا جہنم بنا لیا یہ ایک تلوار تھی جو لٹک رہی تھی کہ آپ کی بات میں بھی کوئی شخص مداخلت نہ کر سکے اسی طرح اور آگے آپ دیکھے کہ ایک صحابی سے اگر کوئی تابعی روایت کرتا ہے تو وہ وہی الفاظ بولتا ہے وہ یہ نہیں کہتا کہ مجھے دوسری شہادتیں مل گئی ہیں اب میں اس حدیث کو مکمل کر لوں اس نے بھی اسی طرح جو الفاظ پہلے کہے تھے وہ آگے پہنچا دیئے تابعی کے بعد تبع تابعی پھر محدثین علی ھذا القیاس آج چودہ سو سال بعد اس حدیث کی موافقت میں بہت سی احادیث ملتی ہیں لیکن جو اس صحابی نے بیان کی اور انہی الفاظ کے ساتھ آ رہی ہے جو حضرت محمد رسول اللہ علیہ السلام سے انہوں نے سنی تھی

اسی طرح ایک اور مثال عرض کرتا ہوں نبی علیہ ﷺ اپنی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے مجلس میں بے شمار لوگ تھے ان بے شمار لوگوں کے سامنے مسلمانوں کے حق بتلا رہے تھے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کتنے حق ہیں آپ نے ارشاد فرمایا ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں اب جتنے بھی لوگ ہیں سارے آپ کی حدیث پوری بیان کرتے ہیں لیکن ان میں ایک صحابی ایسا ہے وہ پانچ بیان کرتا ہے چھٹی کی مرتبہ وہ کہتا ہے چھٹا مجھے یاد نہیں رہا اب جو بات مجھے یاد نہیں رہی چاہے سارا زمانہ کہتا رہے وہ ان کی گردن پر ہے میں اپنی طرف سے بات وہ نہیں نکالوں گا کہ میں لوگوں سے یہ کہوں کہ نبی علیہ ﷺ نے یہ بیان فرمایا ہے یعنی اتنی حفاظت کرنے والے کہ ایک ایک شوشے ایک ایک لفظ کی اس طرح حفاظت کرتے ہیں کہ اتنا اس معاملے میں وہ محتاط ہیں کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ یہ وہ شخص تھے جن کے گھر نبی کریم علیہ ﷺ مدینہ منورہ آکر مہمان بنے تھے ستر سال کی عمر ہے آپ اندازہ فرمالیں ہم میں بہت کم ایسے لوگ ہیں جو ستر سے اوپر چڑھے ہوئے ہیں۔ بہت کم ہیں وہ جتنے بھی ہیں ستر سال کا بوڑھا شخص اپنے ذہن میں سوچتے ہیں یہ سیدنا معاویہ کی خلافت کا زمانہ ہے بوڑھے ہوگئے ہیں ذہن میں سوچتے ہیں کہ اس وقت پورے عالم اسلام میں فلاں جو حدیث ہے اس حدیث کو بیان نبی علیہ ﷺ نے جن لوگوں کے سامنے کیا تھا ان لوگوں میں سے ابھی دو شخص زندہ ہیں ایک میں ہوں اور دوسرے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ مدینے میں رہتے ہیں وہ مصر کے ایک گاؤں میں رہتے ہیں اب آپ اندازہ فرمائیں کہ جن لوگوں نے جغرافیا پڑھا ہوا ہے انہیں معلوم ہے کہ مدینہ منورہ سے لے کر مصر تک کتنا لمبا سفر ہے اور کتنے رستے میں سمندر آتے ہیں یا کتنے صحرا آتے ہیں اور اس وقت کوئی جہاز نہیں تھے اور نہ فلائنگ کوچیں چلتی تھیں نہ کوئی اور ذریعہ تھا وہی ذرائع تھے یا پیدل چلنا یا سواری پر سواریں وہ تھی یا اونٹ پر سفر کرنا یا گھوڑے پر سفر کرنا ستر سال کا بوڑھا صرف اسی لئے گھر سے نکلتا ہے کہ میں عقبہ بن عامرؓ کے پاس جا کر تصدیق کروں کیا میں بوڑھا ہوگیا ہوں کہیں اس حدیث میں کوئی فرق تو نہیں پڑگیا جو

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے آج سے چالیس سال پہلے سنی تھی کئی مہینوں کے سفر کر کے مصر کی سرزمین میں پہنچتے ہیں ان کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں وہ باہر آتے ہیں کہنے لگے عقبہ کیونکہ یہ ایک عمر کے لوگ تھے۔ ایک صحابی تھے جس طرح ہم دوست ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں اسی طرح گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں جس کے قبضہ قدرت میں میری اور تمہاری جان ہے مجھے اس اللہ کے واسطے یہ بتاؤ دنیا میں اس وقت دو شخص موجود ہیں یا میں ہوں یا تم ہو میں تمہارے سامنے اللہ کے نبی کا وہ حکم پڑھ کر سناتا ہوں اگر میں غلطی کروں تو تصحیح کر دینا اب کئی مہینوں کا سفر کر کے اونٹ پر یا گھوڑے پر سفر کر کے وہاں پہنچتے ہیں اب نبی ﷺ کا وہ فرمان پڑھتے ہیں حضرت عقبہ بن عامر ان کے الفاظ کی تصدیق کرتے ہیں کہ یہ وہی الفاظ ہیں آج سے چالیس سال پہلے نبی کریم ﷺ نے ہمیں فرمائے تھے۔ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے واپس چل پڑتے ہیں حضرت عقبہ بن عامر عرض کرتے ہیں ابوایوبؓ وجہ کیا ہے کہنے لگے کہ میں گھر سے صرف اسی نیت کے ساتھ نکلا تھا کہ میں اس کی تصدیق کرلوں کہ اس حدیث میں کوئی کسی قسم کی کسی بات میں بھی کسی شوشے میں بھی کوئی غلطی تو نہیں ہوئی وہ کہنے لگے بھائی تم اتنی دور سے آئے ہو کھانا تو کھالو کہا میں صرف اس حدیث کی تصدیق کے لیے آیا تھا کھانا نہیں کھاؤں گا۔ اندازہ فرمائیں کہ جن لوگوں نے احادیث کو جمع کیا جن لوگوں نے اس کے لیے کوششیں بلکہ یہاں تک کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہا اجمعین کو نبی کریم ﷺ کی سنتوں سے اتنا پیار تھا کہ حضرت عمر کے بڑے بیٹے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب مدنیہ سے مکہ مکرمہ حج کے لئے یا کسی بھی کام کے لیے آتے تو راستے میں کسی جگہ لیٹ جاتے کسی جگہ بیٹھ جاتے حالانکہ کوئی حاجت نہیں ہوتی جس طرح آدمی پیشاب کے لئے بیٹھتا ہے اس طرح بیٹھتے کسی جگہ ستاتے ویسے ہی کسی جگہ کوئی کام کرتے کہیں سے کوئی ٹہنی اٹھاتے کسی نے پوچھا عبداللہ یہ کیا کرتے ہو کہنے لگے جب حجۃ الوداع کے موقع پر میں ہادی برحق جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے لیے حاضر ہوا تھا تو آپ ان ان جگہ پر

لیٹے تھے اس جگہ پر بیٹھے تھے اس جگہ آپ نے پیشاب کیا تھا اس جگہ سے ایک ٹہنی پکڑی تھی اس لیے میں وہی عمل کر رہا ہوں جو ہادی برحق کرتے تھے۔ وہ لوگ عبادات کے معاملے میں جھوٹ بولنا شروع کر دیں گے؟ سوچنے والی بات ہے کہ ایک بدبخت انگریز نے جن کا مقصد یہ ہے کہ لوگ دین سے دور رہیں اس نے تیرہویں صدی میں ایک شوشہ چھوڑا تھا کہ حدیث نا قابل اعتماد ہے اس پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ تین سو سال بعد لکھی گئی ہے لیکن میں آپ کے سامنے جو باتیں عرض کر رہا ہوں وہ تین سو سال بعد کی نہیں ہے بلکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ان مخاطبین اوّل کی ہیں جنہوں نے اپنی آنکھوں سے ہادی برحق کو دیکھا تھا انھوں نے اپنے کان مبارک سے آپ کی زبان مبارک سے باتیں سنیں تھیں جنہوں نے آپ کی اتباع کرتے ہوئے پوری زندگی کو اسی طرح بسر کیا تھا جس طرح آقائے دو جہاں ﷺ نے گزاری تھی پھر یہیں پر کام ختم نہیں ہوتا یہ بات آگے چلتی ہے سب سے آخری صحابی جو اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے وہ ۱۱۰ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوئے تھے یعنی یہ جو پہلا دور ہے اس کے متعلق اللہ کے پاک پیغمبر نے فرمایا تھا ﴿خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ﴾ بہترین زمانہ میرا اور صحابہ کرام کا زمانہ ہے ﴿ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ﴾ پھر اس کے بعد جو زمانہ آنے والا ہے یعنی تابعین کا تابعی اسے کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں کسی صحابی کو دیکھا ہو اور یہ بات یاد رکھیں حکومتی سطح پر ابھی صحابہ کا دور ختم نہیں ہوا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ یہ بنو امیہ کے ایک خانوادے تھے جب انہوں نے خلافت کو سنبھالا یہ ۹۹ھ کی اور ۱۰۱ھ رجب تک یہ حکمران رہے انہوں نے امام ابن شہاب غوری اور بارہ مختلف شہروں کے علماء کو اکٹھا کیا تھا اور ان کو یہ حکم دیا تھا کہ تم تدوین حدیث کا کام کرو کہیں یہ نہ ہو کہ بہت بڑا ذخیرہ ہمارے ہاتھوں سے چھوٹ جائے انہوں نے پھر باقاعدہ مکہ مکرمہ کے جو ابن عزم وہاں کے گورنر تھے انہیں خط لکھ کے پوچھا تھا کہ میرے پاس حضرت ابو ہریرہؓ کی احادیث موجود ہیں اور یہ بات آپ کے لئے بڑی عجیب ہوگی ہم اپنے ماں باپ کی وراثت میں کوٹھیاں پاتے ہیں اپنے ماں

باپ کی وراثت میں دو کانیں ملتی ہیں زرعی زمین ہمارے نصیب میں آتی ہے ان کی وراثتوں میں اللہ کے نبی کے احکام اور فرامین آیا کرتے تھے عمران کا باپ عبدالعزیز ان کی وراثت سے سیدنا عمر بن عبدالعزیز کو جو چیز ملتی تھی وہ وہ مسودہ تھا جوانہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث کا لکھوایا تھا یعنی ان کی وراثت میں یہ چیزیں آتی تھیں اسی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ایک پڑپوتے تھے جن کا نام راشد تھا ان کی وراثت سے انھیں جو مجموعہ ملا تھا وہ احادیث کا مجموعہ تھا یہ ساری صحابہ کے زمانے کی باتیں ہیں اس میں کوئی فرق نہیں تھا پھر اسی طرح چلتے چلتے دوسرا زمانہ آتا ہے اس میں بے شمار لوگ پیدا ہوتے ہیں بے شمار لوگ احادیث کو لکھتے ہیں حدیث کا علم اور پھیلتا ہے یہ پھیلتا پھیلتا پھر تیسرا زمانہ آتا ہے اب دوسرے زمانے کی جو باتیں سن لیں ہم جیسے آدمی جن کی ایمانی پوزیشن یہ ہے کہ اگر جان کا خطرہ ہو جائے اگر عزت کی پامالی کا خطرہ ہو ہم فوراً دین' ایمان' قرآن' اللہ' رسول سارے ترک کر دیتے ہیں کہتے ہیں اپنی جان بچاؤ باقی باتیں چھوڑو۔ تابعین میں سے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ایک چھوٹا سا مسئلہ ہے جو بادشاہ لوگ ہوتے ہیں ان میں خباثتیں بہت زیادہ ہوتی ہیں ان کی سوچ اور ذہن عیاش ہوتے ہیں وہ کہنے لگا اگر کوئی کسی سے جبری طلاق لے لے یعنی کوئی عورت اسے پسند آ گئی ہے وہ جبراً کہتا ہے کہ بھائی اسے ضرور طلاق دو اسے طلاق دلوا کر اپنے گھر لے آتا ہے تو وہ اس کے لئے جائز ہے بے شمار درباری ملاں ہوتے ہیں جو ایسے میں فتوے دے دیتے ہیں انھوں نے بھی دے دیا امام مالک کہنے لگے یہ طلاق نہیں ہوتی جو ایسی عورت سے نکاح کرے گا اس کا نکاح نہیں ہوگا بلکہ زنا ہوگی بادشاہ وقت کو پتہ چلتا ہے کہتا ہے گرفتار کرلو اس نے تو میری ذات پر اٹیک (Attack) کیا ہے گرفتا کر لیتے ہیں مارتے ہیں پیٹتے ہیں آخر مدینہ کی گلیوں میں چالیس سال تک اللہ کے پاک پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے فرامین کو پڑھانے والی عظیم شخصیت حرمین کے امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا منہ کالا کر کے گدھے پر بٹھا دیا جاتا ہے مدینے کی گلیوں میں اس لئے پھراتے ہیں

کہ تم نے بادشاہ کی مخالفت کیوں کی اب ایک اللہ کے پیغمبر کی حدیث کا معاملہ ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وہ فرماتے ہیں لوگو! ہم جیسا ہوتا تو کہتے نہیں پہچانتے تو اچھی بات ہے کسی کو یہ پتہ نہ چلے کہ یہ فلان کون سا شخص تھا امام مالک گدھے پہ بیٹھے ہوئے ہیں چہرے پر کالک ملی ہوئی ہے وہ کہتے ہیں جو مجھے جانتا ہے جانتا ہے جو مجھے نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں مالک بن انس ہوں جو مدینہ منورہ کی مسجد میں بیٹھ کر حدیث پڑھایا کرتا تھا میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہو کہ جبری طلاق نہیں ہوتی اللہ کے پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا۔ اب آپ اندازہ فرمائیں کہ اپنے آپ خود اعلان کر رہے ہیں کہ میرے چہرے پر کالک اس لئے ملی ہوئی ہے مجھے گدھے پر اس لیے بٹھایا ہوا میرے گلے میں جوتوں کا ہار اس لئے پہنایا ہوا ہے کہ میں اللہ کے پیغمبر کے احکامات میں سے کسی حکم میں ردو بدل کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں یہ ساری ذلتیں مجھے منظور ہیں لیکن اللہ کے نبی کے سامنے ذلیل ہونا منظور نہیں ہے آپ اندازہ فرمائیں کہ جو لوگ مسجد نبوی کو اس لیے چھوڑ دیتے ہیں کہ میں اللہ کے نبی کے کسی حکم میں کوئی ردو بدل نہیں کرتا جو اتنی عظیم تر مسند جو بادشاہوں کے انعام و اکرام اس لئے چھوڑ دیتے ہیں جو دنیا کی رسوایاں اس لیے قبول کر لیتے ہیں کہ اللہ کے پیغمبر کے کسی حکم میں بھی کوئی ردو بدل نہیں ہونے دیتا اسی طرح آگے بڑھیے اس زمانے میں بہت زیادہ ایسے لوگ ملتے ہیں میں چند مثالیں اس لیے عرض کر رہا ہوں وقت بہت کم ہوا ہے پھر اس سے اگلا زمانہ آتا ہے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ وہاں بھی معاملہ ہوتا ہے بہت بڑا بادشاہ مامون الرشید ایک معاملے میں اڑ جاتا ہے اس کے ذہن میں ایک کیڑا آ جاتا ہے وہ کہتا ہے یہ قرآن مخلوق ہے جس طرح ہمیں اللہ نے بنایا ہم اللہ کی مخلوق ہیں وہ کہنے لگا قرآن مخلوق ہے تو پھر اس نے کہا کہ ہماری جتنی بھی سلطنت ہے اس میں جتنے میں علماء ہیں ان سے لکھواؤ کہ اس معاملے میں ان کا نظریہ کیا ہے علماء نے اس کی مخالفت کی کہنے لگے قرآن اللہ کی مخلوق نہیں ہے بلکہ اللہ کی کلام ہے ہم اسے مخلوق نہیں مانتے کیونکہ ہادی برحق نے نہیں ارشاد فرمایا وہ کہنے لگا جو یہ بات کہتا ہے اسے پکڑ کے لاؤ اسے میں اسی

وقت اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا ان میں سے ایک امام احمد بن حنبلؒ بھی تھے سارے علمائے نے اس بات کو چھوڑ دیا کہ بھائی جس طرح آپ کہتے ہیں ہم مانیں گے صرف چار علماء باقی بچے جنہوں نے کہا کہ ہم اللہ کے پیغمبر کی بات کے خلاف نہیں کر سکتے اور یہ بات یاد رکھیں ابھی انہیں گرفتا کر کے مامون الرشید کے دربار میں لے جایا جارہا تھا ہاتھ اٹھائے کہتے ہیں کہ اے اللہ تو اس کی شر سے مجھے محفوظ فرمانا اچھا بھلا بادشاہ اپنے گھر میں اچھا بھلا بیٹھا ہوا اپنے خالق کا گمراہ ہوتا ہے۔ اسی حملے میں مر جاتا ہے اللہ ان کی حفاظت فرما لیتے ہیں پھر اس کا بھائی معتصم باللہ آتا ہے وہ اس سے زیادہ خناس اس معاملے میں اس سے زیادہ پکا اس نے حکم دیا پکڑ کر جیل میں بند کر دیا جائے ہر روز سینکڑوں کوڑے مارتا ہے پھر ایک دن تکلیفیں دیتے دیتے بار بار امام احمد بن حنبل کو کہتا ہے ان کے علاوہ کائنات میں جتنے بھی علماء تھے سب نے یا گوشہ نشینی اختیار کر لی یا انہوں نے بادشاہ کے آگے ہتھیار ڈال دیتے لیکن ایک عظمت کا پہاڑ امام احمد بن حنبل تھے جنہوں نے کہا ﴿هَاتُوْا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ وَرَسُوْلِهٖ﴾ مجھے اگر منوانا ہے یا اللہ کی کتاب کی مجھے دلیل دے دو یا اللہ کے پیغمبر کے فرامین سے کوئی بات مجھے بتلا دو اس کے علاوہ میں نہیں تسلیم کروں گا قرآن اللہ کی کلام ہے یہ مخلوق نہیں ہے آپ اندازہ فرمائیں کہ سات سال تک مسلسل روزانہ اپنی آنکھوں کے سامنے معتصم باللہ کوڑے لگواتا رہا ایک دن دربار کا بہت بڑا ڈاکو ابالہیثم چھپتے چھپاتے آپ کے پاس آتا ہے کہتا ہے اے امام وقت میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں آپ کو علم ہے کہ آپ سچے ہیں کہنے لگے کہ مجھے پورا یقین ہے کہ میں حق پر ہوں کہ قرآن اللہ کی کلام ہے مخلوق نہیں ہے وہ کہنے لگا کہ کہ میں ایک بار وصیت کرنا چاہتا ہوں کہ میں اس پورے علاقے کا سب سے بڑا ڈکیت ہوں میں نے اپنی پیٹھ پر اٹھارہ ہزار کوڑے بعض روایت میں ہے اٹھارہ سو کوڑے کھائے ہیں لیکن میں حق پر نہیں ہوتا بلکہ غلط راستہ میرا ہوتا ہے پر میں نے مانا نہیں جب بھی چھوٹ کے آتا ہوں پھر میں کسی نہ کسی گھر میں ڈکیتی کے لیے جاتا ہوں اے امام وقت اگر آپ حق پر ہیں تو پھر پھسل نہ جانا ساری کائنات کی نظریں

آپ پر ہیں اگر آپ پھسل گئے تو سارے لوگ پھسل جائیں گے۔ ساری ساری رات روروکر اللہ سے دعائیں مانگتے ہیں اللہ اے اللہ ابوالہیثم پر رحم فرما ایک دن آپ کا بیٹا آتا ہے اور پوچھتا ہے وہ کون ہے پاکباز شخص ابوالہیثم۔ کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ وہ پاکباز ہے کہ نہیں اللہ کو معلوم ہے لیکن اس نے مجھے نصیحت ایسی کی ہے کہ میں ہمیشہ اس کے لئے دعائیں مانگتا رہوں گا کہ اللہ اس شخص پر رحم فرما میرے ایسے کڑے وقت میں ایسی نصیحت کی ہے کہ تم استقامت پر قائم رہنا کہ اگر میں پھسل گیا تو ساری کائنات کے لوگ پھسل جائیں گے ان کا دین خراب ہو جائے گا اتنا زچ ہوتا ہے بادشاہ ایک دن صبح فجر کی نماز کے بعد اپنے جلادوں کی لائن لگا لیتا ہے ایک ایک طاقت ور جلاد آتا ہے دو دو کوڑے مار کر پیچھے ہٹتا چلا جاتا ہے یہ بھی وقت آتا ہے امام وقت خون میں لت پت پڑے ہیں لیکن اپنے موقف سے نہیں ہٹے کبھی غشی آتی ہے کبھی ہوش میں آتے ہیں پھر پوچھا جاتا ہے کہ بھائی بتاؤ معتصم باللہ کہنے لگا اے امام وقت تم ایک دفعہ کہہ دو کہ قرآن اللہ کی مخلوق ہے میں اپنے ہاتھوں سے تمہاری بیڑیاں کھول کر تمہیں عزت سے نوازوں گا کہنے لگے ﴿هَاتُوا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِه﴾ اگر اللہ کی کتاب میں سے کوئی دلیل ہے تمہارے پاس تو لاؤ یا اللہ کے پیغمبر کے فرامین میں سے کوئی فرمان لاؤ تو مان لوں گا وگرنہ مارو نہیں مانوں گا کہ قرآن اللہ کی مخلوق نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی کلام ہے یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اللہ کے فرامین کو اکٹھا کیا تھا اور ہم تک پہنچایا پھر جو لوگ اپنی جان تک جو ہے اللہ کے پیغمبر کے ایک حکم سے نچھاور کرتے ہیں کیا ان کے متعلق تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ جھوٹی باتیں لکھ دیں گے اگر کوئی اب بھی آدمی تصور کرے پھر اسے اپنے آپ کے بارے میں سوچنا چاہیے اس کے ذہن میں جو فطور پیدا ہو چکا ہے اسے اس کے متعلق سوچنا چاہیے ﴿عَلٰى هٰذَا الْقِيَاسُ﴾ ظہر کا وقت آجاتا ہے نماز کا وقت ہے امام روزے سے ہیں بے ہوشی سے ابن داؤد جب نماز پڑھتا ہے تو وہ بھی نماز شروع کر دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ بھائی اس کا تو خون بہہ رہا ہے اس کی نماز کہاں ہوگی مولانا ابوالکلام آزاد انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے دجلہ اور

فرات کے کناروں پر بیٹھ کے لاکھوں سال وضو کر کے نمازیں پڑھنے والوں کی نمازیں ایک طرف اور اس رستے ہوئے خون کی پلیدی میں ایک طرف اگر اس ایک نماز کا مقابل ان لاکھوں نمازوں سے کیا جائے تو یہ نماز افضل ہوگی تو یہ فتویٰ لگاتے ہو کہ جو اللہ کے لئے اللہ کے پیغمبر کے لیے ماریں کھا رہا ہے اس کے جسم سے خون رس رہا ہے زبان پر روزہ ہے روزے کو ترک نہیں کرتے اور اسے کہتے ہو کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی یہ بھی مارتے مارتے مر جاتا ہے پھر اس کا بھائی واثق باللہ آتا ہے وہ بھی اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے عجیب معاملہ اس دن ہوتا ہے یہ بادشاہ ہمیشہ یا جوتے کی زبان سمجھتے ہیں یا مراسی کی بات سمجھتے ہیں حقیقت بات ہے اس کے دربار کا مسخرہ تھا آ کے کہنے لگا اے امیر المومنین اللہ آپ کو قرآن کے معاملے میں صبر جمیل عطا فرمائے کہنے گا کیوں کیا قرآن مر گیا ہے کہنے لگا کیا معلوم مخلوق جو ہے مخلوق کو ایک دن مرنا ہے ذہن پر ٹھیس آئی کہ ہم نے یہ کیا سوچا ہوا ہے یہ کیا کر رہے ہیں وہ کہنے لگا اگر کل کو یہ چلا گیا تو ہم نماز میں کیا پڑھیں گے رونا شروع کر دیا اس لئے مسخرے ہوتے ہی ایسے ہیں کسی نہ کسی طریقے سے وہ سوچنے پر مجبور ہوا کہ اپنے درباری وہ ملاں جس نے یہ ساری خباثت کی تھی اسے لا کر کہنے لگا کہ اللہ تمہارا برا کرے تو نے یہ کیا ہمارے ہاتھوں سے کروایا بات سمجھ آ گئی پھر اس کے بعد جب اس کا بھائی یعنی اس کا بیٹا آیا وہ ایک اچھا انسان تھا اس نے حضرت امام کو بری کر دیا پھر عزت اور احترام بھی کیا پھر ساری زندگی صرف اللہ کے پیغمبر کے فرامین اور اللہ کی کتاب کی حفاظت کے لیے ساری زندگیوں کو ختم کر دیا جب یمن میں پڑھنے کے لئے گئے تو کہتے ہیں وہاں جا کے اپنے جسم کے کپڑے تک بیچ دیئے پیسے جب ختم ہو گئے جب واپس آنے لگے تو ایک بھائی کے مقروض تھے اپنا جوتا تک بیچ دیا صرف حدیث کے علم کے لیے اللہ کے پیغمبر کے فرامین کو اکٹھا کرنا ہے تو محترم یہ ساری باتوں کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ ہم امام بخاری کی بات کو نہیں مانتے امام مسلم کی بات کو نہیں مانتے اس میں جھوٹ ہو سکتا ہے تو محترم میں صرف ایک بات کر کے اپنی بات کو ختم کرتا ہوں ممکن ہے جس طرح ہم سوچتے ہیں اسی

طرح ہو اگر ہم امام بخاری کی بات کو سچ تسلیم نہیں کرتے کہ انہوں نے جو اپنی کتاب میں لکھا ہے وہ غلط ہے مان لیا ایک منٹ کے لئے تو پھر سوچیں گے اگر امام بخاری نے درست نہیں کہا تو امام بخاری نے سنا کہاں سے تو امام بخاری سنتے ہیں امام احمد بن حنبل سے تو امام احمد بن حنبل کی کتاب بھی موجود ہے جب ہم اس کتاب کو کھولتے ہیں تو جو الفاظ امام بخاری اپنی کتاب میں درج فرماتے ہیں وہی الفاظ امام احمد بن حنبل کی کتاب مسند احمد میں موجود ہیں تو پھر سوچ آتی ہے کہ ممکن ہے امام احمد بن حنبل نے اپنی طرف سے بنائی ہو پھر یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ امام احمد بن حنبل نے کہاں سے سنا تو وہ اپنے استاد امام عبدالرزاق بن ہمام سے سنتے ہیں ان کی کتاب بھی اب دنیا میں موجود ہے جس کا نام مسند عبدالرزاق ہے پھر اسے ہم کھول کے دیکھتے ہیں کہ اس نے کیا لکھا ہوا جو الفاظ امام بخاری لکھتے ہیں وہی امام احمد بن حنبل اپنی کتاب میں لکھتے ہیں جو الفاظ امام احمد بن حنبل نے لکھے وہی امام عبدالرزاق اپنی کتاب میں لکھتے ہیں پھر ہم سوچتے ہیں کہ ممکن ہے انہوں نے بھی غلط کہا ہو یہ کہتے ہیں کہ میں نے معمر بن راشد سے سنا معمر بن راشد کی کتاب بھی اس وقت دنیا میں موجود ہے اس کا مجموعہ ہے وہ چھپی ہوئی ہے جب اسے کھول کے دیکھتے ہیں تو ساری جو بھی احادیث اس دنیا میں بیان کی جاتی ہیں یہ مختلف صدیوں کے لوگ مختلف زمانوں کے لوگ ایک ہی جھوٹ پر متفق ہیں اللہ محفوظ فرمائے ہم اسے جھوٹ کہتے ہیں؟ مسلمان ہوتے ہوئے کہتے ہیں یہ جھوٹ کا پلندہ ہے۔ محترم! اب آپ دیکھ لیں ہماری عدالتوں میں یا تھانوں میں ایک جھوٹا گواہ ہو جتنی مرتبہ گواہی کے لئے جائے گا اس کا بیان مختلف ہوگا اس کے برعکس ایک سچا گواہ جو ہوگا جب بھی بات کرے گا وہی بات کرے گا جو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے اس کی بات میں کوئی ردو بدل نہیں ہوگا تو پھر ہم سوچیں گے کہ ممکن ہے کہ حضرت معمر بن راشد جو ہیں رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے غلط کہا ہو پھر یہ دیکھنا ہوگا کہ یہ کس سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے استاد ہمام بن منبہ سے سنتے ہیں اور ہمام بن منبہ کی کتاب ''الرسالۃ'' جو ہے اس وقت دنیا میں موجود ہے یہ کتاب

چوتھی صدی میں یورپ سے ملی تھی اور اسی صدی کے ابتداء میں ڈاکٹر حمید اللہ نے برلن لائبریری سے یہ کتاب جو لی تھی اور ایک کتاب انہیں ملی تھی جو ہمام بن منبہ سے ہے یہ شام کی لائبریری سے ملی تھی ان دونوں کتابوں کا جب موازنہ کیا گیا ایک پہلی یا دوسری صدی کی لکھی ہوئی ہے دونوں قلمی نسخے ہیں اور ایک چھٹی صدی کی لکھی ہوئی ہے ان دونوں میں ایک لفظ کا بھی فرق نہیں ہے اب ہمارے پاس موجود ہے لوگ اسے پڑھتے ہیں جب یہ ساری کتابیں سامنے آتی ہیں تو پھر ہمیں یقین کرنا پڑے گا پھر سوچیں گے کہ ممکن ہے کہ ہمام بن منبہ نے غلط کیا ہو اور ہمام بن منبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نام لیتے ہیں اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جتنی روایات مختلف واسطوں سے ہم تک پہنچتی ہیں ان ساری روایات میں اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ ہمام بن منبہ نے جھوٹ نہیں بولا یہ حضرت ابو ہریرہؓ سے لی ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ کے بارے میں میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ ان کا امتحان جو ہے مروان بن عبدالحکم نے لیا تھا ایک سال پہلے ایک سو احادیث کو لکھوایا سال بعد پھر دوبارہ لکھوایا پھر دونوں کا موازنہ کیا دونوں میں ایک لفظ کا بھی فرق نہیں تھا عجیب بات ہے کہ بارہ سو سال پہلے اسی طرح ترتیب وار کتابیں لکھی گئیں بارہ سو سال سے اب تک بخاری بھی موجود ہے مسلم بھی موجود ہے ترمذی بھی موجود ہے ابن ماجہ بھی موجود ہے مشکوٰۃ بھی موجود ہے یہ ساری کتابیں موجود ہیں اور دنیا کے مختلف ممالک میں چھپتی ہیں اور آپ یقین مانیے سری لنکا والی اور افریقہ والی بیروت والی پاکستان والی سب کو رکھ کے موازنہ کر لیں ایک حدیث کا بھی فرق نہیں نکال سکیں گے تو اگر جھوٹ ہوتا تو یہ جھوٹ کے پلندے مختلف ہوتے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کہتے ہیں کچھ احادیث ضعیف ہیں کچھ موضوع ہیں یہ کیا چکر ہے اللہ نے زندگی عطا کی تو یہ بات آئندہ کبھی عرض کروں گا۔

واخر دعونا ان الحمدللہ رب العلمین.

تبلیغی نصاب کی دو موضوع روایات اور اس جیسی اور روایات پر ایک نظر

﴿عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اِقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِيْئَةَ قَالَ يَا رَبِّ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِلَّا غَفَرْتَ لِيْ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَا آدَمُ كَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ اَخْلُقْهُ قَالَ يَا رَبِّ اِنَّكَ لَمَّا خَلَقْتَنِيْ رَفَعْتُ رَأْسِيْ فَرَئَيْتُ عَلٰى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوْبًا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ فَعَلِمْتُ اَنَّكَ لَمْ تَضِفْ اِلٰى اِسْمِكَ اِلَّا اَحَبَّ الْخَلْقِ اِلَيْكَ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى صَدَقْتَ يَا آدَمُ اِنَّهُ لَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَيَّ وَاِذَا سَاَلْتَنِيْ بِحَقِّهٖ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ﴾

ترجمہ:۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب جناب آدم علیہ السلام سے غلطی ہوئی تو انہوں نے کہا اے میرے رب میں تجھے حق محمدؐ سے سوال کرتا ہوں کہ میری غلطی معاف فرمادے۔ تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ آپ نے محمد ﷺ کو کیسے پہچان لیا وہ ابھی تک پیدا بھی نہیں ہوئے۔ تو آدم علیہ السلام نے عرض کی میرے اللہ جب تو نے مجھے پیدا کیا' تو میں نے اوپر سر اٹھایا تو دیکھا عرش کے پائیوں پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا تھا' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰه' تو میں نے یقین کیا کہ تو نے جس آدمی کے نام کو اپنے

نام مبارک سے ملایا ہے وہ ضرور تجھے ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے آدم تو نے درست کہا ہے حقیقتہً وہ مجھے ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہے' جب تو مجھ سے اس کے حق کے واسطہ سے سوال کرے گا میں ضرور معاف کر دوں گا۔ اے آدم اگر حضرت محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا ہی نہ کرتا۔

حوالہ مستدرک حاکم کتاب التاریخ۔ استغفارِ آدم بِحَقِّ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم جلد دوم ص ۶۱۵ دلائل النبوۃ لِلْبَیْهَقِی۔ اس حدیث میں بھی مخلوق نبی کے واسطہ اور وسیلہ سے سوال کرنے کا جواز موجود ہے۔

جواب:

یہ حدیث محدثین کرام رحمۃ اللہ اور محققین عظام کے نزدیک ضعیف من گھڑت بناوئی بے بنیاد ہے سراسر جھوٹ ہے یعنی موضوع ہے۔ کسی بھی حدیث پر بحث و تحقیق کے لیے ضروری ہے کہ اس کے بنیادی پتھر سند کی تحقیق کی جائے سند ملاحظہ فرمائیں۔

﴿حَدَّثَنَا اَبُوْ سَعِیْدٍ عمرو بن محمد بن منصورِ العَدَلِ' ثنا اَبُوْ الْحسنِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاق بن اِبْرَاهِیمِ الْحَنْظلی ثَنَا اَبُو الْحَارِثِ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ مسلم الفهری' ثَنَا اِسْمَاعِیل بْنُ سَلْمَةَ اَنْبَانَا عَبْدُ الرَّحمان ابْنِ زَیْد بْنُ اَسْلَمْ' عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ' عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہ عَنْهُ' قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسلَّم لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِیْئَةَ. الخ﴾

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الوسیلہ میں اور توحید خالص میں سید بدیع الدین صاحب راشدی نے ابوبکر آجری کی کتاب الشریعہ ص ۴۲۷ کے حوالہ سے اس حدیث کی ایک دوسری سند بھی نقل کی ہے۔

﴿حَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرُ بِنُ داؤد' حَدَّثنا اَبُوْبَکْر فِهْرِی' قَال اَخْبَرَنِیْ سَعِیْدُ ابْنِ عُمَرَ وَقَال حَدَّثَنَا اَبُوْ عَبْدُالرحمٰن بن عَبْدُاللّٰہ بن

اِسْمَاعِيل بن بِنْتِ اَبِیْ مریم قَالَ حَدَّثَنِیْ عبدالرحمٰن بْنِ زَيْد بن اَسْلَمَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ رضی اللّٰه عنه فَذَكَرَ نَحْوَهٗ.﴾

اس روایت کے باطل ہونے کے متعدد وجوہ ہیں۔

اَوَّلاً:

یہ حدیث سنداً باطل و موضوع ہے کیونکہ اس کی دونوں سندوں میں راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہے۔ جو نہایت ہی ضعیف و مجروح ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں کہ امام احمد ابن المدینیؒ امام بخاریؒ ابوداؤدؒ نسائیؒ ابوحاتمؒ ابو زرعہؒ ابن سعدؒ دارقطنیؒ یحییٰؒ جوزجانی نے عبدالرحمٰن بن زید کو ضعیف کہا ہے۔ ابن خزیمہ نے کہا کہ:

﴿لَيْسَ هُوَ مِمَّنْ يَحْتَجُّ اَهْلُ العلم بِحَدِيْثِهٖ لِسُوْءِ حِفْظِهٖ.﴾

یعنی عبدالرحمٰن بن زید اپنے حافظہ کی خرابی کی بنا پر محدثین کے ہاں قابل حجت نہیں ہے۔

ساجی نے کہا ہے کہ یہ منکر الحدیث ہے امام طحاوی رحمۃ اللہ کا فرمان ہے کہ

﴿حَدِيْثُهٗ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيْثِ فِي النِّهَايَةِ مِنَ الضُّعْفِ﴾

محدثین کے ہاں اس کی حدیث نہایت ہی ضعیف ہے۔ امام حاکم اور ابونعیم کہتے ہیں کہ وہ اپنے باپ سے موضوع بناوٹی احادیث نقل کرتا ہے۔ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ ﴿اِجْمَعُوْا عَلٰى ضُعْفِهٖ﴾ علماء نے اس کے ضعف پر اتفاق کیا ہے۔ تہذیب التہذیب ج ٦ ص ١٧٨۔١٧٩۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی ایک حدیث نقل کی ہے اور کہا ہے یہ منکر ہے۔ میزان جلد نمبر ٢ ص ٥٦٥۔ عقیلی نے اسے ضعفا میں شمار کیا ہے ص ٦٨٥ ج ١۔ قلمی نسخہ ماخذ از توحید خالص سید بدیع الدین صاحب راشدی امام ابن تیمیہ نے بھی کہا ہے علماء کا اس کے ضعف پر اتفاق ہے اور وہ اکثر غلطیاں کرتا تھا۔ کتاب الوسیلہ ص ١٩١۔

﴿قَالَ اِبْنِ حَبَّانَ كَانَ يُقَلِّبُ الْاَخْبَارَ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ حَتّٰى كَثُرَ ذٰلِكَ فِيْ رَوَايَتِهٖ مِنَ الرَّفْعِ الْمَرَاسِيْلِ وَاِسْنَادُ الْمَوْقُوْفِ فَاستحَقَّ التَّرْكَ﴾ (تہذیب ج۶ ص۱۷۸)

ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ بے علمی کی وجہ سے احادیث الٹ پلٹ کر دیا کرتا تھا۔ اور یہ عمل اس کی باتوں میں بہت تھا کہ وہ مراسیل کو مرفوع اور موقوف کو مسند بیان کر دیا کرتا تھا لہٰذا وہ متروک ہو گیا۔

اس کی وفات ۱۸۲ھ میں ہوئی۔ جب فنی لحاظ سے اس حدیث کی یہ پوزیشن ہے تو اس سے احتجاج کرنا خصوصاً عقائد کے مسائل میں لغو و باطل ہے۔ کیونکہ یہ حدیث بناوٹی و من گھڑت و جعلی ہے۔ جو کسی لحاظ سے بھی قابل احتجاج نہیں ہے۔

﴿كَمَا صَرَّحَ بِهِ الْحَافِظُ وَالذَّهَبِيْ و ابن تيميه رحمهم الله﴾

ثانیاً:

اس حدیث میں اضطراب ہے۔ مستدرک حاکم کی سند میں ابوالحارث الفهری کہتا ہے۔

﴿حَدَّثَنَا اسماعيل بن سلمه اَنْبَأَنَا عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدٍ بْنِ اَسْلَمَ﴾

اور ابوبکر آجری کی کتاب الشریعہ میں سند یہ ہے۔

﴿اَخْبَرَنِيْ سَعِيْدُ ابْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ ابن عبدالله ابن اسماعيل بن بنت ابى مريم قَالَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدٍ بْنِ اَسْلَمَ.﴾

ثالثاً:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق یہ روایت موقوف ہے۔ آجری نے اپنی کتاب الشریعہ میں ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان کا قول پیش کیا ہے۔

﴿قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ اَحْمَد هَارُوْنُ بْنُ يُوْسُفَ الْقَاجِرِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مَرْوَانَ عُثْمَانِيُّ حَدَّثَنِيْ اِبْنِ عُثْمَانُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِيْ الزِّنَادِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ الْكَلِمَاتُ الَّتِيْ تَابَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِهَا عَلٰى آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامِ اَنَّهُ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ عَلَيْكَ فَذَكَرَ نَحْوَهُ﴾

اس مسند میں عبدالرحمٰن نے اپنے باپ کا قول نقل کیا ہے۔ کہ آدم علیہ السلام نے ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ عَلَيْكَ﴾ کہا تھا کما عرفت محمد عثمان ابو مروان گوثقہ ﴿اِلَّا اَنَّهُ يُرْوِيْ عَنْ اَبِيْهِ الْمَنَاكِيْر قَالَهُ صَالِحُبْنُ مُحَمَّدِ الْاَسَدِيْ. وَقَالَ الحاكم في حديثه بعض المناكير﴾ حاکم کہتے اس کی احادیث مناکیر ہیں ﴿وقال ابن حبان يُخْطِيُ وَيُخَالِفُ وفاته ۲۴۱ھ﴾ (تہذیب جلد ۹ ص ۲۳۶) اور ابومروان کے باپ خالد کے بارے میں منقول ہے کہ وہ متروک الحدیث ہے بخاری' ابو حاتم حاکم اور ابو احمد کہتے ہیں' منکر الحدیث ہے۔ ﴿وقال النسائی لَيْسَ بِثِقَةٍ. وَقَالَ الْعُقَيْلِيْ. الْغَالِبُ عَلٰى حَدِيْثِهِ الْوَهْمُ﴾ اس کی حدیث میں وہم عام ہے۔ ﴿وروى له ابن عدى احاديث وقال وله ماذكرتُ وَكُلُّهَا غير محفوظٍ﴾ ابن عدی نے کئی احادیث بیان کرنے کے بعد کہا ہے عثمان کی یہ احادیث اور اس کے علاوہ سب کی سب غیر محفوظ ہیں۔ ﴿وقال الساجی عنه مناكير غير معروفة﴾ اس کے پاس غیر معروف منکر روایات ہیں۔ ﴿وقال الحاكم و ابو نعيم اصفهانی حدث عن مالک وغيره باحاديث موضوعه﴾ امام حاکم ابوعبداللہ ابو نعیم اصفہانی کا بیان ہے کہ یہ امام مالک وغیرہ سے موضوع بناوٹی احادیث بیان کرتا ہے۔ ابن حبان نے کہا ہے يروى المقلوبات عنِ الثقات لايجوز الاحتجاجُ به ثقات سے مقلوبات روایات بیان کرتا ہے اور قابل استدلال نہیں ہے۔ (تہذیب جلد ۷ ص ۱۱۴ تقریب ص ۳۵۲) طبع الہند اور تقریب ص ۳۰۸ طبع ہند میں مرقوم ہے۔ عبدالرحمان بن ابی الزناد متغیر الحفظ ہے۔ گویا یہ روایت مقطوع قول تابعی بھی صحیح نہیں

ہے۔ اضطراب کی ایک شکل اس میں یہ بھی ہے کہ کوئی راوی اس کو عن عبدالرحمٰن ابن زید بن اسلم عن ابیہ عن عمر ابن الخطاب مرفوعاً روایت کرتا ہے۔ اور کوئی راوی عن عبدالرحمان ابن ابی الزناد عن ابیہ موقوفاً روایت کرتا ہے۔

رابعاً:

یعنی چوتھی بات یہ ہے۔ ابوعبدالرحمان بن عبداللہ بن اسماعیل آجری کی سند میں ایک روایت ہے جو مجہول ہے اور قانون کے مطابق غیر معروف راوی کی حدیث حجت نہیں خصوصاً مسائل اعتقاد میں واللہ اعلم۔

ا۔ حدیث کی معنوی حدیث:

اس میں قطعاً مجال شک نہیں کہ جناب آدم علیہ السلام سے غلطی ہوئی اور پھر اس کی معافی بھی ہوگئی۔ معافی کی درخواست کے وقت کون سے کلمات جناب آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کیے جس سے معافی ہوئی تو حضرت مجاہد' سعید بن ضبیب ابوالعالیہ' ربیع بن انس' حسن قتادہ' محمد بن کعب قرظی' خالد بن معدان اور عطا خراسانی سے مروی ہے کہ وہ کلمات یہ تھے۔

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ ان لم تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾

اور یہ تفسیر فَتَلَقّٰی ادم من الربہ کلمات کے مطابق ہیں سورہ اعراف آیت ۲۳ یہ ابن کثیر جلد ا ص ۸۱۔ مذکورۃ صدر آیت میں کسی واسطہ و وسیلہ تذکرہ نہیں ہے۔

﴿قال سفیان الثوری عَنْ عبدالعزیز ابن رفع اَخْبَرَنِیْ من سمع عَنْ مجاهد عن عبید بن عمر یارَبِّ خطیئتِیَ الَّتِیْ اَخْطَأْتُ شَیئٍ کَتَبْتُهٗ عَلَیَّ قَبْلَ اَنْ تَخْلُقَنِیْ اَوْ شَیئٍ ابْتَدَعْتُهٗ مِنْ قبل نَفْسِیْ قَالَ بَلْ شَیئٍ کَتَبْتُهٗ عَلَیْکَ قَبْلَ اَنْ اَخْلُقَکَ قَالَ فَلَمَّا کَتَبْتَهٗ عَلَیَّ فَاغْفِرْلِیْ قال فذالک قوله تعالیٰ فَتَلَقّٰی ادم من الربه کلمات

فتاب عَلَيْه تفسير ابن كثير جلد ا ص ۸۱﴾

ترجمہ: ۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبدالعزیز کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ جناب آدم علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے میرے اللہ جو میں نے غلطی کی ہے میری تخلیق سے قبل ہی تو نے میرے اوپر لکھی تھی یا میں نے خود غلطی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کی تخلیق سے پہلے لکھ دی تھی آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ جب یہ صورت تھی تو پھر مجھے معاف فرما دیجیے۔

پس مذکورہ کلمات کا اشارہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے۔ ﴿فتلقّٰی آدمُ مِن الرَّبِّہٖ کَلِمَاتٍ﴾ الخ امام سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کیا ہے کہ غلطی کے بعد جناب آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا:

﴿یا رَبِّ اَلَمْ تَخْلُقْنِیْ بِیَدِکَ قال لَهٗ بَلٰی. قال وَنَفَخْتَ فِیَّ مِن الرُّوْحِکَ قِیْلَ لَهٗ بَلٰی قال اَرَاَیْتَ اِنْ تُبْتُ هَلْ اَنْتَ رَاجِعِیْ اِلَی الْجَنَّةِ؟ قَالَ نَعَمْ وهکَذَا رَوَاهُ الْعَوْ فِیْ وَسَعِیْدُ ابْنُ جُبَیْرٌ وَ سَعِیْدُ ابْنُ مَعْبَدٍ عن ابن عَبّاسٍ رضی اللّٰه عَنْهُمَا رَوَاهُ الْحَاکِمُ فِیْ مُسْتَدْرَکَ﴾ (حوالہ مذکور)

ترجمہ: ۔ اے اللہ! کیا تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا نہیں کیا؟ کیوں نہیں عرض کیا کہ تو نے میرے اندر اپنی روح نہیں پھونکی؟ کہا گیا کیوں نہیں۔ عرض کیا اگر میں توبہ کرلوں تو پھر جنت میں جاؤں گا فرمایا ہاں' اس کو حضرت عوفی اور سعید بن جبیر اور سعید بن معبد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے اور مستدرک میں بھی یہ ہے۔

ابن نجیح رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجاہد بن جبیر سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کلمات یہ ہیں۔

﴿اَللّٰهُمَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ، رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّکَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ. اَللّٰهُمَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ. اَللّٰهُمَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ.﴾

(حوالہ مذکورہ)

ابن ابی نجیح حضرت مجاہد بن جبیر سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کلمات یہ ہیں۔

ترجمہ:- اے اللہ تیرے ماسوا کوئی معبود نہیں ہے اور تو پاک و تعریف کیا گیا ہے اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے مجھے معاف فرما دے بخشش کرنے والوں سے تو سب سے بہتر ہے اے اللہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تو پاک ہے اور محمود ہے اے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔ میرے اوپر رحم فرما تو ارحم الراحمین ہے۔ اے اللہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں تو پاک و محمود ہے اے میرے رب میں نے ظلم کیا اپنے اوپر میری طرف توجہ کر تو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

سب سے راجح مسلک اول ہے جو قرآن عزیز کے سیاق و سباق سے بھی ثابت ہوتا ہے اور اس دعا میں اپنے گناہ کا اقرار و اعتراف بھی مذکور ہے۔ اور یہ اقرار ہی ایک توسل ہے جس کے ذریعے توبہ کی درخواست کی جا رہی ہے جو مقبول بھی ہوئی مذکورۃ الصدر دیگر دعا ادعیہ اول سے بل کل متصادم نہیں ہیں کیونکہ ان ادعیہ میں بھی اعتراف جرم کا اظہار ہو رہا ہے اس لحاظ سے یہ پہلی دعاء کی تائید ہیں اور غیر معروف اور شاذ اقوال سے تفسیر کرنا نہایت ہی غلط ہے۔ فالحذر الحذر۔

متن حدیث پر گفتگو:

جب یہ حدیث سنداً باطل و مردود اور درایۃ بھی لغو و غیر مقبول ہے تو اسی طرح

اس حدیث کے ظاہری الفاظ بھی کتاب سنت کے خلاف ہیں۔

اولاً:

یہ الفاظ ﴿وا ذا سَاَلتنِی بِحقه فقد غفرتُ لک﴾ اللہ تعالیٰ کو قسم دینے کے معنیٰ میں ہیں جب مخلوق کو مخلوق کی قسم دینا شرک ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کو جناب محمد ﷺ کی قسم دینا کیونکر جائز؟ نیز جناب آدم علیہ السلام نبی ہیں اور نبوت سے قبل اور بعد غلطی سے معصوم ہیں۔ پھر ان سے شرک کا تصور کیسے؟ ایک غلطی کا ازالہ دوسری غلطی سے چہ معنیٰ دارد؟

ثانیاً:

اللہ تعالیٰ اور جناب آدم علیہ السلام کے درمیان یہ مکالمہ دو وجہ سے غلط ہے۔ (۱) یہ مکالمہ غلطی کے بعد پیش آیا ہو تو۔ اس سے قبل آدم علیہ السلام کو سب سے نام بتائے گئے تھے ان میں جناب پیغمبر علیہ السلام کا نام نامی اسم گرامی ضرور آیا ہوگا تو آدم علیہ السلام کا جواب ہونا چاہئے تھا کہ اے رب آپ نے مجھے سب نام بتائے ان میں آنحضرت ﷺ کا یہ نام بھی بتایا تھا۔ لیکن جواب یہ نہیں ہے تو حدیث خانہ ساز کی قلعی کھل گئی۔ (۲) نیز کلمہ طیبہ کا عرش کے پائیوں پر لکھا جانا کسی صحیح حدیث میں مذکورہ نہیں ہے۔

ثالثاً:

مذکورہ الفاظ میں غیر اللہ کی قسم کا ذکر ہے اور وہ شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ جناب آدم علیہ السلام کو ایسا وسیلہ اختیار کرنے کا کہہ رہے ہیں جس سے شرک لازم آتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ:

﴿اِنْ تَكْفُرُوا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ﴾

(الزمر آیت ۷)

ترجمہ:۔ ''جب اللہ تعالیٰ کے ہاں کفر کسی وقت بھی مقبول نہیں ہے تو اس

کی تعلیم کیسے جائز ہوئی؟''

جیسے قرآن عظیم میں آتا ہے۔ ﴿سُبْحَانَکَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْم﴾

رابعاً:

ان الفاظ میں علت تخلیق آدم کا ذکر ہے اور یہ قرآن عزیز سے متصادم ہے۔ ارشاد ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ﴾ میں انسانوں اور جنوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا﴾ (سورہ الطلاق)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں اور سات زمینوں کو بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ان کے درمیان اترتا ہے' تاکہ تمہیں علم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر شے پر قادر ہے۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ کا علم ہر شے پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔

ان آیات میں علت تخلیق اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے یہ تخلیق کسی مخلوق کی وجہ سے نہیں ہے خواہ نبی مرسل ہو یا ملک مفضل ہو۔ اور تخلیق کی دوسری علت یہ ہے کہ لوگ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز اس کے علم میں ہے۔ ذکر کردہ علت کی تحقیق کے بعد حدیث موضوع میں جو غرض تخلیق مذکور ہے وہ کیسے درست ہوئی؟ بدیں وجہ حدیث ساقط الاعتبار ہوئی۔

اعتراض:

امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

جواب:

آئمہ حدیث کے نزدیک مشہور متعارف ہے کہ امام حاکم تصحیح حدیث میں بڑے

متساہل ونرم ہیں۔ بعض اوقات خانہ ساز حدیث کو بھی صحیح کہہ دیتے ہیں کما عرفت اور بعض دفعہ موقوف کو مرفوع کہہ دیتے ہیں۔ اسی لئے آئمہ حدیث ان کی تصحیح پر چنداں اعتماد نہیں کرتے بجز اس کے امام ذہبی المتوفی ۷۴۸ ان کی موافقت کریں۔ ﴿وَلَیْسَ الْاَمْرُ کَذٰلِکَ﴾ ترجمہ: اور یہ معاملہ ایسا نہیں ہے۔ امام ذہبی نے حدیث مذکورہ کو مستدرک کے حاشیہ پر موضوع لکھا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ امام حاکم نے بھی اس حدیث کو اپنی کتاب ''المدخل'' میں موضوع کہا ہے (کتاب الوسیلہ) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاذکار'' میں اس کو موضوع کہا ہے۔ اسی طرح زبان زد عام اور بے بنیاد ہے۔ یہ روایت بھی ہے

﴿لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ﴾

ترجمہ:۔ ''اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو کوئی چیز پیدا نہ کرتا۔''

نکتہ:

گرائمر اور فنی لحاظ سے غور کیا جائے تو ﴿لَوْلَاکَ﴾ کا لفظ ہی غلط ہے کیونکہ ﴿لَوْلَا﴾ کا دخول ماضی پر ہوتا ہے تو معنی تندیم اور ندامت کے ہوتے ہیں۔ یا مضارع پر داخل ہوتا ہے تو معنے تحفیض ابھارنے کے ہوتے ہیں اور اہل عربیت کے ہاں یہی استعمال متعارف ہے ﴿لَوْلَا﴾ کا ضمیر پر دخول اہل عربیت کے نزدیک بل کل غیر قانونی استعمال ہے۔ لہٰذا یہ لفظ اپنی ذاتی حیثیت سے بھی قابل اعتراض اور شنیع ہے۔

ایک اور حدیث:

﴿اِذَا سَأَلْتُمْ فَسْئَلُوْا بِجَاهِيْ فَاِنَّ جَاهِيْ عِنْدَاللّٰهِ عَظِيْمٌ اَوْ عَرِيْضٌ.﴾

ترجمہ: ''جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو میرے مرتبہ سے مانگو اور میرا واسطہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی شان رکھتا ہے۔

اس حدیث میں جاہ ومرتبہ کے واسطہ سے سوال کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔

الجواب:

آنحضرت ﷺ کا مقام ومرتبہ شان وشوکت رفعت وعظمت' مناقب وفضائل' کمالات وفواضل' درجات ومنازل' جاہ وجلال اور اوصاف وخوبیوں کا کما حقہ تذکرہ و بیان' توصیف وثناء احاطہ واستیعاب اور استغراق واستقصاء کس انسان کی وسعت و مجال ہے؟ بلکہ میرا پختہ اعتقاد وایمان ہے کہ اگر پوری کائنات آنحضرت ﷺ کی حمد و ثناء ستائش اور مدحہ وتعریف میں ہمہ وقت معروف ومشغول رہے تو بھی حق توصیف ادا نہیں ہوسکتا اور مجھ جیسے کم علم وکم ہمت اور بے برگ ونوا کا آپ کی تعریف میں قلم اٹھانا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے اپنی کوتہ علمی اور بے بسی کا اعتراف کرتے ہوئے بس یہی کہنا کافی سمجھتا ہوں۔

لَا يُمْكِنِ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقَّهُ

بَعْدِ اَزْ خدا بزرگ تو ہی قصہ مختصر

لیکن بایں ہمہ آپ ﷺ کے جاہ ومرتبہ کے ذریعے سوال کرنا بالکل غیر شرعی عمل ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فعل بھی اس کا شاہد ہے اور حضرات آئمہ اربعہ کی تصریحات بھی آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں اور قرآن وسنت تو اس بارہ میں بالکل ساکت ہے بلکہ عدم جواز کا وافر ذخیرہ موجود ہے۔ اور حدیث مذکورہ بالکل ہی ساقط الاعتبار ہے کیونکہ یہ کتب احادیث میں کہیں بھی منقول نہیں ہے۔ اور بلا سند کوئی حدیث بھی مقبول ومنظور نہیں ہوتی۔

دوسرا جواب:

آپ کا جاہ ومرتبہ صرف آپ ہی کے لیے مفید ہوسکتا ہے۔

﴿لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰى وَ اَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى﴾ الخ

اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی آدمی کہے ﴿اللّٰهُمَّ اَدْخِلْنِيَ الْجَنَّةَ لِاَخِيْ اَوْ فُلَانٍ مِنَ الصَّالِحِيْنَ﴾ ترجمہ: ''اے اللہ مجھے میرے بھائی کی وجہ سے جنت میں داخل کر دے۔'' یہ جملہ کوئی قرین عقل وحکمت نہیں ہے۔

تیسرا جواب:

یہ حدیث خودساختہ، جھوٹ غلط ہے، موضوع اور خانہ ساز ہے اور اس پر بہت بڑا قرینہ لفظ رجاہ ہے جو کہ فارسی زبان کا لفظ ہے آنحضرت ﷺ تو علاوہ عربی کے کوئی دوسری زبان نہیں جانتے تھے۔ ﴿فکیف یَصِحُّ الْاِسْتِدْلَالُ﴾

چوتھا جواب:

اگر اسی طرح کا وسیلہ مشروع جائز ہوتا تو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بجائے اس واسطہ سے بارش کے لیے دعاء کرتے۔ مقام حیرت و استعجاب ہے کہ فنی لحاظ سے اس حدیث کا ثبوت کہیں بھی نہیں ملتا لیکن شہرت کی وجہ سے بڑے بڑے علمائے کرام کے پاؤں بھی ڈگمگا گئے ہیں۔ جیسے حضرت مولانا اعزاز علی صاحب نے کہا ہے۔ ﴿اِلٰهِی بِجَاهِ الْمُصْطَفٰی فَاقْضِ حَاجَتِیْ﴾ ترجمہ: ''اے اللہ نبی ﷺ کے مرتبہ کی وجہ سے میری حاجت پوری فرما۔ حوالہ نفحۃ العرب۔ مصنفہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب مرحوم ومغفور استاذ دارالعلوم دیوبند

حدیث اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُورِیُ

مثلاً سوال میں پہلی دلیل ان لوگوں کی یہ حدیث ذکر کی ہے۔ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیُ یعنی پہلے میرے خدا نے نور پیدا کیا یہ حدیث بالکل ثابت نہیں۔ کسی حدیث کی معتبر کتاب میں اس کو ذکر نہیں کیا گیا۔ مولانا عبدالحی لکھنوی حنفیہ کے سرتاج اَلآثَارُ الْمَرْفُوْعَه فِي الْاَخْبَارِ الْمَوْضُوْعَه میں لکھتے ہیں۔

﴿وَمِنْهَا مَا يَذْكُرُوْنَ فِي الْمَوْلِدِ النَّبَوِيِّ اَنَّ نُورَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُلِقَ مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ بِمَعْنىٰ اِنَّ ذَاتَهُ الْمُقَدَّسَةَ صَارَتْ مَادَّةً لِذَاتِهِ الْمُنَوَّرَةِ وَاَنَّهُ تَعَالٰى اَخَذَ قَبْضَةً مِنْ نُوْرِهٖ فَخَلَقَ مِنْهُ نُوْرَهُ وَهٰذَا سَفْسَطَةٌ مِنَ الْقَوْلِ فَاِنَّ ذَاتَ رَبِّنَا تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى مِنْ اَنْ تَكُوْنَ مَادَّةً بِغَيْرِهٖ وَاَخَذَ قَبْضَةً مِنْ نُوْرِهٖ لَيْسَ مَعْنَاهُ اَنَّهُ قَطَعَ مِنْهُ جُزْءً وَجَعَلَهُ نُوْرَ نَبِيِّهٖ فَاِنَّهُ مُسْتَلْزِمٌ لِلتَّعَزِّيْ وَغَيْرَ ذَالِكَ مِمَّا يَتْبَعُهُ فِي ذَاتِهٖ تَعَالَى اللّٰهُ عَنْهُ وَالَّذِيْ اَوْقَعَهُمْ فِي هٰذِهِ الْوَرْطَةِ الظُّلْمَاءِ هُوَ ظَاهِرُ رِوَايَةِ عَبْدِالرَّزَّاقِ فِيْ مُصَنَّفِهٖ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اَخْبِرْنِيْ عَنْ اَوَّلِ شَيْئٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ قَبْلَ الْاَشْيَآءِ فَقَالَ يَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ قَبْلَ الاشياءِ نُوْرَ نَبِيِّكَ مِنْ نُوْرِهٖ فَجَعَلَ ذٰلِكَ النُّوْرُ يَدُوْرُ بِالْقُدْرَةِ حَيْثُ شَآءَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ فِيْ ذَالِكَ الْوَقْتِ لَوْحٌ وَلَا قَلَمٌ وَلَا جَنَّةٌ وَلَا نَارٌ وَلَا مَلَكٌ وَلَا سَمَاءٌ وَلَا اَرْضٌ وَلَا شَمْسٌ وَلَا قَمَرٌ وَلَا جِنِّيٌّ وَلَا اِنْسِيٌّ اَلْحَدِيْثُ الْمَذْكُوْرُ بِتَمَامِهٖ فِي الْمَوَاهِبِ اللَّدُنِّيَةِ وَغَيْرِهٖ وَقَدْ

اَخطأُوا فِی فَهمِ الْمُرادِ النَّبوِیّ وَلَمْ یَعْلَمُوْا اَنَّ الاِضَافَةَ فِی قَولِهٖ مِنْ نُورِهٖ مَالْاِضَافَةِ فِی قَولِهٖ تَعالٰی فِی قِصَّةِ سَیِّدِنَا عِیسٰی وَ رُوْحٌ مِنْهُ وَ کَقَوْلِهِم بَیْتُ اللّٰهِ لِلْکَعْبَةِ وَالْمَسَاجِدِ وَقَوْلِهِمْ رُوْحُ اللّٰهِ یَعِیسٰی وَغَیْرَ ذَالِکَ قَالَ الزُّرْقَانِیُّ فِیْ شَرْحِ الْمَواهِبِ عِنْدَ شَرْحِ قَوْلِهٖ مِنْ نُورِهٖ اِضَافَةُ تَشْرِیْفٍ وَاِشْعَارٌ بِاَنَّهُ خَلْقٌ عَجِیْبٌ وَاَنَّ لَهٗ شَاناً لَهٗ مُنَاسبَتُهٗ مَا اِلَی العَفْوَةِ الرَّبُوبِیَّةِ عَلٰی حَدِّ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُوْحِهٖ اَوْهِیَ بَنَانِیَّةٌ اَیْ مِنْ نُورٍ هُوَ ذَاتُهٗ لَا بِمَعْنٰی اَنَّهَا مَادَّةُ خَلَقَ نُورَهٗ بَلْ بِمَعْنٰی تَعَلَّقَ الْاِرَادَةُ بِهٖ بِلَا وَاسِطَةِ شَیْئٍ فِیْ وُجُوْدِهٖ اِنْتَهٰی. ﴾ (الآثار المرفوعہ ص ۲۷۲ ۲۷۳)

موضوعات سے وہ روایت ہے جو میلاد النبی کے بارے میں اہل بدعت ذکر کرتے ہیں۔ کہ نور محمدی اللہ کے نور سے پیدا ہے۔ یعنی ذات الٰہی نور محمدی کے لیے بمنزلہ مادہ کے ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے اپنی ذات سے ایک مٹھی نور کی لے کر اس میں سے نور محمدی پیدا کیا حالانکہ یہ بالکل جھوٹ اور باطل ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کسی شے کے لئے مادہ بننے سے منزہ ہے خدا تعالیٰ کا اپنے نور سے مٹھی لے کر نور محمدی پیدا کرنا اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا جزو لے کر نور محمدیؐ بنایا اس سے خدا کی ذات کا معاذ اللہ ٹکڑے ہونا لازم آتا ہے۔ اہل بدعت کو مصنف عبدالرزاق کی حدیث سے دھوکہ ہوا ہے۔ جو جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ سب سے پہلی خدا نے کون سی چیز پیدا کی فرمایا تیرے نبی کا نور یہ نور اپنے اختیار سے جہاں خدا چاہتا دورہ کرتا اور اس وقت نہ لوح محفوظ تھی نہ قلم' نہ جنت و دوزخ نہ کوئی فرشتہ نہ آسمان نہ زمین نہ سورج نہ چاند نہ زمین نہ آسمان۔ یہ پوری حدیث مواہب لدنیہ وغیرہ میں مذکور ہے اس کے معنی سمجھنے میں اہل بدعت نے خطاء کی ہے۔ حالانکہ اس حدیث میں نور کی نسبت خدا کی طرف شرافت اور بزرگی کے لئے ہے۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کی بابت قرآن

مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا روح آدم میں پھونکا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بابت بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ سے روح ہے نیز کعبہ شریف کو بیت اللہ کہتے ہیں اور مسجدوں کو بھی بیت اللہ کہتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ تھوڑا ہی ہے کہ خدا ان میں رہتا ہے۔ بلکہ شریعت کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کہتے ہیں۔ زرقانی شرح مواہب الدنیہ میں کہتے ہیں کہ نور کی نسبت خدا کی طرف محض شرافت کے طور پر ہے جیسے اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اس میں اپنا روح پھونکا یہ نسبت بیانیہ ہے یعنی نور خدا سے مراد عین ذات خدا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا نور محمدی کے لیے بمنزلہ مادہ کے ہے تاکہ اس سے لازم آئے کہ نور محمدی خدا کی ذات کا جزو ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے نور محمدی بلا واسطہ اسباب کے پیدا کیا ہے (جیسے آدم علیہ السلام کی بابت آتا ہے کہ خدا نے آدم کو اپنے ہاتھوں سے بنایا)

مولانا عبدالحی کا خیال:

مولانا عبدالحی لکھتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ مِنْ رِوَايَةِ عَبْدِالرَّزَّاقِ اَوَّلِيَّةُ النُّوْرِ الْمُحَمَّدِيّ خَلْقًا وَسَبْقَتُهٗ عَلَى الْمَخْلُوقَاتِ سَبْقًا وَقَدِ اشْتَهَرَ بَيْنَ الْقُصَّاصِ حَدِيْثُ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُورِىْ وَهُوَ حَدِيْثٌ لَمْ يَثْبُتْ بِهٰذَا الْمَعْنٰى وَاِنْ وَرَدَ غَيْرُهٗ مُوَافِقًا لَهٗ فِي الْمَعْنٰى قَالَ السَّيُوطِيُّ فِي تَعْلِيقِ جَامِعِ التِّرْمِذِيّ الْمُسَمّٰى بِقُوْتِ الْمُغْتَذِىْ عِنْدَ شَرْحِ حَدِيْثِ اِنَّ اَوَّلَ مَا خلق اللّٰهُ الْقَلَمَ قَالَ زَيْنُ الْعَرَبِ فِي شَرْحِ الْمَصَابِيْعِ يُعَارِضُ هٰذَا الْحَدِيْثُ مَارُوِىَ اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ وَاِنَّا اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِىْ وَاِنَّ اَوَّلَ مَاخَلَقَ اللّٰهُ الرُّوحَ وَاِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَرْشُ وَيُجَابُ بِاَنَّ الْاَوَّلِيَّةَ مِنَ الْاُمُوْرِ الْاِ ضَافِيَّةِ فَيُؤَوَّلُ اَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِمَّا ذُكِرَ خُلِقَ قَبْلَ مَاهُوَ مِنْ جِنْسِهٖ فَالْقَلَمُ خُلِقَ قَبْلَ الْاَشْجَارِ وَنُوْرُهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ خُلِقَ قَبْلَ الْاَنْوَرِ وَيُحْمَلُ حَدِيْثُ

الْعَقْلُ عَلٰی اَنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنَ الْاَجْسَامِ اللَّطِیْفَةِ الْعَقْلُ وَمِنَ الْكَثِیْفَةِ الْعَرْشُ فَلَا تَنَاقُضَ فِیْ شَیْءٍ مِنْ ذَالِکَ اِنْتَهٰی اَیْ كَلَامُ زَیْنِ الْعَرَبِ قُلْتُ حَدِیْثُ الْعَقْلِ مَوْضُوْعٌ وَالثَّلَاثَةُ الْاُخَرُ لَمْ تَرِدْ بِهٰذَا اللَّفْظِ فَاسْتَغْنٰی عَنِ التَّاوِیْلِ اِنْتَهٰی.

(الآ ثار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ ص ۲۷۳٬۲۷۴)

روایت عبدالرزاق سے نور محمدی کا پہلے پیدا ہونا ثابت ہوگیا اور واعظوں میں حدیث ﴿اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نوری﴾ مشہور ہے لیکن یہ الفاظ ثابت نہیں ہوئے اگر چہ بعض روایتیں معنی میں اس کے موافق آئی ہیں۔ سیوطی قوت المغتدی حاشیہ ترمذی میں حدیث ﴿اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمُ﴾ کی شرح کرتے ہیں۔ زین العرب سے نقل کرتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ پہلے اللہ نے عقل پیدا کی ایک میں ہے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا ایک میں ہے پہلے اللہ نے روح پیدا کیا ایک میں ہے پہلے اللہ نے عرش پیدا کیا ان احادیث میں موافقت یوں ہے کہ درختوں میں پہلے اللہ نے قلم کو پیدا کیا۔ اور نوروں میں پہلے نور محمدی کو اور اجسام لطیفہ میں پہلے عقل کو اور اجسام کثیفہ میں سے پہلے عرش کو میں (سیوطی) کہتا ہوں کہ جس حدیث میں پہلے عقل کا ذکر ہے وہ موضوع ہے اور باقی تین ان الفاظ سے ثابت ہیں اب تاویل کی ضرورت نہیں۔

مولانا عبدالحی کا مطلب یہ ہے کہ اگر چہ حدیث ﴿اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ﴾ اگر چہ ثابت نہیں لیکن مطلب اس کا درست ہے کیونکہ عبدالرزاق کی روایت سے نور محمدی کی اولیت ثابت ہے لیکن مولانا عبدالحی صاحب نے یہ خیال نہیں کیا کہ عبدالرزاق کی روایت بھی ثابت نہیں تو اس سے ﴿اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ﴾ کا مطلب کس طرح درست ہوسکتا ہے خود مولانا عبدالحی بحوالہ زرقانی شرح مواہب میں خود لکھتے ہیں:

﴿اَمَّا مَا ذُكِرَ مِنْ اَنَّ اللّٰهَ قَبَضَ مِنْ نُوْرِ وَجْهِهٖ قَبْضَةً وَنَظَرَ اِلَیْهَا فَعَرِقَتْ وَ ذَلَقَتْ فَخَلَقَ اللّٰهُ مِنْ كُلِّ نُقْطَةٍ نَبِیًّا وَاَنَّ الْقَبْضَةَ كَانَتْ

هِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّهُ كَانَ كَوكَبًا دُرِيًّا وَاَنَّ الْعَالَمَ كُلَّهُ خُلِقَ مِنْهُ وَاَنَّهُ كَانَ مَوْجُودًا قَبْلَ اَنْ يُخْلَقَ اَبَوَاهُ وَاَنَّهُ كَانَ يَحْفَظُ الْقُرْآنَ قَبْلَ اَنْ يَّاتِيَهُ جِبْرِيْلُ وَ اَمْثَالُ هٰذِهِ الْاُمُوْرِ فَقَالَ الْحَافِظُ اَمْرُ الْعَبَّاسِ اَحْمَدُ بن تِيمِيَّةَ فِي فَتَاوٰهُ وَنَقَلَهُ الْحَافِظُ اِبْنِ كَثِيْرٍ فِي تَارِيْخِهِ وَاَمَرَّهُ كُلَّ ذَالِكَ كَذِبٌ مُفْتَرِي وَاتِّفَاقُ اَهْلِ الْعِلْمِ بِحَدِيْثِهِ اِنْتَهٰى﴾ (الآثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة ۴۳)

یہ جو ذکر کیا جاتا ہے کہ اللہ نے اپنے نور سے ایک مٹھی لی اور اس کی طرف دیکھا۔ اس سے وہ پسینہ پسینہ ہو گیا اور بے قرار ہو گیا اور اس کے ہر نقطہ سے خدا نے ایک نبی پیدا کیا یہ نور محمد ﷺ تھے اور وہ چمکتا ہوا ستارہ تھے۔ اور تمام جہان انہی سے پیدا ہوا اور وہ اپنے والدین کی پیدائش سے پہلے موجود تھے اور جبرائیل کے آنے سے پہلے قرآن کے حافظ تھے اور اس قسم کے اور امور۔ ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ یہ سب جھوٹ ہے محدثین کا ان کے جھوٹ ہونے پر اتفاق ہے اور حافظ ابن کثیر نے بھی ابن تیمیہ علیہ الرحمہ سے یہ بات نقل کر کے اس کو برقرار لکھا ہے۔ چنانچہ اس سے معلوم ہوا ہے کہ یہ روایت کہ نور محمدی سب سے پہلے ہے اور تمام جہان کی پیدائش اس سے ہوئی یہ سب جھوٹ ہے۔

مصنف عبد الرزاق کی پوری روایت:

مولانا عبدالحئیؒ نے یہ روایت ﴿وَلَا جِنِيٌّ وَلَا اِنْسِيٌّ﴾ تک ذکر کیا ہے اس کے بعد کے الفاظ مندرجہ ذیل ہے۔

﴿فَلَمَّا اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَخْلُقَ الْخَلْقَ قَسَّمَ ذٰلِكَ النُّوْرَ اَرْبَعَةَ اَجْزَاءٍ فَخَلَقَ مِنَ الْجُزْءِ الْاَوَّلِ الْقَلَمَ وَمِنَ الثَّانِي اللَّوْحَ وَمِنَ الثَّالِثِ الْعَرْشَ ثُمَّ قَسَّمَ الْجُزْءَ الرَّابِعَ اَرْبَعَةَ اَجْزَاءٍ فَخَلَقَ مِنَ الْجُزْءِ الْاَوَّلِ حَمَلَةَ الْعَرْشِ وَمِنَ الثَّانِي الْكُرْسِيَّ وَمِنَ الثَّالِثِ بَاقِيَ الْمَلَائِكَةِ ثُمَّ قَسَّمَ الْجُزْءَ الرَّابِعَ اَرْبَعَةَ اَجْزَاءٍ فَخَلَقَ مِنَ الْاَوَّلِ

السَّمٰوٰتِ وَمِنَ الثَّانِی الْاَرْضِیْنَ وَمِنَ الثَّالِثِ الْجَنَّۃَ وَالنَّارَ ثُمَّ قَسَّمَ الْجُزْءَ الرَّابِعَ اَرْبَعَۃَ اَجْزَاءٍ فَخَلَقَ مِنَ الْاَوَّلِ نُوْرَ اَبْصَارِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمِنَ الثَّانِی نُوْرَ قُلُوْبِھِمْ وَھِیَ الْمَعْرِفَۃُ وَمِنَ الثَّالِثِ نُوْرَ اُنْسِھِمْ وَھُوَ التَّوْحِیْدُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ﴾

(انوار محمدیہ من المواہب الامانیہ للنبہانی ص ۹)

جب اللہ نے مخلوق کی پیدائش کا ارادہ کیا تو اس نور کے چار حصے کر دیئے۔ پہلے حصے قلم کو پیدا کیا دوسرے سے لوح محفوظ تیسرے سے عرش چوتھے حصے کے پھر چار حصے کر دیئے۔ پہلے سے عرش کے اٹھانے والے فرشتے دوسرے سے کرسی تیسرے باقی فرشتے چوتھے حصے کے پھر چار حصے کر دیئے پہلے سے آسمان دوسرے سے زمین تیسرے سے جنت دوزخ چوتھے کے پھر چار حصے کر کے پہلے سے مومنوں کی آنکھوں کا نور پیدا کیا دوسرے سے ان کے دل کا نور پیدا کیا جو معرفت ہے۔ تیسرے سے ان کی محبت کا نور پیدا کیا اور وہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ چنانچہ اس مندرجہ بالا روایت کے پورے الفاظ سے معلوم ہوا کہ تمام جہان علوی وسفلی نور محمدیؐ سے پیدا ہوا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ روایت ثابت نہیں۔ نیز یہ روایت قرآن مجید کے بھی خلاف ہے اور دوسری روایتوں کے بھی خلاف ہے قرآن مجید میں ہے کہ آسمان خدا نے دھوئیں سے بنائے دوسری روایتوں میں ہے کہ یہ دھواں پانی سے اٹھا اور زمین پانی سے پیدا ہوئی اور زمین سے پہلے پانی پیدا ہوا اور پہلے خدا تھا اور خدا کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔ اس قسم کی روایتوں کی تفصیل تنظیم اہلحدیث جلد اوّل کے کئی نمبروں میں ''معارف القرآن'' کے تحت ہو چکی ہے۔

نورِ محمدیؐ سے کیا مراد ہے؟:

کیا نور محمدیؐ کے اول پیدا ہونے غیر بشر ہونا لازم آتا ہے۔

اوپر مولانا عبدالحی کے مکرم میں گذر چکا ہے کہ امام سیوطی فرماتے ہیں حدیث

عقل موضوع ہے اور باقی تین الفاظ سے ثابت نہیں اس پر علامہ سید علی بن سلیمان نفع قوت المغتذی میں لکھتے ہیں:

﴿قُلْتُ بَلْ صَحَّحَهَا كُلَّهَا اَهْلُ الْكَشْفِ فَالرُّوْحُ هُوَ رُوْحُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَقْلُ نُوْرُ رُوْحِهٖ وَ نُوْرُهُ يَشْمُلُهُمَا مَعًا فَالثَّلَاثَةُ اَوَّلُ مَا خُلِقَ فَالْعَرْشُ فَالْقَلَمُ. فانظر شرح محمد تحمد﴾

(نفع قوت المغتذی حاشیہ ترمذی ص ۳۸ جلد ۲)

میں کہتا ہوں کہ اہل کشف نے ان احادیث کو صحیح کہا ہے۔ پس روح سے مراد رسول کریم ﷺ کی روح ہے اور عقل سے مراد رسول کریم ﷺ کی روح کا نور ہے اور مطلق نور بھی شامل ہے پس یہ تینوں پہلے پیدا ہوئے پھر عرش پیدا ہوا اور پھر قلم۔ علامہ سید علی بن سلیمان کا مطلب یہ ہے کہ روح اور عقل اور نور کی حدیث الگ الگ نہیں بلکہ تینوں ایک ہیں۔ نور کی حدیث عام ہے جس سے مراد روح اور عقل ہے کیونکہ یہ دونوں ایک قسم کا نور ہے اور روح سے مراد رسول کریم ﷺ کی روح ہے اور عقل سے مراد روح کی قوت عاملہ ہے جس سے روح کو اشیاء کی یا اپنے مالک کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ پس سب سے پہلے یہ تین اشیاء پیدا ہوئیں ان کے بعد عرش پیدا ہوا پھر عقل۔ علامہ سید کا یہ کہنا کہ اہل کشف نے ان کی تصحیح کی ہے یہ غلط ہے۔ کسی مسلم اہل کشف نے ان کو صحیح نہیں کہا شاید کسی بزرگ کے اپنی تصنیف کرنے سے اور اس میں ذکر کرنے سے علامہ سید نے صحت سمجھ لی ہو۔ مگر یہ بھی غلطی ہے کیونکہ کوئی محدث اپنی تصنیف میں کسی حدیث کا ذکر کر دے یہ بھی صحت کی دلیل نہیں چہ جائیکہ غیر محدث کے ذکر سے اس کی صحت سمجھ لی جائے یہ بڑی ڈبل غلطی ہے۔ چنانچہ اس کی تفصیل ہم اطفاء اشمعہ حصہ اول میں کر چکے ہیں۔ پھر کشف سے بھی روایت کی صحت ثابت نہیں ہوتی۔ اس لیے شریعت کا دارومدار اس پر نہیں رکھا گیا خاص کر عقائد کا معاملہ بہت نازک ہے۔ یہ کشف سے کس طرح ثابت ہو سکتے ہیں۔ ہاں کوئی معمولی بات ہو یا کشف کی صحت وغیرہ معلوم ہو جائے تو اس پر عمل کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔

مثلاً رسول کریم ﷺ کا پورا حلقہ محفوظ ہے خواب میں یا کشف میں اس کو رسول کریمؐ اسی حالت میں نظر آئیں اس حالت میں اس بزرگ نے رسول کریم ﷺ سے کسی حدیث کی تصدیق کروائی ہو تو یہ جائز ہے۔ مگر شاہ ولی اللہ صاحب البلاغ المبین کے ص ۳۸ میں شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی سے بحوالہ شرح مشکوٰۃ نقل کرتے ہیں کہ بعض بزرگوں نے یہ شرط عائد کی ہے کہ اس کو سنت نبوی پر پیش کرنا چاہئے۔

اگر موافق ہو تو درست ہے ورنہ سننے والے کے سماع میں فرق ہے پھر ایک بزرگ کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا آپؐ نے شراب پینے کا امر فرمایا۔ مدینہ منورہ میں ایک بزرگ شیخ محمد بن عراق تھے۔ ان سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی گئی تو فرمایا کہ سماع میں خلل واقع ہو گیا ہے آپ نے ﴿لا تَشْرَبِ الْخَمْرَ﴾ فرمایا جس کو ﴿اِشْرَبِ الْخَمْرَ﴾ سمجھ لیا گیا اس کے بعد شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ جب بیداری میں رسول کریم ﷺ کی موجودگی میں شیطان نے آپ کے ساتھ آواز ملا کر عین قرآن پڑھنے کے وقت گمراہی کی بات کی تھی۔ جیسے قرآن مجید سپارہ ۱۷ رکوع ۱۴ میں ہے تو خواب یا کشف میں کس طرح اطمینان ہو سکتا ہے کوئی بعید نہیں کہ شیطان خواب یا کشف میں اسی طرح دھوکہ دے دے۔ پس کشف یا خواب تصحیح احادیث کا کوئی تسلی بخش طریقہ نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ ان روایتوں کی صحت بالکل ثابت نہیں اگر بالفرض ثابت ہو جائے تو اس سے رسول کریم ﷺ کا غیر بشر ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ علامہ سید نے کہا ہے کہ نور سے مراد روح ہے اور روح تو سب کے جسموں میں پہلے پیدا ہوئے ہیں' اگر رسول کریم ﷺ کی روح مبارک ان سے پہلے پیدا ہوئی تو یہ بشریت کے منافی نہیں چنانچہ ﴿اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ﴾ کو غیر بشریت کی دلیل بنانا کسی صورت میں درست نہیں اہل بدعت نے دو طرح سے اس سے دھوکہ کھایا ہے (۱) ایک تو اس کو صحیح سمجھ لیا اور (۲) دوسرا اس کو غیر بشریت کی دلیل بنا کر عیسائیوں کی اتباع کی۔

حدیث کُنْتُ نَبِیًّا وَآدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ:

(میں نبی تھا اور آدم پانی کیچڑ کے درمیان تھا)

صاحب مجمع البحار حنفیہ کے مایہ ناز عالم تذکرۃ الموضوعات میں لکھتے ہیں:

﴿فِی المقاصِدِ کُنْتُ اَوَّلَ النَّبِیِّیْنَ فِی الْخَلْقِ وَاٰخِرُھُمْ فِی الْبَعْثِ مِنْ حَدِیْثِ سَعِیْدِ بْنِ بَشِیْرٍ وَلَهُ شَاھِدٌ فِی التَّارِیْخِ الْبُخَارِیِّ وَغَیْرِہٖ وَصَحَّحَهُ الْحَاکِمُ بِلَفْظِ کُنْتُ نَبِیًّا وَآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ وَالَّذِیْ اشْتَھَرَ بِلَفْظِ کُنْتُ نَبِیًّا وَاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ فَلَمْ نَقِفْ عَلَیْهِ بِھٰذَا اللَّفْظِ فَضْلًا عَنْ زِیَادَۃٍ وَکُنْتُ نَبِیًّا وَلَا اٰدَمُ وَلَا مَآءَ وَلَا طِیْنُ وَقَدْ قَالَ شَیْخُنَا اِنَّ الزِّیَادَۃَ ضَعِیْفَةٌ وَالَّذِیْ قَبْلَھَا قَوِیٌّ قَالَ الْحُقَیْرُ قَالَ الصَّغَانِیُّ بَلْ ھُوَ مَوْضُوْعٌ وَفِی الذَّیْلِ کُنْتُ نَبِیًّا وَاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ وَلَا آدَمَ وَلَا مَاءٌ وَلَا طِیْنٌ قَالَ ابن تَیْمِیَةَ مَوْضُوْعٌ وَھُوَ کَمَا قَالَ وَکَذَا حَدِیْثُ اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ وَالْمُوْمِنُوْنَ مِنِّی الْخَیْرُ فِیَّ وَفِیْ اُمَّتِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ قَالَ ابْنُ حَجَرٍ لَا اَعْرِفُهُ﴾ (تذکرہ الموضوعات ص۸۶)

المقاصد الحسنہ میں ہے کہ یہ حدیث جو کہ میں سب انبیاء سے پیدائش میں پہلے ہوں اور لوگوں کی طرف بھیجے جانے میں پیچھے ہوں' اس کے روای سعید بن بشیر ہیں اور اس کی موید ایک اور حدیث تاریخ بخاری وغیرہ میں ہے۔اس کے الفاظ (ترجمہ کی صورت میں) یہ ہیں۔کہ میں نبی تھا اور آدم روح اور جسم کی حالت میں تھے (یعنی جسم تیار (تھا اور ابھی اس میں روح نہیں پڑھی تھی) اور جو حدیث ان الفاظ سے مشہور ہے کہ میں نبی تھا اور آدم کیچڑ اور پانی کے درمیان تھے۔(یعنی ان کی حالت کیچڑ اور پانی کی تھی جسم ابھی تیار نہیں ہوا تھا) اس کی صحت کا ہمیں پتہ نہیں لگا (نیز میں نبی تھا اور نہ آدم تھا نہ پانی تھا نہ کیچڑ) اس کا بھی ہمیں پتہ نہیں لگا۔اور ہمارے استاد حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ ضعیف ہے اور پہلی حدیث قوی ہے۔میں (صاحب مجمع البحار) کہتا

ہوں کہ صغانی نے اس دوسری کو بھی موضوع کہا ہے۔ اور ذیل اللآلی میں ہے کہ ابن تیمیہ نے پہلی دوسری یعنی دونوں کو موضوع کہا ہے اور ابن تیمیہ نے جو کچھ کہا ہے ٹھیک کہا ہے اور اسی طرح یہ حدیث بھی موضوع ہے کہ ''میں اللہ کے نور سے ہوں اور مومن مجھ سے ہیں اور قیامت تک خیر مجھ میں اور میری امت میں ہے۔'' ابن حجر کہتے ہیں کہ میں اس مندرجہ بالا حدیث کو نہیں پہنچا تا' سخاوی مقاصد حسنہ میں لکھتے ہیں:

﴿وَفِیْ صَحِیْحِ اِبْنِ حِبَّانَ وَالْحَاکِمِ مِنْ حَدِیْثِ الْعِرْبَاضِ بن سَارِیَۃَ مَرْفُوعًا اِنِّیْ عِنْدَاللّٰہِ لَمَکْتُوبٌ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِی طَیْنِہٖ وَکَذَا اَخْرَجَہٗ اَحْمَدُ وَالدَّارِمِیُّ فِی مُسْنَدَیْھِمَا وَاَبُوْ نُعَیْمٍ وَالطَّبْرَانِیُّ مِنْ حَدِیْثِ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَتٰی کُنْتَ نَبِیًّا قَالَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ﴾

(المقاصد الحسنہ ص ۳۲۷)

صحیح ابن حبان اور صحیح ابن حاکم میں عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نبی لکھا ہوا تھا اور آدم ابھی اپنے کیچڑ میں پڑے ہوئے تھے اور مسند احمد اور مسند دارمی اور ابونعیم اور طبرانی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپؐ نبی کب لکھے گئے فرمایا جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔ موضوعات شوکانی ص ۱۰۸ موضوعات ملا علی قادری ص ۶۳ اور الآثار المرفوعہ مولانا عبدالحی لکھنوی ص ۲۷۵ اور تمیز الطیب من الخبیث شیخ عبدالرحمان بن علی شیبانی ص ۱۵۳ وغیرہ مندرجہ بالا کتب میں اس کے قریب قریب لکھا ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حدیث سے مندرجہ بالا سوال ثابت نہیں۔ ہاں یہ ثابت ہے کہ میں نبی تھا اور آدم روح اور جسم کے درمیان تھے لیکن دوسری روایت کہ آدم ابھی کیچڑ میں تھے کہ میرے لیے نبوت لکھی گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کے ثابت ہونے سے مراد نبوت کا لکھے جانا ہے اور کسی چیز کا پہلے لکھے جانا بشریت کے منافی نہیں ہے۔ ہر چیز پہلے لکھی جا چکی ہے صرف اتنی بات ہے کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت خصوصیت اور شہرت کے ساتھ لکھی گئی جس سے عموماً پتہ لگ گیا کہ آخر میں ایک ایسا نبی آنے والا ہے اور پہلی حدیث جس میں ذکر ہے کہ میں پیدائش میں انبیاء سے پہلے ہوں اور لوگوں کی طرف بھیجے جانے میں پیچھے ہوں۔ اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ میں پیدائش کی شہرت میں انبیاء سے پہلے ہوں۔ اور صاحب مجمع البحار کی کلام سے بھی یہی مطلب ظاہر ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے دوسری روایت کو (کہ میں نبی تھا اور آدم جسم اور روح کے درمیان تھے) اس کا مؤید قرار دیا۔ اور مؤید تب ہی ہوگی جب مطلب ملتا ہو اور اگر دوسری روایت کو اس کا مؤید قرار نہ دیا جائے تو یہ روایت صحت کو نہیں پہنچتی۔ اس لیے اس پر کسی نے صحت کا حکم نہیں لگایا۔ اگر بالفرض صحیح ہو جائے تو بھی معنی دوسری روایتوں کے موافق مناسب ہے۔ کیونکہ یہ اصول مسلم ہے۔ ﴿اَلْاَحَادِیْثُ یُفَسِّرُ بَعْضُهَا بَعْضًا﴾ یعنی احادیث آپس میں ایک دوسری کی تفسیر ہوتی ہیں' سو دوسری روایتوں کے موافق یہی مطلب ہے جو ابھی بیان ہوا ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ میری روح پہلے پیدا ہوئی ہے بلکہ یہ مطلب بھی بشریت کے منافی نہیں۔ چنانچہ حدیث ﴿اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ﴾ کے بیان میں گذر چکا ہے یا یہ مطلب ہے کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے نکال کر یہ عہد لیا ہے ﴿قَالُوْ بَلٰی﴾ کا عہد لیا ہے تو اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے پیدا ہوئے سو اس سے بھی آپ کا غیر بشر ہونا لازم نہیں آتا۔

کیا آپؐ کا سایہ نہ تھا؟ کیا زمین پر آپؐ کا نقش قدم نہ پڑتا تھا؟

یہ باتیں بالکل جھوٹ ہیں کیونکہ جب اہل بدعت یہ تسلیم کرتے ہیں کہ آپؐ بشری رنگ میں مخلوق کی ہدایت کے لیے آئے تھے جیسے سوال میں تصریح ہے تو بشری رنگ کو سایہ اور نقش پا لازم ہے پھر ان لوگوں کو ہجرت کا واقعہ بھی یاد نہیں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے لیے نکل کر غار ثور میں جا چھپے لیکن غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا جس سے کافروں کو یقین ہو گیا کہ آپؐ اس میں داخل نہیں ہوئے پھر راستے میں جلدی

چلنے سے آپ کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا اور آپ کا پاؤں مبارک زخمی ہو کر خون میں لت پت ہو گیا کیا ابھی بھی نقش زمین پر پڑنا باقی رہ گیا۔ تاریخ ابن جریر جلد۲ ص ۲۴۵ اور زاد المعاد جلد۱ ص ۳۵۸ وغیرہ میں ہجرت کا واقعہ مفصل مذکور ہے۔ اور تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں بھی ﴿اذھما في الغار﴾ کے تحت آپ کے نقش پا کا ذکر ہے اور ذکر موسیٰ علیہ السلام جو رسول کریم علیہ السلام کے ساتھ مشابہت تامہ رکھتے ہیں (جن کی بابت بخاری ومسلم میں حدیث ہے کہ انھوں نے ملک الموت کی آنکھ پھوڑ دی ملاحظہ ہو مشکوٰۃ باب بدء الخلق الخ فصل اول ص ۴۹۹) ان کے نقش پا اور قرآن مجید میں پندھوریں پارہ کے آخر میں موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے ﴿فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا﴾ یعنی موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اپنے قدموں کے نشانوں پر واپس آئے نیز قرآن مجید میں سورۃ رعد کے دوسرے رکوع میں ﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ﴾ یعنی آسمان زمین والے اور ان کے سائے خدا کو سجدہ کرتے ہیں۔ اس میں محمد رسول کریم علیہ السلام بھی داخل ہیں۔ پس آپ کے سائے سے یا آپ کے نقش پا سے انکار کرنا ڈبل غلطی ہے۔ اور آپ کو پاخانہ پیشاب آنا یہ بھی اسی کا موید ہے کیونکہ آپ کا جسم مبارک اگر ایسا لطیف ہوتا جس کا سایہ نہ ہوتا نہ زمین پر نقش پا ہوتا تو جو کھانا کھاتے وہ ہضم ہو کر جزو بدن کیسے بنتا۔ اور کچھ فضلہ ہو کر پاخانہ پیشاب کی صورت میں کیسے خارج ہوتا۔

ادھر غیر بشر کہنا اور ادھر کھانے پینے اور پائخانہ پیشاب کا قائل ہونا صریح تناقض ہے۔ جس کو معمولی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ عیسائیوں کو اللہ تعالیٰ نے یہی جواب دیا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے ﴿كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ﴾ (سورۃ مائدہ رکوع ۱۰) یعنی عیسیٰ اور مریم کھانا کھاتے تھے۔ تو وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟ پھر سید جو حضرت کی اولاد ہیں۔ ان کا بھی سایہ اور نقش پا نہیں ہونا چاہیے۔ حالانکہ یہ مشاہدہ کے خلاف ہے۔ بہر صورت یہ بنائی ہوئی باتیں ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں۔ اگر ثابت ہوتیں تو معجزہ ہوتا جو بشریت کے منافی نہیں مگر یہ ثابت ہی نہیں۔

سایہ کی صریح دلیل:

حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں آپ کے سایہ نہ ہونے کے متعلق زکوان رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت ذکر کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ﴿لَمْ یَکُنْ لَهُ ظِلٌّ فِي شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ﴾ یعنی آپ کا سایہ نہ تھا نہ سورج اور نہ چاند میں یعنی نہ دھوپ کے وقت اور نہ چاندنی رات کے وقت۔

ملا علی قاری شرح شفا ﴿فصل وَمِنْ ذَالِکَ مَا ظَهَرَ مِنَ الْاٰیَاتِ عِنْدَ مُوْلِدِهٖ﴾ (جلد اول ص ۷۵۳) میں لکھتے ہیں کہ اس میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن قیس ہے اور وہ مطعون ہے اور وہ عبدالملک بن عبداللہ بن ولید سے روایت کرتا ہے۔ اور وہ مجہول ہے پس یہ روایت بالکل رد ہوگئی اور نسیم الریاض شرح شفا جلد ثالث فصل مذکور ص ۲۸۲ میں بحوالہ کتاب الوفاء حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے حسب ذیل روایت ذکر کی ہے۔

﴿قَالَ لَمْ یَکُنْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ظِلٌّ وَلَمْ یَقُمْ مَعَ شَمْسٍ اِلَّا غَلَبَ ضَوْءُهٗ ضَوْءَ هَا وَلَا مَعَ سِرَاجٍ اِلَّا غَلَبَ ضَوْءُ هٗ ضَوْءَ هَا﴾

یعنی ابن عباس فرماتے ہیں کہ آپ کا سایہ نہ تھا اور سورج کی روشنی پر اور چراغ کی روشنی پر آپ کی روشنی غالب آجاتی تھی۔ مگر اس روایت کی سند ذکر نہیں کی پس یہ سند روایت بھی غیر معتبر ہوگئی نیز یہ مشاہد کے خلاف ہے کیونکہ انسان سورج کو صرف نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی سورج پر بھی غالب ہو تو پھر لازم آتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہاں تک کہ بیویوں نے بھی آپ کو اچھی طرح نہ دیکھا ہو اور یہ بجائے لذت نظر اور ٹھنڈک آنکھوں کی کے ایک مصیبت بن جاتی ہے۔ کیونکہ ایسی تیز روشنی سے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں حالانکہ بر واقعہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ آپ کو دیکھ کر ان کی آنکھیں سیر نہیں ہوتیں تھیں۔ بلکہ دل چاہتا تھا کہ ہر وقت ٹکٹکی لگی رہے۔ اگر بالفرض ایسی روشنی ثابت ہو جائے تو پھر ایک ایسا معجزہ ثابت ہو

سکتا ہے جیسے ہاتھ کا چمکنا موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا جو ہر وقت نہیں ہوتا تھا۔ سو ایسا ہی آپؐ کا چہرہ کسی وقت چمکتا ہو گا لیکن جب ثابت ہی نہیں تو پھر اس کی تاویل کی کیا ضرورت ہے؟ اب اس کے مقابلے میں دوسری صریح روایات سنئے جو معتبر اور باسند ہیں۔

علامہ ابن القیم علیہ الرحمۃ حادی الارواح الی بلاد الافراح کے ص ۱۶ میں لکھتے ہیں:

﴿قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَنْبأَنَا مَعَاوِيَةُ بِنُ صَالِحٍ عَنْ عِيْسَى ابْنُ عَاصِمٍ عَنْ زِرِّبْنِ حُبَيْشٍ عَنْ اُنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ مَدَّ يَدَهُ ثُمَّ اَخَّرَهَا فَلَمَّا سَلَّمَ قِيْلَ لَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَقَدْ صَنَعْتَ فِي صَلَاتِكَ شَيْئًا لَمْ تَصْنَعْهُ فِيْ غَيْرِهَا قَالَ اِنِّيْ رَأَيْتُ الْجَنَّةَ فَرأَيْتُ فِيْهَا دَالِيَةً قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ حَبُّهَا كَالدُّبَّاءِ فَارَدْتُّ اَنْ اَتَنَاوَلَ مِنْهَا فَاُوْحِيَ اِلَيْهَا اَنِ اسْتَأْخِرِيْ فَاسْتَأْخَرَتْ ثُمَّ رَأَيْتُ النَّارَ فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ حَتّٰى رَأَيْتُ ظِلِّيْ وَظِلَّكُمْ فَأَوْمَأْتُ اِلَيْكُمْ اَنِ اسْتَأْخِرُوْا فَاُوْحِيَ اِلَيَّ اَنْ اَمِرَّهُمْ فَاِنَّكَ اَسْلَمْتَ وَاَسْلَمُوْا وَهَاجَرْتَ وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدْتَّ وَجَاهَدُوْا فَلَمْ اَرَلِيْ عَلَيْكُمْ فَضْلًا اِلَّا بِالنُّبُوَّةِ.﴾

عبداللہ بن وھب (اپنی حدیث کی کتاب) میں فرماتے ہیں کہ ہمیں معاویہ بن صالح نے خبر دی وہ عیسیٰ بن عاصم سے روایت کرتے ہیں۔ وہ زر بن جیش سے روایت کرتے ہیں وہ حضرت انس بن مالک سے انہوں نے فرمایا کہ ایک دن رسول کریم ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی پھر اپنا ہاتھ لمبا کیا پھر اس کو پیچھے ہٹا لیا پس جب سلام پھیرا تو آپ کو کہا گیا کہ یا رسول اللہ! بے شک آپ نے نماز میں ایک ایسا کام کیا جو اس کے سوا کسی

اور موقعہ پر نہیں کیا فرمایا بے شک میں نے جنت دیکھی اس میں انگوروں کے خوشے لٹکے ہوئے قریب دیکھے ان کے دانے گھیئے کے برابر تھے میں نے ارادہ کیا کہ ان میں سے کچھ پکڑ لوں۔ پس جنت کی طرف وحی کی گئی کہ پیچھے ہٹ جا پس وہ پیچھے ہٹ گئی پھر میں نے آگ دیکھی اپنے اور تمہارے درمیان یہاں تک کہ (اس کی روشنی میں) میں نے اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا پس میں نے اشارہ کیا تمہاری طرف کہ پیچھے ہٹ جاؤ پس میری طرف وحی کی گئی کہ ان کو ٹھہرے رہنے دیں۔ (ان کو اس کا کوئی خطرہ نہیں جیسے تجھے کوئی خطرہ نہیں) کیونکہ تو بھی اسلام لایا اور یہ بھی اسلام لائے اور تو نے بھی ہجرت کی اور انہوں نے بھی ہجرت کی۔ تو نے بھی جہاد کیا اور انہوں نے بھی جہاد کیا۔ پس نہیں دیکھی واسطے اپنے اوپر تمہارے کوئی فضیلت مگر ساتھ نبوت کے۔

مجمع الزوائد جلد۴ ص ۳۲۳ میں ہے۔

﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ وَنَحْنُ مَعَهُ فَاعْتَلَّ بَعِيْرٌ لِصَفِيَّةَ وَكَانَ مَعَ زَيْنَبَ فَضْلٌ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بَعِيْرَ صَفِيَّةَ قَدِ اعْتَلَّ فَلَوْ اَعْطَيْتِيْهَا بَعِيْرًا لَكِ قَالَتْ اَنَا اُعْطِيْ هٰذِهِ الْيَهُوْدِيَّةَ فَغَضِبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَجَرَهَا بَقِيَّةَ ذِيْ الْحِجَّةِ وَمُحَرَّمَ وَ صَفَرَ وَ اَيَّامًا مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ حَتّٰى رَفَعَتْ مَتَاعَهَا وَ سَرِيْرَهَا فَظَنَّتْ اَنَّهٗ لَا حَاجَةَ لَهٗ فِيْهَا فَبَيْنَا هِيَ ذَاتَ يَوْمٍ قَاعِدَةٌ. بِنِصْفِ النَّهَارِ اِذْ رَاَتْ ظِلَّهٗ قَدْ اَقْبَلَ فَاعَادَتْ سَرِيْرَهَا وَ مَتَاعَهَا. قُلْتُ رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاخْتِصَارٍ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْاَوْسَطِ وَ فِيْهِ سُمَيَّةُ رَوٰى لَهَا اَبُوْدَاوُدَ وَغَيْرُهٗ وَلَمْ يُخْرِجْهَا اَحَدٌ وَبَقِيَّةُ رِجَالِهٖ ثِقَاتٌ.﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ وسلم سفر میں تھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ پس صفیہ کا اونٹ بیمار ہو گیا اور زینب کے پاس اور زائد تھا تو رسول کریم علیہ وسلم نے زینب کو فرمایا کہ صفیہ کا اونٹ بیمار ہو گیا ہے تو اونٹ اس کو دے دے زینب نے کہا کہ میں اس یہودیہ کو دوں؟ اس پر رسول کریم علیہ وسلم ناراض ہو گئے اور زینب کو تین ماہ تک چھوڑ دیا۔ باقی دن ذوالحجہ کے اور پورا محرم اور صفر اور کچھ دن ربیع الاول کے یہاں تک کہ زینب نے اپنا سامان اور اپنی چارپائی اٹھا لی۔ (یعنی بستر اور چادر پر نہ سوتیں اور ان کو سمیٹ کر الگ رکھ دیا) پس خیال کیا کہ رسول کریم علیہ وسلم کو اس سے رغبت نہیں ہے۔ ایک دن اتفاقاً دوپہر کے وقت بیٹھی ہوئیں تھیں کہ رسول کریم کا سایہ دیکھا کہ آ رہے ہیں پس چارپائی اور سامان بدستور لوٹا دیا۔

میں (صاحب مجمع الزوائد) کہتا ہوں کہ اس کو ابوداؤد نے اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ طبرانی نے بھی اس کو پوری اوسط میں بیان کیا ہے اور اس کی سند میں سمعیہ روایت کرنے والی ہے' ابوداؤد وغیرہ نے اس کی روایت کو ذکر کیا ہے اور اس پر جرح کسی اور نے نہیں کی اور باقی راوی اس حدیث کے ثقہ ہیں۔ ان حدیثوں میں آپؐ کے سایہ کی صراحت ہے اور حدیثیں دونوں صحیح ہیں۔

پہلی حدیث میں صرف اتنا شبہ ہے کہ نماز میں آپ کا منہ قبلے کی طرف تھا۔ اور صحابہ کرام آپ کے پیچھے تھے اور آگ صحابہ اور آپ کے درمیان تھی۔ تو آپ اپنا سایہ تو دیکھ سکتے تھے۔ صحابہ کا سایہ آپ کی پیٹھ کی طرف تھا تو پھر آپ کس طرح دیکھ سکتے تھے۔ بلکہ جب آگ آپ کے اور صحابہ کے درمیان تھی تو آگ بھی آپ کی پچھاڑی میں ہوئی تو آگ بھی آپ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول کریم علیہ وسلم نماز میں اگاڑی پچھاڑی یکساں دیکھتے تھے۔ پس یہ اعتراض درحقیقت آپ کے حالات سے ناواقفی کی بنا پر ہے۔

چنانچہ یہ مندرجہ بالا دونوں حدیثیں آپ کی سایہ کی صریح دلیل ہیں اور جب ان کے ساتھ اوپر کی تقریر ملالی جائے کہ آپ بشر تھے اور بشریت کے لوازم کھانا' پینا' پاخانہ' پیشاب وغیرہ آپ میں پائے جاتے تھے۔ تو پھر یہ ایسی قطعی دلیل بن جاتی ہے جیسے قرآنی آیت۔ لیکن ہدایت خدا کے ہاتھ میں ہے جس کی قسمت میں ہدایت ہے وہی ہدایت پاتا ہے۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ.

ڈاڑھی بڑھانا سنت فریضہ ہے:

لغت میں سنت کا معنیٰ طریقہ ہے اور اصطلاح میں اس کی تعریف یہ ہے۔

﴿قَالَ الْحَافِظُ فِی الْفَتْحِ وَالْمُرَادِ بِالسُّنَنِ مَا يَتَلَقَّوْنَهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجِبًا كَانَ اَوْ مَنْدُوبًا﴾

(منقول از صیانۃ الانسان ص ۳۴۷)

یعنی سنت سے مراد وہ طریقہ مشروعہ ہے جو نبی کریم ﷺ سے مسلمانوں نے لیا ہو خواہ وہ واجب ہو یا مستحب۔

یہ سنت یا طریقہ رسول دو قسم پر ہے (۱) سنت فریضہ۔ (۲) سنت غیر فریضہ۔

چنانچہ حدیث میں ہے:

﴿عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلسُّنَّةُ سُنَّتَانِ سُنَّةٌ فِیْ فَرِيْضَةٍ وَ سُنَّةٌ فِیْ غَيْرِ فَرِيْضَةٍ فَالسُّنَّةُ الَّتِیْ فِی الْفَرِيْضَةِ اَصْلُهَا فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ اَخْذُهَا هُدًى وَ تَرْكُهَا ضَلَلَةٌ وَالسُّنَّةُ الَّتِیْ لَيْسَ اَصْلُهَا فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ اَلْاَخْذُ بِهَا فَضِيْلَةٌ وَتَرْكُهَا لَيْسَ بِخَطِيْئَةٍ﴾ (رواہ طبرانی فی الاوسط کذا فی مجمع الزوائد)

یعنی ابوہریرہ نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ سنت دو قسم کی ہے ایک فریضہ اور دوسری غیر فریضہ۔ فریضہ وہ ہے جس کا اصل کتاب اللہ میں ہو اس کا پکڑنا اور اس پر عمل کرنا ہدایت ہے اور اس کا ترک کرنا

گمراہی ہے۔ اور جس سنت کا اصل کتاب اللہ میں نہ ہو اس کا لینا فضیلت ہے اور چھوڑنا گناہ نہیں ہے۔

اب داڑھی پر غور کر لیں کہ یہ سنت فریضہ ہے یا غیر فریضہ؟ سو کچھ شک نہیں کہ یہ سنت فریضہ ہے اور اس کا اصل کتاب اللہ میں موجود ہے چنانچہ یہ مندرجہ ذیل دلائل سے ثابت ہے۔ پارہ نمبر ۲۱ میں لفظ فطرت اللہ وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فطرت کو لو اور اس کی پیدائش کو لازم پکڑو کہ جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا مشکوٰۃ میں حدیث ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ

''ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے مگر ماں باپ اس کو یہودی' نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں''

جیسا کہ ایک چارپایہ پوری پیدائش والا پیدا ہوتا ہے پھر اس کے کان وغیرہ کاٹ کر اسے بدل دیا جاتا ہے۔ اس کی تصدیق میں آپؐ نے یہ آیت پڑھی

﴿فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا الْاٰيَةُ﴾

یعنی ہر بچہ اسلام کی اطاعت کے لیے پیدا اور تیار ہوتا ہے۔

اگر اس کے والدین مسلمان ہوں تو اس کو اسلام پر لگا دیتے ہیں اور وہ صحیح فطرت پر قائم ہو جاتا ہے۔ اگر والدین یہودی' نصاریٰ یا مجوسی ہوں تو اس کو فطرت سے ہٹا کر دوسرے طریقہ پر لگا دیتے ہیں۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ حالت میں تبدیلی واقعہ ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر' جیسے جانور پوری پیدائش کا پیدا ہو لیکن لوگ اس کے کان وغیرہ کاٹ کر اس کو تبدیل کر دیں۔ قرآن کے پارہ نمبر ۵ میں ہے۔

''شیطان نے کہا کہ میں بنی آدم کو حکم دوں گا کہ وہ چارپائیوں کے کان کاٹیں اور میں ان کو حکم دوں گا کہ وہ اللہ کی پیدائش میں تغیر پیدا کریں۔''

اس کے ساتھ یہ حدیث بھی ملا لیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ

''ایسی عورتوں پر اللہ نے لعنت کی ہے جو مصنوعی حسن و جمال کے لیے بالوں میں بال ملاتی ہیں۔ چہرہ پر خال نکالتی ہیں یا بال نوچتی ہیں۔ یا

سامنے کے دانتوں میں چھید پیدا کرتیں ہیں۔ اور فرمایا یہ عورتیں اَلْمُغَیِّرَاتُ خَلْقَ اللّٰہِ یعنی اللہ کی پیدائش کو بدلنے والے ہیں۔"

جیسے عورت کی چھاتی پر قدرت نے پستان پیدا کیے ہیں۔ اسی طرح مرد کے چہرہ پر داڑھی پیدا کی ہے۔ پس اس کو مونڈنا اور کاٹنا اللہ کی پیدائش میں تغیر اور اللہ کی فطرت کو تبدیل کرنا ہے۔ یاں اگر اسلام کے حکم سے ہو تو وہ اللہ کی ہی پیدائش اور فطرت میں داخل ہے۔ وہ تغیر غیر شرعی نہیں ہے۔ تغیر و تبدل غیر شرعی وہ ہے جو خدا کی پیدائش میں بغیر حکم اور رسول کے اپنی مرضی سے کیا جیسے عورتوں نے بالوں میں بال لگائے اور پیشانی سے بال نوچے اور دانتوں کو چھیدا تو ان کو "مغیرات خلق اللہ" قرار دے کر ان پر لعنت کی گئی کہ انہوں نے اپنی فطرت سے تغیر کیوں کیا؟ اسی طرح مردوں کی داڑھیاں بحکم الٰہی پیدا ہوئیں تو یہ فطرت تھی جس کے تغیر اور تبدل کا شارع نے کوئی حکم نہیں دیا۔ ہاں مونچھوں کے بال، زیر ناف کے بال، اور بغل کے بال دور کرنے کا حکم دیا ہے۔ جو عین فطرت میں داخل ہے لہٰذا مونچھوں کے بال نہ کٹوانا اور داڑھی کے بال کٹوانا خلاف فطرت ہے۔ جو اپنی رائے سے ہے سو یہ تغیر و تبدل غیر شرعی ہے جو شیطانی کام ہے۔ خلاصہ یہ کہ قرآن کریم سے اس سنت کا اصل ثابت ہوا۔ پس یہ سنت فریضہ ہوئی۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

﴿قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَۃِ قَصُّ الشَّارِبِ وَاِعْفَاءِ اللِّحْیَۃِ﴾ (الحدیث) (رواہ احمد و مسلم ونسائی والترمذی)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دس چیزیں فطرت سے ہیں مونچھیں کٹانا اور داڑھی بڑھانا۔

نیل الاوطار میں ہے

﴿اِنَّ ھٰذِہِ الْاَشْیَاءُ اِذَا فُعِلَتْ اِتَّصَفَ فَاعِلُھَا بِالْفِطْرَۃِ الَّتِیْ فَطَرَ اللّٰہُ الْعِبَادَ عَلَیْھَا﴾

یعنی ان چیزوں پر عمل کیا گیا تو ان کا عامل اس فطرت سے موصوف ہوا جس پر اللہ نے بندوں کو پیدا کیا۔

پھر لکھا ہے کہ

﴿هِیَ السُّنَّةُ الْقَدِیْمَةُ الَّتِیْ اِخْتَارَهَا الْاَنْبِیَآءُ وَاتَّفَقَتْ عَلَیْهَا الشَّرَائِعُ فَكَاَنَّمَا اَمْرٌ جِبِلِّیٌّ﴾ (نیل ج اص ۱۰۹ مصری)

کہ یہ قدیمی طریقہ ہے جس کو تمام انبیاء نے اختیار کیا اور سب شریعتیں اس بات پر متفق ہیں۔ کیونکہ یہ پیدائشی اور طبعی چیز ہے۔''

مخفی نہ رہے کہ ان دس چیزوں میں سے بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جو سنت موکدہ ہیں فرض نہیں ہیں۔ پھر اعضاء اللحیہ کس طرح فرض ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جن چیزوں کے لیے خارجی دلائل سے ثبوت یا قرینہ مل جائے کہ وہ سنت ہیں اور واجب نہیں ہیں۔ تو یہ ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ فطرتی چیزیں اور شعائر اسلام دو قسم کے ہیں۔ (۱) واجبہ (۲) مستحبہ اور مسنونہ۔ مثلاً مسواک اور بغل کے بال دور کرانے سنت ہیں۔ نیل میں ہے سنت بالاتفاق اور مونچھ کٹوانا اور داڑھی بڑھانا سنت واجبہ ہیں۔ محلی ابن حزم جز ثانی ص ۲۲۰ میں ہے۔

﴿وَاَمَّا فَرْضٌ قَصُّ الشَّارِبِ وَاِعْفَاءُ اللِّحْیَةِ﴾

یعنی امور عشرہ فطرت میں سے یہ دو چیزیں فرض ہیں مونچھ کٹانا اور داڑھی بڑھانا۔

اگر ان کو سنت کہا جاتا ہے تو بمعنی طریقہ مسلوکہ کے لحاظ سے کہا جاتا ہے اصطلاحی لحاظ سے نہیں۔ چنانچہ نیل جلد اص ۱۱۱ میں ہے

﴿وَلَوْ وَرَدَ بِلَفْظٍ مِّنَ السُّنَّةِ لَمْ یَنْتَهِضْ دَلِیْلًا عَلٰی عَدَمِ الْوُجُوْبِ لِاَنَّ الْمُرَادَ بِهِ السُّنَّةُ اَیِ الطَّرِیْقَةُ لَا السُّنَّةُ بِالْمَعْنَی الْاِصْطِلَاحِیِّ الْاُصُوْلِ﴾

جوہر نقی بر بیہقی جلد ۹ ص ۲۶۳ میں حدیث ﴿فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا﴾ پر یہ لکھا ہے۔

﴿اَیْ سِیْرَتَنَا طَرِیْقَتَنَا وَ ذَالِكَ قَدْرٌ مُشْتَرِكٌ بَیْنَ الْوَاجِبِ وَالسُّنَّةِ الْمُصْطَلَحِ عَلَیْهَا﴾

کہ سنت سے مراد محض سیرت اور طریقہ نبویہ ہے جو واجب اور سنت اصطلاحیہ کے درمیان مشترک ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ داڑھی بڑھانا سنت واجبہ ہے۔

(۲) دوسری دلیل کہ اس کا اصل کتاب اللہ میں ہے جو اس کے سنت فریضہ ہونے پر دال ہے قرآن حکیم میں وارد ہے۔

﴿وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَھُوْا.﴾

جو رسول کریم تم کو دیں اس کو پکڑ لو جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ۔

حدیث شریف میں ہے۔

﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ اَمَرَ بِاِحْفَاءِ الشَّوَارِبِ وَاِعْفَاءِ اللِّحْیَةِ﴾ (صحیح مسلم جلد اص ۱۲۹)

''یعنی نبی کریم ﷺ نے مونچھیں پست کرنے اور داڑھی بڑھانے کا حکم دیا ہے۔''

مشکوٰۃ میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ انہوں نے بال ملانے والیوں سامنے کے دانت چھیدنے والیوں اور بال نوچنے والیوں کو ﴿مغیرات خلق اللّٰه﴾ قرار دے کر لعنت کی ہے' اور اس لعنت کو قرآن نے ثابت کیا ہے' اور یہ آیت مذکورہ ﴿وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ﴾ پیش فرمائی جس سے ظاہر ہوا کہ یہ آیت اپنے اطلاق اور عموم سے تمام اوامر ومنہیات کو شامل ہے۔ جس میں داڑھی بڑھانے کا حکم بھی شامل ہے۔ پس حتی الامکان اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

مسلم شریف جلد ثانی صہ ۲۶۲ میں ہے۔

﴿کَانَ اَبُوْھُرَیْرَۃَ یُحَدِّثُ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَانَھَیْتُکُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوْہُ وَمَا اَمَرْتُکُمْ بِهٖ فَافْعَلُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ.﴾

''یعنی حضور علیہ السلام تھے کہ جس چیز سے میں تم کو منع کروں اس سے تم بچو اور جس چیز کا حکم کر دوں تو حسب طاقت اس کو بجا لاؤ۔''

پس آیت قرآن اور حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کا حکم دیا ہے یہ واجب العمل ہے۔

(۳) قرآن کریم میں اولوالعزم انبیاء کا ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا ہے کہ ﴿فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ﴾ کہ ان کی راہ ہدایت کی پیروی کر اور اقتدا کر۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدالاضحیٰ کی قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اقتداء میں کی اور افعال حج بھی کئے۔ اسی طرح عاشورہ کا روزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موافقت میں رکھا اور سورۃ صٓ کا سجدہ حضرت داؤد علیہ السلام کی اقتداء میں کیا۔ اسی طرح داڑھی رکھنا انبیاء کی سنت ہے۔ چنانچہ جن اٹھارہ انبیاء کی اقتدا کا حکم دیا گیا ہے۔ ان میں ایک حضرت ہارون علیہ السلام بھی ہیں۔ جن کی داڑھی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غضبناک ہو کر ان پر حملہ کیا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ ﴿لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ﴾ کہ میری داڑھی نہ پکڑ' چنانچہ ان کی اقتدا میں ہم کو بھی داڑھی رکھنا ضروری ہے۔ اس سے داڑھی کا اصل قرآن پاک سے ظاہر ہو گیا جس کا ثبوت قولاً وفعلاً ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی لہٰذا یہ سنت فریضہ قرار پائی جس کا ترک کرنا ضلالت ہے ﴿كَمَا مَرَّه ذكره﴾

(۴) قرآن کریم میں ہے ﴿وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ﴾ یعنی جب آزمایا ابراہیم کو اس کے رب نے ساتھ کئی باتوں کے تو پورا کیا اس نے ان کو۔

وہ کلمات کیا تھے اس بارہ میں سلف صالحین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن مسیبؒ و مجاہدؒ و شعبی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے منقول ہے کہ وہ خصال فطرت ہیں اور انہی پر حدیث عائشہ صدیقہ ناطق ہے کہ

﴿عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَاِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ (الخ)﴾

نیل الاوطار جلد اص ۱۱۳ میں ہے کہ

﴿ثُمَّ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا وَصَحَّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ الْکَلِمَاتِ الَّتِیْ ابْتَلٰی بِھِنَّ اِبْرَاھِیْمُ فَاَتَمَّھُنَّ ھُنَّ خِصَالُ الْفِطْرَةِ﴾

''یعنی ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ملت ابراہیم حنیف کی اتباع کر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ صحیح طریق سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہ کلمات جن کے ساتھ ابراہیم کا ابتلا ہوا اور انہوں نے ان کو پورا کیا وہ خصال فطرت ہیں۔''

اور خصال فطرت میں داڑھی بڑھانا شمار کیا گیا ہے پس اس کا اصل کتاب اللہ میں پایا گیا اور یہ سنت فریضہ ثابت ہوئی جس کا ترک کرنا گمراہی ہے۔

(۵) اہل مذاہب اپنے چہروں اور جسم پر ایک خاص قسم کا امتیازی رنگ رکھتے تھے جس سے ان کی پہچان ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے موحدین مسلمین کو فرمایا کہ ﴿صِبْغَةَ اللّٰہِ﴾ (پ ا) کہ اللہ تعالیٰ کی رنگت کو لازم پکڑو جامع البیان میں ہے۔ ﴿وھی فِطْرَةُ اللّٰہِ فَاِنَّھَا حُلْیَةُ الْاِنْسَانِ﴾ کہ اللہ تعالیٰ کی رنگت سے مراد اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے اور وہ مسلمان انسان کا حلیہ ہے۔ وہ اور فطرت دس ہیں جن سے مسلمان کا تعارف ہوتا ہے۔ ان میں داڑھی کا بڑھانا بھی ہے۔ مونچھیں پست ہوں اور داڑھی بڑھی ہوئی ہو تو اس سے فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص محمدی مسلمان ہے بس یہی اللہ کی رنگت ہے جس کا التزام کرنا ہر مسلمان کا کام ہے۔ ﴿قَالَ مُجَاھِدٌ صِبْغَةُ اللّٰہِ فِطْرَةٌ﴾ (تحفۃ الودود) اس لفظ سے بھی داڑھی کا قرآن کریم سے اصل ثابت ہوا۔ پس یہ امور خمسہ بطور دلائل ذکر ہیں۔ جن سے اعفاء اللحیہ کی اصلیت کتاب اللہ سے ثابت ہوئی اور ہم سابقاً حدیث سے ثابت کر چکے ہیں کہ جس سنت کی اصل کتاب اللہ سے ظاہر ہو وہ سنت فریضہ ہے جس کا ترک کرنا ضلالت ہے۔ لہٰذا داڑھی کا منڈوانا اور کٹانا گمراہی ہے۔ پھر جو لوگ اس کو شرائع دین سے نہیں سمجھتے وہ گمراہ ترین ہیں جن کے کفر کا احتمال قوی ہے۔

ڈاڑھی بڑھانا اور لبیں کٹانا شعائر اسلام ہے:

شعار کے معنی نشان اور علامت کے ہیں اور اصطلاع شرع میں اس مخصوص علامت کا نام ہے۔ جس سے مسلمان دوسرے لوگوں مشرکین اور غیر مذہب یہود' نصاریٰ' مجوسی کافرین سے پہچانے جائیں۔ لڑائی کے میدان میں مسلمان فوج ایک دوسرے کو پہچان لے اور سفر میں ایک دوسرے کو جان لیں کہ یہ شخص ہمارا بھائی ہے۔ دیہات اور شہروں میں اختلاط ہو تو اس نشان خاص سے موحد اور مشرکین کے مابین مسلمان اور کافر کے مابین یہودی' عیسائی' مجوسی اور محمدی مسلمان کے درمیان امتیاز ہو جائے وہ ظاہری حلیہ مونچھیں نہایت پست کرنا اور داڑھی بڑھانا ہے اور اس حلیہ کو دیکھتے ہی سمجھ لیا جاتا ہے کہ یہ مسلمان ہے اور اندرون ستر ختنہ ہے۔ اگر داڑھی میں کچھ نقص ہو اور پھر کسی مسلمان انسان کا اور دوسرے کافر انسان کا فرق معلوم کرنا ہو تو دیکھ لیا جائے کہ ان میں مختون کون ہے؟ کیونکہ ختنہ بھی شعائر اسلام ہے۔

اب ہم لبیں کٹانے اور پست کرانے اور داڑھی بڑھانے کا شعار دین اسلام ہونا ثابت کرتے ہیں کہ وہ نشان ہے جس سے مسلمان اور مشرک اہل سنت اور اہل کتاب کے درمیان پہچان کی جاتی ہے اول یہ جاننا چاہیے کہ جو علامت عہد نبوی میں مقرر ہو چکی وہی معتبر ہو گی بعد میں اگر چہ اہل مذاہب اس میں تبدل و تغیر کرتے رہیں۔ وہ معتبر نہ ہو گا۔ مثلاً اب مجوسی داڑھی بڑھالیں یا سکھ مشرکین داڑھی رکھ لیں تو اس کا اعتبار نہ کیا جائے کیونکہ عہد نبوی میں جو احکام مقرر ہو چکے ہیں وہی معتبر اور مقبول ہیں۔ بہر کیف مندرجہ بالا دلائل پر غور کریں۔

مجوس مشرکین کا شعار:

نواب صدیق خان اپنے رسالہ عشرۃ کاملہ میں حدیث نقل کرتے ہیں کہ صحیح ابن حبان میں ابن عمر سے مروی ہے کہ حضرت نے مجوس کا ذکر کیا تو فرمایا

﴿اِنَّهُمْ يُوَفِّرُوْنَ سِبَالَهُمْ وَيَحْلِقُوْنَ لُحَاهُمْ فَخَالِفُوْهُمْ﴾
''پس پارسی (آگ پرست) لوگ مونچھوں کو وافر رکھتے ہیں اور داڑھی کو منڈاتے ہیں۔لہٰذا تم ان کے خلاف کرو۔''

امام احمد کا لفظ ابوامامہ سے یہ ہے کہ اے رسول خدا!

﴿اِنَّ اَهْلَ الْكِتَابِ يَقُصُّوْنَ عَثَانِيْنَهُمْ وَيُوَفِّرُوْنَ سِبَالَهُمْ فَقَالَ قُصُّوْا سِبَالُكُمْ وَوَفِّرُوْا عَثَانِيْنَهُمْ وَخَالِفُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ.﴾
''اہل کتاب یہود و نصاری اپنی داڑھیاں کاٹتے ہیں اور مونچھیں بڑھاتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ تم ان کے خلاف کرو مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھالو۔''

رسالہ مسائل اللحیہ عربی مدنی کے ص ۹۳ میں ہے کہ

﴿قَدْ وَرَدَ فِيْ رِوَايَةِ ابْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ فِيْ مُسْنَدِهِ اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْمَجُوْسِ جَآءَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ حَلَقَ لِحْيَتَهٗ وَاَطَالَ شَارِبَهٗ﴾

یعنی ابن ابی شیبہ کی مسند میں روایت ہے کہ ایک پارسی مذہب کا شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا (اس کا حلیہ یہ تھا) داڑھی منڈی ہوئی مونچھیں دراز تھیں آپؐ نے فرمایا یہ کیا حالت ہے اس نے کہا کہ یہ ہمارا دین ہے۔نووی شرح مسلم میں ہے۔

﴿وَكَانَ مِنْ عَادَةِ الْفُرْسِ قَصُّ اللِّحْيَةِ فَنَهَى الشَّرْعُ عَنْ ذَالِكَ﴾
کہ پارسی مشرکین کی یہ عادت قبیح تھی کہ وہ داڑھی کٹاتے تھے شریعت الہیہ نے اس سے منع کر دیا۔

نیل الاوطار میں جلد اول ص ۱۱۱ میں ہے۔

﴿وَكَانَ مِنْ عَادَةِ الْفُرْسِ قَصُّ اللِّحْيَةِ فَنَهَى الشَّارِعُ عَنْ ذَالِكَ

وَاَمَرَ بِاِعْفَائِهَا﴾

کہ اہل فارس کی رسم تھی کہ وہ داڑھی کٹاتے تھے شارع نے اس سے منع کر دیا اور اس کے بڑھانے کا حکم دیا۔ اس تصریح سے ثابت ہوا کہ عہد رسالت میں داڑھی منڈانا اور مونچھیں بڑھانا مجوس کا شعار تھا۔ جب سے مسلمانوں کو منع کیا گیا اور اس کے برخلاف داڑھی بڑھانا اور مونچھیں کٹانا اور پست کرنا شعار اسلام مقرر کیا گیا۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿عَنْ اَبُوْهُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَزُّوا الشَّوَارِبَ وَاَرْخُوا اللُّحٰى خَالِفُوْا الْمَجُوْسَ﴾

یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مونچھوں کو کٹاؤ اور داڑھی کو بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو۔ پس داڑھی بڑھانا مجوس مشرکوں کے مقابلہ میں اسلام کا نشان ہے حجۃ اللہ البالغہ میں ہے۔

﴿وَاللِّحْيَةُ جَمَالُ الْفُحُوْلِ وَتَمَامُ سِيْنَاتِهِمْ فَلَا بُدَّ مِنْ اِعْفَائِهَا...... وَقَصُّهَا سُنَّةُ الْمَجُوْسِ﴾

اہل کتاب کا شعار:

اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا شعار یہ ہے کہ وہ داڑھی منڈاتے اور کٹواتے ہیں۔ اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ کو حکم دیا کہ وہ داڑھی چھوڑ دیں۔ اور اہل کتاب کی مخالفت کریں۔

مسائل اللحیۃ عربیہ مدینہ ص ۳۹ میں ہے۔

﴿قَالَ اَبُوْ اُمَامَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اَهْلَ الْكِتَابِ يَقُصُّوْنَ لُحَاهُمْ وَ يُوَفِّرُوْنَ شَوَارِبَهُمْ فَقَالَ قَصُّوْا شَوَارِبَكُمْ وَوَفِّرُوْا لُحَاكُمْ وَخَالِفُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ﴾ (راوه الامام احمد فی مسندہ)

یعنی ابو امامہ نے کہا کہ ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ! اہل کتاب (یہود و

نصاری) اپنی داڑھیوں کو کٹاتے ہیں اور مونچھوں کو بڑھاتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ تم اپنی مونچھوں کو کٹاؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ اور اہل کتاب کا خلاف کرو۔ نیز مسائل اللحیہ ص ۷ پر یہ حدیث ہے۔

﴿قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم اَعْفُوْا اللُّحٰی وَجَزُّوْا الشَّوَارِبَ وَلَا تُشَبَّهُوْا بِالْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی﴾

(رواہ الامام احمد مسندہ عن ابی ہریرہ)

یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم داڑھیوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو اور مونچھوں کو کٹاؤ اور یہود ونصاری کے ساتھ مشابہت نہ کرو۔

ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ یہود و نصاری کا شعار داڑھی کٹانا اور منڈانا ہے اور مسلمانوں کا شعار داڑھی کو بالکل چھوڑ دینا ہے۔ اب مسلمانوں کو داڑھی کا شعار اختیار کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہود اور نصاری کی مشابہت اور مشاکلت سے منع کر دیا گیا ہے۔

عام مشرکین کا شعار:

قریش عرب کے سوا عہد نبوی میں عام مشرکین داڑھیاں کٹاتے اور منڈاتے تھے لیکن قریش اپنے آپ کو ملت ابراہیمی پر قائم سمجھتے تھے اور وہ حضرت ابراہیم کے دین کی اتباع کرتے تھے اس لئے داڑھیاں منڈواتے نہیں تھے۔ مدنیہ شریف میں جب آنحضرت ﷺ نے قیام فرمایا تو یہود، مشرکین، نصاریٰ وغیر کو دیکھا کو وہ داڑھیاں منڈاتے اور کٹاتے ہیں۔ تو اس سے آپ نے اپنی امت کو منع فرمایا۔ چنانچہ مسلم شریف میں ہے۔

﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَالِفُوْا الْمُشْرِکِیْنَ اَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللُّحٰی﴾

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مشرکین کی مخالفت کرو بایں طور پر کہ مونچھوں کو خوب پست کرو اور داڑھیوں کو

پوری طرح بڑھاؤ۔

اہل اسلام کا شعار:

گذشتہ احادیث صحیحہ اور دلائل صریحہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کفار' مجوس' کفار یہود' نصاریٰ کا شعار مونچھیں بڑھانا اور داڑھی کٹانا تھا۔ اس لئے رسول علیہ السلام نے اہل اسلام کا شعار یہ قرار دیا۔ کہ وہ ان کے خلاف مونچھیں کٹائیں اور داڑھیاں بڑھائیں پس مشرکین' کفار' اور اہل اسلام کے حلیہ میں فرق یہ ہے۔ کہ جس کی داڑھی ہوگی اور مونچھیں کٹی ہوئی ہوں گیں وہ مسلمان تصور ہوگا۔ اور جس کی مونچھیں بڑی ہوئی اور داڑھی کٹی ہوئی ہوگی وہ مجوسی' یہودی' یا عیسائی یا کسی اور قسم کا مشرک اور کافر خیال کیا جائے گا۔ یہ ظاہری پہچان ہے۔ باقی باطنی حقیقت خدا کے سپرد ہوگی۔ عموماً یہی دیکھا گیا ہے کہ داڑھی کترے داڑھی منڈے مونچھوں والے فاسق' فاجر' بدمعاش' اوباش' بے دین' ملحد' بے مذہب' کافر' مشرک' یہودی' عیسائی' گمراہ' بدعتی ہی ہوتے ہیں۔ کوئی داڑھی منڈا یا داڑھی کترا متقی' مومن' مسلمان' مواحد' اہل سنت' ولی اللہ' عارف باللہ اور نیک شخص نہیں دیکھا گیا ضرور وہ عقیدۃً یا عملاً گمراہ تھا۔

تشبہ بالکفار کا حکم:

حدیث شریف میں آتا ہے ﴿مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنهم﴾ (رواہ ابوداود فی سننہ وابن حبان فی صحیحہ وقال الحافظ ابن حجر فی الفتح ''ان سندہ حسن'' وَقَالَ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ''اسنادہ جید'' قد احتج بہ الامام احمد وغیرہ) مسائل الاحیہ ص ۸ کہ جو شخص کسی قوم کے ساتھ مشابہت کرے گا وہ انہی میں شمار ہوگا۔

﴿وروی البزار عَنْ ابن عباس مرفوعًا. لَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ والنَّصَارَىٰ.

کہ یہود نصاریٰ کے ساتھ مشابہت نہ کرو وروی الترمذی مرفوعا:۔

﴿لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا لَا تَشَبَّهُوْا بِهِمْ﴾ (الحدیث)

یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ ہماری امت اور جماعت سے نہیں جو غیر

مسلم کی مشابہت کرے اور تم ان کی مشابہت مت کرو۔

وروی الطبرانی مرفوعاً:

﴿لَمَّا فتح مَكَّةَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ شُرْبَ الخَمْرِ وَثَمَنُهَا وَقَالَ قَصُّوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللُّحٰي وَلَا تَمْشُوا فِيْ الاَسْوَاقِ اِلَّا عَلَيْكُمُ الاِزَارُ اِنَّهُ لَيْسَ مِنَّا مَنْ عَمِلَ بِسُنَّةِ غَيْرِنَا الحَدِيْث﴾

یعنی جب مکہ فتح ہو چکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا کہ لوگو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے تم پر شراب کا پینا حرام کیا ہے اور شراب بیچ کر اس کی قیمت لینی بھی حرام کی ہے۔ تم مونچھوں کو کتراؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ اور بازاروں میں تہمد باندھے بغیر نہ پھرو اور جو شخص ہمارے سوا دیگر قوموں کے طور طریقوں پر عمل کرے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

دیلمی کی ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کہ مجھے ماننے والوں کو چاہیے کہ وہ اپنی داڑھیاں بڑھائیں اور مونچھیں پست کرائیں اور کسریٰ کو ماننے والے اس کا خلاف کریں۔ ہمارا طریقہ تو ان کے خلاف ہے"

ان مندرجہ بالا احادیث میں غیر مسلموں، غیر مذہبوں، غیر قوموں، کافروں، مشرکوں، فاسقوں، فاجروں کی مشابہت سے روکا گیا ہے اور منع کیا گیا ہے پس غیر مسلموں کی مشابہت حرام ہے اور مشابہت دو قسم کی ہے۔

(۱) مشابہت باطنہ (۲) مشابہت ظاہرہ۔

مشابہت باطنہ تو امور اعتقادیہ میں ہوتی ہے۔ جیسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کے نور سے پیدا شدہ ٹھہرا کر اللہ تعالیٰ کی جز بنانا اور بشریت سے خارج کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اور مشابہت ظاہرہ اور خارجیہ میں ہوتی ہے کہ اقوال وافعال میں غیر مسلموں کی پیروی

کرنا خواہ عبادات میں ہو یا عادات و رسومات میں عبادات میں جیسے غیر اللہ کی نذر نیاز' غیروں کے نام کے وظائف اور اولیاء کی قبروں پر سجدے اور عرس وغیرہ اور عادات جیسے طعام' لباس' مسکن' نکاح' حجامت' چال چلن وغیرہ۔

ان مشابہتوں کا علیحدہ علیحدہ حکم ہے۔ بعض حد کفر کو پہنچا دیتی ہیں اور بعض فسق و فجور کو پس مشابہت مطلق حرام ہے اور مشابہت باطنہ اور ظاہرہ کا موجب ہو جاتی ہے۔ اس لیے ہر قسم کی مشابہت سے بچنا چاہیے۔ کیونکہ مشابہت سے اختلاط اور موالات پیدا ہوتی ہے جس کی بابت قرآن ناطق ہے۔

﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ (المائدہ ۵۱) جو شخص ان (یہود و نصاریٰ) کو دوست رکھے گا وہ انہی میں شمار ہو گا۔ چنانچہ داڑھی منڈے اکثر یہودیوں اور عیسائیوں کی خصلتوں کو پسند کرتے ہیں اور انہی کی صورت و سیرت کو اختیار کرتے ہیں اور انہی سے تعلق رکھتے ہیں اور انہی کی خوبیاں عیاں کرتے ہیں اور ایسے بے دین داڑھی والوں سے عداوت رکھتے ہیں اور داڑھی والوں سے مذاق کرتے ہیں اور مسائل حقہ کا انکار کرتے ہیں اور مسلمین' موحدین' متقین سے متنفر رہتے ہیں' یہ سب معاملات کفر ہیں جو مشابہت سے پیدا ہوتے ہیں۔

پیشگوئی نبویؐ کا ظہور:

صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ''تم ضرور پہلے لوگوں کے قدم بہ قدم چل کر رہو گے حتیٰ کہ ان میں سے اگر کوئی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوا ہوگا تو تم ضرور داخل ہو گے ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ کی مراد یہود و نصاری ہیں تو آپ نے فرمایا اور کون؟

دیگر حدیث میں ہے کہ ''جو باتیں بنی اسرائیل میں ہوئیں وہ ٹھیک ٹھیک میری امت میں ہوں گی حتیٰ کہ ان سے کسی نے بے محابا اپنی ماں سے زنا کیا ہوگا تو میری امت میں بھی کوئی ایسا بد بخت ہوگا جو اس بے حیائی کا ارتکاب کرے گا۔ نیز بنی

اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی۔‘‘

چنانچہ اس پیشگوئی کا ظہور ہے کہ اکثر لوگ نام نہاد مسلمان تمام ممالک عرب و عجم میں اعتقادات و عبادات اور عادات میں یہود و نصاریٰ‘ مجوسی وغیرہ کفار و مشرکین کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ صورتیں اور سیرتیں اسلام سے بدل کر ان کے مشابے ہو گئی ہیں۔ چنانچہ داڑھی کے مسئلہ کو لیجیے کہ یہ ہمارا مذہبی شعار ہے کہ ہم اپنے چہرہ پر داڑھی رکھتے اور کتاتے لیکن مسلمان کہلانے والے جابجا داڑھی منڈے اور داڑھی کترے پھرتے نظر آتے ہیں۔ خصوصاً مغرب زدہ انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ حکام سکول ماسٹر‘ بابو ٹائپ افراد‘ اور وکیلوں کا تو یہ حال ہے کہ وہ عیسائی معلوم ہوتے ہیں۔

اب اگر ان کو داڑھی کے متعلق احادیث سنائی جائیں تو وہ ان کی تکذیب کرتے ہیں اور زرا بھی پرواہ نہیں کرتے۔ پس ایسے لوگوں کی یہود و نصاریٰ سے مشابہت بالا فعال‘ مشابہت بالا عادات بدرجہ اتم ہو گئی ہے لہٰذا ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں۔

مقدار لحیہ:

پہلے اعفاء لحیہ کا حکم بیان کیا گیا ہے کہ یہ واجب ہے اور اس کا منڈانا اور کتانا حرام ہے۔ کیونکہ داڑھی کے چھوڑنے اور لمبی کرنے کے بارے میں جتنی حدیثیں وارد ہیں ان میں اکثر امر کے صیغے آئے ہیں اور امر کا حقیقی معنیٰ وجوب کا ہونا مسلم ہے پس واجب کا ترک کرنا حرام ہے۔ چنانچہ نور الانوار ص ۲۹ میں ہے۔ ﴿لِاَنَّ الْوُجُوْبَ هُوَ جَوَّازُ الفِعْلِ مَعَ حُرْمَةِ التَّرْكِ﴾ کہ وجوب کہتے ہیں جواز فعل مع حرمت ترک کو‘ چنانچہ اس سے ثابت ہوا کہ داڑھی منڈانے اور کترانے والے سب گناہگار ہیں۔

یہ مذہب حق ہے اب اس کے خلاف حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ مشت بھر داڑھی رکھنا ضروری ہے باقی کتانا واجب ہے چنانچہ صاحب ’’نہایہ‘‘ لکھتے ہیں۔

﴿اَللِّحْيَةُ عِنْدَنَا طُوْلُهَا بِقَدْرِ الْقَبْضَةِ وَمَا زَادَ عَلٰى ذٰلِكَ يُجِبُ

قَطَعَهُ هٰكَذَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ كَانَ يَاخُذُ مِنَ اللِّحْيَةِ مِنْ طُولِهَا وَعَرْضِهَا.﴾

داڑھی بڑھانا ہمارے (حنفیہ) کے نزدیک ایک مشت کی مقدار تک ہے اور جو اس سے زائد ہو اس کا کٹانا واجب ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ داڑھی کو طول وعرض سے لے لیا کرتے تھے۔'' فتاویٰ عالمگیری جس کو پانچ سو حنفی علماء نے بادشاہ عالمگیر کے وقت مرتب کیا تھا اس میں ہے۔

﴿وَالْقَصْرُ سُنَّةٌ فِيهَا وَهُوَ اَنْ يَّقْبِضَ الرَّجُلُ لِحْيَتَهُ فَاِنْ زَادَ مِنْهَا عَلٰى قَبْضَةٍ قَطَعَهُ كَذَا ذُكِرَ فِي الْكِتَابِ الْاٰثَارِ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ.﴾

یعنی داڑھی کٹانا مسنون ہے اور اس کا اندازہ یہ ہے کہ مرد اپنی داڑھی کو مٹھی سے پکڑ لے۔ پس اگر مٹھی سے زائد ہو تو اس کو کتر دے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ سے اسی طرح نقل کیا ہے اور دیگر کتب فقہ میں بھی اسی طرح ہے۔ اسی مذہب کو ترقی دے کر بعض لوگ کٹاتے کٹاتے منڈوانے لگے اور بعض ایک دو انچ اور بعض فرنچ فیشن دمدار داڑھی رکھنے لگے۔ اور بعض نے برائے نام چند بال رہنے دیئے باقی نے ذرہ ذرہ سے بال رکھ کر باقی کے اڑا دیئے اور دلیل سب کے پاس یہی حدیث ہے کہ آنحضور ﷺ داڑھی کے طول وعرض سے لے لیا کرتے تھے۔ چونکہ حدیث میں کسی مقدار کا ذکر نہ تھا اس لیے ہر شخص حسب خواہش نفسانی داڑھی کو طول وعرض سے کاٹنے لگا۔ اور یہ وبا عام دنیا میں پھیل گئی۔ اس لئے داڑھی منڈوں کی دنیا میں اکثریت ہونے لگی۔ جس طرح خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ اسی طرح ایک انسان بھی دوسرے کی عادت قبول کر لیتا ہے۔ ہمارے بعض اہل حدیث بھائی بھی حنفیت سے متاثر ہو کر اسی رنگ میں رنگین ہو گئے۔ چنانچہ اکثر Majority اہل حدیث داڑھی کٹانے لگے اور ثبوت میں اسی حدیث کا سہارا لینے لگے۔ جس کو مقلدین حنفیہ نے معرض استدلال میں پیش کیا ہے۔ حالانکہ ہمارے علمائے اہل حدیث یہ خوب جانتے ہیں کہ '' اخذ طول

وعرض" کی حدیث ترمذی میں موجود ہے اور بالکل مردود ہے۔اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ مقلدین حنفیہ استدلال کریں تو کریں۔ کیونکہ ان کا مذہب ضعیف ہے ان کے مسائل بھی ضعیف ہیں اور مسائل اختلافیہ میں ان کے تمام دلائل بھی سراسر ضعیف ہیں۔ جب ان کے مذہب کی بنیاد ہی ضعیف چیزوں پر ہے اور ان کی کتب فقہ صحاح ستہ کے مقابلہ میں بالکل ضعیف ہیں۔ تو ہمارے اہل حدیث علماء نے ان ضعیفوں کا مذہب کیوں اختیار کیا؟

کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ صحیحین کی روایت جو اعلیٰ درجہ کی صحیح اور قطعی الثبوت ہے۔ اس میں علی الاطلاق یہ حکم وارد ہے۔ کہ ﴿اَعْفُوْا' اَوْ فِرُوْا اَرْخُوْا﴾ کہ داڑھی بڑھاؤ اسے اپنے حال پر چھوڑ دو اور اس سے کچھ تعرض نہ کرو۔ اس صحیح حدیث میں کوئی قید کوئی حد اور مقدار مذکور نہیں ہے اور طبقہ اولیٰ کی کتابوں میں وارد ہے جو سب کتابوں سے ارجح ہیں۔ تو پھر ترمذی کی یہ روایت صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہے۔ پھر اس سے استدلال کر کے حنفی رنگ کا مذہب اختیار کرنا اہل حدیث کی شان سے بالکل بعید ہے۔ خواہش نفسانی سے اور زمانہ کی رنگت سے بالاتر ہو کر اگر اس مسئلہ پر غور کریں گے تو آپ حضرات پر یہ مسئلہ خوب واضح ہو جائے گا اور اپنی غلطی کا ضرور احساس ہو گا۔

روایت ترمذی پر بحث:

ترمذی کی وہ روایت جس سے بعض لوگ داڑھی کترتے ہیں باسنادہ یوں ہے۔

﴿حَدَّثَنَا هَنَّادٌ نَاعُمَر بِنْ هَارُوْنَ عَنْ اُسَامَةَ بِنْ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ اَنَّ النَبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَاخُذُ مِنَ الِحُيَتِهِ مِنْ عَرْضِهَا وَطُولِهَا هَذَا حَدِيْثُ غَرِيْبٌ﴾

"یعنی عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی داڑھی کے طول سے اور عرض سے بال لے لیا

کرتے تھے۔"

کسی روایت کے صحیح ہونے کا دارومدار روایوں پر ہوتا ہے۔ اگر راوی عادل' حافظ اور ثقہ ہوں اور ان میں کوئی عیب اور نقص ظاہر نہ ہو۔ تو وہ روایت صحیح سمجھی جاتی ہے اور اگر ان میں کوئی جرح ثابت ہو جائے تو وہ حدیث مخدوش ہو کر پایہ اعتبار سے ساقط ہو جاتی ہے۔ چنانچہ یہ روایت ایسی قبیل سے ہے۔ اول اس پر جرح یہ ہے کہ یہ حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی ہے اس کی حجیت میں محدثین مختلف ہیں۔ چنانچہ نیل الاوطار جلد (۱) ص ۱۱۷ میں ہے۔

﴿وَفِی رِوَایَةِ عمرو بِنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهِ فَقَالٌ مَعْرُوْفٌ عِنْدُ الْمُحَدِّثِیْنَ.﴾

یعنی روایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ میں محدثین کی گفتگو مشہور ہے۔ (بعض اس کو ضعیف کہتے ہیں اور بعض حجت کے قابل سمجھتے ہیں) چنانچہ امام ابن حبان اس کو منقطع قرار دیتے ہیں۔ ترمذی میں یہ لکھا ہے کہ:

﴿قَالَ اَبُوْ عِیْسٰی وَمَنْ تَکَلَّمَ فِیْ حَدِیْثِ عَمْرِو بُنِ شُعَیْبٍ اِنَّمَا ضَعَّفَهُ لاَنَّهُ یُحْدِثُ مِنْ صَحِیْفَةِ جَدِّهٖ کَانَّهُمْ رَأَوْا اَنَّهُ لَمْ یَسْمَعْ هٰذِهِ الاَحَادِیْثَ مِنْ جَدِّهٖ قَالَ عَلِیُّ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ وَذِکْرَ عَنْ یَحْیٰی بن سَعِیْدٍ قَالَ حَدِیْثُ عَمْرِو بن شَعِیبٍ عِنْدَنَا وَاهٍ﴾

یعنی امام ترمذی نے کہا کہ جو لوگ عمرو بن شعیب میں کلام کرتے ہیں۔ وہ اس وجہ سے اس کو ضعیف کہتے ہیں کہ وہ اپنے دادا کے صحیفہ سے روایت کرتا ہے۔ ان محدثین کا یہ خیال ہے کہ اس نے اپنے دادا سے ان حدیثوں کو نہیں سنا چنانچہ امام علی بن مدینی سے یحیٰی بن سعید سے ذکر کیا ہے کہ امام یحیٰی نے فرمایا کہ عمر بن شعیب کی حدیث ہمارے نزدیک صحیح ہے۔ بعض محدثین بھی عمرو بن شعیب کی حدیث کو صحیح کہتے ہیں۔

چنانچہ یہ حدیث مختلف فیہ ثابت ہوئی اور احادیث اعفاء اللحیہ اصح الاحادیث ہیں

کیونکہ وہ طبقہ اولیٰ کی ہیں۔ جن کو شہرت اور تلقی بالقبول کی وجہ سے درجہ علیاء حاصل ہے۔ پس طبقہ ثانیہ کی یہ مختلف روایت اصح حدیثوں کی معارض نہیں ہوسکتی اور نہ عدم تساوی کی وجہ سے ان مطلق حدیثوں کی معتبر بن سکتی ہے۔ لہٰذا یہ متروک العمل ہوگی۔

اگر کوئی یہ کہے کہ عمرو بن شعیب کی روایت کی حجیت میں اگرچہ محدثین مختلف ہیں مگر اکثر محدثین کے نزدیک ان کی روایت کی حجت ہے جب کہ اس کے سوا دیگر رواۃ قابل احتجاج ہوں۔ یہ قول فیصل اور اصح الاقوال ہے۔ چنانچہ عون المعبود جلد ا ص ۵۱ میں ہے۔

﴿وَفِیْ شَرْحِ اَلْفِیَّةِ الْعِرَاقِیِّ اِلْمُصَنَفِ وَقَدِ اخْتُلِفَ فِی الاحْتِجَاجِ بِرِوَایَةِ عَمْرِو بِنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهِ وَاَصَحُّ الاَقْوَالِ اِنَّهَا حُجَّةٌ مُطْلَقًا اِذَا صَحَّ السَّنَدُ اِلَیْهَا قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ وَهُوَ قَوْلُ اَکْثَرِ اَهْلِ الْحَدِیْثِ﴾

یعنی عمرو بن شعیب کی روایت کے حجت ہونے میں اکثر محدثین کا اختلاف ہے۔ اصح قول یہ ہے کہ وہ مطلق حجت ہے جب کہ اس کے سوا باقی سند ہو۔ اکثر اہل حدیث کا یہی قول ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ اس وقت حجت ہے۔ جب کہ اس کے معارض کوئی دوسری صحیح روایت نہ ہو۔ جب کہ صحیح بلکہ اصح الکتب بخاری کی روایت اس کے معارض ہو تو پھر اس کو ترجیح دی جائے۔ سَلْعَةُ الضربہ فی توضیح شرح النجد ص ۱۷ میں ہے کہ ''صحیحین کی مقبولیت پر علماء کا اتفاق ہے۔ حدیث متفق علیہ حدیث مختلف فیہ سے ضرور ارجح ہوگی اور اختلاف کی صورت میں حدیث بخاری حدیث مسلم سے ارجح ہوگی۔'' پھر ص ۱۹ پر لکھا ہے۔ شرائط صحت میں صحیح بخاری اقوائے واکمل ہے کہ جب دو قسم میں تعارض ہوگا تو اعلیٰ کو ادنی پر ترجیح دی جائے گی۔ علی ہذا القیاس۔ یہ اصول محدثین کا اس وقت ہے کہ جس وقت صحیح حدیثوں کا باہم تعارض ہو یعنی اس حال میں صحیحین کی روایتوں کو باقی کتابوں کی صحیح روایتوں پر ترجیح حاصل ہے۔ اور صحیح الذاتہ صحیح لغیرہ سے

ارجح ہے۔ لیکن جب صحیحین کی حدیثوں کے معارض کوئی مختلف فیہ روایت یا ضعیف روایت آئے۔ تو وہ بالکل کالعدم اور لَاشَئے ہے کیونکہ اصولاً صحیح حدیث کے مقابلہ میں اور معارضہ میں ضعیف حدیث یا مختلف فیہ روایت بالکل مردود اور متروک ہے اور صحیحین کی حدیثوں کے مخالف کسی ضعیف یا مختلف فیہ روایت کا آ جانا تو ہاتھی سے چیونٹی کے مقابلہ کے مترادف ہے۔

دیگر جواب یہ ہے کہ محدثین کے اس اصح الاقوال میں یہ قید مذکور ہے کہ عمرو بن شعیب کی حدیث اس وقت حجت ہوگی جب کہ اس کی باقی سند صحیح ہو۔ اگر باقی سند صحیح نہ ہوئی تو پھر یہ بالاتفاق مردود ہوگی۔ چنانچہ اس حدیث کی سند کا بھی یہی حال ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں عمرو بن ہارون بن یزید ثقفی وارد ہے۔ جو متروک' کذاب اور خبیث ہے۔ چنانچہ تقریب التہذیب میں ہے۔ ﴿عُمَرُ بْنُ هَارُوْنَ بن يَزِيْدَ الثَّقَفِيُّ مَوْلَا لَهُمُ الْبَلْغِيُّ مَتْرُوْكٌ وَكَانَ حَافِظًا﴾ کہ عمر بن ہارون متروک ہیں۔

شیخ الاسلام امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ جو نقد رجال میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں۔

﴿قَالَ ابْنُ مَهْدِيٍ وَاَحْمَدُ وَالنِّسَائِيُ اِنَّهُ مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ وَقَالَ يَحْيٰى كَذَّابٌ خَبِيْثٌ وَقَالَ اَبُوْدَوُادِ غَيْرُثِقَةٍ وَقَالَ الدَّارَ قُطْنِيٌّ ضَعِيْفٌ جِدًّا وَقَالَ ابْنُ الْمُدِيْنِي ضَعِيْفٌ جِدًّا وَقَالَ صَالِحٌ جَوْرَهُ كَذَّابٌ وَقَالَ الذَّكَرِيَا السَّاجِيُ فِيْهِ ضُعْفٌ وَقَالَ اَبُوْ عَلِيِّ النِّيسَا فُوْرِيُّ مَتْرُوْكٌ﴾

یعنی ابن مہدی اور احمد اور نسائی نے کہا ہے کہ یہ راوی عمر بن ہارون متروک الحدیث ہے اور یحیٰی نے کہا کہ یہ کذاب خبیث ہے اور ابوداؤد نے کہا کہ یہ ثقہ نہیں ہے اور دارقطنی نے کہا کہ بڑا ضعیف ہے اور ابن مدینی نے بھی کہا ہے کہ نہایت ہی ضعیف ہے اور صالح نے کہا کہ بڑا جھوٹا

ہے۔ اور زکریا ساجی نے کہا کہ اس میں ضعف ہے اور ابو علی نیشاپوری نے کہا کہ وہ متروک ہے۔

اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے:

﴿قَدْ ضَعَّفَ عُمَرَ بنَ هَارُوْنَ مُطْلَقً جَمَاعَةٌ﴾

کہ عمر بن ہارون کو محدثین کی ایک جماعت نے مطلقاً ضعیف کہا ہے۔ تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۵۰۲ میں ہے کہ

''یحییٰ بن سعید نے کہا ہے کہ لوگوں نے اس سے بڑی ایک کتاب لکھی ﴿وَتَرَكُوْا حَدِيْثَهُ﴾ اور پھر اس کی حدیث کو چھوڑ دیا۔''

امام بخاری نے فرمایا کہ:

''یحییٰ بن حصین نے عمر بن ہارون میں کلام کی ہے۔''

ابن جنید رازی نے کہا کہ:

''کہ میں نے امام یحییٰ بن معین سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ عمر بن ہارون کذاب ہے مکہ میں آیا تو جعفر بن محمد سے حدیث بیان کرنے لگا حالانکہ وہ فوت ہو چکا تھا۔''

ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ:

میں نے اپنے باپ ابو حاتم سے عمر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس میں کلام کی ابن مہدی نے کہا:

میرے نزدیک عمر ایک دھیلہ کا نہیں ہے ایک بار مکہ میں آیا تو اس نے حدیثیں بیان کیں جب دوبارہ آیا تو وہی حدیثیں ابن عباس سے بیان کرنے لگا۔ ﴿فَتَرَكَ حَدِيْثَهُ﴾ چنانچہ اس کے بعد اس کی حدیث چھوڑ دی گئی۔

معین بن صیان نے کہا ہے کہ:

ابوزکریا نے کہا کہ عمر بن ہارون بڑا جھوٹا ہے اور ایسا خبیث ہے کہ اس کی

حدیث کسی کام کی نہیں ہے۔ میں نے ایک بار اس سے حدیث لکھی اور رات اس کے گھر رہا جب ہم اس کے ہمراہ نہروان گئے تو ہمیں اس کی حقیقت کا انکشاف ہوا پھر میں نے اس کی تمام بیان کردہ حدیثیں جلادیں اور ایک کلمہ بھی پاس نہ رکھا۔

ابن معین اور ابوداؤد نے کہا ہے کہ:

عمر ثقہ نہیں ہے۔

ابن ابی خیثمہ وغیرہ کہتے ہیں کہ:

ابن معین نے کہا کہ لَيْسَ بِشَيْءٍ (عمرو کوئی چیز نہیں ہے)

ابوزرعہ نے کہا ہے کہ:

ابراہیم بن موسیٰ سے کہا گیا کہ آپ عمر سے حدیث کیوں نہیں روایت کرتے۔ تو انہوں نے کہا کہ لوگوں نے اس کی حدیث ترک کردی ہے۔

نسائی اور صالح بن محمد اور ابوعلی حافظ نے کہا ہے کہ

''وہ متروک الحدیث ہے۔''

اور عجلی نے کہا کہ ''عمر بن ہارون ضعیف ہے۔''

اسی طرح دیگر کتب اسماء الرجال میں ہے۔ پس عمرو بن شعیب کی روایت ایک تو طبقہ ثانیہ کی ہے جو طبقہ علیہ کے مقابلہ میں کم تر اور مرجوح ہے۔ دوم عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت مختلف فیہ ہے جو احادیث صحیحہ قطعیہ کا معارضہ نہیں کر سکتی۔ سوم۔ اس حدیث کی سند نہایت درجہ ضعیف ہے جس میں عمرو بن ہارون ثقفی راوی ضعیف' کذاب' خبیث اور متروک الحدیث وارد ہے جس کی روایت مردود ہے۔ لہٰذا کسی طرح بھی یہ حدیث حجت نہیں ہے۔ خصوصاً بخاری ومسلم کی روایتوں کے مقابلہ میں اس کو پیش کرنا عالم بالحدیث کی شان کے ہی خلاف ہے کیونکہ بعض جب ائمہ جارحین نے عمرو بن کو کذاب کہا ہے تو یہ حدیث کیسے قابل قبول ہوسکتی ہے ﴿قَالَ ثَعْلَبُ كُلُّ كَذَّابٍ دَجَّالٌ﴾

مجھے مقلدین حنفیہ پر تو افسوس نہیں کہ وہ اس مردود حدیث سے وجوب کیوں ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ علم حدیث سے بالکل لاپرواہ رہتے ہیں۔ ان کے ائمہ بھی قلیل الحدیث، یتیم فی الحدیث اور ضعیف الحدیث ہوتے ہیں اور ان کی کتب فقہ میں بھی ضعیف روایتیں بلکہ موضوع روایتیں بھری ہوئی ہیں۔ گویا کہ تمام مذاہب کی بنیاد ہی ضعیف ہے۔ محدثین میں ان کا شمار نہیں ہے مجھے تو زیادہ تعجب ان علمائے اہل حدیث پر ہے جو ایسی بے ہودہ روایتوں سے استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک حضرت مولانا صاحب نے الاعتصام جلد ۴ ص ۳ مطبوعہ ۳۰ ذیقعدہ ۱۳۷۱ھ میں داڑھی کی مقدار پر اس فصیف الاسناد حدیث سے استدلال کیا ہے۔ کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو ضعیف نہیں کہا بلکہ جس راوی پر تحفہ وغیرہ نے ضعیف کا حکم لگایا ہے وہ محض تحکم ہے۔ خود امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تحسین اور تقویت بیان کی اور اس کے تقویت میں امام بخاری کا قول بیان کیا ہے۔ کہ عمر بن ہارون مقارب الحدیث ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مجھے مولانا کے اس غلط خیال پر بہت تعجب ہے کہ مولانا نے محدث کامل فاضل اجل علامہ مبارکپوری کے فیصلہ کو کیسے تحکم قرار دیا۔ حالانکہ ان کی ذات صفات اس تحکم سے بالکل بری ہے اور ان کی علمی شخصیت اور حدیث دانی پر علمائے اہلحدیث کو بڑا فخر ہے اور پھر فیصلہ ان کا صحیح اور حق ہے اور آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ چنانچہ فقیہ کبیر محدث شہیر رحمۃ اللہ علیہ تحفۃ الاخوذی میں فرماتے ہیں کہ

﴿وَهُوَ حَدِيْثٌ ضَعِيْفٌ لِاَنَّ مَدَارَهٗ عَلٰى عُمَرَ بْنِ هَارُوْنَ وَهُوَ مَتْرُوْكٌ﴾

کہ عمر بن شعیب کی روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کا دارومدار حدیث پر ہے اور وہ متروک ہے۔

اب غور فرمائیے کہ اس میں کیا تحکم ہے؟ میں نے چودہ پندرہ محدثین سے عمر کا ضعیف ہونا ثابت کر دیا ہے۔ قانون الموضوعات والضعفاء ص ۲۸۲ میں ہے۔ ﴿عُمَرُ بْنُ هَارُوْنَ كَذَّابٌ تَرَكَهٗ جَمَاعَةٌ وَكَذَّبَهُ ابْنُ مُعِيْنٍ﴾ جب جمہور محدثین نے اس

کو ضعیف کہا ہے تو ایک امام بخاری کے مقارب الحدیث سے یہ حدیث کیسے حسن یا صحیح ہو سکتی ہے حالانکہ ﴿اَلْجَرْحُ مُقَدَّمٌ عَلَى التَّعْدِيْلِ﴾ (جرح مفسر تعدیل پر مقدم ہوتی ہے) کا اصول مسلم ہے۔ مگر اکابر محدثین کے مقابلہ میں جن میں امام بخاری کے اساتذہ بھی شامل ہیں۔ امام بخاری کا قول لے کر اس ضعیف حدیث کو حسن بنایا جائے گا۔ تو یہ صریح تقلید شخصی ہوگی۔ جو حرام ہے کیونکہ ترجیح مرجوح کا ہی نام تقلید ہے۔ پھر مولانا صاحب کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ امام ترمذی نے اس کی تحسین بیان کی ہے۔ بلکہ اس حدیث کو غریب کہہ کر امام ترمذی نے اس کا ضعف ثابت کیا ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے نقل کیا ہے۔

﴿لَا اَعْرِفُ لَهُ حَدِيْثًا لَيْسَ لَهُ اَصْلٌ اَوْ قَالَ يَنْفَرِدُ بِهٖ اِلَّا هٰذَا الْحَدِيْثُ﴾

کہ میں نے عمر بن ہارون کی کوئی ایسی حدیث معلوم نہیں کی جس کا کوئی اصل نہ ہو۔ لیکن یہ حدیث (اخذ لحیہ والی) ایسی ہے کہ اس کا کوئی اصل نہیں یعنی منکر ہے۔ چنانچہ یہی مطلب تحفۃ الاحوذی میں فتح الباری سے نقل کیا گیا ہے۔

﴿قَالَ الْحَافِظُ فِي الْفَتْحِ بَعْدَ ذِكْرِ هٰذَا الْحَدِيْثِ اَخْرَجَهُ التِّرْمِذِيُّ وَنَقَلَ عَنِ الْبُخَارِيِّ اَنَّهُ قَالَ فِي رِوَايَةِ عُمَرَ بْنِ هَارُوْنَ لَا اَعْلَمُ لَهُ حَدِيْثًا مُنْكَرًا اِلَّا هٰذَا﴾

یعنی یہ حدیث (اخذ لحیہ والی) امام بخاری کے نزدیک منکر اور بے اصل ہے اب بتلایئے امام ترمذی نے اس کی تحسین کی ہے یا تضعیف؟ اسی طرح وکیع کا قول نقل کرنے سے بھی ضعف ظاہر ہے۔ کیونکہ اس روایت میں نصب منجنیق کا ذکر ہے۔ جو ضعیف ہے تحفۃ الاحوذی میں ہے۔

﴿قَالَ الْاَوْزَاعِيُّ فَقُلْتُ لِيَحْيٰى اَبَلَغَكَ اَنَّهُ رَمَاهُمْ بِالْمَعَانِيْقِ فَاَنْكَرَ ذَالِكَ وَقَالَ مَا نَعْرِفُ مَاهٰذَا﴾

یعنی امام اوزاعی کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن کثیر سے دریافت کیا کہ کیا آپ کو اس کا کوئی ثبوت پہنچا ہے کہ اہل طائف کا جب محاصرہ کیا گیا تھا تو ان کو منجنیق چلائی گئی تھی۔ تو یحییٰ بن کثیر نے اس کا انکار کیا اور کہا کہ ہم تو اس کو جانتے ہی نہیں۔ کہ یہ کیا بلا ہے؟

اس سے بھی یہ ظاہر ہوا کہ یہ عمر بن ہارون کا کذب ہے اور یہ روایت بھی ضعیف ہے یہی مطلب وکیع کا تھا کہ یہ راوی منکر روایت بیان کرتا ہے اور یہی مطلب امام ترمذی کا ہے کہ اس کی روایت منکر ہے۔ اسی وجہ سے امام ترمذی نے پہلے باب جَآءَ فِي الاَخْذِ مِنَ اللِحْيَةِ منعقد کیا اور جس کے فقہاء کوفہ قائل تھے پھر اس کے تحت حدیث عمر ذکر کر کے اس کا بے اصل ہونا واضح کیا اور یہ ظاہر کیا اور یہ ثابت کیا کہ اس حدیث سے اخذ لحیہ کا دعویت ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے بعد باب اعفآء اللّحْيَةِ منعقد کر کے حدیث اعفاء کو ذکر کیا جو صحیح ہے اور اس سے یہ ظاہر کر دیا کہ مذہب اعفا اللحیہ حق ہے لہٰذا اس پر عمل درآمد رکھنا چاہیے۔ اب علامہ مبارکپوری کا فیصلہ پڑھئے کہ آپ نے اس بحث کے آخیر میں فرمایا:

﴿قُلْتُ لَوْ ثَبَتَ حَدِيْثُ عَمْرِو بْنِ شُعَيْب عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ المَذْكُوْرِ فِي البَابِ الْمُتَقَدَّمِ لَكَانَ قَوْلَ الحَسْنِ الْبَصْرِيِّ وَعَطَاءٍ اَحْسَنَ الْاَقْوَالِ وَاَعْدَلِهَا لَكِنَّهٗ حَدِيْثٌ ضَعِيْفٌ لَايَصْلُحُ لِلاِحْتِجَاجِ بِهٖ﴾

یعنی اگر عمرو بن شعیب کی حدیث ثابت ہو جاتی۔ تو حسن بصری وغیرہ کا قول بہت اچھا اور انصاف والا تھا۔ لیکن وہ حدیث ضعیف ہے جو لائق استدلال نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ حدیث حسن ثابت ہو جاتی تو بھی حنیفہ وغیرہ کا دعویٰ مقدار قبضہ اس سے ثابت نہ ہوتا۔ کیونکہ اس میں قبضہ وغیرہ کا ذکر نہیں ہے صرف اور عرض اور طول سے اس قدر بال لینے مراد بھی ہو سکتے ہیں۔ جس سے داڑھی کی صورت

خوشنما ہو جائے اور افراط لحیہ سے بدنمائی ظاہر نہ ہو۔ کیونکہ اگر داڑھی حد اعتدال سے بڑھ کر زیادہ لمبی ہو جائے تو لوگ اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عطاء اور حسن کا قول ہے۔

﴿اِنَّهٗ يُؤخَذُ مِنْ طُوْلِهَا وَعَرْضِهَا مَالَمْ يُفْحِشْ وَعَنْ عَطَآءٍ نَحْوَهٗ پھر وجہ بیان کی قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ لَوْ تَرَكَ لِحْيَتَهٗ لَا يَتَعَرَّضُ لَهَا حَتّٰى اَفْحَشَ طُوْلُهَا وَعَرْضُهَا لَعَرَضَ نَفْسَهٗ لِمَنْ يَسْخَرُ بِهٖ﴾

یعنی اگر آدمی اپنی داڑھی کو بالکل چھوڑ دے اور اس سے کچھ تعرض نہ کرے تو طول وعرض میں بدصورتی نمایاں ہو جاتی ہے اور ایسا شخص اپنے آپ کو ٹھٹھے بازوں کے لیے نشانہ بنالیتا ہے۔

اسی لیے قاضی عیاض نے کہا

﴿اَمَّا الْاَخْذُ مِنْ طُوْلِهَا وَعَرْضِهَا اِذَا اَعْظَمَتْ مَحَسَنٌ﴾

''یعنی جب داڑھی زیادہ بڑھ جائے تو طول وعرض سے بال لے لینے اچھے ہیں۔''

بہرکیف اگر عمرو بن شعیب کی حدیث حسن ثابت ہو جائے تو پھر اس کا مذکورہ مطلب ہی صحیح ہوگا کیونکہ اس صورت میں تطبیق دی جاسکتی ہے کہ بحالت اعفاء اگر کوئی بال زیادہ ہی بڑھ جائے تو اس کو دوسروں کے برابر کرلیا جائے اور داڑھی کو حد اعتدال سے زیادہ نہ بڑھنے دیا جائے اس سے اعفاء کے طلاق وعموم میں کوئی فرق نہیں آسکتا کیونکہ مطلق امر بالعادۃ سے مقید ہوتا ہے اور نادر صورت کو عموم شامل نہیں ہوا کرتا۔ چنانچہ نیل الاوطار جلد ۶ ص ۱۳۶ میں ہے۔ ﴿وَالْمُطْلَقُ مُقَيَّدٌ بِالْعَادَةِ كَمَا عُرِفَ فِي الْاُصُوْلِ وَالْعُمُوْمُ لَايَشْمَلُ النَّادِرَ﴾ اور اگر عمرو بن شعیب کی حدیث کا ضعف ثابت ہو جائے جیسا کہ ہم نے ثابت کیا ہے تو پھر حق مذہب یہ ہے۔ ﴿تَرْكُ اللِّحْيَةِ عَلٰى حَالِهَا وَاَنْ لَا يَتَعَرَّضَ لَهَا بِتَقْصِيْرِ شَيْءٍ اَصْلًا﴾ کہ داڑھی کو اس کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے اور اس سے بالکل تعرض نہ کرنا چاہیے۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث (عمر بن ہارون والی) کے ضعف پر ایک اور ثبوت یہ ہے کہ دیگر احادیث سے آنحضور ﷺ کی داڑھی کا جو حلیہ ظاہر ہوتا ہے' جیسا کہ مسلم شریف میں ہے۔ ﴿كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيْرٌ شَعْرِ اللِّحْيَةِ﴾ کہ رسول کریم ﷺ کی داڑھی کے بال بہت گھنے تھے اور شمائل ترمذی میں ہے۔ ﴿كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَثُّ اللِّحْيَةِ﴾ کہ رسول کریم ﷺ گنجان اور داڑھی والے تھے۔

﴿وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّلَائِلِ مِنْ حَدِيْثِ عَلِيٍّ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَظِيْمُ اللِّحْيَةِ﴾

کہ بیہقی نے دلائل میں یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ بڑھی داڑھی والے تھے۔ (نیل الاوطار جلد ا ص ۱۲۸)

ابن عساکر کی روایت میں ہے۔

﴿كَانَتْ لِحْيَتُهُ قَدْ مَلَاءَ ت مِنْ هٰهُنَا اِلٰى هٰهُنَا وَاَمَدَّ يَدَيْهِ عَلٰى عَارِضِهَا﴾

یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضور ﷺ کی داڑھی یہاں سے یہاں تک پھیلی ہوئی تھی۔ پھر اپنے رخساروں پر ہاتھ پھیر کر سلجھایا اور شمس الطیب میں حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے۔

﴿فَكَثُّ اللِّحْيَةِ تَمْلَاءُ صَدْرَهُ﴾ کہ آنحضور ﷺ کی داڑھی گنجان تھی جو سینہ کو بھرے ہوئے تھی۔ ابو معمر جناب ؓ سے دریافت کیا کہ تم ظہر اور عصر کی نماز میں آنحضرت ﷺ کی قرأت کس طرح پہچانتے تھے۔ تو انہوں نے جواب دیا ﴿بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ﴾ (بخاری) آپ کی داڑھی کی حرکت سے اور اضطراب اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ داڑھی دراز ہو۔ چنانچہ ان تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہوا کہ آنحضور ﷺ کی داڑھی کے بال بہت زیادہ تھے۔

''آپ کی داڑھی گنجان اور گھنی تھی نیز سینہ اور رخساروں تک پھیلی ہوئی تھی۔

اور قراءت پڑھتے وقت ہلتی تھی۔

اس تشریح سے عمرو بن شعیب کی روایت کا بطلان ظاہر ہے کیونکہ اگر آپ طول وعرض سے بال کاٹتے اور تراش کر ایک مٹھی برابر رکھتے تو اس سے نہ تو آپ کی داڑھی رخساروں تک پھیلی ہوتی اور نہ ہی سینہ کو پر کرتی اور نہ ہی اس میں ایسا اضطراب ہوتا جو مقتدیوں پر اچھی طرح نمایاں ہو جاتا۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان پر خود عمل کرتے ہوئے داڑھی کو بڑھایا حتی کہ وہ سینہ اور رخساروں تک پھیل گئی اور اس سے آپ کی جلالت شان ظاہر ہوتی۔ جیسا کہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں

﴿مَنْ عَظُمَتْ لِحيَتُهُ جَلَّتْ مَعْرِفَتُهُ﴾

کہ جس کی داڑھی لمبی ہو اس کی عظمت بھی زیادہ ہے (کامل الضاعۃ ص ۴۹۰)

حدیث ترمذی کے ضعیف ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کے خلاف ایک دوسری صریح قولی حدیث ہے جس کو خطیب بغدادی نے یوں روایت کیا ہے ﴿لا یَاخُذَنَّ اَحَدُکُم مِنْ طُولِ لِحیَتِهٖ﴾ کہ تم میں سے کوئی اپنی داڑھی کے طول سے کوئی بال نہ پکڑے۔ اس روایت کی مویدات احادیث صحیحہ اعفاء ہیں۔ جو سب قولی ہیں۔ اور فعلی پر مقدم ہیں۔ چنانچہ شرح نووی پر صحیح مسلم جلد اص ۲۵۳ میں ہے۔

﴿اِنَّهٗ تَعَارُضَ الْقَولِ وَالْفِعْلِ وَالصَّحِیْحُ حِیْنَئِذٍ عِنْدَ الْاُصُولِیِّنِ تَرْجِیْعُ الْقَولِ لِاَنَّهٗ یَتَعَدّیٰ اِلَی الغَیْرِ وَالْفِعْلُ قَدْ یَکُونُ مَقْصُودًا عَلَیْهِ﴾

یعنی قولی فعلی حدیثوں میں تعارف ہو جائے تو صحیح بات یہ ہے کہ قولی حدیث کو ترجیح ہے کیونکہ وہ غیر کی طرف متعدی ہے اور فعلی کبھی اپنے فاعل پر ہی بند رہ جاتی ہے۔

نیل الاوطار جلد ۳ ص ۵ میں ہے۔

﴿قَدْ تَقَرَّرَ فِی الاصُولِ اِنَّ فِعْلَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لا یُعَارِضُ الْقَولَ النَّجاصَ بِنَا.﴾

یعنی یہ اصول طے ہو چکا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل آپؐ کے اس قول کے معارض نہ ہوگا۔ جو خاص امت کے لیے صادر ہوا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ حدیث ترمذی کسی صورت بھی حجت نہیں ہے اور اگر ہم تسلیم کر بھی لیں کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن یا صحیح کہا ہے۔ تو بھی ترمذی کی تحسین اور تصحیح قابل اعتماد نہیں ہے چنانچہ علامہ بشیر سہسوانی رحمۃ اللہ علیہ نے صیانۃ الانسان ص ۹۷ سے ص ۱۱۲ تک اس پر بڑی بحث کی ہے اور ص ۹۷ پر فرماتے ہیں۔

﴿اِنَّ التِرْمَذِیَّ مُتَسَاهِلٌ فِی التُّصحِیْحِ وَالتَّحْسِیْنِ وَلِذَا لَمْ یَعْتَمِدِ العَلْمَاءُ عَلَیْهِ فِیْ هٰذَا البَابِ وَرَدُّوْا عَلٰی تَصْحِیْحِهٖ وَتُحْسِیْنِهٖ﴾

کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تصحیح و تحسین میں متساہل ہیں۔ علماء نے ان پر اعتماد نہیں کیا اور جابجا ان کی تحسین و تصحیح کو رد کر دیا ہے۔

امام بخاری البتہ اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں۔ لیکن جمہور محدثین کے مقابلہ میں وہ اکیلے حجت نہیں ہو سکتے نیز وہ خود اس حدیث کو منکر اور بے اصل قرار دے چکے ہیں۔ پھر مولانا مدظلہ نے تعامل صحابہ پیش کیا کہ وہ اس ضعیف حدیث کو تقویت دیتا ہے۔ اس کا جواب مولانا محدث مبارکپوری نے یہ دیا ہے۔

﴿وَاَمَّا قَوْلُ مَنْ قَالَ اِنَّهٗ اِذَا زَادَ عَلَی القَبْضَةِ یُوخَذُ الزَّائِدُ وَاسْتَدَلَّ بِاٰثَارِ ابْنِ عُمَرَ وَ عُمَرَوَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ هُوَ ضَعِیْفٌ لِاَنَّ اَحَادِیْثَ الاعْفَاءِ المَرْفُوعَةَ الصَّحِیْحَةَ تَنْفِیْ هٰذِهِ الاٰثَارِ فَهٰذِهِ الْاٰثَارُ لَاتَصْلُحُ لِلاِسْتُدْلَالِ بِهَا مَعَ وَجُودِ هٰذِهِ الاَحَادِیْثِ المُوفُوعَةِ الصَّحِیْحَةِ فَاسْلَمُ الاَقْوالِ هُوَ قَوْلُ مَنْ قَالَ لِظَاهِرِ اَحَادِیْثِ الاعْفَاءِ وَکَرِهَ اَنْ یُوخَذَ شَیْءٌ مِنْ طُولِ اللِّحْیَةِ وَعَرْضِهَا﴾

یعنی مشت بھر ریش رکھنے کے دعویدار آثار ابن عمر و عمر و ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے جو استدلال کرتے ہیں۔ یہ بالکل کمزور ہے کیونکہ احادیث مرفوعہ صحیحہ کے ہوتے ہوئے ان اقوال سے استدلال کرنا لائق نہیں ہے۔

احادیث مرفوعہ اعفاء ان اقوال کو رد کرتیں ہیں۔ پس سلامتی والا مذہب ان لوگوں کا ہے جو احادیث اعفاء کے ظاہر کو لیتے ہوئے داڑھی بڑھاتے ہیں اور طول وعرض سے لینا حرام کہتے ہیں۔ ﴿هٰذَا مَذْهَبُنَا وَ مَذْهَبُ الْجُمْهُوْرِ المتقدمين﴾

مولانا مرحوم ومغفور کا یہ فیصلہ بالکل صحیح اور حق ہے جس پر ہمارا بھی صاد ہے لیکن افسوس ہے لیکن ہمارے فاضل استاد اس کو تحکم قرار دیتے ہیں جو صریح بے انصافی ہے۔ اب اس کی تفصیل سنیے شیخ محمد طاہر حنفی مجمع البحار اور تذکرۃ المضوعات میں فرماتے ہیں۔ ﴿اَلْمُوقُوف مَارُوِیَ عَنِ الصَّحَابِیِّ مِنْ قَوْلٍ اَوْ فِعْلٍ مُتَّصِلٍ اَوْ مُنْقَطِعٍ هُوَ لَيْسَ بِحُجَّةٍ﴾ کہ موقوف حدیث جو صحابی کا قول یا فعل، یا متصل یا منقطع مروی ہو حجت نہیں ہے فتح القدیر جلد۲ ص ۲۶۴ میں ہے۔

﴿اِنَّ قَوْلَ الصَّحَابِيِّ حُجَّةٌ فَيَجِبُ تَقْلِيْدُهٗ عِنْدَنَا اِذَا لَمْ يَنْفِهٖ شَيْءٌ اٰخَرُ مِنَ السُّنَّةِ﴾

ہمارے (حنیفہ) قول صحابہ اس وقت حجت اور قابل تقلید ہے جب کوئی مرفوع حدیث اس کی نفی نہ کرے۔

نیل الاوطار میں یہ جا بجا لکھا ہے کہ اقوال صحابہ حجت نہیں ہیں۔ خود صحابہ نے صحابہ کے اقوال کو حدیث مرفوع کے مقابلہ میں حجت نہیں سمجھا۔ چنانچہ ایک شخص نے ابن عمر سے سوال کیا کہ موقف پر جانے سے پہلے بیت اللہ کا طواف کرلوں۔ تو ابن عمر نے کہا کہ ہاں کرلو۔ اس نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ موقف پر جانے سے پہلے طواف نہ کرو۔ تب حضرت ابن عمر رضی اللہ نے یہ حدیث پیش کی۔

﴿حَجَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَطَافَ بِالْبَيْتِ قَبْلَ اَنْ يَّاتِيَ الْمَوْقِفَ﴾

کہ رسول کریم ﷺ نے حج کیا تو موقف پر جانے سے پہلے بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر کہا

﴿فَبِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ اَنْ تَاْخُذَ اَوْ بِقَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِنْ كُنْتَ صَادِقًا﴾

یعنی اگر تو اپنے اسلام اور اتباع نبوی میں سچا ہے تو یہ بتا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تجھے لینا زیادہ لائق ہے یا ابن عباس کا قول۔ کچھ شک نہیں کہ ایمان دار یہ جواب دے گا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان واجب القبول ہے۔

دوسرا واقعہ ابن عمر کا ترمذی میں ہے کہ ایک سائل نے ابن عمر سے تمتع حج کے متعلق سوال کیا تو آپ نے جواز کا فتویٰ دیا۔ سائل نے کہا کہ آپ کا باپ (عمر) اس سے منع کرتے تھے حضرت ابن عمر نے فرمایا بھلا یہ بتا کہ میرے باپ اس سے منع کیا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کہا ہے۔ تو کیا میرے باپ کی بات مانی جائے یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی اتباع کی جائے؟ سائل نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی تعمیل کی جائے گی۔ عبداللہ بن عمر نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا ہے۔

طحاوی حنفی جلد ا ص ۴۲۱ میں ہے۔

﴿قَالَتْ عَائِشَةُ فَسُنَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَقُّ اَنْ يُؤْخَذَ مِنْ سُنَّةِ عُمَرَ﴾

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ عمر کی سنت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت عمل کرنے کے زیادہ قابل ہے۔

نیز طحاوی جلد ا ص ۳۹۸ میں ہے کہ

عروہؒ نے عبداللہ بن عباس سے کہا کہ اے ابن عباس تو نے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا کہ اے عروہ یہ کیسے؟ عروہ نے کہا کہ آپ لوگوں کو فتوے دیتے ہیں کہ جب وہ بیت اللہ کا طواف کر لیں تو احرام کھول دیں۔ حالانکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ دسویں تاریخ تک لبیک کہتے رہتے تھے' اور محرم رہتے تھے' حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ تم ایسا کہنے سے گمراہ ہو گئے کیونکہ میں

رسول کریمؐ کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم اس کے مقابلہ میں عمرؓ اور ابوبکرؓ کا فعل بیان کرتے ہو۔

چنانچہ ان آثار اور تعامل صحابہ سے واضح ہوگیا کہ احادیث نبویہ کے مقابلے میں آثار صحابہ پیش کرنا سوء ادب ہے اور بالکل ناجائز ہے۔ پس احادیث اعفاء کے مقابلہ میں تعامل ابن عمر وغیرہ پیش کرنا بالکل ناجائز ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ ترمذی کی حدیث بھی ساتھ ہے تو اس کی بابت عرض کیا گیا کہ وہ مردود ہے اور امام ترمذی نے اسے غریب کہا ہے اور غریب شاذ کو بھی کہتے ہیں۔ اور وہ اقسام طعن فی الحدیث سے ہے۔ مقدمہ مشکوۃ میں ہے۔ ﴿وَالْغَرِيْبُ قَدْ يَقَعُ بِمَعْنٰى شَاذِ اَىْ شُذُوْذًا مِنْ اَقْسَامِ الطَّعْنِ فِي الْحَدِيْثِ﴾ اور پھر جو تعامل صحابہ مولانا نے پیش کیا ہے۔ اس کے خلاف بھی بعض صحابہ کا تعامل ہے چنانچہ ترغیب ترہیب جلد ۳ ص ۱۱۰ میں حدیث ہے' کہ عبداللہ بن شداد کہتے ہیں ﴿رَاَيْتُ عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ...... ضَرَبَ اللَّحْمِ طَوِيْلُ اللِّحْيَةِ حَسَنَ الْوَجْهِ رواه الطبرانی باسناد حسن والبهقی﴾ کہ میں نے عثمان بن عفان کو جمعہ کے دن منبر پر دیکھا وہ ہلکے جسم والے لمبی داڑھی والے اور خوبصورت چہرے والے تھے۔ اس سے خلیفہ ثالث کا داڑھی رکھنا ثابت ہوا اگر وہ مشت برابر رکھتے تو طویل اللحیہ نہ ہوتے۔ فتاول وتدبیر

امام طحاوی شرح معانی الآثار میں باسناد وہ لائے ہیں کہ اسماعیل بن خالد نے کہا۔ ﴿رَاَيْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَاثِلِهِ بْنَ اَسْقَعِ يُحْفِيَانِ شُوَارِبَهُمَا وَيُعْفِيَانِ لُحَاهُمَا﴾ کہ میں حضرت انس بن مالک اور واثلہ بن اسقع کو دیکھا کہ وہ مونچھوں کو جڑ سے اڑا دیتے اور اپنی داڑھیوں کو بڑھا دیتے۔ پھر اسی کتاب میں حضرت ابن عمرؓ ابوہریرہؓ ابوسعید خدریؓ ابوسعید ساعدیؓ رافع بن خدیجؓ جابر بن عبداللہؓ انس بن مالکؓ سلمہ بن اکوعؓ حضرت عثمان اور واثلہ رضی اللہ عنہما کے متعلق لکھا ہے۔ يَفْعَلُوْنَ ذَالِكَ کہ یہ بھی (صحابہ کرام) اسی طرح کرتے تھے۔ ﴿شَمْسُ الضُّحٰى فِيْ اِعْفَاءِ اللُّحٰى﴾ مصنفہ عبدالحلیم کلی میں ہے۔ ﴿ كَانَ

عَلِیٌّ عَرِیضُ اللِّحیَةِ وَقَدْ مَلَاَتْ مَا بَیْنَ مُنْکِبَیْهِ﴾ کہ حضرت علی کرم و جہہ اللہ چوڑی داڑھی والے تھے۔ اوران کے داڑھی نے کندھوں کے درمیان کا سارا حصہ بھرا ہوا تھا۔ یہ گیارہ ہوئے ﴿رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کُوکَبًا﴾ اب ان گیارہ نجوم کے ساتھ سراج منیر کی امامت وقیادت بھی تصور کرلیں جیسا کہ شفا قاضی عیاض میں آپ کی داڑھی کی کیفیت مذکور ہے ﴿وَکُثُ اللِّحیَةِ یَمْلَأُ صَدْرَهٗ﴾ کہ آپ کی داڑھی گھنی تھی جو سینہ مبارک کو پر کرتی تھی۔ پس کیا ان گیارہ نجوم اورسراج منیر کے مقابلہ میں کوئی اور روشن ثبوت ہے۔ جوان کی روشنی کو مات کردے۔ میں کہتا ہوں ہرگز نہیں ہرگز نہیں اگر ہے تو کوئی مائی کالال پیش کرے۔ پس جو شخص ان کا خلاف کرے گا وہ سن لے حنفی حضرات کان کھول کر سن لیں کتاب طحاوی میں ہے۔

﴿اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَطَعَ شَعَرَةً مِنْ لِحْیَتِهٖ لَایُسْتَجَابُ دُعَاءُهٗ وَلَا تَنْزِلُ عَلَیهِ الرَّحْمَةُ وَلَا یَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَیْهِ نَظَرَ رَحْمَةٍ وَتُسَمِّیْهِ الْمَلَائِکَةُ مَلْعُونًا وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی بِمَنْزِلَةِ الْیَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی﴾

کہ جس شخص نے داڑھی کا ایک بال بھی کاٹا تو اس کی دعا قبول نہیں ہوگی اوراس پر رحمت الٰہی نازل نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہ دیکھے گا اور فرشتے اس کا نام ملعون رکھیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہود ونصاریٰ کے قائم مقام ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ احادیث مرفوعہ کے خلاف صحابہ کا تعامل معتبر نہیں۔ اور جن صحابہ کا تعامل احادیث صحیحیہ کے مطابق ہے وہ معتبر ہے اوران کے خلاف جو تعامل ہے وہ حجت نہیں ہے۔ دیگر جواب یہ ہے کہ اس صراحت سے صحابہ کے مختلف تعامل ظاہر ہوگئے تو اب اصول یہ ہے کہ ہم ان سب کو چھوڑ کر مرفوع حدیث کی طرف رجوع کریں گے جیسا کہ ہم نے حصہ اول میں اس اصول کو واضع کیا ہے کہ باہمی تنازع صحابہ کا ہو یا ہمارا قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرنا فرض ہوتا ہے۔ نیل اللطار جلد ۴

ص ۱۹۳ میں ہے۔

﴿وَالْحَاصِلُ اَنَّ الصِّحَابَةَ مُخْتَلِفُوْنَ فِي ذٰلِكَ وَلَيْسَ قَوْلُ بَعْضِهِمْ بِحُجَّةٍ عَلٰى اَحَدٍ وَالْحُجَّةُ مَا جَاءَ نَا عَنِ الشَّارِعِ﴾

یعنی صحابہ اس بارے میں مختلف ہیں۔ تو کسی کا قول کسی پر حجت نہیں ہے۔ حجت وہی ہے جو ہم کو شارع علیہ السلام سے پہنچا ہے۔ (یعنی قرآن کریم اور احادیث نبوی)

نووی شرح مسلم جلد اول ص ۳۱۸ میں ہے۔

﴿وَاِذَا اخْتَلَفَ الصِّحَابَةُ لَمْ يَكُنْ قَوْلُ بَعْضِهِمْ بِاَوْلٰى مِنْ بَعْضٍ فَنَرْجِعُ اِلٰى دَلِيْلٍ اٰخَرَ﴾

کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہو جائے تو کسی کا قول کسی سے اولیٰ اور بہتر نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہم کو دوسری دلیل کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ چنانچہ ہم تو حدیث اعفاء کی طرف رجوع کریں گے جو صحیحین کی براہین قاطعہ ہیں۔ اور ہمارے مخالفین عمرو بن شعیب کی طرف دوڑیں گے جو کہ مردود ہے لہٰذا ان سب کی جدو جہد مردود ہوگی۔ دیگر جواب یہ ہے کہ جیسی حدیث ہمارے مخالفین کے پاس ہے ویسی حدیث ہمارے پاس بھی ہے چنانچہ کنوز الحقائق ص ۲۱۶ میں حلیہ ابونعیم کے حوالہ سے یہ حدیث درج ہے۔ ﴿لَا يَاْخُذُ الرَّجُلُ مِنْ طُوْلِ لِحْيَتِهٖ وَيَكُنْ مِنَ الصُّدْغَيْنِ﴾ یعنی کوئی شخص اپنی داڑھی کے طول سے بال نہ لیا کرے لیکن کنپٹیوں سے لے لے۔ چنانچہ یہ حدیث عمرو بن شعیب والی حدیث کے متعارض ہے۔ اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا۔

آثار صحابہ کے الزامی جوابات:

(۱) اکثر اہل حدیث اور مقلدین مذاہب اربعہ کا عرب وعجم میں تعامل ہے کہ جمعہ کو دو اذانیں کہتے ہیں ایک جدید عثمانی۔ دوم قدیمی نبویؐ۔ اذان عثمانی تعامل عہد نبوی صدیقی وفاروقی کے خلاف ہے فتح البیان میں ہے۔

﴿لَمْ يَكُنْ عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِدَاءٌ سِوَاهُ ثُمَّ كَانَ

اَبُوبَكْرٍ وَّ عُمَرُ وَعَلِيٌّ بِالْكُوفَةِ عَلٰى ذٰلِكَ﴾
یعنی اذان قدیم نبوی کے سوا کوئی اذان کوئی اذان زمانہ نبویؐ وصدیقی وفاروقی وعلوی میں نہ تھی۔ اذان جدید عہد عثمانی میں ایجاد ہوئی اسی پر جمہور کا تو ارشاد ہے لیکن حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں۔

﴿اَلْاَذَانُ الْاَوَّلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِدْعَةٌ كَذَا فِي الْفَتْحِ رَوَاهُ ابْنُ اَبِي شَيْبَةَ﴾

کہ جمعہ کے دن اذان اول بدعت ہے۔ لیکن حنفی اور اہل حدیث جو قول ابن عمر پر داڑھیاں کٹا رہے ہیں۔ اذان عثانی کو بدعت جان کر نہیں چھوڑتے لیکن ہمارے مقابلہ میں قول ابن عمر پیش کر کے یہ کہتے ہیں کہ وہ متشدد باسند ہے ان کا قول معتبر ہے۔

(۲) ضحیٰ کی نماز اہل حدیث اور حنفیوں کے نزدیک مشروع اور مسنون ہے لیکن صحیح بخاری بمع فتح الباری ص ۱۷۷ میں ہے کہ حضرت ابن عمر سے اس نماز کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ بدعت ہے۔ زادالمعاد میں پانچ اقوال لکھ کر قول سادس میں یہ لکھا ہے۔ ﴿اِنَّهَا بِدْعَةٌ صَحَّ ذٰلِكَ مِنْ رِوَايَةِ عُرْوَةَ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ﴾ کہ نماز ضحیٰ بدعت ہے چنانچہ عروہؓ کی روایت سے ابن عمرؓ کا یہ مذہب صحیح ہو چکا ہے کیا احادیث مرفوعہ کے مقابلے میں اہل حدیث میں اہل حدیث اور حنفی حضرات قول ابن عمر پر فتویٰ دے کر نماز ضحیٰ کے بدعت ہونے کا فتویٰ دیں گے اگر نہیں تو پھر قطع لحیہ پر ان کے فعل سے استدلال کر کے کیوں فتویٰ دیتے ہیں۔ ﴿مَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا﴾

(۳) نیل اور نووی کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہی کہ ابن عمر کا یہ فتویٰ ہے۔ کہ قربانی میں مسنہ جانور جائز ہے اور جذعہ کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔ مگر اس قول کو نہ اہل حدیث مانتے ہیں اور نہ حنفی قبول کرتے ہیں۔ کہیں داڑھی کٹانے پر دونوں فریق ڈٹے ہوئے ہیں۔ اور ثبوت میں ابن عمر کا قول پیش کرتے ہیں۔

(۴) قربانی ایام تشریق میں کرنی مشروع ہے اور وہ چار دن ہیں۔ ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجۃ اور یہ حدیث مرفوع صحیح سے ثابت ہے نیل الاوطار وغیرہ ملاحظہ ہو۔ لیکن ابن عمر کا قول ہے قربانی یوم الاضحیٰ اور دو دن اس کے بعد (۱۱، ۱۲) تک ہو سکتی ہے۔ چنانچہ عمر، علی، انس رضی اللہ عنہم کا بھی یہ مذہب ہے۔ مگر ہمارے اہل حدیث قاطعین لحیہ ماذاد عَلٰی الْکَفِ ''ان صحابہ'' کے اقوال نہیں مانتے اور تیرہ تاریخ کو بھی قربانی کرنا جائز قرار دیتے ہیں۔

(۵) اسی طرح ایک مجلس کی تین طلاق کو اہل حدیث ایک یہ رجعی طلاق قرار دیتے ہیں۔ اور عورت مطلقہ بتطلیقات ثلاثہ سے رجوع کرنا جائز کہتے ہیں، اور ثبوت کے لئے مسلم کی ایک حدیث حکمی مرفوع پیش کرتے ہیں۔ لیکن جمہور صحابہ تابعین اور ائمہ اربعہ کا یہ مذہب بتلایا جاتا ہے۔ کہ وہ اس طلاق کو جائز مغلظہ کہتے ہیں۔ اور عورت کو حرام قرار دیتے ہیں۔ لیکن اہل حدیث مسلم شریف کی حدیث کے مقابلہ میں ان تمام اقوال کو ٹھکرا دیتے ہیں لیکن جب داڑھی کی باری آتی ہے اور نفس کو لمبی داڑھی اچھی نہیں لگتی تو احادیث مرفوعہ پر ہاتھ پھیر کر اقوال صحابہ کا سہارا لیتے ہیں۔ اور داڑھیاں تراش کر حنفیوں سے جا ملتے ہیں۔ کیا یہ انصاف ہے؟

انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ داڑھی کے بارے میں بھی قول ابن عمر وغیرہ کا وہی جواب دیتے جو امام شوکانی نے نیل الاوطار میں دیا ہے۔ ﴿وَقَدِ اسْتَدَلَ بِذٰلِکَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ وَالرِّوَايَاتُ الْمَرْفُوْعَةُ تَرُدُّهُ﴾ کہ قول ابن عمر سے بعض اہل علم قطع لحیہ پر استدلال کرتے ہیں لیکن مرفوع حدیثیں اس کو رد کرتی ہیں۔ اور حدیث ترمذی کا مصنف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ﴿فَعَلٰی هٰذَا لَاتَقُوْمُ بِالْحَدِيْثِ حُجَّةٌ﴾ کہ حدیث کے مصنف کی وجہ سے اس سے حجت قائم نہیں ہو سکتی یہ جواب منصفانہ اور محدثانہ ہے لیکن مولانا صاحب اس کو تحکم قرار دیتے ہیں۔

''یہ کیا اندھیر ہے اے دشمن مہر و وفا تجھ سے''
''ہوس نے کام جاں پایا محبت شرمسار آئی''

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ نے دعا کی نہ قبولیت کے دس اسباب بیان کیے ہیں

﴿قَالَ اِبْرَاهِيْمُ اَدْهَمُ رحمة الله عَلَيْهِ حِيْنَ سَاَلُوْهُ عَنْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اُدْعُوْنِىْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ وَاِنَّا نَدْعُوْا فَلَمْ يُسْتَجَبْ لَنَا فَقَالَ مَاتَتْ قُلُوْبُكُمْ عَنْ عَشْرَتِ اَشْيَآءَ. اَوَّلُهُمْ اِنَّكُمْ عَرَفْتُمُ اللّٰهُ وَلَمْ تُؤَدُّوْا حَقَّهٗ. وَقَرَئْتُمْ كِتَابُ اللّٰهِ وَلَمْ تَعْمَلُوْا بِهٖ. وَالدَّعَيْتُمْ عَدَاوَةُ اِبْلِيْسَ وَوَالَيْتُمُوْهُ. وَالدَّعَيْتُمْ حُبَّ الرَّسُوْلِ وَتَرَكْتُمْ اَثَرَهٗ وَسُنَّتَهٗ. وَالدَّعَيْتُمْ حُبَّ الْجَنَّةِ وَلَمْ تَعْمَلُوْا لَهَا. وَالدَّعَيْتُمْ خَوْفَ النَّارِ وَلَمْ تَنْتَهُوْ عَنِ الذُّنُوْبِ. وَالدَّعَيْتُمْ اِنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ وَلَمْ تَسْتَعِدُّوْا لَهٗ. وَاشْتَغَلْتُمْ بِعُيُوْبِ غَيْرِكُمْ وَتَرَكْتُمْ عُيُوْبَ اَنْفُسِكُمْ. وَتَاْكُلُوْنَ رِزْقَ اللّٰهِ فَلَا تَشْكُرُوْنَ اللّٰهَ. وَتَدْفُنُوْنَ مَوْتَاكُمْ وَلَا تَعْتَبِرُوْنَ.﴾

ترجمہ:۔ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے جب سوال کیا گیا اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارہ میں کہ اے میرے بندو تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ اور ہم دعا مانگتے ہیں لیکن ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ تو حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا دس چیزوں یعنی دس گناہوں کی وجہ سے تمہارے دل مردہ ہو چکے ہیں جس وجہ سے تمہاری دعائیں قبول نہیں کی جاتیں۔ (۱) پہلی بات پہلی چیز یہ ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا ہے لیکن اس کا حق ادا نہیں کرتے۔ (۲) اور تم اللہ کی کتاب کو پڑھتے ہو لیکن اس پر عمل نہیں

کرتے۔ (۳) اور تم دعویٰ کرتے ہو ابلیس کی عداوت کا لیکن تم اس سے دوستی رکھتے ہو۔ (۴) اور تم دعویٰ کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرنے کا لیکن آپ کی حدیث اور سنت کو چھوڑ دیتے ہو۔ (۵) اور تم دعویٰ کرتے ہو جنت کی محبت کا لیکن اس کے لیے نیک اعمال نہیں کرتے۔ (۶) اور تم دعویٰ کرتے ہو جہنم سے ڈرنے کا لیکن گناہوں سے نہیں بچتے۔ (۷) اور تم دعویٰ کرتے ہو کہ موت برحق ہے لیکن موت کے لیے تیاری نہیں کرتے۔ (۸) اور تم مشغول ہو دوسروں کے عیبوں میں اور اپنے نفسوں کے عیبوں کو چھوڑ دیتے ہو۔ (۹) اور تم اللہ تعالیٰ کا رزق کھاتے ہو لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے۔ (۱۰) اور تم اپنے ہاتھوں سے اپنے مردوں کو دفن کرتے ہو لیکن پھر بھی عبرت حاصل نہیں کرتے۔

مفہوم یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے ولی جو دعائیں قبول نہ ہونے کے اسباب نقل کر کے امت مسلمہ کو توجہ دلا رہے ہیں کہ لوگو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں بغاوتوں سرکشیوں سے اجتناب کرو۔ وگرنہ نیک اعمال کی نامقبولیت اور دعاؤں کا آسمانوں پر نہ جانا اور عبادات کا مستجاب نہ ہونا تقویٰ و زہد کا بیکار اور نامراد رہنا یہی چیزیں خداوند تعالیٰ کے غضب وغیظ کو دعوت دیتی ہیں اور ایسے لوگ خداوند تعالیٰ کے محبوب و نذر منظور نہیں ہوتے اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو تقویٰ و پرہیزگاری کی توفیق عنائت فرمائیں اور سنت مصطفیٰ کے مطابق ہمیں عبادات سرانجام دینے کی طاقت ارزاں فرائیں۔ امین یارب العٰلمین۔

حضرت ابراہیم بن ادہم حلال روزی کی طلب میں ملک طرطوس کو گئے:

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ جب حلال روزی رزق کی تلاش میں ملک طرطوس کی طرف گئے تو وہاں ایک مالک باغ کے پاس باغبانی دس درم ماہواری پر اختیار کی۔ پھر ایک دن مالک باغ آیا تو آنار میٹھا منگا۔ حضرت ابراہیم بن ادہم

رحمۃ اللہ علیہ ایک آنار توڑ کر مالک باغ کے پاس پیش کیا وہ ترش نکلا مالک باغ نے کہا شیریں مانگا تھا یا ترش۔ پھر حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ ایک اور آنار خوش رنگ دیکھ کر توڑ کر لے گئے مالک باغ نے وہ آنار توڑا تو وہ بھی ترش نکلا۔ پھر مالک باغ ترش رو ہو کر کہنے لگا شیریں یعنی میٹھا آنار کیوں نہیں لاتا تو حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ ناخوش ہو کر نرم کلامی سے کہنے لگے کہ میں کیا جانوں شیریں کون ہے اور ترش کون ہے۔ میں میوہ جات رکھنے کا نوکر ہوں چکھنے کا نہیں ہوں۔ مالک باغ نے کہا اتنی مدت سے باغبانی کر رہا ہے میٹھے کھٹے کو اب تک نہیں جانتا کیا تو ابراہیم بن ادہم ہے جو اتنی دیانت داری کا ثبوت پیش کر رہا ہے اور پرہیز گاری کا دم مارتا ہے۔ یہ سنتے ہی نوکری ملازمت چھوڑ دی باغ کا مالک فوراً حالات سے اگاہ ہو کر جان گیا اور معلوم کر لیا کہ یہ وہی ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے بغیر اجازت مالک کے کبھی پھل توڑ کر نہیں کھایا۔ پھر ہر چند مالک باغ نے معذرت کی خوشامد کی مگر اللہ تعالیٰ کے بندہ نے قبول نہ کیا۔ فرمانے لگے پہلے تو مزدوری تھی ملازمت نوکری تھی۔ اب بزرگی ہو گی ہم محنت مزدوری کر کے اپنی گزراوقات کرتے ہیں۔ تقویٰ طہارت کو فروخت نہیں کرتے یہ جواب دیکر ملک شام کی طرف چلے گئے۔ (احوال الصادقین صفحہ ۱۵)

حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ کو کھانا کھانے کی دعوت دی اور انہوں نے انکار کر دیا:

ابو خازم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس آئے تو حضرت شعیب علیہ السلام کھانا کھا رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا آؤ کھانا کھائیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ عَزَّ وَجَلَّ سے پناہ مانگتا ہوں فرمایا کیوں کسی بات سے پناہ مانگتے ہو کیا بھوکے نہیں ہو بھوک نہیں لگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بھوکا تو ہوں لیکن میں ڈرتا ہوں کہ مبادا یہ تمہاری بکریوں کو پانی پلانے کا عوض نہ ہو جائے اور ہم اس گھرانے میں سے ہیں کہ آخرت

کے کسی کام کو (یعنی عمل کو جو بوجہ اللہ کیا ہو ثواب کے لیے کیا ہو) نہیں بیچتے اگر چہ اس کے عوض زمین بھر کر سونا ملے۔ انہوں نے فرمایا نہیں نہیں خدا کی قسم ہمارے باپ دادوں کی عادت ہے کہ ہم مہمان نواز ہیں اور محتاج کو کھانا کھلاتے ہیں یہ بات سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور کھانا شروع کر دیا۔

(تفسیر فتح البیان پارہ ۲۰ رکوع ۶)

حضرت حسن بصری کا درم اور کپڑے کے تھان قبول نہ کرنا:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ لوگوں کو وعظ و نصیحت کی فارغ ہو کر مجلس وعظ سے اٹھے تو ایک خراسان کے شخص نے ایک گٹھڑی جس میں پانچ ہزار درہم اور دس تھان کپڑے کے تھے آپ کی نذر کی یعنی ہدیہ پیش کیا اور عرض کی درہم تو خرچ کے لیے ہیں اور کپڑے پہننے کے لیے انہوں نے فرمایا خدا تعالیٰ تجھے عافیت سے رکھے یہ درہم کپڑے کے تھان اٹھا لو اپنے ہی پاس رہنے دو ہمیں اس کی ضرورت نہیں جو شخص میری مجلس میں بیٹھے اور اس جیسے ہدیے قبول کرے وہ جس دن اللہ تعالیٰ کے سامنے جائے گا تو دین سے بے بہرہ ہو جائے گا۔ (حوالہ احیاء العلوم)

حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

ایسے واقعات کی وضاحت کے لیے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں۔

﴿وَقَالَ شَيْخُ عَبْدُالْقَادِرِ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَطَعَامُ الشَيخ مُبَاحٌ لِلْمُرِيْدِ وَطَعَامُ الْمُرِيْدِ حَرامٌ فِيْ حَقِّ الشَّيْخِ لِصَفَآءِ حَالَتِهٖ وَنزاهةُ رتبَتِهٖ وَعُلُوِّ مَنْزِلَتِهٖ وَقُرْبِهٖ مِنَ الرَّبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ﴾

(غنیۃ الطالبین ۳۱۲ مطبع احمدی)

ترجمہ:۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شیخ کا کھانا

مرید کے کے لیے مباح ہے اور مرید کا کھانا شیخ کے حق میں حرام ہے اس لیے کہ شیخ کی حالت صاف شفاف ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبہ بلند ہوتا ہے اور اپنے رب کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

آج ہمارے بعض علمائے کرام مقررین واعظین کا یہ حال ہے کہ پیسے مقرر کر لیتے ہیں کہ اتنے روپے لینے ہیں پھر تقریر کے لیے آئیں گے اگر پیسے کم ملیں تو پھر تقریر کے لیے نہیں آتے۔ بعض علماء اپنی جماعت کے انتظامیہ کو مجبور کرتے ہیں کہ اتنے پیسے دو۔ مختر میں آپ نے پیچھے حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات پڑھ آئے ہیں کہ انہوں نے مانگنا تو کجا بلکہ اگر کوئی خدمت کرتا ہے تو بھی نہیں لیتے تاکہ ایسا نہ ہو کہ کل قیامت کے دن ہمارا لینا ہمارے اعمال کی بربادی و غارتگری کا سبب نہ بن جائے اور ہم خالی ہاتھ اللہ رب العزت کے دربار میں پیش نہ ہوں۔ چند سال ہوئے ہیں میرے ایک ساتھی نے مجھے بتایا کہ یہاں گوجرانوالہ میں اندرونِ شہر ایک مسجد کی انتظامیہ نے جلسہ کروایا جب جلسہ سے فارغ ہوئے تو ایک اور مسجد کے انتظامیہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم بھی فلاں حضرت مولانا صاحب سے وعدہ لے لیں۔ چنانچہ حضرت مولانا صاحب سے رابطہ کیا کہ حضرت محترم آپ ہمیں بھی تقریر کا وعدہ دیں اور یہ وعدہ لینے اور دینے والے عقیدتاً دیوبندی مسلک سے متعلق تھے۔ حضرت مولانا مقرر صاحب نے کہا کہ میرے ساتھ یہ خلیفہ یا برخوردار ہے یہ ڈائری تقریروں والی دیکھتا ہے اگر کوئی دن آپ کے مطلوبہ ماہ میں خالی ہوا تو آپ کو وعدہ دے دیتے ہیں۔ ڈائری دیکھنے پر معلوم ہوا کہ فلاں دن خالی ہے اور کہا کہ یہ دن یہ تاریخ ہم بھی لکھ لیتے ہیں۔ اور آپ بھی لکھ لو اور ساتھ ہی مقرر شیریں بیاں نے فرمایا کہ ایڈوانس دو ہزار روپے جمع کرا دیں یعنی ہمیں دے دیں۔ وعدہ لینے والا کچھ پریشان سا ہو گیا دل میں سوچا کہ حضرت مقرر صاحب جب تشریف لاتے اور بعد فراغت جلسہ و تقریر کے ہم اپنے معزز مہمان کی ضرور خدمت کرتے لیکن انہوں نے ایڈوانس دو ہزار روپے کا جو مطالبہ کیا ہے یہ

کسی طرح بھی شریعت یا اخلاقی لحاظ سے درست نہیں۔ جواب میں مقرر صاحب کو عرض کی کہ حضرت محترم بزرگوار مولانا صاحب یہ دین اسلام اور قرآن و حدیث کی برکت ہے کہ ہم آپ سے قرآن و حدیث سنانے کے لیے وعدہ لے رہے ہیں۔ اگر آپ نے ایڈوانس دو ہزار روپے کا مطالبہ کیا ہے تو کل قیامت کے دن جب آپ دربارِ خداوندی میں حاضر ہوں گے تو خدا احکم الحاکمین سے انڈہ لیں گے۔ ترش رو ہو کر کہا کہ یہ دین اسلام کی برکت ہے لوگ آپ سے وعدہ لیتے ہیں آپ کی زبان سے مواعظ حسنہ سنتے ہیں ورنہ آپ جیسے نابینے چوکوں بازاروں میں پھر پھر کر ایک ایک پیسہ اور ایک ایک آنہ بھیک مانگ کر ان کو اپنی غذا خوراک کا بندوبست کرتے ہیں۔ اس لیے میں عاجز اپنے مسلمان بھائیوں سے یہ التماس کرتا ہوں کہ دنیا میں رہ کر اپنی گزر بسر کا خیال کرتے ہوئے ساتھ ہی اپنے عالم برزخ قبر قیامت حشر ونشر پلصراط یوم الحساب کا بھی خیال کیجئے ورنہ جب ندامت ہوگی پھر آدمی یہ کہے کہ یا اللہ ایک مرتبہ دنیا میں بھیج میں اپنی اصلاح کر کے آؤں گا لیکن یہ دوبارہ آنے کا موقع نہیں فراہم ہوگا۔ میرا اس بات سے قطعاً انکار نہیں کہ جو علماء دیہاتوں قصبوں شہروں میں دین اسلام کا کام کر رہے ہیں۔ مدرس ہیں۔ امام مسجد و خطیب ہیں قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں بلند کر رہے ہیں ان کی لوگ بڑھ چڑھ کر خدمت کریں چونکہ بعض ایسے علماء کی ذریعہ معاش اور کوئی نہیں وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنے آپ کو وقف کیے ہوئے ہیں لہٰذا ایسے علماء۔ حفاظ۔ قرئی۔ دینوی اداروں کے طلباء کی رضائے الٰہی کے لیے خدمت کرنی عین دین اسلام کی خدمت ہے۔ جن علماء کا ذریعہ معاش کاروبار۔ ملازمت۔ تجارت۔ زراعت کوئی بھی ایسا مشغلہ ہے تو وہ بے لوث اللہ کے دین کی خدمت کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ایسے احباب کو اخروی منافع سے ہم کنار کرے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم کا کسی کی ایک کھجور کھانا اور درجہ سے گر جانا:

﴿وَعَنْ اِبراهيمُ ابْنِ اَدْهَمْ رحمة الله عليه اَنَّهٗ قَالَ بِتُّ لَيْلَةً تَحْتَ

صَخْرَةِ بیت الْمُقَدَّسِ فَلَمَّا کَانَ بَعْضُ الَّیْلِ نَزَلَ مَلَکَانِ فَقَالَ اَحَدُھُمَا لِصَاحِبِہٖ مَنْ ھٰھُنَا فَقَالَ الْاٰخَرُ اِبْرَاھِیْمُ ابْنُ اَدْھَمَ فَقَالَ ذَالِکَ الَّذِیْ حَطَّ اللّٰہُ دَرَجَتَہٗ مِنْ دَرَجَاتِہٖ فَقَالَ لِمَ قَالَ لِاَنَّہُ الَّذِیْ اِشْتَرٰی بِالْبَصْرَةِ التَمْرَ فَوَقَعَتْ تَمْرَةٌ مِنْ تَمْرِ الْبَقَالِ عَلٰی تَمْرِہٖ قَالَ اِبْرَاھِیْمُ فَمَضَیْتُ اِلَی الْبَصْرَةِ وَاشْتَرَیْتُ التَّمْرَ مِنْ ذَالِکَ الرَّجُلِ وَاَوْقَعْتُ تَمْرُہٗ وَرَجَعْتُ اِلٰی بَیْتِ الْمُقَدَّسِ وَنُمْتُ تَحْتَ الصَّخْرَةِ فَلَمَّا کَانَ بَعْضُ الیل اِذا اَنَا بِمَلَکَیْنِ نزلا مِنَ السَّمَآءِ فَقَالَ اَحَدُھُمَا لِصَاحِبِہٖ مَنْ ھٰھُنَا قَالَ الْاٰخَرُ اِبْرَاھِیْمُ بْنُ اَدْھَمُ فَقَالَ ذَالِکَ الَّذِیْ رَدَّ الشَّیْءَ اِلٰی مَکَانِہٖ وَرُفِعَتْ دَرَجَتَہٗ﴾

(غُنْیَۃ الطالبین مترجم صفحہ ۵۳۸)

ترجمہ: حضرت ابراہیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات صخرۃ بیت المقدس کے نیچے سویا ہوا تھا جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو دو فرشتے آسمان سے اترے ایک ان کے نے اپنے دوسرے ساتھی کو کہا کہ یہ کون ہے دوسرے نے جواب دیا کہ یہ ابراہیم بن ادھم ہیں ایک فرشتہ نے کہا کہ یہ ایسا شخص ہے جس کا درجہ اللہ تعالیٰ نے گھٹا دیا ہے دوسرے نے پوچھا کیا سبب ہے ایک نے کہا کہ اس نے بصرہ میں ایک آدمی سے کھجوریں خریدیں اس آدمی کی کھجوروں سے ایک کھجور ان کی کھجوروں میں گر پڑی اس لیے ان کا مرتبہ کم ہوگیا۔

اب حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سفر کر کے دوبارہ بصرہ شہر میں آئے اسی کھجوروں والے سے دوبارہ کھجوریں خریدیں اور ابراہیم بن ادھم فرماتے ہیں کہ میں نے ایک کھجور مالک کی کھجوروں میں ڈال دی اور سفر کر کے واپس صخرہ بیت المقدس کے پاس آیا اور رات کو سوگیا جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا دو فرشتے آسمان سے اترے ایک نے دوسرے سے پوچھا یہ کون ہیں دوسرے نے جواب دیا کہ یہ

ابراہیم بن ادھم ہیں اب اللہ تعالیٰ نے ان کا درجہ و مرتبہ جو کم ہو گیا تھا انہوں وہ کھجور واپس کر دی اب ان کو ان کے مرتبہ و درجہ پر اللہ تعالیٰ رب العزت نے فائز کر دیا ہے یہ ہے حلال رزق اور یہ ہے تقویٰ و پرہیز گاری۔

﴿وَرُوِیَ اَنَّ ابْنَ سِیرِیْنَ اِشْتَرٰی اَرْبَعِیْنَ جُبًّا سَمْنًا فَاَخْرَجَ غُلَامُهٗ فَارَةً مِنْ جُبٍّ مِنَ الْجُبَابِ اَخْرَجْتَهَا فَقَالَ لَا اَدْرِیْ فَجَّهَا کُلَّهَا﴾

(غنیۃ الطالبین صفحہ مذکورہ)

ترجمہ: روایت بیان کی گئی کہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے چالیس مٹکے گھی کے خریدے ان کے غلام نے ایک مٹکہ سے چوہا نکال کر باہر پھینکا ابن سیرین نے فرمایا کون سے مٹکہ سے چوہا نکال کر پھینکا ہے غلام نے عرض کی مجھے یاد نہیں۔ پھر ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے سب مٹکوں کا گھی ڈال دیا یعنی ضائع کر دیا۔

یہ تقویٰ پرہیز گاری ہے۔

مسلمان کی آپس میں ناراضگی رکھنے کی وعید:

﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَكُوْنُ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ مُسْلِمًا فَوْقَ ثَلٰثَةٍ فَاِذَا لَقِيَهٗ سَلَّمَ عَلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ كُلَّ ذٰلِكَ لَا يَرُدُّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَآءَ بِاِثْمِهٖ﴾

(رواہ ابوداؤد' مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنے کسی مسلمان بھائی کی ملاقات ترک کرے تین دن سے زیادہ جب ملے اس کو اس حال میں تو اسلام علیکم کہے اس کو تین مرتبہ اگر دوسرا آدمی اسے جواب نہیں دیتا تو اس کا گناہ اسی آدمی پر ہے جو جواب نہیں دیتا۔

مفہوم یعنی جس نے سلام کا جواب نہ دیا وہ گناہگار ہے اور اسلام علیکم کہنے والا گناہ سے بچ گیا اب جواب نہ دینے والے کے ذمہ پر اس کی گردن پر گناہ رہا۔

﴿باب مَا يَنْهى عَنِ التَّهَاجُرِ الخ وَعَنْ اَبِىْ هُرَيْرَة رضى الله عنه اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَنْ يَّهْجُرَ فَوْقَ ثَلَاثٍ فَمَاتَ فَدَخَلَ النَّارَ﴾ (رواہ احمد وابوداؤد مشکوۃ شریف)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں حلال کسی مسلمان کو کہ اپنے بھائی مسلمان کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے اگر وہ اس ناراضگی کی حالت میں فوت ہو گیا تو جہنم کی آگ میں داخل ہو گیا اس حدیث کو احمد ابوداؤد نے ذکر کیا ہے۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو پڑے تو وہ فوراً صلح کر لیں یا تین ایام کے اندر ہی آپس میں شیر شکر ہو جائیں وگرنہ بغیر توبہ کیے مر گئے تو دوزخ ٹھکانا ہوگا۔ ﴿اَللّٰهُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ﴾ یا اللہ ہمیں جہنم کی آگ سے بچانا۔ آمین۔

﴿وَعَنْ اَبِىْ خِرَاشٍ السُّلَمِىِّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ هَجَرَ اَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهِ﴾ (رواہ ابوداؤد مشکوۃ شریف)

ترجمہ: ابی خراش سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک سنا اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے جو شخص ترک کرے ملاقات اپنے بھائی مسلمان کی ایک سال تک پس گویا کہ اس نے اسے قتل کر دیا ہے۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان بھائی سے ناراض غصے رہنا قتل کرنے کے مترادف ہے۔

﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضی اللّٰه عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَن يَّهْجُرَ مُؤْمِنًا فَوْقَ ثلاثٍ فَاِنْ مَرَّتْ بِهٖ ثَلاثٌ فَلْيَلْقَهُ فَلْيُسَلِّمْ عَلَيْهِ فَاِنْ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلامُ فَقَدْ اشْتَرَكَا فِي الْاَجْرِ وَاِن لَّمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ فَقَدْ بَآءَ بِالْاِثْمِ وَخَرَجَ الْمُسْلِمُ مِنَ الْهِجْرَةِ﴾ (رواہ ابوداؤد، مشکوۃ شریف)

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں حلال مومن کے لیے کہ وہ تین دنوں سے زیادہ اپنے بھائی مسلمان سے ناراضگی رکھے۔ اگر تین دن گزر جائیں تو اپنے بھائی کو جب ملے تو اسے اسلام علیکم کہے اگر دوسرا بھائی مسلمان سلام کا جواب دے تو وہ دونوں اجر وثواب میں شریک ہوئے۔ اگر سلام کا جواب نہ دے تو وہ لوٹا گناہ کے ساتھ اور نکلا سلام کہنے والا ترک ملاقات کے گناہ سے اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

مفہوم اگر دو بھائی مسلمان آپس میں ناراض ہیں تین دن بھی گزر گئے ہیں جب آپس میں ملیں ملاقات ہو تو سلام کہیں اگر دوسرے نے سلام کا جواب دیا تو دونوں اجر وثواب میں شریک ہوئے اگر ایک نے جواب نہ دیا تو اس پر گناہ ہے اور سلام کہنے والا گناہ سے بچ گیا۔

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے یا خویش واقارب کی ناراض ہونے کی وعید:

﴿عَنْ اَبِیْ اَيُّوْب الْاَنْصَارِيِّ رضی اللّٰه عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلِ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلاثَ لَيَالٍ يَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هٰذَا وَخَيْرُهُمَا الَّذِیْ يَبْدَءُ بِالسَّلَامِ﴾

(متفق علیہ مشکوۃ شریف)

ترجمہ: حضرت ابی ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں حلال کسی آدمی کو کہ وہ چھوڑ دے ملاقات بھائی اپنے مسلمان کی تین راتوں سے زیادہ۔ پھر وہ آپس میں ملیں ایک ایک طرف منہ پھیرے دوسرا دوسری طرف منہ پھیرے ان دونوں میں بہترین آدمی وہ ہے جو پہلے سلام کہے۔

مفہوم یعنی اگر معاملہ دنیاوی میں کسی مسلمان سے رنج ناراضگی ہو جائے تو تین ایام تک ملاقات کا ترک کرنا درست ہے۔ تین ایام سے زیادہ غصہ ناراضگی رکھنا درست نہیں میل جول ملاقات سلام کلام حلال ہے۔ اور اگر دین اسلام کی پاسداری کا سبب ہو تو تین دنوں سے زیادہ بھی ناراضگی غصہ آدمی رکھ سکتا ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے بلا وجہ بغیر عذر شرعی کے جہاد میں نہ جانے والوں سے پچاس ایام تک نہ بولے تھے اور ناراضگی رکھی تھی۔ اسی طرح باپ اپنے نافرمان بیٹوں سے اور شوہر اپنی بیوی سے ادب سکھانے کے لیے کئی ایام تک نہ بولے غصہ ناراضگی رکھے تو جائز ہے۔

﴿وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَايُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا رَجُلٌ كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَآءُ فَيُقَالُ اُنْظُرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا﴾ (رواہ مسلم مشکوۃ شریف)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا سوموار اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہر اس آدمی کو بخشا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتا مگر وہ آدمی جس کا دوسرے مسلمان سے کینہ بغض ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ملائکہ کو کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ دونوں آپس میں صلح صفائی کر لیں۔

﴿وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْرَضُ اَعْمَالُ

النَّاسِ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّتَيْنِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ اِلَّا عَبْدًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَآءُ فَيُقَالُ اُتْرُكُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَفِيْئَآ﴾ (رواہ مسلم، مشکوۃ شریف)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگوں کے اعمال ہر ہفتہ میں دو بار اللہ تعالیٰ کے ہاں پیش کیے جاتے ہیں۔ سوموار اور جمعرات کو ہر مسلمان بندہ کو اللہ تعالیٰ بخش دیتے ہیں مگر وہ بندہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان دشمنی ہو کہا جاتا ہے ان دونوں کو چھوڑ دو جب تک کہ یہ دونوں اس فعل سے باز آ جائیں۔

مفہوم: ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ بغض اور کینہ اتنی بری مرض ہے کہ اس کا رکھنا ایسا سخت گناہ ہے کہ مغفرت اور بخشش کے سامنے رکاوٹ بن جاتا ہے تین ایام سے زیادہ مسلمان سے ناراضگی رکھنی درست نہیں تین ایام تک بات چیت چھوڑ دینا جواز کی صورت ہے کیونکہ اکثر غصہ وغیرہ سے آدمی مجبور ہو جاتا ہے۔ لہٰذا تین دن تک ناراض رہنا معاف ہوا اس سے زیادہ درست نہیں ہے جب السلام علیکم ہونے لگے تو غصہ ناراضگی جاتا رہتا ہے بشرطیکہ اس کو تکلیف نہ دے۔ اسی طرح اگر خط و کتابت کرے تب بھی یا پیغام بھیجے تب بھی غصہ ناراضگی ختم ہو جاتا ہے۔

﴿وَعَنْ اَسْمَآءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رضى اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قال رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَحِلُّ الْكَذِبُ اِلَّا فِيْ ثَلٰثٍ كَذِبُ الرَّجُلِ اِمْرَاَتَهٗ لِيُرْضِيَهَا وَالْكَذِبُ فِي الْحَرْبِ وَالْكَذِبُ لِيُصْلِحَ بَيْنَ النَّاسِ﴾ (رواہ احمد والترمذی۔ مشکوۃ شریف)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جھوٹ بولنا بالکل حلال نہیں مگر تین جگہوں میں بولنا حلال اور جائز ہے مرد کا اپنی بیوی سے تاکہ وہ اسے راضی

رکھے۔ اور جھوٹ بولنا لڑائی کے موقع پر کافروں سے اور جھوٹ بولنا اس لیے کہ لوگوں کی لڑائی ختم ہو اور صلح صفائی ہو جائے۔

مفہوم اس حدیث میں فقط مرد کا ہی جھوٹ بولنا جائز رکھا تا نکہ مناسب طریقہ سے بیوی کی اصلاح ہو۔ عورت کے جھوٹ بولنے کا ذکر حدیث میں نہیں ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان صورتوں میں جھوٹ بولنا اور ان کے سوا بھی بعض نے مصلحت کے لیے جائز رکھا ہے اور یہ کہا ہے کہ کذب مذموم وہ ہے جس سے ضرر ہو اور دلیل ان کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول ہے ﴿بَلْ فَعَلَهُ كَبِيْرُهُم﴾ یہ کام ان کے بڑے نے کیا ہوگا ﴿اِنِّی سَقِيْمٌ﴾ میں بیمار ہوں ﴿اِنَّهَا اُخْتِیْ﴾ یہ میری بہن ہے۔ لہٰذا اللہ کی رضا کے لیے یا لوگوں کی اصلاح کے لیے جھوٹ بولا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن تاویلات کر کے جھوٹ بولے تو یہ عین ظلم ہے۔ اور جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو کہا گیا تھا ﴿اِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ﴾ تم چور ہو۔ انہوں نے کہا اس میں کسی کا خلاف نہیں ہے کہ اگر کوئی ظالم کسی کو قتل کرنا چاہے اور چھپا ہوا ہو ایک آدمی کے گھر تو چھپانے والے پر ضروری ہے کہ وہ کہے مجھے علم نہیں کہ وہ کہاں ہے۔

﴿عَنْ ابی الدرداء رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَفْضَلِ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّدَقَةِ وَالصَّلٰوةِ قَالَ قُلْنَا بَلٰى قَالَ اِصْلَاحُ ذَاتَ الْبَيْنَ وَفَسَادُ ذَاتَ الْبَيْنِ هِیَ الْحَالِقَةُ رواه اَبُوْدَاوُدَ والترمذی وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ مشكوٰة﴾

ترجمہ:۔ حضرت ابی الدردا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا خبر دوں میں تم کو ایسے عمل کی جو افضل ہو درجہ میں روزوں سے صدقہ خیرات سے اور نماز سے صحابہ کرام نے عرض کی جی ہاں ضرور فرمائیں۔ آپ نے فرمایا دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانی۔ اور فساد ڈالنا دو آدمیوں کے درمیان یہ مونڈنے والا ہے۔

ابوداؤد ترمذی اور کہا ترمذی نے یہ حدیث صحیح ہے۔

مفہوم: یعنی اس کا درجہ بہت ہے اور اس کا ثواب و اجر بھی ظاہر ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جیسے روزوں صدقہ نماز کے فضائل ہیں اور بہت بلند پایہ نیک اعمال ہیں۔ ایسے ہی اپنے مقام پر مناسبت مشابہت کے لحاظ سے یہ عمل بھی بہت اچھا ہے چونکہ فساد کی وجہ سے احتمال ہے کہ مال ضائع ہو عزت آبرو ختم ہونا حق قتل تک کی نوبت پہنچ جائے جس سے دنیا اور دین کا نقصان ہو۔

﴿وَعَنِ الزُّبَيْرِ رضی اللّٰه عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَبَّ اِلَيْكُمْ دَاءُ الْاُمَمِ قَبْلَكُمُ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَآءُ هِيَ الْحَالِقَةُ لَا اَقُوْلُ تَحْلِقُ الشَّعْرَ وَلٰكِنْ تَحْلِقُ الدِّيْنَ رواه احمد والترمذی﴾ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آئی ہے تمہاری طرف بیماری پہلی امتوں کی حسد اور بغض یہ دونوں چیزیں مونڈ دینے والی ہیں میں یہ نہیں کہتا کہ بالوں کو مونڈ دیتی ہیں بلکہ یہ دین کو مونڈ دیتیں ہیں۔

اسی طرح دوسری حدیث میں آتا ہے۔

﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ رواه ابوداؤد﴾ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا اپنے آپ کو حسد سے بچاؤ اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے۔ جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

مفہوم: یعنی حسد اتنی بری چیز ہے بری صفت ہے حاسد کو ہمیشہ رنج رہتا ہے آخر حسد میں مر جاتا ہے وہ یہ ہے آدمی دوسرے کی نعمت اور راحت کو دیکھ کر رنج

کرے اور اس کا زوال چاہے۔ اگر زوال نہ چاہے صرف اپنے لیے بھی اس نعمت کو چاہے آرزو کرے تو وہ غصہ اور رشک اچھے کاموں میں جائز ہے۔ اور یہی رشک مراد ہے۔ حسد کے لفظ سے اس حدیث میں جس میں فرمایا ہے حسد جائز نہیں مگر دو شخصوں سے ایک تو اس شخص سے جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے وہ اس کو نیک کاموں میں خرچ کرتا ہے۔ دوسرے اس شخص سے جس کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہے اس پر عمل کرتا ہے اور دوسروں کو بھی سکھاتا ہے۔ نوٹ تقریباً گیارہ احادیث نبوی عرض کی ہیں جن میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو تاکید کی ہے کہ کوئی بھائی اپنے بھائی سے کوئی رشتہ دار اپنے رشتہ دار سے کوئی خویش و اقارب اپنے خویش اقارب سے ناراضگی غصہ نہ رکھے اور جلدی صلح کرے بلکہ ہر مسلمان اپنے بھائی مسلمان سے حسن سلوک سے پیش آئے اگر ایسے ارشادات نبویؐ پر صحیح معنیٰ میں عمل کیا جائے تو معاشرہ کی بہترین اصلاح ہو سکتی ہے۔ فرقان حمید نے بھی اسی بات کی دعوت دی ہے قرآن عظیم کے بھی دو تین مقامات عرض کرتا ہوں۔

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ﴾ (پارہ ۲۶ رکوع ۱۳)

ترجمہ: ”تمام مومن آپس میں بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں میں صلح صفائی کیا کرو۔“

سید علی ہجویری آیہ مذکورہ کے تحت کشف المحجوب میں لکھتے ہیں:

کہ واقعات میں لکھا ہے ایک شخص کعبۃ اللہ کا طواف کر رہا تھا اور طواف میں یہ دعا کے کلمات کہہ رہا تھا۔

﴿اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ اِخْوَانِيْ فَقِيْلَ لَهٗ لِمَ لَمْ تَدْعُ لَكَ فِيْ هٰذَا الْمَقَامِ﴾

ترجمہ: اے خدا میرے بھائیوں کو درست کر دے لوگوں نے اس سے کہا اس مقدس مقام پر تو اپنے لیے دعا کیوں نہیں کرتا۔

جواب دیا:

﴿قَالَ اِنَّ لِیْ اِخْوانًا اَرْجِعُ اِلَیْهِمْ فَاِنْ صَلَحُوْا صَلَحْتُ معهم وَاِنْ فَسَدُوْا فَسَدَتُّ مَعَهُمْ﴾

ترجمہ: میرے کچھ بھائی ہیں میں واپس ان میں جاؤں گا اگر وہ نیک ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ نیک رہوں گا۔ اگر وہ خراب ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ خراب ہو جاؤں گا۔

اس لیے ان کی اصلاح کی درخواست اللہ رب العزت کے ہاں کر رہا ہوں۔ میں مؤلف کتاب ھذا ایک مرتبہ رشتہ داروں کی فوتگی پر گیا اور میت مرحوم کا ایک بھائی رو رہا تھا اور یہ الفاظ کہہ رہا تھا کہ بھائی صاحب آپ رسے ہوئے ہی فوت ہو گئے ہیں آپ ناچاکی اور رنجیدگی میں ہی فوت ہو گئے ہو یہ حال ہے ہمارے مسلمانوں کا۔ میں بذات خود بھی پریشان رہتا ہوں کہ بعض قریبی رشتہ دار بلاوجہ ناچاکی رکھتے ہیں اور حسن سلوک آپس میں میل جول آؤ بھگت گھل مل کر رہنا جانتے ہی نہیں۔ یا اللہ مجھے اور میرے خویش اقارب کو ہر مسلمان کو اور ان کے خویش و اقارب کو آپس میں اتفاق سلوک محبت الفت رکھنے کی توفیق بخشش اور ہر ایک کو صبر و تحمل برداشت کی توفیق عنائت فرما تا کہ حقوق العباد حقوق الاقارب کی صحیح ادائیگی ہو سکے امین ثم امین۔ قرآن عظیم کا دوسرا مقام

﴿وَاٰتِ ذَالْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلَ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْٓا اِخْوانَ الشَّیٰطِیْنِ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا﴾

(پارہ ۱۵ رکوع ۳)

ترجمہ: اے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خویش و اقارب کے حقوق ادا کریں مسکینوں کے مسافروں کے اور بے جا نہ خرچ کرو تحقیق بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کے ساتھ کفر کرنے والا ہے۔

اس آیہ مذکورہ میں اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو بھی تاکید فرمائی ہے کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کے حقوق کو ادا کریں اس آیہ کریمہ کے معانی پر آپ نے غور کیا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بھی قریبوں کے حقوق معاف نہیں کیے جس کی بابت تاکید مزید کر دی۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَاَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ. وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنْ تَبِعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (پارہ۱۹رکوع۱۵)

ترجمہ: اے میرے پیغمبر ﷺ اپنے کنبہ قبیلہ والوں کو احکامات دین بیان کر کے ڈراؤ اور نیچا کرو بازو اپنا واسطے اس شخص کے جو تابعداری کرے تیری ایمانداروں سے۔

ان آیتوں میں بھی اللہ رب العزت نے اپنے نبی تاجدار مدینہ ﷺ کو اپنے قریبیوں رشتہ داروں اور مسلمانوں کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں تاکید فرمائی اور ایسے حقوق کے معاملہ میں اپنے پیغمبر ﷺ کو بھی بری الذمہ نہیں رکھا اگر ایسے حقوق کے ادائیگی کا پرزور خطاب آقائے دو جہاں ﷺ کو بھی ہے تو امت میں سے کون ایسا ہو سکتا ہے کہ خدا اس کو مبرا کر دے۔

نبی ﷺ نے قریش اور چچا اور اپنی پھوپھی کو دعوت دی:

آیہ مذکورہ کے اترنے پر نبی ﷺ نے قریش کو دعوت دی جیسے حدیث شریف کی عبارت کچھ یوں ہے۔

﴿عَنْ اَبِى هريرة رضى الله عنه قال لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ دَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا فَاجْتَمَعُوْا فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ يٰبَنِىْ كَعْبِ ابْنِ لُوَىٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِىْ مُرَّةَ ابْنِ كَعْبٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِىْ عَبْدِ شَمْسٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِىْ عَبْدَ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِىْ هَاشِمٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ يَا بَنِىْ عَبْدِالْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا

اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ یَا فَاطِمَۃُ اَنْقِذِیْ نَفْسَکِ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِکُ لَکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْءً غَیْرَ اَنَّ لَکُمْ رَحِمًا سَاَبُلُّھَا بِبَلَالِھَا رواہ مُسْلِمٌ وَ فِی الْمُتَّفَقِ عَلَیْہِ قَالَ یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ اِشْتَرُوْا اَنْفُسَکُمْ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْاءً یَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْاءً یَا عَبَّاسُ ابْنَ عَبْدِالْمُطَّلِبِ لَا اُغْنِیْ عَنْکَ مِنَ اللّٰہِ شَیْاءً یَا صَفِیَّۃُ عَمَّۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَا اُغْنِیْ عَنْکِ مِنَ اللّٰہِ شَیْاءً وَ یَا فَاطِمَۃُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِیْنِیْ مَا شِئْتِ مِنْ مَّالِیْ لَا اُغْنِیْ عَنْکِ مِنَ اللّٰہِ شَیْاءً﴾ (مشکوۃ شریف باب الفصل الاول)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں جب یہ آیہ کریمہ ﴿وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾ نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو بلایا وہ جمع ہو گئے آپ نے پکارنے میں تعمیم اور تخصیص کی پھر فرمایا اے کعب بن لوی کے بیٹو اپنی جانوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ اے مرہ بن کعب کے بیٹو اپنی جانوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ اے عبد الشمس کے بیٹو اپنے نفسوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ اے عبدالمطلب کے بیٹو اپنی جانوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ اے فاطمہؓ تو بھی اپنے نفس کو جہنم کی آگ سے بچا اس لیے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تیرے لیے کسی بات کا اختیار نہیں رکھتا۔ سوائے اس کے تمہارے لیے مجھ پر قرابت کا حق ہے تر کرتا ہوں میں ساتھ تری کے یہ روایت مسلم شریف کی ہے۔

لیکن بخاری اور مسلم میں اس طرح بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جماعت قریش کی خرید واپنی جانوں کو نہیں بچا سکتا میں تم کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے۔ اے عبد مناف کے بیٹو میں تم سے اللہ تعالیٰ کا عذاب دور نہیں کر سکتا۔ اے عباس چچا۔ عبدالمطلب کے بیٹے میں آپ سے اللہ تعالیٰ کا عذاب دور نہیں کر سکتا۔ اے صفیہ رسول اللہ کی پھوپھی میں تم سے اللہ تعالیٰ کا عذاب دور نہیں کر سکتا یعنی عذاب الٰہی سے تمہیں

بچانہیں سکتا۔ اے فاطمہ محمد کی بیٹی اگر دنیا کے مال کی ضرورت ہے تو مجھ سے سوال کر جو تو چاہے۔لیکن قیامت کے دن میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانہیں سکوں گا۔ مفہوم نبی ﷺ نے قریش عام و خاص کو علیحدہ علیحدہ پکار کر دین اسلام کی دعوت دی ہاشمیوں کو۔ اپنے چچا عباس کو۔ اپنی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنی بیٹی فاطمہ خاتونِ جنت کو کہ دنیا میں رہ کر توحید و سنت کو پوری پابندی سے اختیار کرو اور عبادات خداوندی بجالاؤ میری سنت پر کار بند ہو جاؤ۔ اس میں شک نہیں کہ میں تمہارا قریبی تعلقدار ہوں۔لیکن عبادات خداوندی اور توحید باری تعالیٰ میں اگر آپ نے کمی کی تو یقیناً قیامت کے دن میں تمہارا مالک اور مختیار نہیں ہوں گا اور اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے نہیں بچا سکوں گا۔ بعض لوگوں نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آپ کے پاس اس قدر مال کہاں تھا۔ خاص کر کہ میں جو فرمایا تھا میرے مال سے جو تو چاہے مانگ لے۔ ایسے معترض لوگوں کا جواب یہ ہے کہ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال سے اللہ رب العزت نے غنی کر دیا تھا جیسے اللہ احکم الحاکمین ارشاد فرماتے ہیں۔ ﴿وَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ﴾ اے میرے نبی ﷺ ہم نے آپ کو مفلس پا کر غنی کر دیا اور اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کے یہی اقوال ہیں اور اس کے ماسوا مال کا اطلاق تھوڑے اور بہت دونوں پر ہوا کرتا ہے۔ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ آپ کے پاس بالکل مال نہ تھا۔ اور باوجود اس کے یہ عبادت مال بالفعل پر تقاضا نہیں کرتی شائد یہ بھی مراد ہو اگر میرے پاس کچھ مال ہو لے لینا۔ مگر اخروی نجات میرے اختیار میں نہیں ہے کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے آقا تاجدار مدینہ ﷺ کو مختار کل کے لفظ سے ملقب کرتے ہیں اور یہ شعر بھی کہہ دیتے ہیں

جدوں ہاشمی گھرانے نال سنگ ہو گیا
جھلی ایہی لنا کے رب ننگ ہو گیا
میں سوں جاؤں یا مصطفیٰ کہتے کہتے
خبیب خدا کو خدا کہتے کہتے

نعوذ باللہ من ذالک۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال پر ملال ہوا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دفن کرنے لگے تو ایک صحابی رسولؐ نے قبر کو مخاطب کر کے کہا جس کا معنیٰ پنجابی کے شعروں میں کچھ یوں ہے

اے قبرے اج تو نہ جانے ایہہ میت کسدی آئی
ایہہ پاک نبی دی ہے بیٹی تے حسن حسین دی مائی

قبر کہیا ایہہ میں نہ جاناں کون ہے فاطمہ مائی
حسب نسب دی بوڑ نہ کائی نہ عملاں باجھ رہائی

فرقان حمید میں اللہ رب العزت ایک مقام عالیشان میں ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتُ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ (پارہ ۴ رکوع ۱۰)

ترجمہ: ہر نفس ہر جاندار موت کو چکھنے والا ہے اور سوا اس کے نہیں تم قیامت کے دن پورے بدلے دیئے جاؤ گے جو جہنم کی آگ سے بچ گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ کامیاب ہو گیا اور نہیں حیاتی دنیا کی مگر فائدہ دھوکہ دینے والی۔ اس بے وفا دنیا میں اچھے بھی آئے اور برے بھی آئے اچھے لوگ اچھی حالت میں اس دنیا سے گئے اور برے بری حالت میں دنیا سے کوچ کیا۔

مسلمان آپ یہ سوچیں فرعون کہاں گیا۔ ساسانی کہاں گئے۔ کیانی کہاں گئے۔ روم کی قیاصرہ کہاں چھپ گئیں۔ یونان کی اولی العزم فوجیں کہاں گئیں۔ ہندوستان کے قدیم راجے کہاں جا سوئے۔ مسلمانوں میں خلجی اور تغلق اور لودھی کہاں چلے گئے۔ تیموریوں کا اوج موج کہاں گیا۔ باقی رہ گیا نام اللہ تعالیٰ کا اسی لیے رب العلمین ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام﴾

جیسے ایک شاعر اسلام بھی لکھتا ہے جو ذیل میں تحریر ہے۔

نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا
مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے
رستم رہا زمین پہ نہ سام رہ گیا
مردوں کا آسمان تلے نام رہ گیا

ایک ذی عقل آدمی نے بڑھاپے کی طرف اشارہ کر کے کیا خوب کہا

ہوش وہو اس تاب وتواں اے داغ جا چکے
اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا
ٹھکانا گور ہے تیرا سامان کچھ تو کر غافل
کہاوت ہے کہ خالی ہاتھ گھر جانا نہیں اچھا

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عجیب نصیحت اور نماز میں خشوع حضوع کا ہونا ضروری ہے۔

جو میں سر بسجدہ کبھی ہوا
تو زمیں سے آنے لگی صدا
تیرا دل تو ہے صنم آشنا
تجھے کیا ملے گا نماز میں

عاجز کی اپنے اور بھائیوں کے لیے دلی دعا ہے

عطا کر دے انہیں یا رب بصارت بھی بصیرت بھی
مسلماں جا کے لٹتے ہیں سوادِ خانقاہی میں
نظم عبودیت میں نے پڑھی کچھ ایسے لحن سے
جس کے رباب اٹھا لیا نغمہ زن الست سے
یہ دنیا ہے تحقیق دارِ فناہ
تو ہرگز کبھی اس میں دل مت لگا

نہ آیا کوئی جو کہ باقی رہا
نہ ساغر رہا نہ ساقی رہا

﴿عَنْ عَائشة رضی اللّٰه عَنهَا عَنْ الرَّسُوْلِ اللّٰه صَلَّی اللّٰه عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدُّنْيَا دَارٌ لِمَنْ لَّادَارَ لَهٗ وَمَالٌ لِمَنْ لَّامَالَ لَهٗ وَلَهَا يَجْمَعُ مَنْ لَّا عَقْلَ لَهٗ رواه احمد وَالْبَيْهَقِيُّ فِيْ شُعَبِ الايمان﴾

(مشکوۃ شریف)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بیان کرتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا دنیا اس آدمی کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں۔ دنیا اس آدمی کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں اور اسے جمع وہی کرتا ہے جو عقل سوجھ بوجھ نہیں رکھتا۔

﴿وَعَنِ ابْنِ عَبَّاس رضی اللّٰه عَنهُمَا قَالَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلاتُ وَ عَمَّ يَتَسآءَلُوْنَ وَاِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ رواه الترمذی وَذُكِرَ حَدِيْثُ اَبُوْهُرَيْرَهَ لَايلج النَّارَ فِيْ كِتَابِ الجهاد﴾(مشکوۃ شریف باب البکاء والخوف)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی اللہ کے رسول آپ بہت جلد بوڑھے ہو گئے ہو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا مجھے بوڑھا کر دیا سورہ ھود۔ سورہ الواقعہ۔ سورہ والمرسلات سورہ عم یتساء لون سورہ اِذا لشَّمسُ کُوِّرَت نے۔ چونکہ ان سورتوں میں عذاب اور قیامت کے دن کے واقعات ہیں عذاب دوزخ کا تذکرہ ہے اس لیے تاجدار مدینہ ﷺ کا مزاج اقدس نہایت حساس تھا رات دن ایسے معاملات کا خوف وخطر دل میں رہتا تھا جس بنا پر نبی مکرم ﷺ جلد بوڑھے ہو گئے تھے۔

اب ہم امت کا یہ حال ہے کہ ہم ٹس سے مس نہیں کرتے جو کہ یہ رنگیلی دنیا ہمارے

سامنے ہے رات دن کاروبار میں معروف ہیں۔ رنگ راگ ٹیلی ویژن وی سی آر وغیرہ ہم خرافات میں محو ہیں ٹائم ملے تو پھر ہم قرآن و حدیث میں سوچ و بچار کریں۔ قرآن عظیم نے کیا خوب بیان کیا ہے۔

﴿اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ الخ﴾ (پارہ ۳۰ رکوع ۲۷)

ترجمہ: غافل کیا تم کو زیادہ چاہت مال کی نے یہاں تک کہ ملے تم قبروں کو ہرگز نہیں تم عنقریب جان لو گے پھر ہرگز نہیں تم عنقریب جان لو گے۔

ہم اپنی موت فوت تک اگر اسی مدہوشی میں رہے تو کب ہمیں اپنی اصلاح اپنی قبر۔ اپنی عالم برزخ میدان حشر پلصراط اور قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں پیشگی کی کب تیاری کریں گے۔ لیکن تاجدار مدینہ ﷺ ۶۳ سالہ عمر شریف میں بوڑھے ہو گئے تھے آپ کو فکر تھا۔ ہمیں بیوی بچوں بچیوں کا بہن بھائیوں کا خویش و اقارب کا کاروبار معاش کا دوکان فیکٹری کارخانہ زراعت زمیندارے کا تو فکر ہو سکتا ہے لیکن اگر فکر نہیں تو صرف خدا اور خدا کے رسول ﷺ کی اتباع کا فکر نہیں۔ اللہ تعالیٰ رب العزت ہمیں توفیق بخشیں کہ ہم اللہ اور اللہ کے رسول کی اتباع کریں امین ثم امین۔

﴿عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ اَطَّتِ السَّمَآءُ وَحَقٌّ لَهَا اَنْ تَاطَّ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ مَا فِيْهَا مَوَاضِعُ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِلَّا وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهٗ سَاجِدًا لِلّٰهِ وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَمَا تَلَذَّذْتُمْ بِالنِّسَآءِ عَلَی الْفُرُشَاتِ وَلَخَرَجْتُمْ اِلَی الصُّعُدَاتِ تَجَارُوْنَ اِلَی اللّٰهِ قَالَ اَبُوْذَرٍّ يٰلَيْتَنِیْ كُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ رواه احمد والترمذی و ابن ماجة.﴾ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: حضرت ابی ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا تحقیق میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے اور آواز کرتا ہے آسمان اور اسے لائق ہے کہ آواز کرے اور اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ آسمان میں چار انگلیوں جتنی کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں اللہ تعالیٰ کے فرشتے اپنی پیشانی کو سجدہ کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہ کر رہے ہوں۔ اللہ کی قسم اگر تم جانتے ہوتے جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے اور بچھونوں پر تم عورتوں کے ساتھ لذت نہ حاصل کرتے۔ اور تم فریاد کرتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاتے اور اللہ کی طرف فریاد کرتے۔ حضرت ابوذر نے کہا اے افسوس کہ میں ایک درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا روایت کیا اس کو احمد نے اور ترمذی نے ابن ماجہ نے۔

یعنی مومن آدمی جب دنیا کے مصائب پر غور کرتا ہے تو اس کے نزدیک بہتر معلوم ہوتا ہے کہ کاش کہ میں آدمی ہی نہ ہوتا۔ ایک درخت یا پتھر ہوتا اگر چہ اللہ تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ کی حکمت وہی خوب جانتا ہے اور جو اس نے ہم کو بنایا ہے اس میں کچھ فائدہ ضرور ہے ہم اللہ تعالیٰ کی مرضی اور تقدیر پر راضی ہیں۔ حضور ﷺ نے عجیب انداز سے اپنی امت کو سبق دیا ہے اور مثالاً سمجھایا ہے۔

حضرت سعد بن معاذ کی موت پر اللہ کے عرش کا ہل جانا:

﴿عَنْ جَابِرٍ رضی اللّٰہ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اهْتَزَّ الْعَرْشُ لِمَوْتِ سَعْدِ ابْنِ مَعَاذٍ وَفِي رِوَايَةٍ اهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِمَوْتِ سَعْدِ ابْنِ مُعَاذٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ﴾

(مشکوٰۃ شریف باب جامع المناقب)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا سنا میں نبی ﷺ سے

فرماتے تھے حضرت سعد بن معاذ کی موت پر اللہ تعالیٰ کا عرش ہل گیا تھا اور ایک روایت میں آتا ہے حضرت سعد ابن معاذ کی موت پر رحمٰن کا عرش ہل گیا تھا۔

دوسری حدیث میں آتا ہے:

﴿وَعَنِ الْبَرَآءِ ابْنِ عَازِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اُهْدِيَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُلَّةُ حَرِيْرٍ فَجَعَلَ اَصْحَابُهُ يَمَسُّوْنَهَا وَيَتَعَجَّبُوْنَ مِن لِيْنِهَا فَقَالَ تَعْجَبُوْنَ مِنَ الِيْنِ هٰذِهِ لَمَنَادِيْلُ سَعْدُ بْنِ مُعَاذٍ فِی الْجَنَةِ خَيْرٌ مِّنْهَا وَاَلْيَنُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ﴾ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک جوڑا یعنی سوٹ ریشمی کپڑے کا بھیجا گیا جب صحابہ کرام نے دیکھا تو بار بار اسے ہاتھ لگاتے تھے اور اس کے نرم اور ملین ہونے سے تعجب کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تعجب کرتے ہو تم اس کی نرمی پر۔ فرمایا سعد معاذ رضی اللہ عنہ کا رومال جنت میں اس سے بھی بہتر ہے اور اس سے بھی زیادہ نرم ہے۔

اس حدیث مذکورہ سے ثابت ہوا سعد بن معاذ جنتی ہیں مجمع البحار میں ہے یہ کپڑا جس پر صحابہ کرام کو تعجب ہوا یہ قبا تھی والی دومۃ الجندل کے بھائی کی۔ حضرت خالد بن ولید سیف اللہ نے اسے قتل کیا تھا۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہدیہ لینا جائز ہے اگرچہ وہ کسی مشرک کا ہو آپ نے مشرکین کے ہدیے قبول فرمائے ہیں۔ دوم یہ کہ جنت میں رومال بھی ہوں گے سوم یہ کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جنتی ہیں چہارم یہ کہ جنت کی ادنیٰ چیز بھی دنیا کی اعلیٰ چیز سے افضل ہے بہترین ہے اور کیونکر نہ ہو کہ وہ جنت باقی ہے اور یہ دنیا فانی ہے۔ یہ ہے مقام ومرتبہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا۔

بنو قریضہ کے یہودیوں کے قلعہ کا محاصرہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام نے جب بنو قریضہ کے یہودیوں کے قلعہ کا

محاصرہ کیا اور یہ محاصرہ پچیس ایام تک رہا جب یہودیوں کا ناک میں دم آ گیا اور تنگ حال ہو گئے تو انہوں نے اپنا حکم یعنی فیصل حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بنایا جو قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ بنو قریضہ میں اور اوس قبیلہ میں زمانہ جاہلیت میں اتفاق اور یگانگت تھی۔ ایک دوسرے کے خلیف تھے اس لیے ان یہودیوں کو یہ خیال رہا کہ حضرت سعد ہمارا لحاظ اور پاسداری کریں گے۔ جیسے عبداللہ بن ابی بن سلول نے بنو قینقاع قبیلہ والوں کو چھڑا دیا تھا۔ ادھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی یہ حالت تھی کہ جنگ خندق میں انہیں اکحل کی رگ میں ایک تیر لگا تھا جس سے خون جاری تھا حضور ﷺ نے زخم پر داغ لگوایا تھا اور مسجد کے خیمے میں ہی انہیں رکھا تھا تاکہ پاس ہی پاس عیادت اور بیمار پرسی کر لیا کریں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جو دعائیں کیں ان میں سے ایک دعا یہ بھی تھی کہ اے پروردگار اگر اب بھی کوئی لڑائی باقی ہے جس میں کفار قریش تیرے نبیؐ پر چڑھ دوڑ آئیں تو تو مجھے زندہ رکھ کہ میں اس میں شرکت کر سکوں اور اگر تو نے کوئی ایک لڑائی بھی ایسی باقی نہیں رکھی تو خیر میرا زخم خون بہتا رہے۔ لیکن اے میرے رب جب تک بنو قریضہ قبیلے کی سرکشی کی سزا سے میں اپنی آنکھیں ٹھنڈی نہ کر لوں تو میری موت کو مؤخر کرنا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہوئی:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے ان کی دعا اللہ نے قبول فرمائی۔ قبولیت کی شان دیکھئے کہ آپ یہ دعا کرتے ہیں ادھر یہودان بنو قریضہ آپ کے فیصلہ پر رضا مند ہو جاتے ہیں اظہارِ رضا مندی کر کے قلعہ کو مسلمانوں کے سپرد کر دیتے ہیں۔ جناب رسولِ خدا ﷺ نے آدمی بھیج کر آپ کو مدینہ منورہ سے بلاتے ہیں کہ آپ آ کر ان کے بارہ میں فیصلہ سنا دیں۔ یہ گدھے پر سوار کرا کر لائے گئے اور سارا قبیلہ ان کا اوس لپٹ گیا کہ دیکھئے حضرت خیال رکھئے گا بنو قریضہ آپ کے آدمی ہیں انہوں نے آپ پر بھروسہ کیا ہے وہ آپ کے حلیف ہیں آپ کی قوم کے دکھ سکھ کے ساتھی ہیں۔ آپ ان پر رحم فرمائے گا ان کے ساتھ نرمی سے پیش آیئے گا۔ دیکھئے

اس وقت ان کا کوئی نہیں وہ آپ کے بس میں ہیں وغیرہ لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ محض خاموش تھے۔ کوئی جواب نہیں دیتے تھے۔ ان لوگوں نے مجبور کیا کہ جواب دیں پیچھا ہی نہ چھوڑا۔ آخر وقت آ گیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اس بات کا ثبوت دے کہ اسے خدا کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں۔ یہ سنتے ہی لوگوں کے دل ڈوب گئے اور سمجھ لیا کہ بنو قریضہ کی خیر نہیں۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی سواری خیمے کے قریب پہنچ گئی جس میں جناب رسول خدا ﷺ تھے تو آپؐ نے فرمایا لوگو اپنے سردار کے استقبال کے لیے اٹھو چنانچہ مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کو عزت و اکرام و وقعت و احترام سواری سے اتارا یہ اس لیے تھا کہ اس وقت آپ حکم یعنی فیصل کی حیثیت سے تھے ان کے فیصلے پورے ناطق اور ناقد سمجھے جائیں۔ آپ کے بیٹھتے ہی حضور ﷺ نے فرمایا یہ لوگ آپ کے فیصلے پر رضامند ہو کر قلعے سے نکل آئے ہیں۔ اب آپ ان کے بارے میں جو چاہیں حکم کیجئے۔ آپ نے کہا کیا جو میں ان پر حکم کروں پورا ہو گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں۔ کہا اور اس خیمے والوں پر بھی اس کی تعمیل ضروری ہو گی؟ آپ نے فرمایا یقیناً پوچھا اور اس طرف والوں پر بھی؟ اور اشارہ اس طرف کیا جس طرف خود رسول اکرم ﷺ تھے۔ لیکن آپ کی طرف نہیں دیکھا آپ کی بزرگی و عزت عظمت کی وجہ سے۔ حضور ﷺ نے جواب دیا ہاں اس طرف والوں پر بھی۔ آپ نے یعنی حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب میرا فیصلہ سنئے میں کہتا ہوں بنو قریضہ میں جتنے لوگ لڑنے والے ہیں انہیں قتل کر دیا جائے ان کی اولاد کو قید کر لیا جائے ان کے مال قبضے میں لائے جائیں۔ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا اے سعدؓ تم نے ان کے بارہ میں وہی حکم کیا جو اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا تم نے سچے خدائے تعالیٰ کا جو حکم تھا وہی سنایا ہے پھر حضور ﷺ نے حکم دیا خندقین۔ کھائی کھدوا کر انہیں بندھا ہوا بلوا کر ان کی گردنیں ماری گئیں یہ گنتی میں سات آٹھ سو تھے۔ ان کی عورتیں اور نابالغ بچے اور مال لے لیے گئے۔ (تفسیر ابن کثیر پارہ ۲۱ صفحہ ۹۴ وغیرہ)

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا دوزخ کو یاد کر کے رو پڑنا:

﴿عَنْ عائشة رَضِي اللّٰه عَنهَا اِنَّهَا ذَكَرَتِ النَّارَ فَبكَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يُبْكِيْكِ قَالَتْ ذَكَرْتُ النَّارَ فَبَكَيْتُ فَهَلْ تَذْكُرُوْنَ اَهْلِيْكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَّا فِيْ ثَلٰثَةِ مَوَاطِنَ فَلا يَذْكُرُ اَحَدٌ اَحَدًا عِنْدَ الْمِيْزَانِ حَتّٰى يَعْلَمَ اَيَخِفُّ مِيْزَانُهٗ اَمْ يَثْقُلُ وَعِنْدَ الْكِتَابِ حِيْنَ يُقَالُ هَاؤُمُ اقْرَؤُا كِتَابِيَهْ حَتّٰى يَعْلَمَ اَيْنَ يَقَعُ كِتَابُهٗ فِيْ يَمِيْنِهٖ اَمْ فِيْ شِمَالِهٖ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِهٖ وَعِنْدَ الصِّرَاطِ اِذَا وُضِعَ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ رواه اَبُوْدَاؤد﴾ (مشکوٰۃ شریف باب الحساب)

ترجمہ: حضرت عائشہ سے روایت ہے راضی ہو اللہ ان سے۔ مائی صاحبہ نے جہنم کا ذکر کر کے رونے لگ گئیں رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کس چیز نے تجھے رلا دیا جواباً عرض کی میں جہنم کو یاد کر کے رونے لگ گئی۔ پھر پوچھا اللہ تعالیٰ کے رسول کیا آپ اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن یاد کریں گے تو جواب میں حضورؐ نے فرمایا تین مواقع پر کوئی بھی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔ اعمال کے تول کے وقت کیا اس کے اعمال ہلکے ہیں یا بھاری۔ اور کتاب کے وقت جب کہا جائے گا آؤ پڑھو اپنے نامہ اعمال کو یہاں تک کہ جان لے وہ کہاں پڑا اعمال نامہ اس کا اس کے داہنے ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں یا اس کے پیٹھ کے پیچھے کر کے۔ اور نزدیک پلصراط کے جس وقت رکھا جائے گا دوزخ کی پیٹھ پر روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ یہ مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

مفہوم مائی صاحبہ صدیقہ کائنات جہنم کے عذاب کا تذکرہ کر کے رونے لگ گئیں خوف و خطر کی وجہ سے۔ جس طرح ایک مومن جنت کی ناز و نعمتوں کا سن کر خوش ہوتا ہے حور و قصور شیر و شربت پھلوں فروٹوں کا مہیا ہونا اسی طرح ایک مومن آدمی جہنم اور اس کے

عذابات آگ اور اس کے شعلے دیگر طرح طرح کے عذابات کا سن کر ڈرتا بھی ہے اس لیے ہر مسلمان کی زندگی خوف ورجا کر درمیان ہے جہاں وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا خیال کرتا ہے وہاں وہ اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے بھی ڈرتا ہے۔ لہٰذا حدیث مذکورہ میں تینوں مواقع بڑے خطرناک ہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت فرمائے آمین۔

قیامت کے دن لوگوں کا ننگے پاؤں ننگے بدن بے ختنہ اٹھائے جانا:

﴿وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلاً قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرِّجَالُ النِّسَآءُ جَمِيْعًا يَنْظُرُ بَعْضُهُمْ اِلٰىٰ بَعْضٍ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اَلْاَمْرُ اَشَدُّ مِنْ اَنْ يَنْظُرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ﴾ (مشکوٰۃ شریف باب الحشر)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا آپ نے فرمایا قیامت کے دن لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن بے ختنہ اٹھائے جائیں گے جمع کیے جائیں گے صدیقہ کائنات نے عرض کی مرد عورتیں ایک دوسرے کی طرف دیکھیں گے آپ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ وہ دن بہت سخت ہوگا کہ بعض ان کا بعض کی طرف دیکھے بخاری اور مسلم میں یہ حدیث ہے۔

مفہوم اس دن کا کام بہت سخت ہوگا یعنی سب لوگ اپنی اپنی مصیبت میں گرفتار ہوں گے لوگوں کے حواس باختہ ہوں گے کہ کوئی کسی کو دیکھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ آذر کو بحالت سیاہی اور غبار آلود دیکھنا

﴿وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَة رضی اللّٰه عنه عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ يَلْقٰى اِبْرَاهِيْمُ اَبَاهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَعَلٰى وَجْهِ اٰذَرَ قَتَرَةٌ وَّغَبَرَةٌ فَيَقُوْلُ لَهٗ اِبْرَاهِيْمُ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ لَا تَعْصِنِيْ فَيَقُوْلُ لَهٗ اَبُوْهُ فَالْيَوْمَ لَا اَعْصِيْكَ فَيَقُوْلُ اِبْرَاهِيْمُ يَا رَبِّ اِنَّكَ وَعَدْتَّنِيْ اَنْ لَّا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ فَاَيُّ خِزْيٍ اَخْزٰى مِنْ اَبِي الْاَبْعَدِ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنِّيْ حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ يُقَالُ لِاِبْرَاهِيْمَ اُنْظُرْ مَاتَحْتَ رِجْلَيْكَ فَيَنْظُرُ فَاِذَا هُوَ بِذِيْخٍ مُّتَلَطِّخٍ فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهٖ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: حضرت ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کو ملیں گے یعنی آزر کو قیامت کے دن اور آذر کے چہرہ پر سیاہی اور غبار ہوگا حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کو کہیں گے کیا میں نے آپ کو نہیں کہا تھا کہ آپ میری نافرمانی نہ کریں باپ جواب دے گا بیٹا آج کے دن میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا پھر کہے گا ابراہیم علیہ السلام اے میرے رب تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں تجھے رسوا نہیں کروں گا جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے اور اس سے زیادہ رسوائی میری اور کیا ہوگی کہ میرا باپ بہت دور ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پھر فرمائے گا اللہ تعالیٰ میں نے حرام کیا بہشت کو کافروں پر۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کہا جائے گا اپنے دونوں پاؤں ٹانگوں کے نیچے دیکھو پھر وہ دیکھیں گے پھر لتھڑا ہوا ہوگا مٹی گوبر کے کیچڑ میں پھر اس کے پاؤں کو پکڑ کر دوزخ کی آگ میں ڈالا جائے گا۔

مفہوم آزر کے چہرہ پر غم اور فکر کی وجہ سے سیاہی غبار ہوگا آذر جو کہے گا کہ میں تیری نافرمانی نہیں کروں گا آپ میری شفاعت کریں اللہ تعالیٰ جو فرمائیں گے کہ جنت کافروں پر حرام کر دی گئی ہے یعنی یہ ممکن ہی نہیں دوزخ سے نکلے اور جنت میں جائے اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ بغیر ایمان کے ناتا اور رشتہ کچھ کام نہیں آئے گا۔

سبحان اللہ جس باپ کا بیٹا حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ جیسا ہو وہ باپ آذر دوزخ میں جائے اور جس بیٹے کنعان کافر کا باپ حضرت نوح علیہ السلام ہو اور اولی العزم نبی ہو اور جس کو آدم ثانی کہا جاتا ہو اس کی آنکھوں کے سامنے طوفان کی لپیٹ میں آ کر بیٹا کافر مشرک غرق ہو رہا ہو باپ محبت پدری میں آ کر اپنے اللہ سے بیٹے کے بچاؤ کا سوال بھی کرے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈانٹ آ جائے کہ آپ کا بیٹا کافر نافرمان ہے آئندہ آپ سوال نہ کریں ایسا نہ ہو کہ آپ جاہلوں سے ہو جائیں۔ حضرت لوط علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کی بیویاں کافرنا فرمان ہونے کی وجہ ہلاک ہو گئیں اللہ تعالیٰ کے اولی العظیم نبی ان کو بچا نہ سکے۔ چونکہ رشتہ اسلامی توحید وشریعت والا نہ تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مکالمہ اپنے باپ کے بارہ میں:

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقع میں اللہ رب العلمین ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرَاهِيْم. اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْن. قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِيْنِ. قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ. اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ. قَالُوْ بَلْ وَجَدْنَا اٰبَائَنَا كَذَالِكَ يَفْعَلُوْنَ قَالَ اَفَرَءَ يْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْن. اَنْتُمْ وَاٰبَائُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ. فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْ اِلَّا رَبُّ الْعٰلَمِيْنُ. اَلَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ. وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ. وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنَ. وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ. وَالَّذِيْ اَطْمَعُ اَنْ يَغْفِرَلِيْ خَطِيْئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ. رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ. وَاجْعَلْ لِيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ. وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ. وَاغْفِرْ لِاَبِيْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّالِّيْنَ. وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ. يَوْمَ لَايَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ. اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ. وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ. وَبُرِّزَتِ

الْجَحِيمُ لِلْغٰوِيْنَ. ﴾ (پارہ۱۹رکوع۹)

ترجمہ: اے میرے نبی ﷺ آپ ان لوگوں کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کیجئے۔ جب کہ کہا انہوں نے اپنے باپ اور قوم اپنی کو کہا کہ تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو۔ انہوں نے جواباً کہا کہ ہم بتوں کی عبادت کرتے اور ہم ان ہی پر جمے بیٹھے رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا یہ سنتے ہیں جس وقت کہ تم پکارتے ہو۔ یا تمہیں فائدہ دیتے ہیں یا تکلیف دیتے ہیں۔ وہ کہنے لگے بلکہ پایا ہم اپنے باپ دادوں کو وہ اسی طرح کرتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کیا دیکھا تم نے جن کی تم عبادت کرتے ہو تم اور تمہارے باپ دادے تمہارے پہلے۔ پس وہ دشمن ہیں میرے مگر پروردگار جہانوں کا۔ جس نے پیدا کیا ہم کو پھر وہی راہ دکھاتا ہے مجھ کو۔ وہ ذات پاک جو کھلاتا ہے مجھ کو پلاتا ہے اور جب میں بیمار پڑ جاتا ہوں پس وہی شفا دیتا ہے مجھ کو۔ وہ جو مار ڈالے گا مجھ کو پھر زندہ کرے گا مجھ کو اور وہ ذات کہ امید رکھتا ہوں میں میری خطا قیامت کے دن بخش دے گا۔ اے رب میرے مجھ کو حکمت عطا فرما اور مجھ کو نیک لوگوں کے ساتھ شامل فرما۔ اور میرا ذکر آئندہ آنے والے لوگوں میں جاری رکھ اور مجھ کو جنت النعیم کے وارثوں سے کر اور میرے باپ کو مغفرت فرما کہ وہ گمراہ لوگوں سے ہے۔ اور نہ رسوا کرنا مجھ کو جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔ جس دن نہ نفع دے مال اور نہ بیٹے۔ مگر جو کوئی لاوے اللہ تعالیٰ کے پاس دل سلامت اور نزدیک کی جائے گی جنت پرہیزگاروں کے لیے۔

پیچھے جو حدیث گزری ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارہ میں اور ان کے باپ آذر کے بارہ میں ان کی مزید تفسیر کے لیے قرآن عظیم سے حضرت ابراہیم اور ان کے باپ اور ان کی قوم کا مکالمہ بھی عرض کر دیا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا مکالمہ بیٹے کے بارہ میں:

﴿وَنَادٰی نُوْحُ الرَّبَّہٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَکَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْنَ. قَالَ یَا نُوْحُ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ اِنِّیْ اَعِظُکَ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِیْنَ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَسْئَلَکَ مَا لَیْسَ لِیْ بِہٖ عِلْمٌ وَاِنْ لَّا تَغْفِرْلِیْ وَتَرْحَمْنِیْ اَکُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ.﴾

(پارہ۱۲ارکوع۴)

ترجمہ: حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو آواز دی عرض کی اے میرے رب میرا بیٹا میری اہل سے ہے اور تحقیق تیرا وعدہ بھی سچا ہے اور سب حکم کرنے والوں سے تو بہتر حکم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوح علیہ السلام بے شک وہ تیری اہل سے نہیں اس لیے کہ اس کے اعمال نیک نہیں۔ مت سوال کریں آپ ایسی چیز کا جس کا آپ کو علم نہیں بے شک میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ جاہلوں سے نہ ہو جائے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب تحقیق میں پناہ پکڑتا ہوں ساتھ تیرے ایسی بات سے جس کا مجھے علم نہیں ہے اگر نہ بخشے تو مجھ کو اور نہ رحم کرے مجھ پر ہو جاؤں گا میں خسارہ پانے والوں سے۔

اسی پارہ اوران آیات سے پہلی آیات میں بھی اسی طرح کا تفصیلی واقعہ موجود ہے۔ ارشاد گرامی ہے

﴿وَقَالَ ارْکَبُوْا فِیْهَا بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ الرَّحِیْمٌ وَهِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ کَالْجِبَالِ وَنَادٰی نُوْحُ ن ابْنَہٗ وَکَانَ فِیْ مَعْزِلٍ یٰبُنَیَّ ارْکَبْ مَّعَنَا وَلَا تَکُنْ مَّعَ الْکٰفِرِیْنَ. قَالَ سَاٰوِیْ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَکَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ. وَقِیْلَ

یٰاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآئَکِ وَیٰسَمَآءُ اَقْلِعِیْ وَغِیْضَ الْمَآءُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ وَقِیْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾

(پارہ۱۲رکوع۴)

ترجمہ: حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اس کشتی میں سوار ہو جاؤ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللہ کے نام کے ساتھ ہے تحقیق میرا رب بخشش کرنے والا مہربان ہے اور وہ کشتی چلتی تھی ان کو لے کر پہاڑ جیسی موجوں میں اور آواز دی حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اور تھا وہ بیچ کنارے کے اے بیٹے سوار ہو جا ہمارے ساتھ اور نہ ہو ساتھ کافروں کے بیٹے نے کہا میں عنقریب پہاڑ کی طرف چڑھ جاؤں گا جو مجھے طوفان سے بچا لے گا حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا بیٹا اللہ تعالیٰ کے حکم سے کوئی بھی بچا نہیں سکتا مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ اور حائل ہو گئی درمیان ان دونوں کے ایک موج پس تھا غرق ہونے والوں سے۔ اور کہا گیا اے زمین نگل جا اپنے پانی کو اے آسمان تھم جا اور خشک کیا گیا پانی اور تمام کیا گیا کام اور لگی وہ کشتی جودی پہاڑ پر اور کہا گیا لعنت ہو ظالموں کی قوم کے لیے۔

اسی طرح اللہ رب العزت نے نوح علیہ اور اس کی بیوی کا تذکرہ کیا ہے۔

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا وَّقِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ.﴾ (پارہ۲۸رکوع۲۰)

ترجمہ: بیان کی اللہ تعالیٰ مثال ان لوگوں کے لیے جو کافر ہوئے نوح علیہ السلام کی بیوی کی اور لوط علیہ السلام کی بیوی کی یہ دونوں میرے بندوں کے نکاح میں تھیں ان دونوں نے اپنے شوہروں کی خیانت کی پس نہیں کفائت کی ان دونوں نے اپنی عورتوں کو اور اللہ کی طرف سے حکم ہوا

داخل ہو تم آگ میں ساتھ داخل ہونے والوں کے

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ.﴾ (پارہ ۲۸ رکوع ۲۰)

ترجمہ: اور بیان کی اللہ تعالیٰ نے مثال فرعون کی بیوی کی ایمانداروں کے لیے جب کہ کہا اس نے اے میرے رب بنا میرے لیے اپنے نزدیک گھر جنت میں اور نجات دے مجھ کو فرعون اور اس کے عمل سے اور نجات دے مجھ کو ظالموں کی قوم سے۔

مفہوم: حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے باپ کا تذکرہ۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی بیوی اور بیٹے کا تذکرہ۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی بیوی کا تذکرہ۔ فرعون اور ان کی بیوی حضرت مائی آسیہ کا تذکرہ۔ ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ کے تحت آپ کا اپنے ہاشمی خاندان کو دعوت دینا۔ اور اپنے چچا حضرت عباسؓ کو اپنی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ سب واقعات ان دلائل وثبوت میں عرض کیے ہیں کہ جب تک آدمی مسلمان کے اپنے اعمال ٹھیک نہیں ہیں تو اس کو اس کے اقارب بزرگ صحابہ یا انبیاء اس کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتے۔ اگر فائدہ دے سکتے ہوتے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ کبھی جہنم رسید نہ ہوتا حضرت نوح علیہ السلام کا نافرمان بیٹا اور بیوی جہنم کو نہ جاتے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی جہنم سے بچ جاتی۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا شوہر فرعون آگ دوزخ سے بچ جاتا۔ لیکن یہ معاملہ عمل کا ہے جسے نصیب ہو گیا وہ بفضل خدا کامیاب ہو گیا۔ میدان حشر کی ہولناکیوں کا یہ عالم ہو گا جب کہ نفسو نفسی ہو گی ہر آدمی خطرات اور پریشانیوں میں گیرا ہوا ہو گا ہر طرف انبیاء علیہم السلام اور نیک لوگوں میں بھی نفسی نفسی کی صدائیں بلند ہوں گی اور ایسے موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی دربارِ خداوندی میں عرض کناں ہوں گے۔ ﴿اِلٰهِيْ نَفْسِيْ لَا اَسْئَلُكَ اِلَّا نَفْسِيْ﴾ ترجمہ: یا اللہ

میں تجھ سے اپنی جان کی سلامتی کا سوال کرتا ہوں۔ میں اپنے نفس جان کے سوا کسی کے متعلق سوال نہیں کرتا۔

﴿وَعَنْ اَنَسٍ رضی اللّٰه عنه عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یُجَآءُ بِابْنِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ کَاَنَّهٗ بَذَجٌ فَیُوْقَفُ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ فَیَقُوْلُ لَهٗ اَعْطَیْتُکَ وَخَوَّلْتُکَ وَاَنْعَمْتُ عَلَیْکَ فَمَا صَنَعْتَ فَیَقُوْلُ رَبِّ جَمَعْتُهٗ وَثَمَّرْتُهٗ وَتَرَکْتُهٗ اَکْثَرَ مَا کَانَ فَارْجِعْنِیْ اٰتِکَ بِهٖ کُلِّهٖ فَیَقُوْلُ لَهٗ اَرِنِیْ مَاقَدَّمْتَ فَیَقُوْلُ رَبِّ جَمَعْتُهٗ وَثَمَّرْتُهٗ وَتَرَکْتُهٗ اَکْثَرَ مَا کَانَ فَارْجِعْنِیْ اٰتِکَ بِهٖ کُلِّهٖ فَاِذَا عَبْدٌ لَمْ یُقَدِّمْ خَیْرًا فَیُمْضٰی بِهٖ اِلَی النَّارِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَ ضَعَّفَهٗ﴾ (مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا آدم کا بیٹا قیامت کے دن اس حالت میں لایا جائے گا گویا کہ بکری کا بچہ ہے پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے تجھے مال دیا اور تجھ پر احسان کیا اور تجھ پر انعام کیا۔ تو نے دنیا میں کیا کیا وہ جواب میں عرض کرے گا میں نے مال جمع کیا اور بڑھایا دنیا میں بکثرت چھوڑ آیا۔ لہٰذا یا اللہ ایک مرتبہ دنیا میں مجھے دوبارہ بھیج میں سارا کا سارا لے کر تیرے پاس آؤں گا۔ پھر اللہ رب العزت دوبارہ ارشاد فرمائیں گے اے آدم کے بیٹے دکھا تو مجھ کو کیا آگے بھیجا تو نے کہے گا اے میرے رب میں نے جمع کیا اس کو اور بڑھایا میں نے اس کو اور دنیا میں بکثرت چھوڑ کر آیا لہٰذا میں خرچ کروں گا۔ جب کوئی بندہ نہیں آگے بھیجتا کوئی بھلائی کوئی نیکی وہ جہنم کی آگ کی طرف لے جایا جائے گا روایت کیا اس حدیث کو ترمذی شریف نے۔

مفہوم: حدیث میں جو ہے گویا بکری کا بچہ ہے یعنی نہایت حقیر و ذلیل ہوگا۔ دنیا میں تجھے زندگانی دی جو اس صحت عافیت اور اس کے مانند کئی نعمتیں دیں۔ اور احسان کیا تجھ

پر یعنی تجھ کو غلام لونڈی نوکر چاکر حشمت مال و جاہ اور اس طرح کی نعمتیں عطا کیں۔ انعام کیے یعنی تیری ہدایت کے لیے رسول بھیجے کتابیں دے کر پھر تو نے کیا کام کیا۔ جو مال دنیا میں رکھ آیا چھوڑ آیا اب وہ فائدہ نہیں دیتا اب دوبارہ دنیا میں بھیجنا ممکن ہی نہیں۔ اب وہ کام مفید ہے جو تو نے آخرت کے لیے کیا ہے۔ امام طیبی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں ایسے آدمی کی مثال اس غلام کی ہے جس کو مالک نے تجارت کے لیے مال دیا اس نے اپنے مالک کی فرمانبرداری نہ کی اور مال ضائع کر دیا۔ ایسے نوکر غلام نے مالک کی مرضی کے خلاف خرچ کر کے غیر محل میں خرچ کر کے اور تجارت میں صرف کیا جس کا مالک مال نے نہیں کہا تھا ایسا بندہ ٹوٹے اور خسارہ میں رہا) ایک شاعر اسلام نے اسی نقطہ کے حل کے لیے کیا خوب کہا ہے

الف آیا ساں لال وہا جڑیں نوں وڑنج کولیاں دے اتھے کر بیٹھوں
تینوں حکم کستوری خریدنے دا ڈھیر ہنگ جوائن دے لا بیٹھوں
کی دیں جواب اس شاہ تائیں جھدی رقم نوں خاک رلا بیٹھوں
رحیم بخش سوداگری کرن آیوں ایتھے آ کے توں پیر پسار بیٹھوں

﴿وَعَنْ اَبِیْ هريرة رضى الله عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِنَّ اَوَّلَ مَايُسْاَلُ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ النَّعِيْمِ اَنْ يُّقَالُ لَهٗ اَلَمْ نَصِحَّ جِسْمَكَ وَنُرَوِّكَ مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ﴾ (مشکوۃ شریف)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے پہلے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندے سے سوال کرے گا نعمت کے بارہ میں فرمائے گا کیا میں نے تم کو جسمانی صحت نہیں دی تھی۔ ہم نے تمہارے جسم کو ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا۔

﴿وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُسْئَلَ عَنْ

خَمْسٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ وَعَنْ شِبَابِهٖ فِيْمَآ اَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اِكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَا اَنْفَقَهٗ وَمَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ رواه الترمذی وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ﴾ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام سے بیان کرتے ہیں کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا نہیں ہلنے پائیں گے پاؤں آدمی کے قیامت کے دن جب کہ وہ سوال کیا جائے گا پانچ چیزوں کے متعلق عمر کے متعلق پوچھا جائے گا کہ اسے کہاں صرف کیا۔ جوانی کی بابت پوچھا جائے گا کہ اسے کہاں پرانا کیا۔ مال کے بارہ میں پوچھا جائے گا کہاں سے کمایا اور کس چیز میں صرف کیا اور کیا کام کیا اس چیز میں جس کو جانا۔ روایت کیا اس حدیث کو ترمذی شریف نے۔

مفہوم: ان دونوں حدیثوں میں پہلی حدیث میں دو چیزوں کا سوال ہوگا دوسری میں اس وقت قدم حرکت کرنے نہیں پائیں جب تک پانچ اشیاء کے متعلق نہ پوچھا جائے۔ موجودہ دور میں مسلمانوں نے ان امور مذکورہ میں اس قدر بے قائدگی اختیار کر رکھی ہے گویا موت یا قیامت ہی نہیں آئے گی گویا ان کو خبر ہی نہیں۔ خصوصاً مال حاصل کرنے اور بدعملی میں حلال وحرام کی کچھ تمیز ہی نہیں جس طرح مال پائے ہیں سمیٹتے ہیں۔ موجودہ دور میں عوام الناس اور نام کے بعض مولوی صاحبان حفاظ اور قرائے کرام جو حرکتیں کرتے ہیں وہ جاہلوں سے بدتر ہیں یہاں تک جہلا بھی ان کے ایسے افعال کو دیکھ کر ہنستے ہیں۔

واعظان کیں جلوہ برمحراب و مبر مے کنند
چوں بخلوتِ مے روند آن کارِ دیگر مے کنند

دولت کے متعلق یحیٰی بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ ایک اللہ ولی گزر چکے ہیں انہوں نے عجیب نصیحت کی ہے فرماتے ہیں دولت روپے پیسے ایک بچھو ہیں جن کو انکا منتر نہ آتا ہو وہ اس کو نہ لے کیوں کہ وہ کاٹ لیں گے تو ان کو اس کا زہر چڑھ کر ہلاک ہو جائیں گے

کسی نے پوچھا منتر کیا ہے جواب دیا حلال طریقہ سے مال حاصل کرنا اور حق پر صرف کرنا یہ منتر اور دم ہے۔

﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللّٰہ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يُدْنِي الْمُؤْمِنَ فَيَضَعُ عَلَيْهِ كَنَفَهُ يَسْتُرُهُ فَيَقُوْلُ اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذَا اَتَعْرِفُ ذَنْبَ كَذا فَيَقُوْلُ نَعَمْ اَیْ رَبِّ حَتّٰى قَرَّرَهُ بِذُنُوْبِهِ وَرَاٰى فِيْ نَفْسِهِ اَنَّهُ قَدْ هَلَكَ قَالَ سَتَرْتُهَا عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَاَنَا اَغْفِرُلَهَا لَكَ الْيَوْمَ فَيُعْطٰى كِتَابَ حَسَنَاتِهِ وَاَمَّا الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقُوْنَ فَيُنَادٰى بِهِمْ عَلٰى رُؤُسِ الْخَلَائِقِ هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ﴾

(متفق علیہ۔ مشکوۃ شریف باب الحساب)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ قریب کرے گا مومن کو پھر اس پر اپنا کنارہ رکھ دے گا اور اسے ڈھانکے گا پھر فرمائے گا اے میرے بندے تو فلاں فلان گناہ تو پہچانتا ہے دوبارہ پوچھے گا فلاں گناہ کو پہچانتا ہے بندہ کہے اے میرے رب ہاں یہاں تک کہ اپنے گناہوں کا اقرار کرے گا۔ پھر اپنے دل میں یہ خیال کرے گا کہ میں ہلاک ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تیرے گناہوں پر دنیا میں پردہ رکھا تھا۔ اب میں نے تیرے وہ گناہ آج معاف کر دیئے۔ پھر وہ اپنا نامہ اعمال نیکیوں کا دیا جائے گا۔ کفار اور منافقین کو تمام مخلوق کے سامنے آواز دیا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے جھوٹ باندھا تھا اپنے رب پر خبردار لعنت ہو کافروں پر۔

مفہوم: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کنف بھی یعنی کنارہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی اور صفتیں ہیں اور اس پر بلا کیفیت ایمان لانا چاہئے۔ اور اس

حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ متکلم ہے اور اس کی کلام میں حروف واصوات ہیں اور مخاطب اس کے پاک کلام کو بلا تکلف سمجھ سکتا ہے اور بغیر حروف واصوات کے یعنی آواز کے ممکن ہی نہیں کہ آدمی کو سمجھ آ سکے۔

صحابہ کرام کا جہاد کے موقع پر بعض دفعہ کھانا نہ ہونے پر کیکر کے پتے اور پھلیاں استعمال کرنا:

﴿عَنْ قَيْسِ ابْنِ اَبِيْ حَازِمٍ رضی اللّٰه عنه قَالَ سَمِعْتُ سَعْدِ ابْنِ اَبِيْ وَقَّاصٍ رضی اللّٰه عنه يَقُوْلُ اِنِّيْ لَاَوَّلُ رَجُلٌ مِنَ الْعَرَبِ رَمٰى بِسَهْمٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَرَاَيْتُنَا نُغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا لَنَا طَعَامٌ اِلَّا الْحُبْلَةَ وَوَرَقُ السَّمُرِ وَاِنْ كَانَ اَحَدُنَا لَيَضَعُ لَمَا تَضَعُ الشَّاةُ مَالَهٗ خِلْطٌ ثُمَّ اَصْبَحَتْ بَنُوا اَسَدٍ تُعَزِّرُنِيْ عَلَى الْاِسْلَامِ لَقَدْ خِبْتُ اِذًا وَّضَلَّ عَمَلِيْ وَكَانُوْا وَشَكُوْ بِهٖ اِلٰى عُمَرَ وَقَالُوْا لَايُحْسِنُ يُصَلِّيْ متفق عليه﴾

(مشکوۃ شریف باب مناقب العشرہ)

ترجمہ: حضرت قیس بن ابی خازم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں سنا میں نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں۔ تحقیق میں پہلا آدمی ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں تیر پھینکا ہے۔ اور دیکھا میں نے اپنے آپ کو ہم جہاد کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کے ساتھ ہو کر۔ ایسے موقع پر جب کہ ہمارے پاس کھانے کے لئے کچھ نہ ہوتا تو کیکر کے پتے اور پھلیاں کھاتے تھے۔ جب ہم قضائے حاجت کرتے تو بکریوں کی مینگنیوں کی طرح ہمارا پخانہ ہوتا اور اس میں کوئی امیزش نہ ہوتی پھر ہوئے بنو اسد ڈانٹا انہوں نے مجھ کو اسلام پر۔ البتہ ناامید ہوا میں اس وقت اور گم ہوا عمل میرا۔ اور بنو اسد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت سعدؓ کی شکائت کی اور کہا یہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھتے۔

مفہوم: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا عامل بنایا تھا تو وہاں کے لوگوں نے ان کی شکائت کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اکثر امور کی شکائت کی حتیٰ کہ نماز کی بھی شکائت کی۔ لیکن اس معاملہ میں اہل کوفہ نے جھوٹ بولا۔

اللہ نے اپنے نبیؐ کے ذکر خیر کو بلند کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس خدا کے نام جو بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ. وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ. الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَکَ. وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ. فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا. اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا. فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ. وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ.﴾

ترجمہ:۔ کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا؟ اور تجھ پر سے تیرا بوجھ ہم نے اتار دیا۔ جس نے تیری پیٹھ توڑ دی تھی اور ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا سو البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے یقیناً دشواری کے ساتھ سہولت ہے پس جب تو فارغ ہو تو عبادت میں محنت کر اور اپنے پروردگار کی طرف دل لگا۔

یعنی ہم نے تیرے سینے کو منور کر دیا چوڑا کشادہ اور رحمت والا کر دیا اور جگہ ہے ﴿فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ﴾ یعنی جسے خدا ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے جس طرح آپؐ کا سینہ کشادہ کر دیا گیا تھا اسی طرح آپ کی شریعت بھی کشادگی والی اور آسانی والی بنا دی۔ جس میں نہ تو کوئی حرج ہے نہ تنگی نہ ترشی نہ تکلیف نہ سختی اور یہ بھی کہا گیا کہ اس سے مراد معراج والی رات سینے کا شق کیا جانا ہے جیسا کہ مالک بن صعصعہ کی روایت میں پہلے گذر چکا ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو پہلے وارد کیا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ دونوں واقعے مراد ہو سکتے ہیں یعنی معراج کی رات سینے کا شق کیا جانا اور سینہ کو راہ خدا کا گنجینہ بنا دینا واللہ اعلم۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بڑی دلیری سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ باتیں پوچھ لیا کرتے تھے جسے دوسرے نہ پوچھ سکتے تھے۔ ایک مرتبہ سوال کیا کہ یارسول اللہ آپؐ نے امرِ نبوت میں سب سے پہلے کیا دیکھا؟ آپ سنبھل کر بیٹھے اور فرمانے لگے کہ اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں دس سال کچھ ماہ کا تھا کہ میں جنگل میں کھڑا تھا کہ میں نے آسمان کی طرف سے کوئی آواز سنی کہ ایک شخص دوسرے شخص سے کہہ رہا ہے کہ کیا یہ وہی ہیں؟ اب دو شخص میرے سامنے آئے ان کے چہرے اتنے منور تھے کہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھے اور ایسی خوشبو آرہی تھی کہ میرے دماغ نے ایسی خوشبو کبھی محسوس نہیں کی اور انہوں نے ایسے کپڑے پہنے ہوئے تھے کہ میں نے ایسے کپڑے کبھی کسی کے نہیں دیکھے۔ اور انہوں نے آکر میرے دونوں بازو تھام لئے پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ انہیں لٹا دو۔ پھر ایک نے کہا کہ ان کا سینہ شق کردو۔ چنانچہ میرا سینہ چیر دیا گیا لیکن نہ تو مجھے اس میں کچھ دکھ ہوا نہ میں نے خون کو دیکھا چنانچہ انہوں نے ایک خون بستہ جیسی کوئی چیز نکالی اور اس میں سے غل و غش حسد و بغض جیسی چیز نکالی اور اسے پھینک دیا۔ اور اس نے کہا کہ اس میں رافت و رحمت رحم و کرم بھر دو پھر ایک چاندی جیسی چیز جتنی نکالی تھی اتنی بھر دی۔ پھر میرے دائیں پاؤں کا انگوٹھا ہلا کر کہا جایئے اور سلامتی سے زندگی گزاریئے آپ میں جو چلا تو دیکھا کہ ہر چھوٹے پر میرے دل میں رافت طاری ہے اور ہر بڑے پر رحمت ہے (مسند احمد) پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تیرے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے اور ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یعنی جہاں میرا ذکر کیا جائے گا وہاں تیرا ذکر کیا جائے گا۔ جیسے ﴿اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کا ذکر بلند کر دیا۔ کوئی خطیب، کوئی واعظ ایسا نہیں جو اللہ کی وحدانیت کا اور آپؐ کی رسالت کا کلمہ نہ پڑھتا ہو۔ ابن جریر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرائیل آئے کہ میرا آپؐ کا رب فرماتا ہے کہ میں آپؐ کا ذکر

کس طرح بلند کروں۔ آپؐ نے فرمایا کہ خدا ہی کو پورا علم ہے فرمایا کہ میں یعنی اللہ ذکر کیا جاؤں تو آپ کا بھی ذکر کیا جائے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے ایک سوال کیا لیکن نہ کرتا تو اچھا ہوتا میں نے کہا کہ خدایا مجھ سے پہلے نبیوں میں سے کسی کے لئے تو نے ہوا کو تابعدار بنا دیا کسی کے ہاتھوں مردوں کو زندہ کر دیا تو خدا تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تجھے میں نے یتیم پاکر جگہ نہیں دی؟ میں نے کہا بے شک۔ پھر فرمایا کہ کیا راہ گم کردہ پاکر میں نے تجھے ہدایت نہیں کی؟ میں نے کہا بے شک' فرمایا کیا فقیر پاکر غنی نہیں بنا دیا؟ میں نے کہا بے شک۔ فرمایا کیا میں نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا؟ میں نے کہا بے شک کیا ہے۔ ابونعیم دلائل نبوت میں لائے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب میں اس چیز سے فارغ ہوا کہ جس کا حکم میرے رب عزوجل نے کیا تھا آسمان اور زمین کے کام سے تو میں نہ کہا خدایا مجھ سے پہلے جتنے انبیآء ہوئے ان سب کو تو نے تکریم کی ابراہیمؑ کو تو نے خلیل اللہ بنایا موسیٰؑ کو کلیم بنایا داؤدؑ کے لئے پہاڑوں کو مسخر کیا۔ سلیمانؑ کے لیے ہواؤں کو تابعدار کیا اور شیاطین کو بھی۔ عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر مردے زندہ کرائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا میں نے تجھے ان سب سے افضل چیز نہیں دی؟ کہ میرے ذکر کے ساتھ ہی تیرا ذکر کیا جاتا ہے اور میں نے تیری امت کے سینوں کو ایسا کر دیا کہ وہ قرآن کو ظاہراً پڑھتے ہیں۔ یہ میں نے کسی پہلی امت کو اعزاز نہیں دیا۔ اور میں نے تجھے عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ دیا جو ﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ﴾ ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اس سے مراد اذان ہے یعنی اذان میں آپ کا ذکر جس طرح حضرت حسان کے شعروں میں ہے۔

اَعَزَّ عَلَيْهِ لِلنُّبُوَّةِ خَاتَمٌ"
مِنَّ اللّٰهِ مِنْ نُوْرٍ يَّلُوْحُ وَيَشْهَدُ
وَضَمَّ الْاِلٰهُ اِسْمُ النَّبِيِّ اِلَى اِسْمِهٖ"

اِذَا قَالَ فِی الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ اَشْهَدُ
وَشَقَّ لَهٗ مِنْ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ"
فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُودٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ"

یعنی اللہ نے مہر نبوت کو اپنے پاس کا ایک نور بنا کر چمکا دی۔ جو آپ کی رسالت کی گواہ ہے۔ اپنے نام کے ساتھ اپنے نبی کا نام ملا دیا جب کہ پانچوں وقت جب موذن اَشْهَدُ الخ کہتا ہے۔ تو آپ کی عزت وجلال کے اظہار کے لئے اپنے نام سے آپؐ کا نام نکالا۔ دیکھو وہ عرش والا محمود ہے اور آپ محمد ہیں (محمد ﷺ) اور لوگ کہتے ہیں کہ اگلوں پچھلوں میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کا ذکر بلند کیا اور تمام انبیاء علیہ السلام روز میثاق میں یہ عہد لیا گیا کہ وہ آپؐ پر ایمان لائیں اور اپنی امتوں کو بھی آپؐ پر ایمان لانے کا حکم دیں۔ پھر آپ کی امت میں آپؐ کے ذکر کو مشہور کیا کہ اللہ کے ذکر کے ساتھ آپؐ کا ذکر کیا جائے۔

اور امام صرصری رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی اچھی بات بیان فرمائی ہے فرماتے ہیں کہ فرضوں کی اذان صحیح نہیں ہوتی مگر آپؐ کے پیارے اور میٹھے نام کی وجہ سے جو پسندیدہ اور اچھے منہ سے ادا ہو پھر فرماتے ہیں۔ کہ تم نہیں دیکھتے کہ ہماری اذان اور ہمارا فرض صحیح نہیں ہوتا جب تک آپؐ کا ذکر بار بار اس میں نہ کیا جائے پھر اللہ تبارک و تعالیٰ بار بار تاکید اور تکرار کے ساتھ دو دو دفعہ فرماتا ہے کہ سختی کے ساتھ آسانی اور دشواری کے ساتھ سہولت ہے۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ لوگ کہتے ہیں کہ ایک سختی دو آسانیوں پر غالب نہیں آ سکتی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک دن شاداں و فرماں آئے اور فرمانے لگے کہ ہرگز ایک دشواری دو آسانیوں پر غالب نہیں آ سکتی۔ پھر اس آیت کی آپؐ نے تلاوت کی یہ حدیث مرسل ہے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کو خوشخبری سنائی کہ دو آسانیوں پر ایک سختی غالب نہیں آ سکتی مطلب یہ ہے کہ عسرہ کے لفظ کو تو دونوں جگہ

معرفہ لائے ہیں تو وہ مفرد ہوا اور یسر کے لفظ کو نکرہ میں لائے ہیں۔ تو وہ متعدد ہو گیا ایک حدیث میں ہے کہ معونہ یعنی امداد خدا بقدر مؤنہ یعنی تکلیف کے آسمان سے نازل ہوتی ہے اور صبر مصیبت کے مقدار پر نازل ہوتا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

صَبْرًا جَمِيْلًا مَا اَقْرَبَ الْفَرَجَا''
مَنْ رَّاقَبَ اللّٰهِ فِي الْاُمُوْرِ نجا''
مَنْ صَدَقَ اللّٰهَ لَمْ يَنَلْهُ اَذیٰ''
وَمَنْ رَجَاهُ يَكُوْنُ حَيْثُ رَجَا''

یعنی اچھا صبر کشادگی سے کیا ہی قریب ہے۔ اپنے کاموں میں اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھنے والا نجات یافتہ ہے اللہ تعالیٰ کی باتوں کی تصدیق کرنے والوں کو کوئی ایذا نہیں پہنچتی اس سے بھلائی کی امید رکھنے والا اسے اپنی امید کے ساتھ ہی پاتا ہے حضرت ابو حاتم سجتانی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار ہیں کہ جب مایوسی دل پر قبضہ کر لیتی ہے ہے اور سینہ باوجود کشادگی کے تنگ ہو جاتا ہے تکلیفیں گھیر لیتی ہیں اور مصیبتیں ڈیرہ جما لیتی ہیں کوئی چارہ سجائی نہیں دیتا اور کوئی تدبیر نجات کارگر نہیں ہوتی اس وقت اچانک خدا کی مدد آ پہنچتی ہے اور وہ دعاؤں کا سننے والا باریک بین خدا انسان کی سختی کو آسانی میں اور تکلیف کو راحت میں بدل دیتا ہے تنگیاں جبکہ بھرپور آ پڑتی ہیں۔ پروردگار معاً کشادگیاں نازل فرما کر نقصان کو فائدہ سے بدل دیتا ہے کسی اور شاعر نے کہا ہے۔

وَلَرُبَّ نَازِلٍ يَفِيْقُ بِهِ الْفَتٰى''
ذَرْعًا وَعِنْدَ اللّٰهِ مِنْهَا الْمَخْرَجَ''
كَمُلَتْ فَلَمَّا اَسْتَحْلَمَتْ حَلْقَاتُهَا''
فَرَجَتْ وَكَانَ يَظُنُّهَا لَا تَفْرُجَ''

یعنی بہت سی ایسی مصیبتیں انسان پر نازل ہوتی ہیں۔ جن سے وہ تنگ دل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ خدا کے پاس ان سے چھٹکارا بھی ہے جب یہ مصیبتیں کامل ہو جاتیں ہیں اور

زنجیر کے حلقے مضبوط ہو جاتے ہیں اور انسان گمان کرنے لگتا ہے کہ بھلا اب یہ کیا ہٹے گی؟ کہ اچانک اس رحیم و کریم خدا کی شفقت بھری نظریں پڑتی ہیں۔ اور وہ اس مصیبت کو ایسے دور کر دیتا ہے کہ گویا آئی ہی نہ تھی۔ اس کے بعد ارشاد باری ہوتا ہے۔ کہ جب تو دنیوی کاموں سے اور یہاں کے اشغال سے فرصت پائے تو ہماری عبادتوں میں لگ جا اور فارغ البال ہو کر دلی توجہ کر کے ہمارے سامنے عاجزی میں لگ جا اپنی نیت خالص کر لے اپنی پوری رغبت کے ساتھ ہماری عبادت کی طرف متوجہ ہو جا۔ اسی معنی کی وہ حدیث ہے کہ جس کی صحت پر اتفاق ہے کہ جس میں ہے کہ کھانا سامنے موجود ہونے کی صورت میں نماز نہیں اور اس حالت میں بھی کہ جب انسان کو پاخانہ پیشاب کی حاجت ہو۔ اور حدیث میں ہے کہ جب نماز کھڑی کی جائے اور شام کا کھانا سامنے موجود ہو تو پہلے کھانے سے فراغت حاصل کر لو۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ کہ جب امر دنیا سے فارغ ہو کر نماز کے لئے کھڑا ہو تو محنت کے ساتھ عبادت کر اور مشغولیت کے ساتھ رب کی طرف توجہ کر۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے ہوئے اپنے رب کی طرف توجہ کر۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ یعنی دعا کر زید بن اسلم اور ضحاک فرماتے ہیں کہ جہاد سے فارغ ہو کر خدا کی عبادت میں لگ جا ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنی نیت اور اپنی رغبت خدا کی طرف رکھ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو چھوڑ نہ دیا اور نہ ناخوش رکھا:

﴿وَالضُّحٰى. وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى. مَاوَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى. وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌلَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى. وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى. اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى. وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى. وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى. فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ. وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ. وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ.﴾

ترجمہ: قسم ہے چاشت کے وقت کی اور قسم ہے رات کی جب چھپا جائے اور نہ تو تیرے رب نے تجھے چھوڑا اور نہ وہ بیزار ہو گیا ہے یقیناً تیرے لئے انجام آغاز سے بہتر ہے تجھے تیرا رب بہت جلد انعام دے گا اور تو راضی خوشی ہو جائے گا کیا اس نے تجھے یتیم پا کر جگہ نہیں دی؟ اور تجھے راہ بھولا پا کر ہدایت نہیں دی؟ اور تجھے تنگ دست پا کر تونگر نہیں بنا دیا۔ پس یتیم پر تو بھی سختی نہ کیا کر اور نہ سوال کرنے والے کو ڈانٹ ڈپٹ اور اپنے رب کے احسانوں کو بیان کرتا رہ۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جبرائیل کے آنے میں کچھ دیر ہوئی تو مشرکین کہنے لگے کہ یہ تو چھوڑ دیئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے والضحیٰ سے لے کر مَاقَلٰی تک کی آیتیں نازل کیں۔ اور روایت میں ہے کہ آنحضور ﷺ کی انگلی پر پتھر مارا گیا تھا۔ جس میں سے خون نکلا اور جس پر آپ نے فرمایا۔ ﴿هَلْ اَنْتِ اِلَّا اِصْبَعٌ دَمِيْتِ. وَفِي سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا لَقِيْتِ﴾

یعنی تو صرف ایک انگلی ہے اور راہ خدا میں تجھے یہ زخم لگا ہے طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے دو تین رات آپ بیدار نہ ہوئے جس پر اس عورت نے وہ ناشائستہ الفاظ نکالے اور یہ آیتیں نازل ہوئیں کہا گیا کہ یہ عورت ابولہب کی جورو اُمِ جمیل تھی۔ اس پر خدا کی مار ہو۔

ابن اسحٰق اور بعض اور سلف نے فرمایا ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہوئے تھے اور بہت ہی قریب ہو گئے تھے اس وقت اسی سورت کی وحی نازل فرمائی تھی ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وحی کے رک جانے کی بنا پر مشرکین کے اس ناپاک قول کے ردّ میں یہ آیتیں اتریں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے دھوپ چڑھنے کے وقت دن کی روشنی اور رات کے سکون اور اندھیرے کی قسم کھائی جو قدرت قادر اور خلق کی صاف دلیل ہے جیسے اور جگہ ہے ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى. وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى﴾ اور جگہ ہے ﴿فَالِقُ الْاِصْبَاحِ﴾ مطلب یہ ہے کہ اپنی اس

قدرت کا یہاں بھی بیان کیا ہے پھر فرماتا ہے کہ تیرے رب نے نہ تو تجھے چھوڑا اور نہ تجھ سے دشمنی کی تیرے لئے آخرت اس دنیا سے بہت بہتر ہے اسی لئے رسول کریم ﷺ دنیا میں سب سے زیادہ بہتر تھے۔ اسی لئے رسول کریم ﷺ دنیا میں سب سے زیادہ زاہد تھے اور سب سے زیادہ تارک دنیا تھے۔ آپ کی سیرت کا مطالعہ کرنے والے پر بھی یہ بات ہرگز مخفی نہیں رہ سکتی۔ عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ کہ حضور ﷺ کے جسم مبارک پر بوریئے کے نشان پڑھ گئے جب بیدار ہوئے تو میں آپؐ کی کمر پر ہاتھ پھیرنے لگا اور کہا کہ حضور آپ ہمیں اجازت کیوں نہیں دیتے کہ اس بوریئے پر کچھ بچھا دیا کریں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے دنیا سے کیا واسطہ۔ میں کہاں دنیا کہاں۔ میری اور دنیا کی مثال اس سوار کی طرح ہے جو کسی درخت تلے ذرا سی دیر ٹھہر جائے پھر اسے چھوڑ کر چل دے۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور حسن ہے۔ پھر فرمایا کہ تیرا رب تجھے آخرت میں تیری امت کے بارے میں اس قدر نعمتیں دے گا کہ تو خوش ہو جائے ان کی بڑی تکریم ہوگی اور آپ کو خاص کر کے حوض کوثر دیا جائے گا۔ جس کے کنارے پر کھوکلے موتی کے خیمے ہوں گے جس کی مٹی خالص مشک کی ہوگی ایک اور روایت میں ہے کہ جو خزانے آپ کی امت کو ملنے والے تھے وہ ایک ایک کر کے آپؐ پر ظاہر کر دیئے گئے آپ اس بات پر بہت خوش ہوئے آیت اتری کہ جنت میں ایک ہزار محل آپ کو دیئے گئے ہر ہر محل میں پاک بیویاں اور بہترین خادم ہوں گے ابن عباس تک اس کی سند صحیح ہے اور بظاہر ایسی بات بغیر حضور سے سنے روایت نہیں ہو سکتی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ حضور ﷺ کی رضا مندی میں سے یہ بھی ہے کہ آپؐ کے اہل بیتؓ میں سے کوئی دوزخ میں نہ جائے۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد شفاعت ہے ابن ابی شیبہؒ میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم وہ لوگ ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت دنیا پر پسند کر لی ہے پھر آپؐ نے آیت وَلَسُوفَ کی تلاوت فرمائی۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں جتاتا ہے پہلی نعمت یہ بیان فرمائی کہ یتیمی کی حالت میں خدائے تبارک وتعالیٰ نے آپ کا بچاؤ کیا

اور آپؐ کی حفاظت کی اور پرورش کی اور جگہ عنایت فرمائی۔ آپؐ کے والد کا انتقال آپ کی پیدائش سے پہلے ہی ہو چکا تھا چھ سال کی عمر میں والدہ صاحبہ کا بھی انتقال ہوگیا۔ اب آپ دادا کی کفالت میں تھے لیکن جب آپ کی عمر آٹھ سال ہوئی تو دادا کا سایہ بھی اٹھ گیا اب آپؐ اپنے چچا ابو طالب کی کفالت میں آئے ابو طالب آپؐ کی نگرانی اور امداد میں رہے آپ کی پوری توقیر و عزت کرتے اور قوم کی مخالفت کے چڑھتے طوفان کو روکتے رہتے تھے۔ اور اپنے نفس کو بطور ڈھال کے پیش کر دیا کرتے تھے۔ کیونکہ چالیس سال کی عمر میں آپ کو نبوت مل چکی تھی۔ اور قریش سخت تر مخالفت بلکہ دشمن جان ہو گئے تھے۔ ابو طالب باوجود بت پرست مشرک ہونے کے آپؐ کا ساتھ دیتا تھا اور مخالفین سے لڑتا بھڑتا رہتا تھا۔ یہ تھی منجانب اللہ حسن تدبیر' کہ آپ کی یتیمی کے ایام ایسے ہی گذرے۔ اور مخالفین سے آپ کی خدمت اسی طرح لی۔ یہاں تک کہ ہجرت سے کچھ پہلے ابو طالب بھی فوت ہو گئے۔ اب اسفہا و جہلا اٹھ کھڑے ہوئے تو پروردگار عالم نے آپؐ کو مدینہ شریف کی طرف ہجرت کرنے کی رخصت عنایت فرمائی اور اوس وخزرج جیسی قوموں کو آپؐ کا انصار بنا دیا۔ ان بزرگوں نے آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو جگہ دی۔ اور مدد کی اور حفاظت کی اور مخالفین سے سینہ سپر ہو کر مردانہ وار لڑائیاں کیں اللہ ان سب سے خوش رہے۔ یہ سب کی سب خدا کی حفاظت اور اس کی عنایت اور احسان و اکرام سے تھا۔ پھر فرمایا کہ راہ بھولا پا کر صحیح راستہ دکھایا جیسے اور جگہ ہے ﴿مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ الخ﴾ یعنی اس طرح ہم نے اپنے حکم سے تمہاری طرف روح (جبرائیل یا قرآن) کی وحی کی تم یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ایمان کیا چیز ہوتی ہے۔ نہ کتاب کی خبر تھی بلکہ ہم نے اسے نور بنا کر جسے چاہا ہدایت کر دی۔ بعض کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ حضورؐ بچپن میں مکہ کی گلیوں میں گم ہو گئے تھے۔ اس وقت خدا نے لوٹا لیا بعض کہتے ہیں کہ شام کی طرف اپنے چچا کے ساتھ جاتے ہوئے رات کو شیطان نے آپؐ کی اونٹنی کی نکیل پکڑ کر راہ سے ہٹا کر جنگل میں ڈال دیا۔ پس جبرائیل علیہ السلام آئے اور پھونک مار کر شیطان

کوتو حبشہ میں ڈال دیا اور سواری کو راہ پر لگا لیا۔ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دونوں قول نقل کیے ہیں۔ پھر فرمایا ہے کہ بال بچوں والا ہوتے ہوئے تنگ دست پا کر ہم نے آپ کو غنی کر دیا۔ پس فقیر' غنی' شاکر اور صابر ہونے کے درجات آپ کو مل گئے صلوات اللہ وسلامہ علیہ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ سب حال نبوت سے پہلے کے ہیں۔

صحیحین وغیرہ میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ کہ تونگری مال واسباب کی زیادتی سے نہیں بلکہ حقیقی تونگروہ ہے جس کا دل بے پرواہ ہو صحیح مسلم شریف میں ہے۔ اس نے فلاح پالی جسے اسلام نصیب ہوا۔ اور کافی ہو جائے اتنا رزق بھی ملا اور خدا کے دیئے ہوئے پر قناعت کی توفیق بھی ملی۔ پھر فرمایا ہے کہ یتیم کو حقیر نہ کر نہ ڈانٹ ڈپٹ کر بلکہ اس کے ساتھ احسان کر اور اپنی یتیمی کو نہ بھول جانا۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ یتیم کے لئے ایسا ہو جانا چاہیے جیسے سگا باپ اپنی اولاد پر مہربان ہوتا ہے سائل کو نہ جھڑک جس طرح تم بے راہ تھے۔ اور خدا نے تمہیں ہدایت دی۔ تو اب جو تم سے علمی باتیں پوچھے صحیح راستہ دریافت کرے تو تم اس سے ڈانٹ ڈپٹ نہ کرو۔ غریب' مسکین' ضعیف بندوں پر تکبر نہ کرو۔ انہیں ڈانٹو ڈپٹو نہیں برا بھلا نہ کہو سخت سست نہ کہو اگر مسکین کو کچھ نہ دے سکو تو بھی بھلا اور اچھا جواب دے کر نرمی سے لوٹا دو۔ پھر فرمایا کہ اپنے رب کی نعمتیں بیان کرتے رہو یعنی جس طرح تمہاری فقیری کو ہم نے تونگری سے بدل دیا تو تم بھی ہماری ان نعمتوں کو بیان کرتے رہو اس لئے حضور کی دعاؤں میں یہ تھا۔

﴿وَاجْعَلْنَا شٰكِرِيْنَ لِنِعْمَتِكَ مُثْنِيْنَ بِهَا عَلَيْكَ قَابِلِيْهَا وَاَتِمَّهَا عَلَيْنَا﴾

یعنی خدایا ہمیں اپنی نعمتوں کی شکر گزاری کرنے والا ان کی وجہ سے تیری ثناء بیان کرنے والا ان کا اقرار کرنے والا کر دے اور ان نعمتوں کو ہمیں بھرپور دے۔

ابو نضرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ خیال تھا کہ نعمتوں کی شکر

گزاری میں یہ بھی داخل ہے کہ ان کا بیان ہو۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ جس نے تھوڑے پر شکر ادا نہ کیا اس نے زیادہ پر بھی شکر نہیں کیا جس نے لوگوں کی شکر گزاری نہ کی اس نے خدا کی بھی نہ کی۔ نعمتوں کا بیان بھی شکر ہے اور بیان نہ کرنا بھی ناشکری ہے جماعت کے ساتھ رہنا رحمت کا سبب ہے اور تفرقہ عذاب کا باعث ہے اس کا اسناد ضعیف ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مہاجرین نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ انصار سارے کا سارا اجر لے گئے فرمایا نہیں جب تک کہ تم ان کے لئے دعا کیا کرو۔ اور ان کی تعریف کرتے رہو ابوداؤد میں ہے کہ اس نے خدا کی شکر گزاری نہیں کی۔ جس نے لوگوں کی شکر گزاری نہ کی۔ ابوداؤد کی ایک اور حدیث میں ہے کہ جسے کوئی نعمت ملی اور اس نے اسے بیان کیا وہ تو شکر گزار ہے اور جس نے اسے چھپایا اس نے ناشکری کی۔ اور روایت میں ہے کہ جسے کوئی عطا دی جائے اسے چاہیے کہ اگر ہو سکے تو اس کا بدلہ اتار دے اگر نہ ہو سکے تو اس کی ثناء بیان کرے۔ جس نے ثناء بیان کی وہ تو شکر گزار ہوا اور جس نے اس نعمت کا اظہار نہ کیا اس نے ناشکری کی۔ (ابوداؤد) مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ یہاں نعمت سے مراد نبوت ہے ایک اور روایت میں ہے کہ قرآن مراد ہے حضرت علی فرماتے ہیں' مطلب یہ ہے کہ جو بھلائی کی باتیں آپ کو معلوم ہیں۔ وہ اپنے بھائیوں میں بھی بیان کرو محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ کہ جو نعمت و کرامت نبوت کی تمہیں ملی ہے اسے بیان کرو اس کا ذکر کرو اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دو۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اپنے والوں میں سے جن پر آپ کو اطمینان ہوتا پوشیدگی سے پہلے دعوت دینی شروع کی اور آپؐ پر نماز فرض ہوئی جو آپؐ نے ادا کی سورۃ والضحیٰ کی تفسیر ختم ہوئی۔ خدا کے احسان پر اس کا شکر ہے۔

سوال کیا کوئی آدمی اپنی زندگی میں اپنی جائیداد تقسیم کرسکتا ہے یا نہیں:

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: شریعت نے آدمی کو زندگی میں میراث و جائیداد تقسیم کرنے کی بالکل اجازت نہیں دی ہے اگر کوئی اضطراب اور مجبوری کی

حالت و کیفیت پیش آ جائے تو پھر جائیداد کی تقسیم بچوں اور بچیوں میں برابر برابر کی جائے گی۔ جیسا کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میری ماں (عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا) میرے باپ سے حصہ کا سوال کیا میرے والد صاحب نے مجھے ایک غلام دیا اور میری ماں نے کہا کہ اس پر آنحضرت ﷺ کی گواہی بھی ڈلوا دو تا کہ بات مضبوط ہو جائے۔ میرے والد صاحب نے میرا ہاتھ پکڑا اور آپ ﷺ کے پاس مجھے لے گئے اور عرض کی کہ اس بچے کی ماں (میری بیوی) کہتی ہے کہ اس پر گواہ بن جائیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تیری اور بھی اولاد ہے اس نے عرض کی جی ہاں تو آپ نے فرمایا ان کو بھی مال دیا ہے اس نے کہا نہیں دیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: ﴿لا اشهد علی جور﴾ یعنی میں ظلم پر گواہ نہیں بن سکتا۔ ایک اور حدیث شریف میں آتا ہے آپؐ نے فرمایا:

﴿اعدلوا بین اولادکم﴾

کہ تم اپنی اولاد میں عدل کیا کرو۔

اولاد: ولد کی جمع ہے ولد کا لفظ مذکر و مؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے' لہٰذا بچوں اور بچیوں میں برابر برابر مال تقسیم کرنا ہوگا ورنہ صحیح نہیں ہوگا اور جو بیٹا باپ کے مال تقسیم کرنے سے پہلے فوت ہو گیا ہو اس مرنے والے کی اولاد حقدار نہیں ہے چونکہ حصہ دار احباب موجود ہیں ان کی موجودگی میں ان کا کوئی حق نہیں ہے۔

﴿واللہ اعلم بالصواب﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک مقلد عالم دین دیوبندی کا مسئلہ حیات برزخیہ کی آڑ میں بے سروپا گلفشانیاں مضافات گوجرانوالہ

حضرت علامہ قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وقد ذهب جماعة من المحققين الى ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حَيٌّ بعد وفاته و انه يسر بطاعات امته وان الانبياء لايبلون مع ان مطلق الادراک كالعلم والسماع ثابت لسائر الموتى وقد صح عن ابن عباسؓ مرفوعاً ما من احديمر على قبراخيه المومن و فى رواية بقبر الرجل كان يعرفه فى الدنيا فيسلم عليه الاعرفه ورد عليه ولا بن ابى الدنيا اذا مر الرجل بقبر يعرفه فيسلم عليه السلام رَدَّ (عليه السلام) وعرفه واذامر بقبر لا يعرفه رد عليه السلام وصح انه كان صلى الله تعالى عليه وآله وسلم يخرج الى البقيع لزيارة الموتى ويسلم عليهم ورد النص فى كتاب الله فى حق الشهداء انهم احياء يرزقون والحيوة فيهم متعلقة باالجسد فكيف باالانبياء والمرسلين و قد ثبت فى الحديث ان الانبياء احياء فى قبورهم رواه المنذرى و صححه البيهقى عند الكثيب الاحمر وهو قائم يصلى فى قبره۔ (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۴ طبع مصر)

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

﴿انه صلى الله عليه و آله وسلم حي بعد موته كما في الحديث الانبياء احياء في قبورهم و قد صححه البيهقي والف في ذلك جزء ا قال الاستاذ ابو منصور البغدادى قال المتكلمون المحققون من اصحابنا ان نبينا صلى الله عليه وآله وسلم حي بعد وفاته.﴾ (نیل الاوطار ج۵ ص۱۰۱)

عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ فرماتے ہیں:

﴿والذى نعتقدان رتبة نبينا صلى الله عليه وسلم اعلىٰ مراتب المخلوقين على الاطلاق و انه حي في قبره حيوة مستقرة ابلغ من حيات الشهداء المنصوص عليها في التنزيل اذهوا فضل منهم بلا ريب وانه يسمع من يسلم عليه.﴾

(بحوالہ اتحاف النبلاء ص ۴۱۵ طبع کانپور نواب صدیق حسن خانؒ)

حضرت مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادیؒ فرماتے ہیں

﴿ان الانبياء في قبورهم احياء.﴾ (عون المعبود ج۱ ص ۴۰۶)

حضرت مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف لکھتے ہیں:

﴿انهم احياء في قبورهم يصلون و قد قال النبي صلى الله عليه وسلم من صلى على عند قبرى سمعته ومن صلى على نائيا بلغته﴾ (والتعلیقات السلفیہ علی سنن النسائی ج ۱ ص ۲۳۷)

علمائے نجد اپنا عقیدہ یوں بیان فرماتے ہیں۔

﴿اما الكلام على حيوة النبي فاعتقادنا في ذالك اعتقاد سلف الامة وهم الاسوة﴾ (الدرر السنية في الاجوبه النجدية ج ۱ ص ۲۶۰)

حضرت مولانا سید میاں نذیر حسین صاحب دہلویؒ لکھتے ہیں:

حضرت انبیاء علیہم والصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں

خصوصاً آنحضرت ﷺ کہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی عند القبر درود بھیجتا ہے میں سنتا ہوں اور دور سے پہنچایا جاتا ہے۔

(فتاویٰ نذیریہ جلد۲ ص ۵۵ اور فتاویٰ نذیریہ ج اص ۷۰۶)

جلیل القدر اہل حدیث عالم حضرت مولانا عبدالغفور امرتسری رحمۃ اللہ علیہ حدیث ﴿فنبی الله حی یرزق﴾ کی شرح لکھتے ہیں۔ کہا علامہ شوکانیؒ نے نیل میں محققین کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ حضرت ﷺ زندہ ہیں اپنی وفات کے پیچھے اور یہ کہ پیغمبر علیہم السلام زمین میں نہیں گلتے باوجود اس بات کے کہ مطلق ادراک جیسے سننا اور جاننا ہر مردہ کے لیے ثابت ہے پھر اور روایتوں کو بیان کیا جن سے ہر مردہ کے لیے مطلق ادراک ثابت ہوتا ہے پھر نبیوں اور رسولوں کا کیونکر حال نہ ہوگا اس کو صحیح کہا ﴿انتهیٰ ما قال الشوکانی فی النیل. بلفظه رحمة المهداة الی من یرید﴾

(ترجمۃ المشکوۃ ج اص ۴۰۳)

اور مشکوۃ کی حدیث ﴿من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیا ابلغته﴾ پر حاشیہ نمبر۶ میں لکھتے ہیں یعنی پاس والے کا درود خود سنتا ہوں بلا واسطہ اور دور والے کا درود ملائکہ سیاحین پہنچاتے ہیں اور جواب سلام کا بہرصورت دیتا ہوں۔ (رحمۃ المہداۃ ص۷۷ ۲ مطبوع امرتسر اور حاشیہ ۲ ص ۴۰۱) میں لکھتے ہیں: آنحضرت ﷺ مع جسم صحیح و سالم ہیں اور قبر شریف میں زندہ ہیں اور جو کوئی قبر کے پاس درود بھیجے یا سلام کرے تو آپ خود سن لیتے ہیں اگر دور سے بھیجے تو فرشتے آپ تک پہنچا دیتے ہیں۔

اہل حدیث کا یہی اعتقاد ہے' (رحمۃ المہداۃ ص ۴۰۱ حاشیہ نمبر۲ بر حدیث مشکوۃ اوس بن اوس فصل ثانی باب الجمعۃ) علامہ نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ لکھتے ہیں۔ وجملہ اموات از مومنین وکفار در حصول علم وشعور وادراک وسماع وعرض اعمال و رد جواب برزائر برابر اور تخصیص بہ انبیاء وصلحا نیست۔ دلیل المطالب ص ۸۸۶ حضرت مولانا وحید الزمان صاحبؒ فرماتے ہیں مردے اپنی قبروں میں ہمارا اسلام وکلام سنتے

ہیں۔

لیکن وہ ہم کو اپنا جواب نہیں سنا سکتے۔ اہل حدیث کا قاطبۃ (یعنی سب کا کلیۃً) یہی قول ہے لغات الحدیث ج ۲ ص ۱۵۰ طبع نور محمد کارخانہ آرام باغ کراچی۔

نیز لکھتے ہیں کہ اہل حدیث کے پیشوا ابن قیمؒ نے صراحۃً سماع موتی کو ثابت کیا ہے اور بے شمار حدیثوں سے جن کو امام سیوطیؒ نے شرح الصدور میں ذکر کیا ہے مردوں کا سماع ثابت ہوتا ہے اور سلفؒ کا اس پر اجماع ہے۔ (لغات الحدیث ج ۳ س ص ۱۶۶)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ تحریر فرماتے ہیں

﴿ان حیاته صلی اللّٰه علیه وسلم فی القبر لایعقبها موت بل یستر حیا والانبیاء احیاء فی قبورهم﴾ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۲)

علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ المتوفی ۹۷۳ھ لکھتے ہیں:

﴿قد صحت الاحادیث انه صلی اللّٰه علیه وسلم حی فی قبره یصلی باذان واقامة﴾ (منح المنة ص ۹۲)

اور حافظ ابن تیمیہؒ تحریر فرماتے ہیں سماع المیت للاصوات من السلام والقرأة حق اقتضاء الصراط المستقیم ص ۱۸۱ طبع مصر

اور اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

﴿فان المیت یسمع النداء کما ثبت فی الصحیح عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه قال انه یسمع قرع نعالهم وانه قال ما انتم باسمع لما اقول منهم وانه امرنا باالسلام علی الموتی فقال ما من رجل یمر بقبر الرجل کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الارد اللّٰه علیه روحه حتی یرد علیه السلام واللّٰه تعالی اعلم﴾

(فتاویٰ ابن تیمیہؒ ج ۱ ص ۲۸۹)

حافظ ابن القیمؒ لکھتے ہیں:

﴿وقد شرع النبی صلی اللّٰه تعالی علیه وآله وسلم لامته اذا

سلموا على اهل القبور ان يسلموا عليهم سلام من يخاطبونه فيقول السلام عليكم دار قوم مومنين وهذا خطاب لمن يسمع ويعقل ولولا ذالک لكان هذا[1] الخطاب بمنزلة خطاب المعدوم والجماد والسلف مجمعون على هذا وقد تواترت الاخبار عنهم بان الميت يعرف زيادة الحي له ويستبشر به﴾[2]

(کتاب الروح ص ۴)

قاضی عیاضؒ علامہ سبکیؒ حافظ ابن القیمؒ علامہ سمہودیؒ اور امام سخاویؒ نقل کرتے ہیں واللفظ للاول۔

﴿وعن سليمان بن سحيم رأيت النبي صلى الله عليه تعالى عليه وسلم في النوم فقلت يا رسول الله هؤلاء الذين يأتونک فيسلمون عليک. أتفقه سلامهم قال نعم وارد﴾

(الشفاء ج۲ ص ٦٤ وشفاء السقام ص۳۸ و كتاب الروح ص ۱۳ ووفاء الوفاء ج۲ ص ٤٠٥ والقول البديع ص ۱۲۰)

امام سخاوی المتوفی ۹۰۲ھ لکھتے ہیں

﴿نحن نؤمن ونصدق بانه صلى الله عليه وسلم حي يرزق في قبره و ان جسده الشريف لا تاكله الارض والاجماع على هذا﴾ (القول البديع ۱۲٥)

علامہ نواب قطب الدین خاں دہلویؒ لکھتے ہیں:

زندہ ہیں انبیاء علیہم السلام قبروں میں یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کسی کو اس میں

---

[1] اور حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں ﴿والصحيح عند العلماء رواية عبدالله بن عمرؓ لمالها من الشواهد على صحتها من وجوه كثيرة الخ﴾ (تفسیر ابن کثیر ج۳ ص ۴۳۸)

نیز فرماتے ہیں ﴿والسلف مجمعون على هذا وقد تواترت الاثار عنهم بان الميت يعرف زيادة الحي ويتبشر به الخ﴾ (ج ا ص ۴۳۸)

خلاف نہیں۔ (مظاہر حق شرح مشکوۃ ج ا ص ۴۴۵)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ آنحضرت ﷺ کی حیات کے بارے میں لکھتے ہیں:

﴿حیات متفق علیه است هیچ کس را در وے خلافے نیست﴾

(اشعة اللمعات ج ۱ ص ۶۱۳)

جوازتوسل مشروع:

حضرت علامہ قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے جوازتوسل پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اس کا نام درنضیف اس میں وہ لکھتے ہیں کہ: اور دوسرا مطلب حدیث توسل بالنبی ﷺ کا یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو حاجات میں وسیلہ بنانا صرف زندگی کی حالت سے مخصوص نہ تھا بلکہ جس طرح زندگی میں آپ کو وسیلہ بنایا جاتا تھا اسی طرح انتقال کے بعد بھی آپ کو وسیلہ بنانا جائز اور جس طرح آپ کی موجودگی میں آپ سے توسل جائز تھا اسی طرح عدم موجودگی میں بھی جائز تھا۔ یہ بالکل واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ کو آپ کی زندگی میں وسیلہ بنانا اور آپ کے بعد دوسرے سے بزرگوں کو وسیلہ بنانا صحابہ کرامؓ کے اجماع سکوتی سے ثابت ہے کیونکہ حضرت فاروقؓ نے حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنایا تو کسی صحابیؓ نے اس کا خلاف نہیں کیا۔ میرے خیال میں جوازتوسل کو نبی کریم ﷺ سے مخصوص کردینا جیسا کہ عزالدین (ابومحمد عبدالسلام کو وہم ہوا ہے اس کی کوئی وجہ نہیں۔ (بحوالہ بوادر النوادر ص ۷۶۳)

حضرت مولانا وحید الزمانؒ لغات الحدیث ج ۲ ص ۴۵ میں بھی توسل کو جائز قرار دیتے ہیں۔

اور ترجمہ بخاری پ۴ ص ۷۷ کے حاشیہ میں حدیث و انا نتوسل الیک بعم نبیک الحدیث کی شرح میں لکھتے ہیں اس حدیث سے نیک بندوں کا وسیلہ لینا ثابت ہوا بنی اسرائیل بھی قحط میں اپنے پیغمبر کے اہل بیت کا توسل کرتے۔ اللہ تعالیٰ پانی برساتا اس سے یہ نہیں نکلتا کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک آنحضرت ﷺ کا توسل

آپ کی وفات کے بعد منع تھا کیونکہ آپ تو اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آنحضرت ﷺ نے ایک صحابیؓ کو دعا سکھائی اس میں یوں ہے ﴿یا محمد انی اتوسل بک الی ربی﴾ اور اس صحابی نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد یہ دعا دوسروں کو سکھائی مگر ہمارے اصحاب میں امام ابن تیمیہؒ اور ابن القیمؒ اس طرف گئے ہیں کہ اموات و قبور کا توسل جائز نہیں نہ حضرت عمرؓ نے اور نہ کسی اور صحابی نے آپ کی قبر کا توسل کیا اور خلاف کیا ان کا۔ بہت سے اکابر محدثین اور علماء نے اور یہ کہا کہ ایک امر کا منقول نہ ہونا ان کے عدم جواز پر دلالت نہیں کرتا جب اصل وسیلہ کا جواز شرع سے ثابت ہے الخ (ترجمہ بخاری پ۴ ص ۷۷۔ حاشیہ از علامہ وحید الزمانؒ)

حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ دہلوی لکھتے ہیں۔ لوگوں میں ایک ختم مشہور ہے اس میں یوں پڑھتے ہیں یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ یعنی اے شیخ عبدالقادرؒ کچھ دو تم اللہ کے واسطے یہ لفظ نہ کہنا چاہیے ہاں اگر یوں کہے کہ یا اللہ کچھ دے شیخ عبدالقادر کے واسطے تو بجائے الخ (تقویۃ الایمان ص ۶۴)

حضرت امام نوویؒ لکھتے ہیں:

﴿فاذا صلی تحیه المسجداتی القبر الکریم فاستقبله واستدبر القبلة علی نحواربع اذرع من جدار القبر وسلم مقتصد الا یرفع صوته السلام علیک یا رسول الله' السلام علیک یا خیرة الله من خلقه السلام علیک یا حبیب الله الی ان قال. فیتوسل به فی حق نفسه و یتشفع به الی ربه سبحانه و تعالی ویدعو لنفسه ولوالدیه واصحابه واحبابه ومن احسن الیه وسائر المسلمین الخ﴾ (کتاب الاذکار ص ۱۸۴)

نیز لکھتے ہیں:

﴿ویتوسل به فی حق نفسه و یتشفع به الی ربه سبحانه و تعالی ومن احسن ما یقول ما حکاه اصحابنا عن العتبی مستحنسین

له قال كنت جالسا عند قبر النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فجاء اعرابی فقال السلام علیک یا رسول الله الخ﴾

(الایضاح فی مناسك الحج ص٤٩٨)

حافظ ابن حجرؒ الجوہر المنظوم میں فرماتے ہیں:

﴿روی عن علیؓ انه بعد دفنه صلی الله علیه وآله وسلم جاء اعرابی فقال یا رسول الله جئتک لتستغفرلی الی ربی فنودی من القبر الشریف قد غفرلک واتت صفیة عمة النبی صلی الله علیه وآله وسلم بعد وفاته (فقالت) الا یا رسول الله انت رجائیا. وکنت بنا برا ولم تک جافیا. وسمع الصحابةؓ رضی الله تعالٰی عنهم ولم ینکرها احد.﴾ (بحوالہ تحریرات حدیث ص۲۵۶)

حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

﴿وقد ذکر جماعة منهم الشیخ ابو منصور الصباغ فی کتابه الشامل الحکایة المشهورة عن العتبی قال کنت جالسا عند قبر النبی صلی الله علیه وسلم فجاء اعرابی فقال السلام علیک یا رسول الله سمعت الله یقول ولوانهم اذ ظلموا انفسهم جاء وک فاستغفروالله واستغفرلهم الرسول لوجدو الله توابا رحیما. وقد جئتک مستغفر الذنبی مستشفعابک الی ربی الخ﴾ (ابن کثیر ج۱ص۵۲۰)

اس کے بعد اس نے درد دل سے چند اشعار پڑھے اور اظہار عقیدت اور جذبہ محبت کے پھول نچھاور کر کے چلا گیا اور اسی واقعہ کے آخر میں مذکور ہے کہ خواب میں اس کو کامیابی کی بشارت بھی مل گئی آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے عتبی جا کر اس اعرابی سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔ (ابن کثیر) یہ واقعہ کتاب الاذکار ص ۱۸۵ للنوویؒ اور تفسیر مدارک التنزیل النسفی ج ۱ ص ۳۰۹ اور شفاء

السقام للسبکیؒ ص ۴۶ اور جذب القلوب ص ۱۹۵ الشیخ عبدالحق محدث اور علامہ سبکیؒ اور علامہ سمہودیؒ لکھتے ہیں

﴿وحکایة العتبی فی ذالک مشهورة وقد حکاها المصنفون فی المناسک من جمیع المذاهب و المؤرخون وکلهم استحسنوها الخ﴾ (الشفاء السقام ص ٦١ ووفاء الوفا ج٢ ص ٤١١

اور علامہ زرقانی نے بھی اسی الحکایة المشهورة کا حوالہ دیا ہے المواهب مع الزرقانی ج٨ ص ٣٠٦)

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مواھب میں بسند امام ابومنصور صباغ اور ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمھم اللہ تعالیٰ محمد بن حرب ہلالیؒ سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسلؐ اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ولو انهم اذ ظلموا انفسهم فاستغفروا الله واستغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابا الرحیما﴾

اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں پھر دو شعر پڑھے الخ۔ اور اس محمد بن حرب کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی ہے۔ غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں پس حجت ہو گیا۔ (نشر الطیب ص ۲۵۶)

اور علامہ سمہودی لکھتے ہیں:

﴿والعلماء فهموا من الآیة العموم بحالتی الموت والحیوة واستحبوا لمن اتی القبر ان یتلوها ویستغفر الله تعالیٰ وحکایة الاعرابی فی ذالک نقلها جماعة من الائمة عن العتبی.﴾

(وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۴۱)

﴿وقد یکون التوسل به صلی الله علیه وسلم بعد الوفاة بمعنی طلب ان یدعو کما کان فی حیاته وذالک فیما روی البیهقی من طریق الاعمش عن ابی صالح عن مالک الدارؓ و رواه ابن ابی شیبة بسند صحیح عن مالک الدارؓ قال اصاب الناس قحط فی زمان عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه فجاء رجل الی قبر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی المنام فقال ائت عمرؓ فأقرأه السلام واخبره انهم مسقون وقل له علیک الکیس الکیس فاتی الرجل عمر رضی الله تعالیٰ عنه فاخبره فبکی عمر رضی الله تعلیٰ عنه ثم قال یا رب ما الو الا ما عجزت عنه وروی سیف فی الفتوح ان الذی رأی المنام المذکور بلال بن الحارث مزنی احد الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم ومحل الاستشهاد طلب الاستسقاء منه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وهو فی البرزخ ودعائه لربه فی هذه الحالة غیر ممتنع وعلمه لبسوال من یسأله قدورد فلا مانع من سوال الاستسقاء وغیره منه کما کان فی الدنیا﴾

(وفاء الوفاء لعلامہ سمہودیؒ ج ۲ ص ۴۲۱ طبع مصر)

یہ واقعہ اسی سند کے ساتھ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص ۳۱، ۳۲ اور استیعاب علی ہامش الاصابۃ ج ۲ ص ۴۶۴ لابن عبدالبر المتوفی ۴۶۳ھ میں مذکور ہے۔ اور علامہ علی بن عبدالکافی السبکیؒ نے بھی امام بیہقیؒ کی کتاب دلائل النبوۃ سے پوری سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (شفاء السقام ص ۱۳۰)

اور حافظ ابن کثیرؒ نے بھی یہ واقعہ امام بیہقیؒ کی پوری سند کے ساتھ نقل فرمایا ہے اور آخر میں لکھتے ہیں ﴿وهذا سند صحیح﴾

(البدایة والنهایة لابن کثیرؒ ج ۷ ص ۹۲)

اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں ﴿رواه ابن ابی شیبة باسناد صحیح من روایة ابی صالح سمان﴾ (فتح الباری ج ۳ ص ۱۴۸)

امام طبریؒ اور حافظ ابن کثیرؒ اس واقعہ کے سلسلہ میں یہ بھی نقل کرتے ہیں۔

﴿حتی اقبل بلالؓ بن الحارث المزنی فاستأذن علی عمرؓ فقال انا رسول رسول الله الیک یقول لک رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لقد عهد تک کیسا ومازلت علی ذالک فما شأنک؟ قال متی رأیت هذا قال البارحة فخرج فنادیٰ فی الناس الصلوٰة جامعة﴾

(تاریخ طبری ج ٤ ص ۹۸ والبدایة والنهایة ج ۷ ص ۷۱ واللفظ لها)

اور اختصاراً اس واقعہ کا ذکر علامہ ابن اثیر المتوفی ۶۳۰ھ نے بھی کیا ہے۔ (الکامل لابن اثیر ج ۲ ص ۵۵۶) اور یہ واقعہ حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ سے بیان کیا اور فرمایا

﴿فان بلالؓ بن الحارث یزعم ذیة ذیة فقالوا صدق بلالؓ﴾

(تاریخ طبری ج ٤ ص ۹۹ والبدایة والنهایة ج ۷ ص ۹۱)

نوٹ: مصنف ابن ابی شیبہ اور استیعاب کی سند ابومعاویہ عن الاعمش عن ابی صالح عن مالک الدارؒ ہے اور بخاری ج ۲ ص ۵۳۷ میں ایک حدیث کی سند ابومعاویہ عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ھریرۃؓ ہے۔

﴿عن عثمانؓ بن حنیف ان رجلا ضریر البصراتی النبی صلی الله علیه وسلم فقال ادع الله لی ان یعافینی فقال ان شئت اخرت لک وهو خیر وان شئت دعوت فقال ادعه فامره ان یتوضأ فیحسن وضوءه ویصلے رکعتین ویدعو بهذا الدعاء اللهم انی اسئلک واتوجه الیک بمحمد نبی الرحمة یا محمد انی قد توجهت بک الی ربی فی حاجتی هذه لتقضےٰ اللهم شفعه فی قال ابو اسحٰق هذا حدیث صحیح﴾ (بلفظه ابن ماجه ص ۱۰۰)

یہ روایت امام زکی الدین عبدالعظیم منذری المتوفی ۶۵۶ھ نے کچھ الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ نقل کی ہے آخر میں ہے ﴿فرجع وقد کشف الله عن بصره﴾ (رواه الترمذی وقال حدیث حسن صحیح غریب والنسائی واللفظ له وابن ماجه و ابن خزیمه فی صحیحه والحاکم وقال: صحیح علی شرط البخاری و مسلم)

﴿ولیس عند الترمذی ثم صل رکعتین انما قال فامره ان یتوضأ فیحسن وضوءه ثم یدعو بهذا الدعاء فذکر بنحوه ورواه فی الدعوات ورواه الطبرانی وذکر فی اوله قصة وهو﴾

(الترغیب والترهیب للمنذری ج ۱ ص ٤٧٤)

﴿ان رجلا کان یختلف الی عثمان بن عفان رضی الله عنه فی حاجة له وکان عثمان لا یلتفت الیه ولا ینظر فی حاجته فلقی عثمان بن حنیف فشکا ذالک الیه فقال له عثمان ابن حنیف ائت المیضاة فتوضأ ثم ائت المسجد فصل فیه رکعتین ثم قل اللهم انی اسئلک و اتوجه الیک بنبینا محمد صلی الله علیه وسلم نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بک الی ربی فیقضی حاجتی' وتذکر حاجتک ورح الی حتی اروح معک فانطلق الرجل فصنع ماقال له ثم اتی باب عثمان فجاء البواب حتی اخذ بیده فادخله علی عثمان بن عفان فاجلسه معه علی الطنفسة وقال ما حاجتک؟ فذکر حاجته فقضاهاله' ثم قال ماذکرت حاجتک حتی کانت هذه الساعة' وقال ما کانت لک من حاجة فائتنا' ثم ان الرجل خرج من عنده فلقی عثمان بن حنیفؓ فقال له جزاک الله خیرا ما کان ینظر فی حاجتی ولا یلتفت الی حتی کلمته فی فقال عثمان بن حنیف: والله ما کلمته ولکن شهدت رسول الله صلی الله علیه وسلم و اتاه

رجل ضرير فشكا اليه ذهاب بصره فقال له النبی صلى الله عليه وسلم او تصبر فقال يا رسول الله انه ليس لی قائد و قد شق علی فقال له النبی صلى الله عليه وسلم ائت الميضاة فتوضأ ثم صل ركعتين ثم ادع بهذه الدعوات' فقال عثمان بن حنيف: فوالله ماتفرقنا وطال بنا الحديث حتى دخل علينا الرجل كانه لم يكن به ضرقط قال الطبرانی بعد ذكر طرقه: والحديث صحيح﴾ (الترغيب والترهيب للمنذری ص٤٧٤ تا٤٧٦)

اس سے پہلی روایت ابن ماجہ اور الترغیب والترہیب کے علاوہ مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۸ و مستدرک ج ا ص ۳۱۳ مع التلخیص مشکوۃ ص ۲۱۹ والبدایۃ والنہایۃ ج ۶ ص ۱۶۱ عن احمد وکتاب الاذکار ص ۱۶۷ میں بھی تھے۔ علامہ خفاجیؒ فرماتے ہیں وھذا الحدیث مسند صحیح اورنسیم الریاض ج ۳ ص ۱۰۶ طبع مصر۔

علامہ سمہودیؒ فرماتے ہیں صححہ البیہقی وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۲۰ بحوالہ تسکین الصدور حضرت اقدس مولانا محمد سرفراز خاں صاحب دامت برکاتھم العالیہ۔

حضرت مولانا سید میاں محمد نذیر حسین صاحب دہلویؒ نے اپنی کتاب معیار الحق کے آخر میں لکھا ہے۔

﴿هذا الطوما الهم الله خالق الثقلين عبده العاجز محمد نذير حسين عافاه الله فی الدارين بجاه سيد الثقلين.﴾

(معیار الحق ص ۴۱۹ مکتبہ نذیریہ قصور)

اس عبارت میں جاہ لفظ توسل النبی الکریم بعداز وفات پر دلالت کرتا ہے۔

حضرت مولانا علامہ نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ ختم خواجگان کا طریقہ لکھتے ہوئے یہ لکھتے ہیں پھر اللہ سے حصول بدعا بوسیلہ ان بزرگوں کے چاہے اور جب تک کام نہ ہو۔ مداومت رکھے اللہ ہر مشکل کا آسان کرنے والا ہے الخ کتاب التعویزات المعروف بہ الدعوالدواص ۱۱۰ مطبع محمدی لاہور

حضرت مولانا حافظ محمد صاحب آف لکھوکے لکھتے ہیں (احوال الآخرت منظوم پنجابی میں)

جے اسیں لکھ گناہیں ڈبے تو غفار قدیمی
تو مالک اسیں بندے عیبی تیری صفت کریمی
اساں کرم تیرے تھیں ناز کریماں ہور غرور نہ کوئی
بحرمت نبیؐ پیارے بخشیں کل تقصیر جو ہوئی

صفحہ ۱۴۰ میں ہے

ایہہ عرض قبول بحرمت نبیاں حرمت کل ولی دے

حاشیہ ص ۱۴۰ میں ہے

فسهل یا الهی کل صعب بحرمة سید الابرار: حرمت کا لفظ بطور توسل کے ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولنا حافظ محمد الیاس صاحب اثری حفظہ اللہ گوجرانوالہ سے مسئلہ حیات برزخیہ کی آڑ میں بے سروپا گلفشانیوں کے جواب میں جو ایک مقلد عالم دین نے اس سے پہلے اوراق میں لکھا ہے

معلوم ہوا کہ یہ آنحضرت ﷺ کی حیات کے بارے میں چند مختلف آئمہ کے خیالات کا مجموعہ ہے۔ مگر یاد رہے کہ ہمارے لیے اولین حیثیت قرآن وحدیث کی ہے آئمہ حدیث اور فقہاء امت کی تحریرات کی ثانوی حیثیت ہے' ان صفحات میں آپ نے (سائل نے) اکابرین اہلحدیث کے ان حوالہ جات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے جن میں آنحضرت ﷺ کے زندہ ہونے کا ذکر ہے اور اس بارے میں عرض ہے کہ ہمارا مسلک تحقیقی ہے تقلید و جمود نہیں ہے۔ فکری آزادی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جس کی قدر کرنا ضروری ہے جناب نبی کریم ﷺ نے بھی صحابہ کرام کو فکری آزادی سے ہمکنار کیا تھا ورنہ وہ بت پرستی کی جمود سے خلاصی حاصل نہ کر سکتے تھے وہی فکر ہمیں ورثہ میں ملی ہے اس لیے اکابرین امت کے اقوال اپنی جگہ' مگر اطاعت واتباع صرف نبی کریم ﷺ کی ہی واجب ولازم ہے۔ اقوالِ فقہاء جب تک کتاب وسنت سے متصادم نہیں ہوتے وہ لائق قبول ہیں اور جہاں کہیں تصادم کی صورت پیدا ہوگی تو پھر ہمیں یہی حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تعلیم کو ہی اختیار کیا جائے ارشاد ہے۔

﴿یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون

باالله والیوم الآخر ذالک خیر واحسن تاویلا﴾ (سورہ نساء)

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ' اس کے نبی ﷺ اور اولی الامر کی اطاعت کرو (اولی الامر سے کبھی اختلاف بھی ہوسکتا ہے) تو ایسی صورت میں اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو پھر اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کریم ﷺ کی طرف رجوع کرو یہی بہتر ہے اور اس کا ہی انجام بہتر ہے۔

اس لیے ہمارے ساتھ جب بھی گفتگو کا موقع ملے تو ہمارے ہاں جو مسلمات ہیں ان کو پیش کیا جائے یاد رکھنا اللہ تعالیٰ نے اختلافات کا جو حل پیش کیا ہے اس سے بہتر کوئی حل ہوسکتا ہی نہیں مگر ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے ہاں نبیوں والا مقام امتیوں کو دے دیا گیا ہے جس سے بہرحال پرہیز کرنا دنیا و آخرت کی کامیابی کی ضمانت ہے' اب میں ترتیب وار تمام حوالہ جات کا جواب تحریر کرتا ہوں اگر نیت صالح اور فکر درست ہوئی تو تسلیم کرلیا جائے گا ورنہ ہمیں تو احقاق حق کا ثواب ضرور ملے گا۔

علامہ شوکانی کی عبارت آپ نے نقل کی ہے اولاً تو آپ کا لکھا ہوا حوالہ ہی غلط ہے مذکورہ صفحات پر آپ کے درج کردہ کئی حوالہ جات بالکل موجود نہیں ہیں۔ پھر آگے پیچھے بھی کچھ اوراق دیکھے ہیں مگر پھر بھی کچھ حوالہ جات نہیں ملے اس کے باوجود ہم کچھ نہ کچھ عرض کریں گے۔ گزارش یہ ہے کہ میں نے ابھی اوپر عرض کیا تھا کہ ہمارا مسلک تحقیقی ہے' ہم علامہ شوکانی کا نام سن کر ان کا احترام تو ضرور کریں گے اور آپ کی بات اگر صحیح ہوگی تو اس کو بھی ضرور تسلیم کریں گے اور اس کے برعکس ہم ان کی ہر تحقیق کو ماننے کے پابند نہیں ہیں جب ہم علامہ شوکانی کی عبارت پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے جماعت محققین کا نظریہ نقل کر کے کوئی تنقید نہیں کی گویا کہ یہ ان کا بھی نظریہ ہے جیسا کہ سائل نے پیش کیا ہے اب ہم ان مندرجات کو لیتے ہیں جو اس تحقیق کی بنیاد ہیں انہوں نے بنیادی طور پر چار' پانچ پوائنٹ لیے ہیں۔

پہلی دلیل:

﴿الانبیاء احیاء یصلون فی قبورھم﴾ یہ حدیث محدثین کے معیار کے مطابق صحیح نہیں ہے اس حدیث کی سند میں حسن بن قتیبہ خزاعی ہے ان کے بارے میں علامہ ذہبی نے اپنی کتاب میزان میں لکھا ہے۔ ﴿ھو ھالک﴾ میں کہتا ہوں کہ وہ ناکارہ ہے ہلاک ہونے والا ہے۔ دارقطنی نے بروائت برقانی متروک الحدیث کہا ہے امام ابو حاتم نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے ازدی نے کہا ہے وہ واھی الحدیث ہے عقیلی نے کہا کہ کثیر الوہم ہے' اب ھالک' متروک الحدیث ضعیف' واھی الحدیث اور کثیر الوہم جیسے الفاظ قابل غور ہیں اس طرح کی جرح کے بعد حدیث کی کیا پوزیشن رہ جائے گی شیخ ابن حجر نے بھی لسان المیزان میں اس جرح کی تصدیق کر دی ہے علامہ خطیب بغدادی نے بھی اپنی تاریخ بغداد میں اس کو واھی الحدیث متروک الحدیث ذکر کیا ہے یہی وجہ ہے علامہ شوکانی نے بھی اس کو صحیح کہہ کر ذکر نہیں کیا بلکہ ثبت فی الحدیث کہہ کر ذکر کیا ہے۔ اب اس قدر تنقید و جرح کے بعد ابن عدی کا لاباُس بہ کہنا کوئی وزن نہیں رکھتا۔ حافظ ابن القیم نے بھی اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

وحدیث ذکر حیاتھم بقبورھم
لما یصح وظاھر النکران
فانظر الی الاسناد تعرف حالہ
ان کنت ذا علم بھذا الشان

دوسری دلیل:

آپ نے انبیاء کی زندگی کو شہدا کی زندگی سے اقوئ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ جب ان کو رزق ملتا ہے تو انبیاء کے بارے میں کیا خیال ہے؟

جواب :- کفار موت کو عدم محض یا کلی فقدان سمجھتے تھے قرآن نے موت کے اس اصطلاحی مفہوم کا شہداء کے حق میں انکار کر دیا ہے اور یہ درست ہے لیکن ﴿لمن یقتل فی سبیل الله اموات﴾ کہہ کر جسم و روح کے انفصال کا اعتراف بھی کیا ہے ان کا خیال تھا کہ موت کے بعد دار فنا میں ان اعمال پر کوئی جزاء مرتب نہ ہوگی قرآن نے اس معنیٰ کی نفی فرمادی ہے اور اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد رزق اور نئی زندگی کا اثبات فرمادیا جو دنیوی زندگی سے مختلف ہوگی ﴿ولکن لا تشعرون﴾ کا کہنا بہت بڑا قرینہ ہے' ایک بات بڑی واضح ہوگئی ہے کہ شہداء کی زندگی تو برزخی ہے دنیوی نہیں ہے ورنہ لاتشعرون کا کیا معنیٰ ؟ کیونکہ دنیوی زندگی کو تو ہم جانتے ہیں کہ وہ..... چلتے' پھرتے' اٹھنے' بیٹھنے' کھانے' پینے' سونے' جاگنے' شادی کرنے وغیرہ کا نام ہے اب اس کی بھی نفی کر دی ہے جب مقیس علیہ ختم تو مقیس بھی ختم لہٰذا دنیوی زندگی بالکل ثابت نہ ہوئی تو برزخی کے ہم بھی منکر نہیں ہیں۔

باقی رہا کہ رزق کے لفظ سے استدلال کرنا کہ وہ دنیوی زندگی کا حصہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ رزق تو انبیاء کے علاوہ برزخ میں باقی اہل ایمان کو بھی ملتا ہے ارشاد ہے۔

﴿والذین هاجروا فی سبیل الله ثم قتلوا او ماتوا لیرزقنهم الله رزقا حسنا وان الله لهو خیر الرازقین﴾ (حج آیت نمبر ۵۸)

مہاجر جنہوں نے فی سبیل اللہ ہجرت کی پھر قتل ہوئے یا مر گئے تو اللہ تعالیٰ ان کو اچھا رزق دیں گے اور بیشک وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔

دیکھئے اس آیت میں موت اور قتل دونوں پر رزق کا وعدہ فرمایا گیا ہے جب رزق طبعی موت سے مرنے والوں کو بھی ملتا ہے تو رزق کے لفظ سے دنیوی زندگی کا معنیٰ لینا قرین عقل و دانش نہیں ہے۔

تیسری دلیل :

جناب موسیٰ کو معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں نماز ادا کرتے

ہوئے دیکھا ہے۔ اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ انبیاء زندہ ہیں۔

جواب: — یہ بھی برزخی زندگی کا ذکر ہے۔ دنیوی زندگی کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی یہاں اس پر کوئی قرینہ ہے۔ پھر قبر کی زندگی کو کوئی عقل مند آدمی زندگی دنیوی کہہ ہی نہیں سکتا دیکھ جب چھوٹا بچہ ابھی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے سانس لیتا ہے خوراک بھی کھاتا ہے۔ اس کی زندگی کو دنیوی زندگی نہیں کہا جا سکتا جب وہ ماں کے پیٹ سے باہر آئے گا تو اس کی دنیوی زندگی شروع ہوگی اس طرح اگر کوئی قبر میں مر کر جاتا ہے تو اس کی یہ زندگی کیسے دنیوی ہوگی؟

پھر بیت المقدس میں ملاقات کرانا پھر آسمانوں پر ملاقات کرانا بھی قرینہ ہے کہ یہ زندگی دنیوی نہیں تھی بلکہ صرف برزخی تھی۔ جیسا کہ عمرو بن لحی کو جہنم میں دیکھا تھا دجال کو بحالت احرام حج کے لیے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

بڑے ہی افسوس کی بات ہے کہ یہ دنیوی زندگی دجال کو بھی حاصل ہے تو حضرات انبیاء کرام کی کیا فضیلت رہ جائے گی؟ --- مزید یہ کہ انبیاء کی زندگی اہل سنت کے نزدیک شہداء کی زندگی سے بہتر اور بہت قوی ہے۔ برزخ میں عبادت‘ تسبیح‘ تہلیل‘ بلندی درجات جو ان کو حاصل ہے اور بعض واقعات صرف بطور مثال ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور آیات کبریٰ دکھائے گئے ہیں۔ ان سے زندگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

یاد رکھنا کہ یہ مسئلہ بالکل مستحدث ہے آئمہ سنت سے سلف امت میں کوئی بھی دنیوی زندگی کا قائل نہ تھا۔

چوتھی دلیل:

﴿ما من احدیمر علی قبر اخیه المؤمن الخ﴾ اس کی کوئی سند مذکور نہیں ہے جب تک سند کا علم نہ ہو اس وقت تک اطمینان و یقین کا حصول بہت مشکل ہے کیونکہ ہوسکتا ہے علامہ شوکانی صاحب کے نزدیک ایک حدیث صحیح ہو دیگر آئمہ کے

نزدیک اس کی صحت مشکوک ہو یہی وجہ ہے کہ علماء نے امام ترمذی رحمہ اللہ کی تحسین اور امام حاکم کی تصحیح کو علی الاطلاق تسلیم نہیں کیا۔ وہ کوئی چھوٹے عالم تھے؟ امام ابوداؤد نے اپنی تالیف سنن ابی داؤد میں کئی احادیث کو صحیح سمجھا ہے مگر دیگر آئمہ نے اس پر تنقید کی ہے اس لیے جب تک سند نہ ملے گی کسی حدیث کے بارے میں قبول ورد کا فیصلہ کرنا مشکل ہے دوم بعض علماء نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

عقلی جواب:۔ عقلی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ جب کوئی مومن بھائی دفن ہونے کے بعد اپنے مومن بھائی کو پہچانتا ہے سلام سن کر جواب بھی دیتا ہے تو عجیب بات ہے کہ وہ مر کر قبر میں دفن ہو کر سلام سن کر جواب دیتا ہے اور ہم زندہ ہو کر بھی اس کا جواب نہیں سنتے پھر مردے کون ہیں ہم کہ وہ ہیں؟ ذرا غور فرمائیں۔

آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکائت ہوگی

میرے عزیز یہ سب برزخی امور ہیں جو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر جو کچھ بیان کر دیا ہے اس پر ایمان ہے کہ وہ صحیح ہے اور باقی امور کے بارے میں ہم خاموش رہیں گے۔

پانچویں دلیل:

آنحضرت مدینے کے بقیع قبرستان میں زیارت قبور کے لیے جاتے تو ان کو سلام کہتے؟

جواب:۔ یہ تو حیات اموات کی دلیل نہیں ہے یہ محض اللہ تعالیٰ سے دعاء کرنا مطلوب ہے ان کو سنانا مطلوب نہیں ہے جیسے کوئی آدمی یہاں بیٹھ کر دور دراز رہنے والے اپنے بیٹے کے بارے میں کہے کہ اے بیٹے اللہ تیرے اوپر رحم فرمائے تو کیا وہ سنتا ہے اور یہ اس کو سنا رہا ہے؟ یاد رہے کج بحثی کرنا ایمان کے منافی ہے۔

پھر علامہ شوکانی کی تائید میں آپ جو حوالہ جات لکھتے ہیں کچھ مجھے ملے ہیں کچھ

نہیں ملے۔ جب شوکانی صاحب کی پیش کردہ احادیث کی ہم نے تحقیقات آپ کے سامنے پیش کردی ہیں تو باقی حوالہ جات کی پھر کیا حیثیت رہ جائے گی۔

۲۔ مولانا شمس الحق صاحب: مولف عون المعبود کا بھی حوالہ لکھا ہے جو صفحہ آپ نے بطور حوالہ لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ مولف عون المعبود نے یہ کہاں لکھا ہے کہ ان کی زندگی دنیوی ہے جب کہ اختلاف حیات دنیوی میں ہے۔ برزخی زندگی کا تو کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا۔

۳۔ مولانا محمد عطاء اللہ صاحب کی تعلیقات کا بھی آپ نے حوالہ دیا ہے' مجھے یہاں بھی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہاں بھی مراد حیات برزخی ہے۔ دوم۔ انہوں نے یہ حاشیہ سیوطی کے حوالہ سے لکھا ہے۔

اعتراض: چلو حاشیہ سیوطی کا ہی سہی مگر مؤلف نے اس پر کوئی تنقید نہیں کی معلوم ہوا وہ اس کو صحیح مان رہے ہیں ہاں انہوں نے ایک حدیث لکھی ہے کہ ﴿قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائبا بلغته﴾ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ہے کہ جس نے میری قبر کے پاس آ کر مجھ پر درود پڑھا میں اس کو سنتا ہوں اور جو دور رہ کر درود پڑھے گا وہ مجھے پہنچایا جائے گا۔

جواب:۔ اس حدیث کے بارے میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند محمد بن مروان سدی صغیر منفرد تھے۔

﴿وھو متروک عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ھریرة مرفوعاً﴾ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۵)

اس کی سند میں محمد بن مروان سدی صغیر راوی ہے اور وہ جناب اعمش سے اکیلا ہی حدیث نقل کرتا ہے اس صورت میں وہ متروک ہے یعنی حضرات محدثین نے کہہ دیا ہے کہ یہ راوی قابل استدلال' لائق صحت و استناد نہیں ہے۔ حضرت مولانا نے اس شہرت کی بنا پر کوئی تنقید نہیں فرمائی ہوگی یا پھر بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ لکھتے ہوئے خیال آتا

ہے کہ عبارت مکمل کرلوں بعد میں پھر اس پر تنقیدی نوٹ لکھوں گا پھر بات توجہ سے نقل جاتی ہے غالب خیال یہ ہے کہ یہاں بھی اس لیے تنقید نہ کی جاسکی' خود ہمیں بھی کئی دفعہ ایسے مراحل پیش آتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

۴۔ علماء نجد کی عبارت کا بھی آپ نے سہارا لیا ہے اور وہ بھی مفید نہیں ہے کیونکہ انہوں نے بھی دنیوی زندگی کا بالکل ذکر نہیں کیا ہے۔[1]

۵۔ حضرت میاں[2] صاحب کا بھی آپ نے حوالہ دیا ہے بے شک وہ شیخ اہلحدیث ہیں مگر انہوں نے بھی دنیوی زندگی کا ذکر نہیں کیا۔ دوم۔ انہوں نے جو حدیث نقل کی ہے وہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ ابھی اوپر گزرا ہے۔

۶۔ مولانا عبدالغفور امرتسری کا حوالہ بھی آپ نے دیا ہے کہ وہ: ﴿فنبی الله حيي يرزق﴾ کی شرح کرتے ہیں اور علامہ شوکانی کی عبارت کا ترجمہ لکھتے ہیں جو نواب صاحب نے لکھا ہے۔

جواب:۔ ﴿فنبی الله حيي يرزق﴾ یہ حدیث ہی ضعیف ہے کیونکہ عبادہ بن نسی اور ابوالدرداء میں انقطاع ہے۔ ان کی آپس میں ملاقات نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۴)

دوم: انہوں نے بھی حیات برزخی کا ذکر کیا ہے۔ دنیوی کا کوئی قرینہ نہیں ہے۔

نواب صاحب کی دلیل الطالب کا حوالہ بالکل مذکورہ صفحہ پر ہمیں نہیں ملا۔

دوم۔ آپ نے ان کی جو عبارت پیش کی ہیں اس میں وہ کفار کی حیات کے قائل ہیں۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ان کی زندگی بھی انبیاء کی طرح ہی ہے تو پھر

---

[1] سائل کی پیش کردہ عبارت یہ ہے' ﴿والذه نعتقدان رتبة نبينا صلى الله عليه وسلم اعلى مراتب المخلوقين على الاطلاق ورنه حي في قبره حياة مستقرة ابلغ من حياة الشهداء المنصوص عليها في التنزيل اذهو افضل منهم بلا ريب وانه يسمع سلام من يسلم عليه﴾ (بحوالہ اتحاف النبلاء ص ۴۱۵ طبع کانپور لنواب صدیق حسن خاںؒ ۶۲)

[2] حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی عند القبر درود بھیجتا ہے الخ (فتاویٰ نذیریہ ج ۲ ص ۵۵۔ ج ۱ ص ۷۰۶)

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکائت ہو گی

سوم: پھر ان کی بنیاد بھی ضعیف احادیث پر ہے ہمارا مذہب چونکہ تحقیق ہے اس لیے ہم سمجھ سوچ کر اپنے اکابر کی بات کو تسلیم کرتے ہیں۔

۷۔ نواب وحید الزماں کا حوالہ دیتے ہوئے بھی آپ نے غور نہیں کیا انہوں نے بھی دنیوی زندگی کا کوئی قرینہ نقل نہیں کیا۔

دوم: انہوں نے کہا ہے کہ: وہ ہم کو اپنا جواب نہیں سنا سکتے'' یہ مردہ ہونے کی علامت ہے جو زندہ ہوتا ہے اس کو سنانے میں کیا روکاوٹ ہے۔ بقول ان کے جب زندوں نے سلام کلام کیا تو انہوں نے سن لیا۔ مگر ان کا سلام ہم نہ سنیں تو پھر کیا معنیٰ کہ وہ مردہ ہیں یا پھر سلام کہنے والا مردہ ہے۔

۸۔ حافظ ابن حجر کی تحریر بھی مفید مطلب سمجھ کر آپ نے نقل کی ہے۔ ﴿ان حیاته صلی الله علیه وسلم فی القبر لا یعقبها موت بل یستمر والانبیاء احیاء فی قبورهم﴾ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۲)

جواب: - یہ بھی برزخی زندگی ہے علماء کرام کو یہ زیب نہیں کہ وہ اس طرح کی غیر واضح عبارات کا سہارا لے کر دنیوی زندگی کا عقیدہ اپنائیں جیسا کہ انہوں نے دوسری جگہ فرمایا ہے۔

﴿قال ابن التین...... ان الموتی لا یسمع بلاشک لکن اذا اراد الله السماع﴾ (فتح الباری)

۹۔ عبدالوہاب شعرانی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ صحیح احادیث میں آیا ہے کہ آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں آذان واقامت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔

جواب: - یہ صحیح احادیث کہاں ہیں؟ کس کتاب میں ہیں؟ بلا دلیل ہم بالکل بات تسلیم کرنے کے قائل نہیں ہیں۔ نہ ہی علماء کی یہ شان ہے۔

۱۰۔ حافظ ابن تیمیہ کے بارے میں بھی لکھا ہے وہ بھی حیات کے قائل ہیں' حوالہ

دیا ہے مناسک الحج کا مگر ہمیں یہ حوالہ بالکل نہیں ملا۔ دوسرا حوالہ فتاویٰ کا دیا ہے ﴿فان المیت یسمع النداء الخ﴾ کہ میت لوگوں کی آواز سنتی ہے جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے ﴿انه یسمع قرع نعالھم﴾

جواب: حافظ ابن تیمیہ کے بارے میں بھی لکھا ہے وہ بھی حیات کے قائل ہیں' حوالہ دیا ہے مناسک الحج کا مگر ہمیں یہ تو خاص ایک وقت کی بات ہے اور اس کی دلیل یہ ہے ﴿انه لیسمع﴾ میں ﴿یسمع ان﴾ کی خبر ہے اور جب خبر پر لام داخل ہوتا ہے تو اس وقت حالیت کا معنی پیدا ہوتا ہے (کتب نحو) یعنی وہ فی الحال سنتی ہے ہر وقت نہیں سنتی۔

دوم حوالہ اب فی الحال وہ سن رہے ہیں۔ کیونکہ اس کی روح واپس حساب کے لیے لوٹائی جاتی ہے' ہمیشہ اور دائمی سنتے رہنے کی کوئی صحیح دلیل ہمارے سامنے نہیں آئی۔

پھر مزید یہ کہ مومن کو کہا جاتا ہے ﴿نم کنومة العروس﴾ کہ تو سو جا جیسے دلہن سوتی ہے اب یہ قاعدہ ہے ﴿النائم لا یسمع ولا یتکلم﴾ اور پھر یہ تو نیند بھی موت کی ہے تو سننا کیسا ہوگا۔؟

دوسری دلیل: قلیب بدر والوں کو آنحضرت نے سنایا تھا۔

جواب: یہ ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ ﴿ھل وجدتم ما وعد ربکم حقا﴾ پھر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ ﴿تکلم اجساد الا ارواح فیھا﴾ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ﴿ما انتم باسمع منھم﴾ کہ تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے یہ جزئی واقعہ ہے یعنی خاص واقعہ ہے اس میں عموم کا کوئی قرینہ نہیں ہے لہٰذا اس سے عموم وشمول مراد لینا غلط ہے اور دلائل صحیحہ کے بھی خلاف ہے۔ لہٰذا اس آیت کے موجب۔ ﴿ان اللہ یسمع من یشاء﴾ ''اللہ تعالیٰ جس کو سنانا چاہیں سنا سکتے ہیں'' اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا آپ نے عموم کہاں سے نکالا ہے؟ جناب عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی خیال ہے کیونکہ وہ ﴿ماانتم باسمع﴾ کا معنی کرتی ہیں ﴿ما انتم باعلم﴾ (بخاری)

۱۱۔ حافظ ابن قیم کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے۔

﴿وقد شرع النبی صلی الله علیه وسلم لامته اذا سلموا علی اهل القبور ان یسلموا علیهم سلام من یخاطبونه فیقول السلام علیکم دار قوم مومنین هذا خطاب لمن یسمع ویعقل ولولا ذلک لکان هذا الخطاب بمنزله خطاب المعدوم والجماد والسلف مجمعون علی هذا وقد تواترت الاخبار عنهم بان المیت یعرف زیارة الحي له یستبشر به﴾ (کتاب الروح)

جواب:۔ اس میں تین دلائل مذکور ہیں ترتیب وار ان کا جواب یہ ہے۔

۱۔ مردوں کو السلام علیکم کہا جاتا ہے یہ دلیل ہے کہ وہ سنتے ہیں ورنہ تو یہ خطاب ایسا ہے جسے کسی ناموجود اور جمادات سے خطاب ہوتا ہے۔ یاد رکھنا کہ یہ تو کوئی ضروری نہیں ہے کہ خطاب اس کو ہوتا ہے جو سن سکتا ہے۔

دیکھئے آنحضرت ﷺ کی انگلی زخمی ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ ﴿هل انت الا اصبع دمیت، وفی سبیل الله مالقیت﴾ کیا انگلی میں سننے کی طاقت ہے؟ معلوم ہوا کہ جمادات سے خطاب خلاف عقل نہیں ہے۔ دوم اس میں تواتر کا دعویٰ کیا ہے۔

جواب:۔ یہ دعویٰ خلاف واقعہ ہے کیونکہ اس مسئلہ میں آج تک تواتر نہیں دیکھا گیا اور امت کا اختلاف اس کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

سوم:۔ اجماع امت کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

جواب:۔ یہ بھی خلاف واقعہ ہے امت کا معتد بر حصہ اس کا قائل نہیں ہے۔

اس کے بعد سائل نے کچھ حنفی علماء کے اقوال نقل کئے ہیں ہم ان کے جواب دینے کے پابند نہیں ہیں۔

آخر میں ایک حوالہ جناب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا بھی نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ حضرت الامام نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ بزرگوں کی قبور پر حاضری دیتا ہے ان کو سلام عرض کرتا ہے ان سے کلام و گفتگو بھی کرتا ہے اور کہتا ہے۔

﴿یا اهل القبور هل لكم من خير وهل عندكم من اثر انى اتيتكم وناديتكم من شهور وليس سوالى منكم الا الدعاء فهل دريتم ام اغفلتم﴾

اے اہل قبور تمہارے اختیار میں کوئی خیر و برکت ہے۔ میں کئی مہینوں سے تمہارے پاس حاضر ہو رہا ہوں اور اپنی عرض بھی پیش کرتا ہوں اور میں صرف تم سے دعاء کا طالب ہوں کیا تم جانتے بھی ہو یا غافل ہی ہو۔

حضرت الامام نے اس سے پوچھا کہ کیا انہوں نے کوئی جواب دیا ہے؟ اس نے عرض کیا جی نہیں۔ امام صاحب نے فرمایا: ﴿سحقالك وتربت يداك﴾ کہ تیرے لیے (رحمت الہی سے) دوری ہو تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں تو ان جسموں سے کلام کرتا ہے۔ جو جواب کی سکت نہیں رکھتے' نہ آواز سنتے ہیں اور پھر امام صاحب نے یہ آیت پڑھی: ﴿وما انت بمسمع من في القبور﴾ (الغرائب فی تحقیق المذاهب) آپ حضرات جس امام صاحب کی تقلید کرتے ہیں اس کی ہی بات مان لیں کہ مردے نہیں سنتے یا پھر ان کی تقلید کا دعویٰ ترک کر دیں۔ جب آپ کے تمام سوالات کے جوابات مکمل ہو گئے تو آپ کا دعویٰ باطل ہو گیا۔ اب ہمارا دعویٰ خود بخود ثابت ہو گیا کہ مردے علی الاطلاق نہیں سنتے۔ جب اللہ تعالیٰ سنانا چاہیں تو سنتے ہیں ورنہ نہیں۔ ﴿ان الله يسمع من يشاء وما انت بمسمع من في القبور﴾ ہمارے مدعیٰ کی دلیل ہے اس کی جو بھی تاویل کی جائے گی ہم ان شاء اللہ جواب دیں گے۔

جواز توسل کے بارے:

اس بارے میں بھی عرض ہے کہ دلائل سے بات کرنا ہی مفید ہو سکتا ہے بلا دلیل تو کوئی دعویٰ مسموع نہیں ہو سکتا یہاں بھی آپ نے اولاً علامہ شوکانی صاحب کا حوالہ دے کر ان کو ہمارے سامنے کھڑا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہم ان کی علمی عظمت

کے قائل و معترف ہیں مگر دلائل سے ہی کسی کو کسی مسئلہ پر قائل کیا جا سکتا ہے۔

علامہ صاحب نے تفہیم حدیث کا یہ انداز اختیار کیا ہے کہ توسل بالنبی ﷺ صرف زندگی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ انتقال کے بعد بھی جائز ہے۔ اور دلیل یہ دی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو آپ کی زندگی میں وسیلہ بنانا اور آپ کے بعد دوسرے بزرگوں کو وسیلہ بنانا صحابہ کرام کے اجماع سکوتی سے ثابت ہے کیونکہ حضرت فاروقؓ نے حضرت عباس کو وسیلہ بنایا تو کسی صحابی نے اس کا خلاف نہیں کیا' میرے خیال میں جواز توسل کو نبی کریم ﷺ سے مخصوص کر دینا جیسا کہ عزالدین کو وہم ہوا ہے اس کی کوئی وجہ نہیں'' (بحوالہ بوادر النوادر ص ۷۶۳)

جواب :- پہلے محل نزاع کو سمجھ لینا چاہئے تاکہ مسئلہ کی تفہیم میں آسانی پیدا ہو جائے مطلق وسیلہ کے جواز و عدم جواز میں قطعاً بحث نہیں ہے اختلاف اس میں ہے کہ مردے یا زندہ غائب کو وسیلہ بنایا جا سکتا ہے یا نہیں۔ میں نقشہ پیش کرتا ہوں تاکہ مسئلہ واضح ہو جائے۔

نقشہ

توسل

بالاعمال الصالحه — یہ بالکل جائز ہے

بالذوات الفاضله (بزرگ حضرات)

زندہ

قریب — جائز بمعنی الدعاء

بعید — ناجائز

مردہ ناجائز

اب آپ خط کشیدہ الفاظ کو دیکھیں کہ ان میں کہیں مردے کا ذکر ہے۔ بالکل نہیں ہے۔

دوم : حضرت عباس زندہ ہی تھے۔ جن سے دعاء کرائی گئی تھی تب ہی تو کوئی اختلاف نہیں ہوا زندہ آدمی سے دعاء کرانے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے مگر یہ محل

نزاع نہیں ہے جب کہ نزاع مسئلہ کے لیے پوری کتب حدیث میں ایک حدیث بھی صحیح اور واضح نہیں پیش کی جا سکتی۔

بلاتی ہیں موجیں کہ طوفاں میں اترو
کہاں تک چلو گے کنارے کنارے

باقی رہا علامہ صاحب کا عز الدین سے اختلاف کرنا تو یہ اہل علم کا حق ہے۔

میں چمن چاہے جیاں رہوں
میرا حق ہے فصل بہار پر

باقی دوسروں کو قائل کرنے کے لیے دلائل کا ہونا ضروری ہے لیکن تہی دامن ہیں وہ لوگ جو اس کے جواز کے قائل ہیں۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اختلافی مسئلہ پر جواز توسل کے قائلین سے صرف ایک صحیح اور واضح حدیث درکار ہے اگر ہے تو پیش کریں ورنہ یہ عقیدہ ترک کر دیں۔

۲۔ سائل نے علامہ وحید الزمان کا بھی ایک حوالہ دیا ہے آپ نے جو حوالہ دیا ہے وہ ہمیں بالکل نہیں ملا کیونکہ ترجمہ بخاری حاشیہ نمبر ۷، پارہ نمبر ۴ پر بالکل وجود ہی نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہ حوالہ خود نہیں دیکھا بلکہ کسی جگہ لکھا دیکھ کر آپ نے لکھ دیا ہے۔ یہ ہرگز علماء دین کی شان نہیں ہے۔

۳۔ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی کا بھی سائل نے حوالہ دیا ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ لوگوں میں ایک ختم مشہور ہے اس میں یوں پڑھتے ہیں یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئا للہ۔ یعنی اے شیخ عبد القادر کچھ دو تم اللہ کے واسطے۔ یہ لفظ نہ کہنا چاہئے ہاں اگر یوں کہے کہ یا اللہ کچھ دے شیخ عبد القادر کے واسطے تو بجا ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۶۴)

جواب: یہ بھی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے اس بارے میں انہوں نے کسی آیت یا حدیث سے اس مسئلہ کا اثبات تو نہیں فرمایا۔

دوم: عقلی طور پر بھی یہ کہنا کہ یا اللہ کچھ دے شیخ عبدالقادر کے واسطے درست نہیں ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے بعد اگر اس کو کوئی شی مل جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کا اس سائل پر کیا احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اس کو کچھ دینا نہیں چاہتے تھے مگر رابطہ اور وسیلہ بننے والے کے منہ کو دیا ہے کہ اس کی بات کو اللہ تعالیٰ رد نہیں کر سکتے تھے اب اگر اللہ کا احسان ہے تو اس واسطہ اور وسیلہ بننے والے پر ہے نہ کہ اس پر جس کو کوئی شی دی گئی ہے اس جملے کی مزید جو بھی تاویل کی جائے غلط ہوگی درست نہ ہوگی۔

وضاحت: میرے خیال کے مطابق یہ عبارت بعض نسخوں میں ہے اور بعض میں نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبارت الحاقی ہے شاہ صاحب کی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تو موضوع کتاب کے منافی ہے۔ واللہ اعلم۔

۴۔ امام نووی کی کتاب الاذکار ص ۱۸۴ کا ایک حوالہ دیا ہے مگر متعلقہ صفحہ پر بالکل یہ حوالہ نہیں ملا۔ ایک حوالہ الایضاح فی مناسک الحج ص ۴۹۸ کا بھی دیا ہے۔ ﴿یتوسل به فی حق نفسه ویتشفع به الی ربه سبحانه و تعالی ومن احسن مایقول ماحکاه اصحابنا عن العتبی الخ﴾ خلاصہ یہ ہے عتبی کہتا ہے کہ میں آنحضرت کی قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک دیہاتی آیا اور اس نے ﴿السلام علیک یا رسول الله﴾ کہا پھر اپنی عرض پیش کی اور آپ کو وسیلہ بنایا۔

جواب: جس اعرابی کے حوالہ سے بات کی جارہی ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ حافظ ابن کثیر نے ابو منصور صباغ کی کتاب: الشامل کے حوالہ سے عتبی کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں سید کائنات کی قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک دیہاتی آیا اور اس نے سلام عرض کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم سنا ہے کہ جب لوگ اپنے اوپر ظلم کر چکے ہوں اور اگر آپ کے پاس آئیں، اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعاء کریں اور رسول ﷺ بھی ان کے لیے دعاء مغفرت کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دیں گے۔ میں آپ کے پاس اپنے گناہوں کی مغفرت کے لیے آیا ہوں اور آپ کو اپنے رب کے ہاں سفارشی بناتا ہوں۔ پھر اس نے یہ شعر کہے

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمه
فطاب من طیبهن القاع والاکم
نفسی الفداء بقبر انت ساکنه
فیه العفاف وفیه الجود والکرم

جی وہ دیہاتی یہ کہہ کر چلا گیا مجھے نیند آ گئی میں نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا: اے عتبی! اعرابی (دیہاتی) کے پاس جا اور اس کو کہہ کہ خدا نے تجھے معاف کر دیا ہے (تفسیر ابن کثیر' تاریخ ابن عساکر' الصارم المنکی)

اس روایت کے بارے میں جناب محمد بن احمد بن عبدالهادی لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ بالکل بناوٹی' خود ساختہ اور بے بنیاد ہے اس کی سند کے بارے میں فرمایا کہ ﴿اسنادہ ظلمات بعضها فوق بعض﴾ اس کی سند میں ہیثم نامی ایک راوی ہے جو احمد کا دادا ہے۔ میرے خیال میں یہ عدی طائی کا لڑکا ہے اگر وہی ہے تو وہ کذاب اور متروک ہے اور اگر کوئی دوسرا آدمی ہے تو وہ مجہول آدمی ہے کتب تاریخ میں اس کا تذکرہ ہی نہیں ہے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں۔

﴿لیس بثقة كان يكذب﴾ یہ کاذب ہے۔ ثقہ نہیں ہے'' وہ کذاب ہے () عجلی' ابوداؤد) متروک الحدیث (ابو حاتم رازی' نسائی' ازدی) وہ ساقط ہے (سعدی) میدان جرح وتعدیل کے شہسوار جناب امام بخاری فرماتے ہیں سکتوا علیه ای ترکوا یعنی یہ محدثین کے معیار سے گرا ہوا ہے۔ یہ تدلیس کرتا تھا (ابن حبان) ذاهب الحدیث ہے۔ (حاکم ابواحمد)

حدیث کی معنوی حیثیت:

یہ روایت درائت کے اعتبار سے بھی ساقط الاعتبار ہے اس کی کئی وجہ ہیں۔

ا۔ آنحضرت ﷺ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں مدفون ہیں وہ اعرابی بغیر اماں جی کے اجازت کے کیسے وہاں آ گیا اور سر پر مٹی بھی ڈال لی؟

۲۔ اعرابی کا یہ مقولہ ﴿یا رسول اللہ! قلت فسمعنا قولک ووعیت من اللہ ما وعینا عنک﴾ اس امر کا شاہد ہے کہ یہ اعرابی صحابی ہے پھر صحابی سے یہ فعل مکروہ وحرام کا ارتکاب کیسے ہوسکتا ہے۔ تامل فیہ۔

ج: یہ واقعہ عمل صحابہؓ کے خلاف ہے۔ خصوصاً فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے واقعہ استسقاء کے۔

د: اعرابی کا آیت قرآنی سے استدلال کرنا بھی غلط ہے کیونکہ وہ صرف آپ کی حیات اقدس تک ہی محدود ہے۔ مزید تفصیل کی ضرورت ہو تو میری کتاب التوسل کا مطالعہ کیا جائے۔

ہ: سائل نے بحوالہ تحریرات حدیث نمبر ۲۵۶ حضرت مولانا حسین علی' حافظ ابن حجر کی طرف منسوب کر کے عتبی کا واقعہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے بھی عتبی کے واقعہ سے استدلال کیا ہے۔

جواب: - اس کی فنی پوزیشن کیا ہے آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

۶۔ ایک حوالہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کا بھی دیا ہے کہ انہوں نے آپ کی وفات کے بعد کہا تھا۔

الا یا رسول اللہ انت رجاءنا
وکنت بنابرا ولم تک جافیا

خبردار اے رسول اللہ آپ ہماری امید ہیں
آپ ہم سے اچھا سلوک کرنے والے تھے آپ ظالم نہ تھے

یہاں یارسول اللہ سے خطاب پھر انت رجاءنا سے وسیلہ بنانا ثابت ہو رہا ہے۔

جواب: - اصل واقعہ حافظ ہیثمی نے اپنی کتاب (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۳۹ باب وداعہ صلی اللہ علیہ وسلم) میں نقل کیا ہے اور طبرانی کا حوالہ دیا ہے اور اصل الفاظ یہ نقل کیے ہیں۔

الا یا رسول اللہ انت رجاءنا
وکنت بنابرا ولم تک جافیا

خبردار اے رسول اللہ آپ ہماری امید ہیں
آپ ہم سے اچھا سلوک کرنے والے تھے آپ ظالم نہ تھے

تنبیہ: کنت رجاءنا کا معنی غور سے سمجھیں آپ نے الفاظ ہی تبدیل کر دیئے ہیں۔ حق وانصاف کا یہ تقاضا ہے؟ علم و دیانت بھی کوئی چیز ہے؟

دوم: یہ خبر بھی منقطع ہے کیونکہ عروہ بن زبیر کی حضرت صفیہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔

۷: حافظ ابن کثیر کا نام لے کر سائل نے عتبی کا واقعہ نقل کیا ہے۔ جس کا جواب ابھی گزرا ہے۔ اس کے بعد مزید کچھ علماء سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس واقعہ (واقعہ عتبی) کو مستحسن سمجھا ہے۔ ہم ان کے اس نظریہ کے پابند نہیں ہیں اور نہ ہی ہم ان علماء کی تحریرات کا جواب دینے کے پابند ہیں۔ کیونکہ وہ بھی حنفی العقیدہ ہیں۔ سائل بھی حنفی ہے۔ تم جانوں اور وہ جانے ہمارا ان سے کیا واسطہ ہے۔

۸۔ سائل نے مالک کے حوالہ سے ایک دوسرا واقعہ بھی نقل کیا ہے جناب عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دنوں میں قحط پڑ گیا ایک آدمی آنحضرت ﷺ کی قبر پر آیا اور عرض کرتا ہے۔ ﴿یا رسول اللہ استسق اللہ تعالیٰ لا متک فانھم قدھلکوا﴾ اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے لیے بارش طلب کریں آپ کی امت ہلاک ہو رہی ہے خواب میں اس کے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ حضرت عمرؓ کے پاس جا اس کو سلام کہہ اور اس کو بتا بارش آنے والی ہے۔ الخ

جواب:- اس کی سند میں مالک نامی آدمی ہے جو مجہول وغیر معروف ہے۔ الجرح والتعدیل میں ابن ابی حاتم نے سوائے ابو صالح کے کوئی دوسرا راوی ذکر نہیں کیا ابن ابی حاتم بڑے وسیع القلم ہونے کے باوجود اس کی توثیق نقل نہیں کرتے اس لیے حافظ ابن کثیر اور ابن حجر کی تصحیح کی کوئی خاص اہمیت نہیں رہ جاتی۔ حافظ منذری

نے ترغیب میں ایک دوسری روایت بحوالہ طبرانی کبیر حضرت عمرؓ نے نقل کی ہے اور کہا ہے کہ مالک الدار تک اس کی سند صحیح ہے اس مالک الدار کے بارے میں فرمایا ہے ﴿لا اعرفه﴾ میں اس کو بالکل نہیں جانتا۔ (مجمع الزوائد ج۳ ص۱۲۵) سیف نے اپنی کتاب: فتوح میں لکھا ہے کہ جس کو خواب آئی تھی وہ بلال بن حارث مدنی صحابی ہے' سیف کے بارے میں البانی صاحب نے لکھا ہے ﴿متفق علی ضعفه عند المحدثین﴾ (کتاب التوسل وانواعه واقسامه)

یہ بہت بڑا حدیث بنانے والا تھا۔ پھر یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صحیح واقعہ کے بھی خلاف ہے۔ پھر کسی صحابی نے بھی حضرت عمرؓ کو ایسا مشورہ نہ دیا تھا کہ قبر نبوی پر جاکر دعاء کرو۔ کچھ خوف خدا کرنا چاہیے اور مالک الدار کی یہ روایت بالکل صحیح نہیں ہے۔

سائل نے ایک عجیب حرکت کی جو اہل علم کے لائق نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں

نوٹ: مصنف ابن ابی شیبة اور استیعاب اور استیعاب کی سند ابو معاویہ عن الاعمش عن ابی صالح عن مالک الدار ہے اور بخاری ج ۲ ص ۷۳۵ میں ایک حدیث کی سند ابو معاویہ الاعمش عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ ہے۔

جواب:- انہوں نے مذکورہ سند کی صحت ثابت کرنے کے لیے صحیح بخاری کی ایک سند ذکر کی ہے جس میں قارئین کو فریب دینا مقصود ہے۔ حالانکہ بحث مالک الدار پر ہے اور بخاری کی حدیث میں مالک الدار کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اگر سائل یہ کوشش کر کے مجھے دکھادے تو مبلغ ایک صدروپے انعام پیش کردوں گا۔ یہ طرز فکر اور انداز تحریر آپ جیسے لوگوں کی شان نہیں ہے۔ کچھ محراب ومنبر کا تقدس رہنے دیجئے۔

۹۔ سائل نے بحوالہ طبرانی وغیرہ عثمان بن حنیف کا بھی ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک آندھا آدمی جناب عثمان بن عفان کے پاس کسی کام کے لیے آیا کرتا تھا جناب عثمان کوئی توجہ نہ دیتے تھے وہ آدمی ایک دن عثمان بن حنیف کو ملا اور ان سے شکوہ کیا کہ جناب عثمان بات نہیں سنتے عثمان بن حنیف نے کہا کہ پانی لاو اور وضوء کرو اور مسجد

میں جا کر دو رکعت نماز ادا کرو اور یہ دعا پڑھو ﴿اللھم انی اسئلک واتوجه الیک بنبیک محمد صلی الله علیه وسلم نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بک الی ربی فیقضی حاجتی﴾ پھر اپنی حاجت کا ذکر کرنا پھر میرے پاس آنا میں آپ کے ساتھ جاؤں گا اس نے ایسا ہی کیا پھر وہ حضرت عثمان کے پاس آیا تو دربان نے اس کو جناب عثمان تک پہنچا دیا اور ان کے بوریے پر جا بٹھایا۔ انہوں نے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا ہے؟ اس نے اپنی ضرورت بیان کی حضرت عثمان نے وہ ضرورت پوری کر دی یہ ان کی دلیل کا خلاصہ ہے۔

جواب:۔ اس روایت کی تین سندیں ہیں دو سندوں میں ابوسعید شبیب بن سعید نامی ایک راوی ہے۔ امام طبرانی فرماتے ہیں کہ روح بن القاسم سے یہ واقعہ صرف شبیب بن سعید نے نقل کیا ہے کہ وہ ثقہ ہونے کے باوجود علماء کی تنقید کا نشانہ بنا ہے اور اس کی ثقاہت بھی اس وقت معتبر ہے جب اس کا بیٹا احمد بواسطہ یونس بن یزید ان سے بیان کرے جب ابن وھب سے بیان کرے تو پھر اس کی احادیث منکر ہوں گی'' میزان وغیرہ ملاحظہ کی جائے۔ تیسری سند میں اسماعیل بن شبیب راوی ہے۔ یہ آدمی کتب تاریخ میں بالکل نہیں ملتا' یعنی مجہول راوی ہے۔ لہٰذا یہ روایت قابل استدلال نہیں ہے۔

اس واقعہ کی عدم صحت کی مزید چند وجوہ ہیں۔

ا: اس کی سندوں میں اضطراب ہے یہی وجہ ہے کہ اصحاب السنن نے اس کا ذکر نہیں کیا۔

ب: جناب فاروق اعظمؓ کا عمل بھی اس کے خلاف ہے۔

ج: حضرت عمرؓ کے واقعہ استسقاء پر صحابہ کا اجماع سکوتی ہے۔

د: صحابہ کرام آنحضرت ﷺ کا وسیلہ بھی صرف آپ کی زندگی کے ساتھ خاص مانتے تھے۔

جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں قحط پڑا تو انہوں نے یزید بن اسود سے

دعاء کرائی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ نہیں کیا۔

لہٰذا یہ واقعہ اس قابل نہیں ہے کہ اس پر ہم اپنے عقیدہ کی بنیاد رکھ لیں آخر میں سید نذیر حسین صاحب مرحوم نواب صدیق الحسن صاحب مرحوم اور حافظ محمد صاحب آف لکھوکے وغیرہ اکابر اہلحدیث کے کچھ حوالہ جات دیتے ہیں کہ سید صاحب نے جاہ سید الثقلین کہا ہے۔ (معیار الحق ص ۴۱۹) نواب صاحب نے بوسیلہ ان بزرگوں کے چاہئے کہا ہے (کتاب التعویزات) حافظ صاحب نے بحرمت نبیاں' حرمت کل وَلی دے' وغیرہ کہا ہے۔ (احوال الآخرۃ)

جواب میں نے اولاً عرض کیا تھا کہ ہمارا مسلک تحقیقی ہے۔ اکابرین جماعت کی خدمات اپنی جگہ مسلم ہیں مگر بات بادلائل مانی جائے گی۔ یہاں یہ بات معروض خدمت ہے کہ ایسے الفاظ کا سنت نبوی اور مقائل صحابہ سے بالکل ثابت نہیں ہے اس لیے ہم ان کے استعمال کو بھی صحیح نہیں سمجھتے۔

بندہ عاجز کی ایک قصبہ میں خطابت:

بندہ عاجز کی یعنی مؤلف کتاب کی ایک قصبہ میں خطابت تھی ایک صاحب آئے اورانہوں نے مسئلہ پوچھا کہ اگر صبح کی دوسنتیں جماعت کی وجہ سے رہ جائیں تو فرضوں کی جماعت کے بعد فوراً پڑھ سکتے ہیں تو میں نے دلائل کے ساتھ بتایا کہ ہاں پڑھ سکتے ہیں اور ضرور پڑھیں۔ اس نے دوسری مسجد کے امام سے پوچھا جو مقلد تھا وہ کہنے لگا سورج نکلنے سے پہلے پڑھنی جائز نہیں چونکہ یہ مولوی صاحب بذات خود پڑھے لکھے نہیں تھے اس لیے انہوں نے ایک عالم دین دیوبندی سے یہ تحریر لکھوالایا کہ صبح کی دوسنتیں اگر رہ جائیں تو سورج نکلنے سے پہلے نہیں پڑھی جاسکتی اور نہیں پڑھنی چاہئے حتی کہ جب تک سورج نہ نکلے۔ بندہ نے اس کا یہ پورا اعتراض جو دلیلیں اس نے لکھی تھیں وہ من وعن اسی طرح لکھ دی ہیں۔ قارئین کرام میں نے اس کے دلائل کی تردید بھی کی ہے اور اس کے دلائل اور اعتراضات کرکے صبح کی دوسنتیں فرضوں کے بعد فوراً

سورج نکلنے سے پہلے پڑھنے کا ثبوت پیش کیا ہے قارئین کرام سے التماس کرتا ہوں کہ پہلے آپ ایک محترم مقلد بزرگوار کے دلائل پڑھیں بعد میں بندہ عاجز مؤلف کتاب ھذا کے دلائل پڑھیں تاکہ آپ کو پتہ چل جائے کہ اہلسنت' اہلحدیث کے دلائل کتنے پختہ اور مضبوط ہیں۔ دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ مقلدین حضرات احناف بزرگوں کے دلائل پڑھنے کے بعد صبح کی سنتیں سورج نکلنے سے پہلے فرضوں کے فوراً بعد پڑھنے کے دلائل ضرور پڑھیں۔ تاکہ مسئلہ کی پوری نوعیت سے آپ آگاہ ہو جائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) ﴿عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا صلوٰة بعد الصبح حتی ترتفع الشمس ولا صلوٰة بعد العصر حتی تغیب الشمس متفق علیه.﴾ (مشکوٰة ص ۹٤ وراجع مسلم ج ۱ ص ۲۷۵ و ابوداؤد ج ۱ ص ۱۸۱' ترمذی ص ۵۳)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں جب تک سورج نکل نہ آئے اور نہ عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز ہے یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔

(۲) ﴿عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلهما بعد ما تطلع الشمس.﴾ (ترمذی ج ۱ ص ۵۷' وراجع مستدرك ج ۱ ص ۲۷٤ و سنن الکبری ج ۲ ص ۲۸٤ موارد الظمان ص ۱٦۲)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے فجر کی دوسنتیں نہیں پڑھی وہ سورج نکلنے کے بعد پڑھے۔

(۳) ﴿ابن ماجه باب ماجاء فیمن فاتتت الرکعتان قبل صلوة الفجر متی یقضیهما میں ہے عن ابی هریرة ان النبی صلی الله علیه وسلم نام عن رکعتی الفجر فقضا هما بعد ما طلعت

الشمس.﴾ (ابن ماجہ ص۸۲)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں نیند کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کی فجر کی دو سنتیں رہ گئیں تو آپؐ نے سورج طلوع ہونے کے بعد قضا کیں۔

نوٹ:- شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ حنبلی المتوفی ۷۲۸ھ فرماتے ہیں جب رکعتی الفجر بولا جائے تو مراد فجر کی دو سنتیں ہوتی ہیں۔ (فتاوی ابن تیمیہؒ ج۲ ص۱۷۴)

(۴) مستدرک ج ا ص ۳۰۷ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت ہے۔

﴿ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من نسی رکعتی الفجر فلیصلھما اذا طلعت الشمس﴾ (قال الحاکمؒ والذھبیؒ علی شرطھما)

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جو فجر کی دو سنتیں پڑھنی بھول جائے تو سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھے۔

(۵) ﴿وعن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ انہ صلی رکعتی الفجر بعد ما اضحی رواہ ابوبکر بن ابی شیبہ و اسنادہ حسن.﴾ (آثار السنن ص۲۳۵)

حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے فرماتے ہیں کہ انھوں نے سورج نکلنے کے بعد فجر کی دو سنتیں پڑھیں۔

(نوٹ! ابوبکرؒ بن ابی شیبہ امام بخاریؒ و مسلمؒ کے استاد ہیں۔)

(۶) ﴿وعن ابی مجلز قال دخلت المسجد فی صلوۃ الغداۃ مع ابن عمر رضی اللہ عنہ وابن عباس رضی اللہ عنہ والامام یصلی فاما ابن عمر رضی اللہ عنہ فدخل فی الصف واما ابن عباس رضی اللہ عنہ فصلی رکعتین ثم دخل مع الامام فلما سلم الامام قعد ابن عمر رضی اللہ عنہ مکانہ حتی طلعت الشمس فقام فرکع رکعتین رواہ الطحاوی و اسنادہ صحیح.﴾ (آثار السنن ص۲۳۵، ۲۲۹)

حضرت ابومجلزؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں فجر کی نماز کے لیے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا اور امام جماعت کرا رہا تھا۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ تو صف میں شامل ہو گئے اور حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ دو رکعت پڑھ کر امام کے ساتھ ملے پس جب امام نے سلام پھیرا حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ اسی جگہ بیٹھے رہے یہاں تک کہ سورج نکل آیا تو آپ کھڑے ہوئے اور دو رکعت سنت فجر پڑھیں۔

(۷) ﴿وعن یحیی بن سعید قال سمعت القاسم یقول اذا لم اصلهما حتی اصلی الفجر صلیتهما بعد طلوع الشمس رواہ ابن ابی شیبه واسنادہ صحیح﴾ (آثار السنن ص ۲۳۵)

حضرت یحییٰؒ بن سعیدؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت قاسم (بن محمد بن ابی بکر الصدیقؓ) کو فرماتے سنا کہ جب میں فجر کی دو رکعت سنتیں نہ پڑھ سکوں تو میں انھیں سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھ لیتا ہوں۔

فجر کے فرض پڑھنے کے بعد جو حضرات فوراً پہلی رہی ہوئی دو رکعت سنت پڑھنے کے قائل ہیں وہ عموماً اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جو مشکوٰۃ ص ۹۵ فصل ثانی کی پہلی روایت ہے۔ سو اس کے بارے میں صاحب مشکوٰۃ لکھتے ہیں ﴿رواہ ابوداؤد و روی الترمذی نحوہ وقال اسناد ھذا الحدیث لیس بمتصل لان محمد بن ابراھیم لم یسمع من قیس بن عمرو﴾

اور اکمال فی اسماء الرجال ص ۶۱۸ و ۶۱۹ میں محمد بن ابراہیم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

﴿اخرج له الترمذی حدیثا فی رکعتی الفجر عن قیس الی ان قال﴾ (صاحب مشکوٰۃ)

﴿ثم قال (الترمذی) و اسناد ھذا الحدیث لیس بمتصل فان

محمد ابراهیم التیمی لم یسمع من قیس﴾

اور امام ترمذیؒ ج ا ص ۵۷ پر تصریح کرتے ہیں ﴿واسناد هذا الحدیث لیس بمتصل محمد بن ابراهیم التیمی لم یسمع من قیس﴾ امام ابن ماجہ نے بھی محمد بن ابراہیم عن قیس بن عمرو سے یہ روایت نقل کی ہے۔ص ۸۲

مسئلہ نمبر۲:

جب فجر کی جماعت ہو رہی ہو اور فرض کی ایک رکعت میں ملنے کی امید ہو تو فجر کی دو رکعت سنت مسجد سے باہر یا کسی کونے میں یا ستون کے پیچھے ہو کر پڑھ لینی چاہیے اور پھر جماعت میں شامل ہو جانا چاہیے اس سلسلہ میں آثار السنن ص ۲۲۷ تا ۲۳۰ میں حضرت عبد بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت ابو موسیٰؓ حضرت ابو درداؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت مسروقؒ حضرت حسنؒ کے آثار اور ان حضرات کا عمل موجود ہے۔فلیراجع

اور اگر ایک رکعت بھی ملنے کی امید نہ ہو اور جماعت میں شامل ہو گیا سنت فجر رہ گئیں تو طلوع آفتاب کے بعد ادا کر لینا چاہیے۔ (کمامر)

صبح کی دو سنتیں فرضوں کی جماعت کھڑی ہو جائے تو جماعت کے ساتھ شامل ہونا ضروری ہے اگر کوئی جماعت ہوتے ہوئے صبح کی دو سنتیں پڑھے گا تو اس کی وہ سنتیں نہیں ہوں گی جماعت کھڑی ہونے کی صورت میں جو سنتیں رہ جائیں تو وہ فرضوں کے بعد فوراً پڑھ لے اسی لیے بندہ عاجز نے احناف بزرگوں کے جواب میں یہ مضمون پورے بسط اور وضاحت سے لکھا ہے امید ہے احباب کرام عاجز کی کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے اس مذکورہ مسئلہ میں احناف بزرگوں اور اہلحدیث بزرگوں کا توازن کر لیں گے۔ اللہ رب العزت سے یہ دعا ہے کہ اللہ رب العزت توحید کے ساتھ سنت محمد الرسول اللہ پر عمل پیرا ہونے کی سعادت سے ہر مسلمان کو نوازے اور ہر طرح کی بدعات سے محفوظ رکھے۔ امین یا الہ العلمین الراحم فضل الرحمٰن عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اگر کسی انسان کی صبح کی نماز کی پہلی دو رکعتیں (یعنی سنتیں) رہ جائیں وہ کس وقت ادا کرے۔ اہل علم کے نزدیک اس مسئلہ میں وسعت اور فراخی پائی جاتی ہے بلکہ امام ابوحنیفہؒ تو اس بات کے قائل ہیں کہ اگر بالکل ہی بعد میں ادا نہ کرے تو کوئی حرج نہیں۔ دیگر احناف کا بھی یہی مذہب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ امام خطابیؒ فرماتے ہیں۔

﴿وقال اصحاب الرای ان احب قضاهما اذا ارتفعت الشمس فان لم يفعل فلاشي عليه لانه تطوع.﴾

(معالم السنن خطابی ج ۲ ص ۶۸ مع ابوداؤد)

(ترجمہ) اصحاب الرای (یعنی احناف) نے کہا ہے کہ اگر چاہے تو طلوع آفتاب کے بعد ان دو رکعتوں کی قضا دے اگر نہ دے تو کوئی گناہ نہیں کیونکہ یہ نفل ہیں۔

بات تو بقول احناف پڑھنے والے کی پسند پر موقوف ہے اگر نہ پڑھے تو ان کے نزدیک

کوئی گرفت نہیں۔ پھر ایسے کمزور مذہب پر دلائل کے انبار لگانا بے مقصد ہی نہیں طفل تسلی ہی ہے۔ یا پھر اپنے مذہب سے بے علمی۔ کچھ احناف اصرار کرتے ہیں کہ جس کی صبح کی دو سنتیں رہ جائیں وہ طلوع آفتاب کے بعد ہی پڑھے جب کہ اہل حدیث کہتے ہیں کہ صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے بھی پڑھ سکتا ہے۔ احناف کو حدیث

ہیں کہ صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے بھی پڑھ سکتا ہے۔ احناف کو حدیث

﴿عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ بعد الصبح حتی ترتفع الشمس ولا صلوۃ بعد العصر حتی تغیب الشمس﴾ (مشکوۃ ص۹۴ ابوداؤد ص۱۸۱)

(ترجمہ) حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں جب تک سورج نکل نہ آئے اور نہ عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز ہے یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے۔

احناف اس حدیث سے مطلق طور پر صبح کی نماز کے بعد کوئی نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے جب تک سورج نہ نکل آئے حالانکہ اس کا مفہوم علی الاطلاق یہ نہیں۔ اگر ایسی کسی نماز کا سبب پیدا ہو جائے تو وہ نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے اور ایسے ہی بعد از نماز عصر غروب سے پہلے پڑھی جا سکتی ہے۔ جیسے نماز جنازہ وغیرہ یا صبح کی دو رکعتیں جو رہ گئیں ہیں۔ ایسی کوئی قضاء نماز ان اوقات میں ادا ہو سکتی ہے۔

چنانچہ امام خطابیؒ فرماتے ہیں:

﴿وان النھی عن الصلاۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس انما ھو فیما یتطوع بہ الانسان انشاء وابتداء دون ما کان بہ تعلق بسبب﴾ (معالم السنن ص۷۸)

(ترجمہ) صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک نماز نہ پڑھنے کا معنیٰ یہ

ہے کہ نئے سرے سے کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیے یہ مقصد نہیں کہ کوئی سبب والی نماز بھی نہ پڑھے۔

تو معلوم ہوا کہ جس حدیث سے نماز کی ممانعت ثابت کی گئی ہے وہ مطلق ممانعت نہیں بلکہ یونہی نوافل وغیرہ ایسے اوقات میں پڑھنے منع ہیں۔ قضاء دینی منع نہیں۔ چنانچہ امام ابن حبانؒ نے اپنی کتاب میں یہ باب باندھا ہے۔ ﴿باب الصلاۃ ذات السبب بعد الصبح﴾ ''سبب والی نماز صبح کی نماز کے بعد بھی جائز ہے۔'' (موارد الظمان ص ۱۶۴) اس کے بعد امام موصوف صبح کی سنتیں پڑھنے والی روایت ذکر فرماتے ہیں۔ عنقریب وہ روایت ہم ذکر کر رہے ہیں۔ ہاں صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ صبح کی نماز کے بعد سبب والی کوئی نماز پڑھ سکتے ہیں اور صبح کی سنتوں کا رہ جانا بھی ایک سبب ہے لہٰذا وہ بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

﴿عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لم يصل ركعتى الفجر فليصلهما بعد ماتطلع الشمس﴾

(ترمذی ج ا ص ۵۷)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے فجر کی دو سنتیں نہیں پڑھی وہ سورج نکلنے کے بعد پڑھے۔

حضرات احناف کی یہ دوسری دلیل ہے۔ لیکن یہ روایت سنداً کمزور ہے۔ اس میں قتادہ راوی مدلس تھے۔ (ترمذی شریف) اور مدلس کی روایت لفظ عن سے مقبول نہیں۔

﴿ان النبى صلى الله عليه وسلم قال من نسبى ركعتى الفجر فليصلهما اذا طلعت الشمس﴾ (مستدرک حاکم)

(ترجمہ) حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جو فجر کی دو سنتیں جو فجر کی دو سنتیں پڑھنی بھول جائے تو سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھے۔

﴿عن ابی هريرة ان النبى صلى الله عليه وسلم نام عن ركعتى

الفجر ففقضاهما بعد ما طلعت الشمس﴾ (ابن ماجہ ص۸۲)

(ترجمہ) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں نیند کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فجر کی دو سنتیں رہ گئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج نکلنے کے بعد قضاء دی۔

ان دونوں روایتوں سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ صبح کی نماز کے بعد طلوع سورج سے پہلے دو سنتیں پڑھی نہیں جاسکتیں بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ جس نے یہ رکعتیں نہیں پڑھیں یا بھول گیا۔ تو وہ پڑھ سکتا ہے۔ جیسا کہ نبی علیہ السلام نے پڑھیں ہیں کیونکہ جو شخص سو جائے یا بھول جائے اس کا وقت وہی ہوتا ہے جب بیدار یا یاد نہ رہے نبی علیہ السلام نے تو ساری صبح کی نماز ہی ایک دفعہ سفر میں طلوع آفتاب کے بعد مع صحابہ کرامؓ ادا فرمائی تھی۔ چنانچہ امامؒ شوکانی مندرجہ بالا روایات کی شرح میں فرماتے ہیں۔

﴿والحديث لا يدل صريحاً على ان من تركهما قبل صلوة الصبح لا يفعلهما الا بعد طلوع الشمس﴾ (نیل الاوطار ج۳ ص۲۹)

(ترجمہ) اور یہ حدیث اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ جس نے صبح کی دو رکعتیں چھوڑ دی ہوں وہ صرف طلوع آفتاب کے بعد ہی پڑھ سکتا ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

﴿وليس فيه الاالاسر لمن لم يصلهما مطلقا ان يصلهما بعد طلوع الشمس﴾ (نیل الاوطار جز۳ ص۲۹)

(ترجمہ) اس حدیث میں تو صرف یہ حکم ہے کہ جس نے پڑھی ہی نہیں وہ طلوع آفتاب کے بعد پڑھ سکتا ہے۔

احناف کا مدعیٰ اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ صرف طلوع آفتاب کے بعد ہی پڑھنی چاہیں پہلے نہیں۔ (فافہم) ہاں اگر احناف اسی پر ہی بضد ہوں کہ ہم طلوع آفتاب کا ہی انتظار کریں گے پھر پڑھیں گے تو ان کو کون روک سکتا ہے جب کہ ان کے مذہب میں نہ پڑھنے سے بھی کوئی حرج لازم نہیں آتا۔ ہم تو سمجھتے ہیں انتظار طلوع

آفتاب تکلیف مالا یطاق ہے۔ ہر شخص اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا﴾ (القرآن)

یہ تو ان دلائل کا مختصر جواب ہے جن کا تعلق فرمان نبویؐ یا عمل نبویؐ سے ہے جن کو سمجھنے میں مولانا صاحب سے ذہول ہوا۔ باقی رہے صلحاء امت کے آثار تو ان پر گفتگو کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ حجت نہیں ہوتے۔ مسئلہ نمبر ۲ کے تحت جو کچھ مولانا صاحب نے تحریر فرمایا ہے وہ اس سے بھی عجیب تر ہے فرماتے ہیں۔ جب فجر کی جماعت ہو رہی ہو اور فرض کی ایک رکعت میں ملنے کی امید ہو تو فجر کی دو رکعت سنت مسجد سے باہر یا کسی کونے میں یا ستون کے پیچھے ہو کر پڑھ لینی چاہئے اور پھر جماعت میں شامل ہو جانا چاہئے۔ اس سلسلہ میں آثار السنن ص ۲۲۷ تا ۲۳۰ میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہؓ بن مسعود حضرت ابوموسیٰؓ حضرت ابودرداءؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت مسروقؒ حضرت حسنؒ کے آثار اور ان حضرات کا عمل موجود ہے۔ انتہی

کیوں جناب دوران جماعت کوئی شخص مسجد کے کونے یا ستون کے پیچھے دو رکعت سنت ادا کرے گا تو اس سے آیت ﴿واذا قریٔ القرآن فاستمعوا﴾ کا خلاف تو لازم نہ آئے گا ذرا سمجھ کر فیصلہ فرمائیں۔ ایک طرف تو آپ حضرات امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے والے کے منہ میں آگ ڈالتے ہیں اور دوسری طرف جماعت کے ہوتے ہوئے مسجد کے کونے میں دو رکعت سنت پڑھنے کی اجازت فرما رہے ہیں۔ (تلک اذا قسمة ضیزی) جب کہ نبی علیہ السلام کا فرمان یہ ہے کہ

﴿عن علی و معاذ بن جبل رضی اللہ عنھما قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتی احدکم الصلوة والامام علی حال فلیصنع کما یصنع الامام﴾ (مشکوۃ ص ۱۰۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص نماز پڑھنے کے لیے آئے تو جیسے امام کرتا ہے اسی طرح کرے۔

اس فرمان نبویؐ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے ساتھ آنے والے کو فوراً نماز میں شامل

ہو جانا چاہئے نہ کہ کھڑا ہو کر پروگرام بناتا رہے کہ امام کی ایک رکعت میں شامل ہو سکوں گا یا کہ نہیں۔ یہ سب کچھ حضرات احناف کی کرم فرمایاں ہیں اور احادیث میں یہ پروگرام نہیں ملتے۔ فرمان نبویؐ تو یہ ہے:

﴿عن ابی ہریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقیمت الصلوة فلا صلوة الا المکتوبة﴾ (مشکوۃ ص ۹۶)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب نماز کے لیے اقامت کہی جائے تو صرف وہی فرض نماز ہوگی جس کے لیے اقامت کہی گئی ہے۔

اب معلوم نہیں کہ کونے میں دو رکعت سنت ادا کرنے کی رخصت کہاں سے لاتے ہیں۔ علامہ طحاویؒ حنفی نے بھی اپنی کتاب شرح معانی الآثار میں اس مسئلہ کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش فرمائی ہے۔ لیکن کتاب وسنت احناف کا ساتھ نہیں دیتیں تو معلوم ہوا کہ کونے یا ستون کے پیچھے دو رکعت سنت پڑھنے کا پروگرام بوقت جماعت بالکل ہی بے وزن اور بے ثبوت ہے۔ (مولانا صاحب نے بلاوجہ اہل حدیث کی وکالت شروع کر دی ہے۔ جو شخص اپنے مسلک کو دلائل مضبوط نہ کر سکے اس سے دوسرے کے متعلق کیا امید ہو سکتی ہے (فرماتے ہیں) فجر کے فرض پڑھنے کے بعد جو حضرات فوراً پہلی رہی ہوئی دو رکعت سنت پڑھنے کے قائل ہیں وہ عموماً اس روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ جو مشکوٰۃ ص ۹۵ فصل ثانی کی پہلی روایت ہے۔ سو اس کے بارے میں صاحب مشکوٰۃ لکھتے ہیں۔ ﴿رواہ ابوداؤد وروی الترمذی نحوہ وقال اسناد ھذا الحدیث لیس بمتصل لان محمد بن ابراھیم لم یسمع من قیس بن عمرو﴾ پھر اکمال کے حوالہ سے فرماتے ہیں۔ ﴿محمد بن ابراھیم التیمی لم یسمع من قیس الخ﴾ مولانا کی عبارت کا مقصد یہ ہے یہ روایت جو اہلحدیث صبح کی سنتیں قبل از طلوع آفتاب پڑھنے کی دلیل میں بیان کرتے ہیں وہ متصل نہیں گویا کہ مرسل یا منقطع ہے۔ یہ درست ہے چنانچہ امام ترمذی فرماتے ہیں۔ ﴿وانما یروی ھذا الحدیث مرسلا﴾ (ترمذی تحفہ الاحوذی ج ا ص ۲۲۵) امام ترمذی فرماتے

ہیں کہ یہ روایت مرسل مروی ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں ﴿روی عبد ربه ویحیي ابنا سعید هذا الحدیث مرسلاً﴾ (ابوداؤد معہ عون المعبود ج ا ص ۴۹۰) کہ یہ حدیث سعید کے دونوں بیٹوں نے مرسل روایت کی ہے۔ معلوم ہوا کہ فن حدیث کے ماہر دو بہت بڑے اماموں نے اس حدیث پر مرسل ہونے کا حکم لگایا ہے۔ (تو مولانا فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے) اگر اہل حدیث یہ بات کہیں تو بنتی بھی ہے کیونکہ وہ احادیث صحیحہ پر عمل کو ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن احناف کو یہ بات لگتی نہیں جن کے مذہب کی بنیاد ہی رائے وقیاس پر ہے۔ ذرا مذہب حنفی کا فیصلہ مرسل حدیث کے متعلق سن لیں۔ امام ابن الصلاح فرماتے ہیں۔

﴿المرسل فی اصل قولنا وقول اهل العلم بالاخبار لیس لحجة وابن عبدالبر حافظ المغرب عن حکی ذالک عن جماعة اصحاب الحدیث والاحتجاج به مذهب مالک وابی حنیفه و اصحابهما رحمهم الله فی طائفة والله اعلم﴾

(مقدمہ ابن الصلاح ص ۲۶)

(ترجمہ) مرسل روایت ہمارے اور اہل علم کے اصول پر حجت نہیں ہاں امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کے نزدیک حجت ہے۔

ملاں جیونؒ حنفی نور الانوار میں تبع تابعین تک مرسل حدیث کی قبولیت ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ﴿بل هو فوق المسند﴾ (نور الانوار ص ۱۸۵ بحث مرسل) بلکہ مرسل تو مسند سے بھی اوپر ہوتی ہے۔ اس لئے کہ مرسل روایت مسند سے بھی قبولیت میں بلند وبالا تھے۔ احناف کو محمد بن ابراہیم والی مرسل روایت بلا تردد قبول کر کے طلوع آفتاب سے قبل دو رکعت سنت ادا کرنے پر عامل ہو جانا چاہئے۔ شائد اسی لئے احناف صبح کی نماز قریب طلوع آفتاب ہی ادا کرتے ہیں۔ کہ اگر کسی کی سنت رہ جائیں۔ کونے یا ستون کے پیچھے بھی نہ پڑھ سکا ہو تو اس کے زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے۔ ہمارا اصول بھی قائم رہنے اور نمازی کو انتظار کی زحمت بھی گوارہ نہ کرنی

پڑھے اگر اول وقت نماز ادا کی یہ وقت انتظار ہوگی۔ تو لوگ یہ برداشت نہیں کر سکتے۔

اہل حدیث کا مذہب:

مولانا صاحب ترمذی شریف اور ابوداؤد شریف کی مرسل روایت بیان کر کے سمجھ بیٹھے ہیں کہ اہل حدیث کے پاس اس کے علاوہ کوئی دلیل نہیں حالانکہ اہلحدیث کی نظر علم حدیث کے پورے ذخیرہ پر ہوتی ہے۔ اس کے بعد کسی مسئلہ میں حکم لگاتے ہیں تا کہ تمام احادیث پر تطبیق کے بعد عمل ہو سکے۔

اہلحدیث کہتے ہیں کہ اگر کسی انسان کی صبح کی دو رکعت سنت نہ پڑھی جا سکیں تو بعد از نماز فجر وہ ادا کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں:

﴿باب الصلوة ذات السبب بعد الصبح.﴾

﴿اخبرنا محمد بن اسحاق بن حذيمة ووصيف بن عبدالله الحافظ بالفلالية و محمد بن المنذر بن سعد بهراة وعمران بن موسى المهرجاني بطرسوس وعدة قالوا حدثنا الربيع بن سليمان حدثنا السيد بن موسى حدثنا الليث بن سعد حدثنا يحي بن سعيد عن ابيه عن جده قيس بن قهد انه صلى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم الصبح ولم يكن ركع الركعتين قبل الفجر فلما سلم رسول الله صلى الله عليه وسلم قام فركع ركعتى الفجر و رسول الله صلى الله عليه وسلم ينظر اليه فلم ينكر ذالك عليه﴾ (موارد الظمان ص ۱۶۴)

(ترجمہ) قیس بن قہد نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی جب کہ اس نے صبح کی دو سنتیں نہیں پڑھی تھی جب رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا تو وہ کھڑا ہوا اور دو رکعتیں پڑھیں رسول اللہ ﷺ دیکھ رہے

تھے آپ نے اس پر کوئی انکار نہیں کیا۔

اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں۔ ﴿ورجاله كلهم ثقات ﴾ (تحفۃ الاحوذی ص ۳۲۵) اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں نیز اس میں (محمد بن ابراہیم) راوی نہیں جس پر تنقید ہے۔

(۲) امام دارقطنی فرماتے ہیں:

﴿حدثنا ابوبكر النيسابوری ثنا الربيع بن سليمان و نصر بن لرزوق قالا نا اسد بن موسى ثنا الليث بن سعد عن يحي بن سعيد عن ابيه عن جده انه جاء والنبی صلى الله عليه وسلم يصلی صلوة الفجر فصلى معه فلما سلم قام فصل ركعتی الفجر فقال له النبی صلى الله عليه وسلم ماهاتان الركعتان قال لم اكن صليتهما قبل الفجر فسكت ولم يقل شيئا﴾

(دارقطنی ج۱ ص۳۸۴)

اس حدیث کو ذکر کر کے صاحب التعلیق المغنی فرماتے ہیں: ﴿اسناده صحيح﴾ (التعلیق المغنی علی الدارقطنی ص ۳۸۴)

(۳) امام حاکم فرماتے ہیں:

﴿حدثنا ابو العباس محمد بن يعقوب حدثنا الربيع بن سليمان ثنا اسد بن موسى ثنا الليث بن سعد عن يحي بن سعيد عن ابيه عن جده انه جاء والنبی صلى الله عليه وسلم يصلی صلوة الفجر فصلى معه فلما سلم قام فصلى ركعتی الفجر فقال له النبی صلى الله عليه وسلم ما هاتان الركعتان فقال لم اكن صليتهما قبل الفجر فسكت ولم يقل شيئا قيس بن قهد الانصاری صحابی والطريق اليه صحيح على شرطهما﴾

(التعليق المغنی و تحفة الاحوذی ص ۳۲۵)

(۴) امام بیہقی فرماتے ہیں:

﴿قال الشيخ وقد روى من وجه آخر عن يحي عن ابيه عن جده انه جاء والنبی صلی الله علیه وسلم یصلی صلوة الفجر فصلی معه فلما سلم قام فصلی رکعتي الفجر فقال له النبی صلی الله علیه وسلم ماهاتان الرکعتان فقال لم اکن صلیتهما قبل الفجر فسکت ولم یقل شیئا.﴾ (سنن الکبری ج۲ ص۴۸۳)

(۵) امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

﴿عن عطاء بن ابی رباع عن رجل من الانصار قال رای رسول الله صلی الله علیه وسلم رجلا یصلی بعد الغداة رکعتین فقال یا رسول الله لم اکن صلیت رکعتي الفجر فصلیتهما الآن فلم یقل له علیه السلام شیئا﴾ (محلی ابن حزم ج۲ ص ۱۱۲)۔

﴿قال العراقی اسناده حسن﴾ (تحفة الاحوذی ج۱ ص۳۲۲)

مندرجہ بالا روایات اہلحدیث کی تائید میں ذکر کی گئیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جس شخص نے نماز فجر کے بعد دو رکعت سنت اسی وقت ادا کی تھیں اس کو نبی علیہ السلام نے کچھ نہیں کہا بلکہ آپؐ خاموش رہے۔ نبی علیہ السلام کی خاموش رضا مندی پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ ناجائز کام پر آپؐ خاموش نہیں رہ سکتے ان گذارشات کے باوجود بھی اگر کوئی شخص بعد از طلوع آفتاب ہی پڑھنا چاہے یا بالکلیۃ ہی نہ پڑھے تو اس کی اپنی صوابدید پر موقوف ہے۔

جب یہ مسئلہ ثابت ہوا تو ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صبح کی دو رکعت سنت اس صحابیؓ نے مسجد میں ہی ادا کی تھیں اگر مسجد میں نہ ادا کرتا تو نبی علیہ السلام کو کیا پتہ چلتا کہ اس نے کچھ پڑھا یا کہ نہیں۔ تو اگر کوئی صبح کی سنت گھر میں یا مسجد میں ادا کرے تو دونوں طرح جائز تھے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

نیت روزوں کے کچھ احکامات

حدیث: ﴿قَالَ رَسُول اللّٰه صلّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَما لاعمال بالنیات﴾ (صحیح بخاری ومسلم بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اعمال کا دارمدار نیت پر ہے۔

اگر نیت صحیح درست ہے تو عمل بارگاہ ایزدی میں مقبول ہے اور اگر نیت درست نہیں تو عمل رائیگاں وبیکار ہے اور ثواب کے بجائے عذاب ہے۔

روزے کی نیت:

﴿عَن حفصةؓ قالت قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم مَن لَم یجمع الصِّیامَ قبل الفجر فلا صیام به﴾

(رواہ الترمذی۔ وابوداؤد والنسائی ولا داری۔ مشکوٰۃ ص ۱۷۵)

ترجمہ: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے فجر سے پہلے روزہ کی نیت نہ کی اس کا کوئی روزہ نہیں

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر سے پہلے روزہ کی نیت کرنا ضروری ہے۔

نیت دل سے ہی ہوتی ہے:

نیت دل کے ارادہ کا نام ہے زبان سے نیت کرنا رسول اللہؐ اصحابہ کرام آئمہ دین سے ثابت نہیں جس کی تفصیل یہ ہے۔

امام ابن قیم اغاثۃ اللھفان ص ۱۵۶ ج امین فرماتے ہیں۔

﴿انیّۃُ ھی القصد والعزم علی فعل الشی و محلھا القلب لاتعلق لھا باللسان اصلاً.﴾

ترجمہ: کسی کام کا پختہ ارادہ کرنا نیت ہے اس کا مقام دل ہے زبان سے بالکل کوئی تعلق نہیں امام ابن حجر فتح الباری ص۱۲ ج امین رقم طراز ہیں محل النیۃ القلب۔ نیت کا مقام دل ہے مشہور حنفی عالم مولانا انور شاہ کشمیری فیض الباری ص ۸ ج اپر لکھتے ہیں۔

﴿فالنیّۃُ امر قلبیٌّ﴾

نیت دل کا مقام ہے۔

زبان سے نیت کا کوئی ثبوت نہیں:

حافظ ابن قیم نیت کے متعلق فرماتے ہیں۔

﴿کان النبیّ صَلی اللّٰہ علیہ وسَلم. اِذا قَامَ اِلی اصلوٰۃ قال اللّٰہ اکبر وَلم یقل شیئا قبلَھا و لا یلفُظ بِالنیّۃ﴾

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے کھڑے ہوئے تو صرف اللہ اکبر کہتے اور اس سے پہلے کچھ نہ کہتے اور نہ ہی کوئی لفظ بولتے۔ البتہ اس کے بعد فرماتے ہیں۔

﴿لَم یَنقلُ عنہ اصلاً قط باسناد صحیح ولا ضَعیف وَلا مُسند وَلا مُرسل لفظ وَاحدۃ مِنھا البتہ بل وَلا عن احد من اصحابہ ولا اشحتہ احد من التابعین ولا الائمۃ الاربعۃ﴾

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اس سے پہلے کچھ نہ کہتے اور نہ نیت کے الفاظ پڑھتے زبان سے نیت کرنے کے متعلق کسی نے رسول اللہ سے سند صحیح یا ضعیف یا مرسل سے قطعاً نقل نہیں کیا بلکہ آپ کے اصحابہ کرام سے بھی کسی سے منقول نہیں۔ ایک

تابعی اور چاروں امام نے بھی اسے اچھا نہیں سمجھا۔

اکابر احناف اور زبان سے نیت

مولانا عبدالحق حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت:

﴿لا تجوز التلفظ بالنیّة بمعنی ان ذَالک خلاف السُنة اذ لم ینقل ذالک من النبی صَلّی اللّٰه علیه وسلم واصحابه ومن تبعهم﴾

ترجمہ: نیت کا لفظوں سے اظہار کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ سنت کے خلاف ہے اس لیے رسول اللہ صحابہ کرام اور ان کے پیروکاروں سے منقول نہیں ہے۔

مولانا عبدالحی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت:

﴿کثرًا ماسئلت عن التلفظ بالنیّة هل ثبت ذالک من فعل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم واصَحابه وهل لهٗ اصل فی الشرع فاجیبت بانهٗ لم بثبت ذَالِک من صاحب الشرع ولا من احد من اصحابه﴾ (فتاوی علماحدیث ص۹۰ حصہ سوم)

ترجمہ: زبان سے نیت کرنے کے بارہ میں بہت دفعہ مجھ سے سوال کیا گیا کہ یہ چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام سے ثابت ہے یا نہیں اور کیا شرع محمدی میں اس کا ثبوت اور اصل ہے۔

میں نے جواب دیا کہ زبان سے نیت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے کسی ایک سے بھی ثابت نہیں ہے۔

مسنون سحری:

﴿زید بن ثابت تسحر نامع رسولُ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ثُمّ قُمنا الی الصلٰوۃ قال انس قلت کم بینھما قال قدر خمسین آیۃ للشیخین﴾ (والترمذی والنسائی)

ترجمہ: حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سحری کا کھانا کھایا پھر نماز کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے حضرت انسؓ ہیں کہ میں نے پوچھا (سحر اور نماز) کے درمیان کتنا وقت تھا حضرت زید نے فرمایا پچاس آیت کے بقدر یعنی آنحضرت اور صحابہ کرام اذان سے احتیاطاً کچھ وقت پہلے کھانا پینا بند کر دیتے تھے۔

دوران آذان کھانا پینا منع ہے:

ابن خزیمہ اور حاکم میں ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

﴿الفَجر فَجر ان فجر یحرم اِلا طعام وتحل فیہ الصلوٰۃ وفجر تحرم فیہ الصّلوٰۃ ای صلوۃ الصبح ویحل فیہ الطعام﴾

ترجمہ: فجر کی دو قسمیں ہیں۔ایک وہ جس میں کھانا حرام ہے اور صبح کی نماز پڑھنا جائز ہے اور ایک وہ جس میں کھانا کھانا جائز اور صبح کی نماز ناجائز ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

ایک حدیث سے عام لوگ غلط فائدہ اٹھاتے ہیں وہ حدیث یہ ہے۔

﴿وَعن ابی ہریرۃؓ قال قال رَسولُ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وَسلّم اذا سمع النداء احدکُم والاُناء فی یدہ فلا یضعہ حتّٰی یقضی حاجتہٗ

منہ﴾ (رواہ ابوداود بحوالہ مشکوۃ شریف ص ۱۷۵)

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہارا کوئی اذان سنے اور اس کے ہاتھ میں برتن ہو تو وہ اپنی حاجت پوری کرے یعنی ہاتھ والا لقمہ کھائے یا پانی پی لے یہ مطلب نہیں کہ آذان عین فجر میں ہو رہی ہے اور وہ کھا پی سکتا ہے بلکہ گزشتہ حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ صبح صادق میں کھانا حرام ہے جس طرح قبل از فجر نماز فرض حرام ہے لیکن افسوس ہے کہ اہل حدیث حضرات بھی اس قدر اس غلط رواج میں پڑے ہوئے ہیں کہ اللہ کی حد کو پامال کرنے میں ذرا تامل نہیں کرتے حالانکہ اسوۃ پیغمبر ﷺ یہ ہے کہ پچاس قرآنی آیات کی تلاوت کے بقدر پہلے سحری سے فارغ ہو جائے۔

رمضان شریف میں اخری عشرہ کا اعتکاف مشکوۃ شریف باب الاعتکاف۔

﴿عَنْ عائشه رضى الله عنها ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يعتكف العشر الا واخر من الرمضان حتى توفاه الله ثم اعتكف ازواجه من بعده متفق عليه﴾

حضرت مولانا رحیم بخش محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی اسلام کی دوسری کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ عورتوں کے لئے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا درست ہے لیکن احادیث میں عورتوں کا گھروں میں اعتکاف بیٹھنے کے متعلق ثبوت نہیں ملتا اور یہ فتویٰ ہے حضرت مولانا شیخ الحدیث ابوالبرکات احمد صاحب صدر المدرس جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ کا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عورتیں مسجد کے سوا گھروں میں اعتکاف نہیں کر سکتیں یہ خلاف سنت ہے۔ اگر مسجد کی گیلری وغیرہ میں مکمل انتظام ہو تو عورتیں اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں ورنہ گھروں میں نہ بیٹھیں جو کہ یہ بدعت ہے۔

حضرت مولینا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے تفصیلی واقعات

اکابر علمائے اہلحدیث اہلسنت کی دینوی خدمات

ولادت:

آپ ۱۲۳۰ھ میں قوم عمر زئی بہادر خیل ضلع غزنی میں پیدا ہوئے۔ یہ جگہ خواجہ ہلال پہاڑ کے قریب افغانستان ملک میں واقع ہے۔

نام ونسب اور تحصیل علم:

اصل نام محمد اعظم تھا۔ لیکن آپ نے اس خیال سے کہ حضرت محمد ﷺ جو کائنات سے اعظم اور مخلوق سے افضل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس لئے میرا نام عبداللہ بہتر ہے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام محمد اور دادا کا نام بھی محمد اور پردادا کا نام محمد شریف ہے۔ یہ سب بزرگ اللہ تعالیٰ کے ولی تھے۔ چنانچہ آپؒ نے ولایت کی گود میں پرورش پائی۔ بچپن ہی میں تحصیل علم میں مصروف ہوگئے۔ اور اسی حالت میں جوانی کی عمر کو پہنچے۔ ان دنوں کا ایک واقع آپ سنایا کرتے تھے کہ میں ایک دفعہ اپنے دادا محمد شریف کی قبر پر (جو اس علاقہ میں مقبول انام ہے) گیا تو مجھے القا ہوا لا الہ غیرک میں نے محسوس کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جتلایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی طرف رجوع کرنا عبادت اور استعانت میں شرک ہے۔ قبروں پر اس نیت سے جانا کہ فلاں مطلب مراد حاصل ہو جائے تو حید میں رخنا ڈالتا ہے اور کلمہ شہادت (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کے معنی کے مخالف ہے اور اگر کوئی گمان کرے۔ کہ میں کسی نیک آدمی کی قبر پر اس لیے نہیں جاتا۔ کہ ان سے کچھ سوال کروں۔ بلکہ اس لئے جاتا ہوں کہ وہ قبر

مبارک مقام ہے وہاں میری دعا جلد قبول ہو گی۔ یہ بھی دین اسلام میں غلطی ہے۔ عبادت اور دعا کی قبولیت کے لئے شارع علیہ السلام نے ہر جگہ یا بہتر جگہ مسجد مقرر فرمائی ہے۔

شیخ حبیب اللہ قندھاری رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ:

حامی شریعت شیخ حبیب اللہ رحمۃ اللہ علیہ جو اس علاقہ میں صاحب علم اور زہدو تقویٰ میں بے مثل تھے ان بعض مسائل میں استفادہ حاصل کیا۔ ان کی منشا سے آپ نے تقویۃ الایمان کا مطالعہ کیا اور تمام قسم کے شرک کو سمجھ کر مالک حقیقی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کو صاحب کمالات سمجھتے تھے۔ اکثر حدیث کی کتابوں (بخاری شریف وغیرہ) کا مطالعہ کیا۔ تو سنت کی تابعداری کا خیال محکم ہو گیا۔ ہر مسئلہ میں صحیح حدیث پر عمل کرنے لگے۔ اگر کوئی جزئی فقہ کی جزئیات سے حدیث کی مخالفت ہوتی۔ تو اسے چھوڑ دیتے اور فرماتے۔ تعجب ہے۔ صحیح حدیث جو چند واسطوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتی ہے ترک کی جائے۔ اور اس کے خلاف فقہ کا قول جس کو نقل کرنے والے مفتی اور قاضی ہیں۔ وہ بھی معلوم نہیں کہ کس واسطہ سے ان کے پاس پہنچا ہے عمل کیا جاوے۔ چنانچہ اپنے تشہد میں رفع سبابہ۔ رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع الیدین۔ امین بالجہر۔ فاتحہ خلف امام پر عمل کرنا شروع کر دیا اور نماز بھی اول قوت خشوع خضوع سے پڑھتے تھے۔

توحید وسنت کی تبلیغ شرک وبدعت کی تردید لوگوں کی مخالفت اور جلا وطن:

آپ نے توحید وسنت کی تبلیغ اور شرک وبدعت کی تردید شروع کر دی۔ علاقہ کے عالم اور عوام آپ کے مخالف ہو گئے۔ امیر کابل دوست محمد خاں سے آپ کی شکائتیں کیں۔ آپ کی مخالفت میں نمایاں حصہ لینے والے خاں ملا درانی' ملا مشکی ارنڈی اور ملا نصر اللہ لوہانی تھے۔ امیر کابل نے ان لوگوں کو خوش کرنے کے لئے آپ کو وطن سے نکال دیا۔

غزنی سے رخصت ہو کر آپ سوات بنیر پہنچے۔ وہاں سے کوٹھہ‘ پھر ہزارہ‘ پنجاب اور وہاں سے دہلی تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کی سند حاصل کی۔ انہی دنوں ۱۸۵۷ء بمطابق ۱۶ رمضان المبارک ۱۲۷۲ھ کو آزادی کی جدوجہد سے غدر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے شروع ہو گئی۔ دہلی سے سند حاصل کر کے آپ پنجاب تشریف لائے یہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد بسرا ڈیرہ اسماعیل خاں وطن واپس چلے گئے۔ یہ امید لے کر کہ شاید امیر کابل کا خیال بدل گیا ہو۔ ایک ماہ کے قیام کے بعد یکا یک امیر کابل کے سوار آپ کے اخراج کا پروانہ لے کر پہنچے۔ آپ وہاں سے نکل کر ملک نادہ میں چلے گئے۔ امیر نے وہاں بھی آپ کو رہنے نہ دیا اور مع اہل وعیال یاغستان کے پہاڑوں میں نکال دیا۔ آپ نے اسی علاقہ میں سکونت اختیار کر کے توحید وسنت کی تبلیغ شروع کر دی۔ نادہ کے علماء کو جب پتہ چلا۔ تو ایک لشکر جرار سے آپ پر چڑھائی کر دی۔ آپ کا گھر جلا دیا اور آپ کے چند معتقدوں کو زخمی کر گئے۔ آپ کو وہاں سے بھی نکلنا پڑا۔ اہل وعیال سمیت پہاڑوں میں جگہ جگہ پھرتے رہے۔ جس جگہ آپ جاتے مخالف علماء آپ کو نکلوا دیتے۔ آپ کو کہیں بھی سکون حاصل نہ ہوا امیر دوست محمد خاں فوت ہو گیا۔ اور اس کا بیٹا امیر شیر علی خاں تخت نشین ہوا۔ مولنا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے خیال کیا کہ شاید حالات پر سکون ہو گئے ہوں پھر وطن چلے گئے علماء نے پھر اس کے پاس بھی شکائت کر دی۔ اس نے حکم دیا کہ ہماری ولایت سے باہر ہو جاؤ۔ آپ حیران ہوئے کہ کس طرف جاؤں اتفاق سے اس کابل میں بغاوت ہو گئی اور شیر علی خاں تخت چھوڑ کر ہرات کی طرف چلا گیا پھر محمد افضل خاں اور محمد اعظم خاں کو سلطنت ملی۔ علماء سو نے حضرت مولانا صاحب کے خلاف ان کو بھی اکسایا۔ محمد افضل خاں نے مقر کے حاکم کے ذریعہ حضرت مولنا صاحب کو گرفتار کرایا اور آپ کو مع اسباب اور کتابوں کے سردار محمد عمر خاں پسر دوست محمد خاں کے پاس حاضر کیا۔ آپ کے فرزندوں میں سے مولوی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور مولوی محمد رحمۃ اللہ علیہ۔ مولوی عبدالجبار رحمۃ اللہ علیہ۔ صاحبان اس وقت آپ کے ہمراہ تھے۔ سردار

موصوف آپ کا نورانی چہرہ دیکھ کر نرم ہو گیا۔ ادب سے بولا۔ آپ کیوں نہیں اس طریقہ کو چھوڑ دیتے جو کچھ وقت کے مولوی صاحبان کرتے ہیں ان کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ کتاب و سنت کو جاری کیا جائے۔ سردار پر آپ کی باتوں کا بہت اثر ہوا۔ چنانچہ اس نے امیر کابل کو خط لکھا کہ حسب الحکم آپ کے میں نے اس شخص کو گرفتار کیا میں نے محسوس کیا ہے کہ یہ شخص صالح اور فقیر آدمی ہے اور اسباب دنیا سے متنفر ہے جو کچھ حکم ہو لکھیں۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ ان کو کابل پہنچا دو۔ سردار نے ان کو اسی وقت کابل کی طرف چند سواروں کے ہمراہ روانہ کر دیا۔

ملا مشکی اور ملا نصر اللہ وغیرہ نے امیر کابل کے پاس جا کر کہا۔ کہ امیر دوست محمد خاں کے وقت ہم اس شخص کا کفر ثابت کر چکے ہیں۔ اب دوبارہ تحقیق کی ضرورت نہیں۔ امیر کی مرضی سے سب نے متفق ہو کر درے مارنے اور گدھے پر سوار کر کے شہر میں پھرانے کا فتویٰ صادر کیا۔ چنانچہ آپ کو اور آپ کے تینوں بیٹوں کو شہر میں پھرایا گیا اور درے مارنے شروع کئے۔ اور جب وہ ظالم اس تشہیر اور زدوکوب سے فارغ ہوئے تو آپ کو بیٹوں سمیت قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ دو سال تک قید رہے۔

جب امیر افضل خاں مر گیا تو اس کے بعد امیر اعظم خاں تخت پر بیٹھا۔ اس ظالم نے بھی خان ملا اور خان عبدالرحمٰن کے بہکانے پر آپ کو پشاور کی طرف نکال دیا۔ آپ کے دو شاگرد ملا سفر اور ملا مراد ہم سفر تھے۔ پشاور پہنچ کر تھوڑی مدت یہاں توقف فرمایا اور بعد میں پنجاب کے شہر امرتسر میں مستقل قیام کیا اور یہیں پر کتاب و سنت کی تبلیغ فرماتے رہے اور آپ ماہ ربیع الاول ۱۲۹۸ھ کو رحلت فرما گئے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ آپ کا مرقد شہر امرتسر میں دروازہ سلطان ونڈ کے کے باہر عبدالصمد کاشمیری کے تالاب کے کنارے پر ہے۔

آپ کی اولاد:

آپ کی اولاد بارہ صاحبزادے اور پندرہ صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادوں کے

نام مندرجہ ذیل تحریر ہیں۔

حضرت مولنا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولنا احمد رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولنا عبدالجبار رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولنا عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولنا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولنا عبدالستار رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولنا عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولنا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولنا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولنا عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولنا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ' یہ ما شاء اللہ سب کے سب عالم دین اور محدیث تھے۔ حضرت مولنا عبداللہ بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (امام اول) آپ کی اولاد میں سے حافظ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اسلامیہ کالج پشاور میں پروفیسر تھے۔ بہر حال حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹوں اور پوتوں کی فہرست بہت لمبی ہے جو اہلحدیث کی تاریخ میں مرقوم ہے۔ حضرت مولنا غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ واقعات اختصار کے ساتھ میں اپنی کتاب (خطبات رحمٰن) میں عرض کر آیا ہوں۔ لیکن مندرجہ بالا واقعات باالتفصیل ہیں۔ حضرت مولنا سید داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ پاکستان میں کئی سالہا سال تک سیاسی سطح پر پنجاب اسمبلی کے ممبر اور جمعیت اہلحدیث پاکستان کے امیر رہے ہیں جماعت میں مذہبی اور دینی لحاظ سے بفضل خدا نہایت محنت و مشقت سے کام لیا ہے۔ اور یہ ان کی محنتوں اور کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ ہر جگہ لوگ دیندار اور توحید سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے آشنا ہیں۔ سید صاحب کے دو بیٹے عمر فاروق غزنوی اور سید ابوبکر غزنوی سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ تو بیرون ملک دین اسلام کے سلسلہ دورے میں گئے ہوئے بطور ایکسیڈنٹ شہید ہو گئے تھے۔

شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ بن شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ:

ولادت ۱۲۰۳ھ شہادت ۱۲۴۶ھ۔ آپ آئمہ دین اور فقہائے متقین اور بلند

پایہ محدثین میں ہوئے ہیں۔ آپ کے والد ماجد شاہ عبداللہ الغنی رحمۃ اللہ علیہ بن شاہ ولی اللہ محدیث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ ۲۸ برس کی عمر میں اس جہان فانی سے رخصت ہوئے اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد آپ اپنے نامدار چچا شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مؤلف موضح القرآن سے ظاہری اور باطنی تربیت حاصل کی۔ علمی اور عملی کمالات اور خاندانی فضائل کا تحصیل کے لئے اپنے بزرگ چچاؤں کی خدمت زانوئے ادب تہہ کر کے علم وفضل کی چوٹی تک جا پہنچے۔ آپ نہایت ذکی الطبع تھے۔ آپ کی طالب علمی کے ذہانت وفطانت کے قصے علماء اور مدرسین کی زبانوں پر ہیں۔ مشکل امور وعلوم کی نہایت جلد سمجھ کر بات کی تہہ تک پہنچ جاتے۔ آپ نے سید احمد بریلوی مرید شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت جہاد کی ہوئی تھی اور آپ ان کے حجاج اور مجاہدین کے قافلے کے سردار تھے۔ مشرق سے مغرب تک شریعت کا تمام رواج اور بدعت ومحدثات کا قلع قمع، علوم کا چرچہ، نماز اور روزہ اور زکوٰۃ کی کثرت اور مساجد کی آبادی جو ہندوستان اور پاکستان میں نظر آرہی ہے۔ آپ کی اور مولنا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی کوشش واجتہاد کی وجہ سے ہے اور یہ جو کچھ بھی ہوتا رہا بفضل خدا اللہ تعالیٰ کی نصرت سے ہوا اور ہوتا رہا۔ یہ مولنا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ سید احمد صاحب رائے بریلوی کی جہادی مساعی میں خلیفہ تھے اور حضرت مولنا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ محشی کتب عدیدہ آپ کے بہت بعد ہوئے ہیں۔ سرزمین ہندو پاکستان میں ان دونوں بزرگواروں کی مثال جو اپنے پیر کے دو وزیروں کی طرح تھے۔ ان بارہ سو سال میں کم ملتی ہے۔ ان کے زمانہ میں اسلام کو ایک نئی رونق حاصل ہوئی اور مٹی ہوئی سنن ماثورہ بفضل خدا آپ کی کوششوں سے دوبارہ زندہ ہوئیں۔ خصوصاً شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ ونصائح کی برکات اور آپ کی نصائح سے کثرت سے لوگوں کا ہدایت یافتہ ہونا ایسی چیزیں ہیں کہ موافق ومخالف اس پر سب یک زبان ہیں۔ شرک وبدعت کی جو رسوم آپ نے مٹائیں اور محدثات وکفریات جو آپ نے دنیا سے دور کئے ان کا کوئی حساب ہی نہیں۔ اتباع سنت اور اجتناب از بدعت کا جو بیج آپ کے دادا شاہ ولی

اللہ محدث دہلوی نے ان علاقوں میں بویا تھا۔ وہ آپ کے زمانہ میں خوب پھل لایا اور جو کام انہوں سے شروع کیا تھا آپ نے اسے انجام تک پہنچایا۔ آپ اسلام کے ان اولی العزم عالی ہمت' ذکی' جری اور غیر معمولی افراد میں سے ہیں جو صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ علوم معقول و منقول میں آپ نے پہلوں کی یاد تازہ کر دی اور فروغ و اصول میں علمائے سابقین سے بہت آگے بڑھ گئے اصول فقہ آپ کو نوک زبان یاد تھے۔ علم حساب کے آپ خوب ماہر تھے۔ قرآن وحدیث آپ کے سینہ میں محفوظ تھا اور فقہ و منقول کی آپ کو دیرینہ مشق تھی۔ اگرچہ دوسرے علماء کی طرح بوجہ اپنی جہادی مساعی کے تدریس و تعلیم میں مشغول نہ ہوئے اور نہ ان کو حاصل کرنے میں عمر عزیز کا کوئی حصہ گزرا۔ تاہم اپنی خداداد ذکاوت اور طبع نقاد کی عمدگی کی وجہ سے امتحان کے موقع پر ممتحین اور اکابر علماء مشہورین پر سبقت لے جاتے تھے۔ حج اور جہاد کے لئے آپ نے عرب و عجم کا سفر کیا اور ہر دو جگہ بعض مسائل میں علماء زمانہ کے ساتھ مناظرہ ہوا۔ تو فتح و اقبال آپ کے حصہ میں آئے اور مخالفین شکست پر شکست ہوئی۔

اپنی تمام عمر اعلائے کلمۃ اللہ و احیائے سنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد فی سبیل اللہ اور ہدایت خلق اللہ میں گزار دی آپ کی تصانیف جو نہایت ضرورت کی وجہ سے اور عام طور پر لوگوں کے التماس اور اصرار پر لکھی گئیں تھی اکثر و بیشتر سفر کی حالت میں لکھی گئیں۔ اور ان پر نظر ثانی کا موقع نہ ملا۔ باوجود اس کے فصاحت و بلاغت و تحقیق معانی میں اپنے زمانہ کی تالیفات بلکہ بعض سابقہ تالیفات بدرجہ بہتر ہیں۔ آپ مجتہدانہ دماغ کے آدمی تھے۔ اگر آپ کو اشغال حربیہ سے فرصت ملتی اور تصنیف و تالیف اور درس و تدریس کا موقع ملتا تو آپ اپنے بہت سے پیشرو علماء سے بہت آگے ہوتے۔ اور بہت علوم و فنون میں امام تسلیم کئے جاتے۔ مگر یہی ذکاوت طبع و جودت خاطر اور شرع مبین کے اداب میں کمال دینداری آپ کے لئے اہل زمانہ کے حسد اور مبتدعین کی عداوت کا باعث بنے۔ کبھی آپ کو ترک حنفیت کی تہمت لگائی جاتی۔ اور کبھی وہابیت کا الزام لگایا جاتا۔ بلکہ یہاں تک کہ آپ کو معتذلہ اور خارجی کہا گیا۔ مگر آپ کی کسی کتاب میں

ایسی کوئی بات نہیں پائی جاتی۔ ادروغ بانی سے ان دنیا طلبوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ معبود حقیقی کی خالص عبادت سے لوگوں کو ہٹایا جائے اور بدعت کے بازار کو چمکایا جائے۔ آپ علوم دینیہ وخادمہ میں ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ فن سپہ گری میں بھی ماہر تلوار چلانے میں بھی مشاق۔ بے رکاب گھوڑے پر اچھل کر سوار ہونے والے' دریائے جمنا میں تیرنے والے' جامع مسجد دہلی کے وسیع صحن میں عین دوپہر کے وقت گرم پتھروں پر ننگے پاؤں سہج سہج سے چلنے والے تھے۔ لشکر کفار کے مقابلہ میں بذات خود ہی نہیں بلکہ فوجوں کو ترتیب دے کر لڑانے میں بھی ماہر تھے آپ صرف سپاہی ہی نہ تھے بلکہ قابل جرنیل بھی تھے۔

سیالکوٹ میں ڈاکٹر سر محمد اقبال لندن و جرمنی سے اور میری حرمین شریفین اور دیگر بلاد اسلامیہ سے واپسی پر ان کے مکان پر میری ان سے ملک ہندوستان کی سیاسی گفتگو ہو رہی تھی۔ اس کے دوران میں آپ نے فرمایا کہ ''اگر حضرت مولنا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے مرتبے کا ایک مولوی بھی پیدا ہو جاتا۔ تو آج ہندوستان کے مسلمان ایسی ذلت کی زندگی نہ گزارتے''۔

بے شک ڈاکٹر صاحب مرحوم نے سچ فرمایا کہ حضرت مولنا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کوئی عالم دین پیدا نہیں ہوا۔ لیکن خدا کے فضل سے ان کے لگائے ہوئے پودے بے ثمر بھی نہ رہے۔ چنانچہ آج ملک ہندوستان پاکستان میں جس قدر بھی اعلائے کلمۃ اللہ کی جدو جہد جاری ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ ہی کے نعرہ حق کے اثر سے فقہ حدیث اور اصول میں آپ کی بہت سی تصنیفات ہیں۔ جو سب کی سب نہایت مفید اور اہل حق کے نزدیک مقبول ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں۔ ردالاشراک' تقویۃ الایمان' تنویر العینین فی اثبات رفع الیدین اصول فقہ' الصراط المستقیم' رسالہ منصب امامت' ایضاح الحق الصریح' مثنوی سلک' نورانا تمام' تنقید الجواب دراثبات رفعیدین' عقبات تصوف' تجلیات الٰہی ہیں۔ آپ کی سب سے بڑی یادگار مغلوں کی سلطنت کے دم واپسیں کے وقت عین موقع پر ضرورت پر سرزمین ہند میں جذبہ جہاد کا پیدا کرنا ہے۔

جس کا غلغلہ آج تک تمام ہندوستان و پاکستان میں بلند ہو رہا ہے۔

پنجاب میں سکھوں کے ساتھ آپ نے متعدد جہاد کیے۔ مگر بعض لوگوں کی بے وفائی کی وجہ سے آپ اپنے پیر سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ لڑتے ہوئے ۱۲۴۶ھ میں بمقام بالاکوٹ (علاقہ سرحد) زخم تفنگ سے شہید ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ وایانا وجزاہ اللہ تعالیٰ عن سائرا المسلمین خیر الجزء یہ واقعات حضرت مولنا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے اکابر علماء اہل اللہ اولیاء اللہ کے لکھ کر مسلمانوں کے ساتھ بہت احسان کیا کہ ہمارے موجودہ علمائے کرام کی زندگیاں اور عوام الناس کی ایسی ہی ہونی چاہئیں۔

استاد پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی

(ولادت ۱۲۶۷ھ وفات ۱۳۳۴ھ)

آپ کا ذکر خیر کسی قدر جناب میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں گزر چکا ہے۔ آپ ان کے لائق شاگردوں میں سے وہ ہیں۔ جنہوں نے علم حدیث کی اشاعت میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ آپ بلا تردد قریبا سارے پنجاب کے استاد حدیث ہیں۔ کوئی شہر کوئی قصبہ ایسا نہیں جس میں آپ کے شاگرد نہ ہوں۔ آپ موضع کرولی تحصیل پنڈ دادن خاں ضلع جہلم کے اعوان خاندان کے روشن چراغ ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۲۶۷ھ میں ہوئی۔

حصول تعلیم:

سات سال کی عمر میں آپ کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے مسجد میں بٹھایا گیا۔ مگر ۹ سال کی عمر نزول انماء کے عارضیہ سے آپ آنکھوں سے بالکل معذور ہو گئے۔ اسی حالت میں تحصیل علم کے لیے مختلف بلاد میں سفر کرتے رہے۔ گجرات کاٹھیا دار۔ بمبئی' ریاست بھوپال کے سفر کے بعد آخر کار آپ دہلی میں حضرت سید میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیگر کتب علوم کے ساتھ علم حدیث کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ آپ کا حافظہ نہایت قوی تھا۔ اس کے متعلق مجھے چشم دید حالات اور حضرت حافظ صاحب موصوف کے بیان فرمائے ہوئے بہت سے واقعات معلوم ہیں۔ مگر بخوف طوالت اس مختصر ترجمہ میں ان کو بیان نہیں کر سکتا۔ یہ واقعات حضرت مولنا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں سے لکھے ہوئے

ان کے مکتوبات میں موجود ہیں۔ آپ کو علم حدیث کے ساتھ ایک نادر عشق تھا۔ چنانچہ تدریس کے وقت جو کیفیت آپ پر طاری ہوتی تھی۔ اس کا اثر اہل ذوق طلبہ پر بھی پڑتا تھا اس کے بھی بہت سے واقعات ہیں۔ آپ فرماتے تھے میری بیس برس کی عمر تھی۔ جب میں حضرت جناب مولنا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے امرتسر میں درس حدیث کی مسند پر بٹھایا۔ چنانچہ کچھ عرصہ تک میں امرتسر میں درس دیتا رہا۔ اس کے بعد وزیر آباد آیا۔ ابتدا میں یہاں بعض لوگوں نے شدت سے میری مخالفت کی چنانچہ بعض اوقات مجھے گٹھری کی طرح باندھ کر باہر کھیتوں میں پھینک دیا جاتا پھر میں شہر میں آ جاتا۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ خدا تعالیٰ نے اکثر لوگوں کو میرا عقیدت مند بنا دیا۔

صورت وسیرت

آپ کے چہرے پر وجاہت اور ہیبت نمایاں تھی۔ لحیم جسیم اور صاحب قوت تھے۔ آپ کی آواز بلند۔ مزاج سادہ اور صاحب قناعت بزرگ تھے۔ لباس اور خوراک جیسی میسر آئی پہن لی اور کھالی طبیعت میں تکلف ہرگز نہیں تھا۔ اپنی حاجت سوائے خدا کے کسی کے سامنے نہیں بیان کرتے تھے۔ حضرت مولنا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے مجھ عاجز سے ذکر کیا کہ ایک دفعہ موسم سرما میں میرے پاس گرم کپڑا کوئی موجود نہیں تھا۔ بس مسجد میں بیٹھا بغلوں میں ہاتھ دبائے سردی کی شدت سے ٹھٹھر رہا تھا اور تہجد کے وقت یاد خدا میں مشغول تھا کہ اس وقت کسی نامعلوم شخص نے پشمینہ کا ایک کابلی دھسہ مجھ پر ڈال دیا۔ جس سے میرا بدن گرم ہو گیا۔

وہ دھسہ مدت تک آپ کے پاس دیکھا جاتا رہا۔ لیکن اوڑھانے والے کا پتہ نہ لگ سکا۔ انسانوں کے علاوہ جنات نے بھی آپ سے علم حدیث حاصل کیا۔ اس امر کے بھی کئی واقعات آپ نے مجھ سے خود بیان فرمائے۔ آپ اپنے شاگردوں پر خصوصی نظر الفت اور ان کی دلداری میں ہر طرح سعی فرماتے۔ حضرت مولنا ثناء اللہ صاحب فاضل امرتسری رحمہ اللہ اور اس عاجز پر خصوصی نظر عنایت تھی اس بات کی

شہادت آپ کا ہر شاگرد دے سکتا ہے۔ آپ کی تدریس کا شہرہ اس قدر بلند ہوا۔ کہ آپ کے پاس علم حدیث کی تحصیل و تکمیل کے لئے ایسے علماء بھی آتے رہے جو دیگر فنون میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ آپ ائمہ دین کا بہت ادب کرتے تھے۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ائمہ دین اور خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بے ادبی کرتا ہے اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔ بعض متشدد لوگ آپ سے حدیث پڑھنے آتے مگر یہ شرط کر لیتے کہ آپ سے حدیث تو پڑھیں گے۔ لیکن نماز آپ کے پیچھے ادا نہیں کریں گے۔ آپ اس شرط کو بخوشی منظور فرما لیا کرتے۔

بعض عقیدت مند معتقدین اس پر آپ سے سوال کرتے کہ آپ ایسے لوگوں کو کیوں پڑھاتے ہیں۔ جو نماز میں آپ کی اقتدا پسند نہیں اس کے جواب میں آپ فرماتے کہ بھائی یہ ان کی نگاہ انتخاب ہے۔ انہوں نے مجھے جس قابل پایا۔ اس کا فائدہ اٹھانا چاہا۔ اگر ان کی قسمت میں سعادت لکھی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو اتباع سنت کی راہ دکھا دے گا۔ چنانچہ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ایسے متشدد شاگرد رو رو کر آپ کے پاؤں پر گر پڑتے اور اپنی خطائیں معاف کراتے۔ وعظ تذکیر کے بیان میں اس قدر زور تھا۔ یہی معلوم ہوتا تھا کہ علم حدیث کا دریا بہہ رہا ہے۔ حاضرین پر اس کا خاص اثر ہوتا تھا۔ شخص العلماء حضرت مولنا میر حسن صاحب سیالکوٹی جو میرے اور ڈاکٹر سر محمد اقبال کے رحمہ اللہ کے بھی استاد تھے (کو جناب حافظ صاحب مرحوم سے کمال عقیدت تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حافظ صاحب میں ایک خاص کمال ہے۔ مسائل میں آپ متشدد اور تنگ ظرف نہیں ہیں اور اگر سوال جواب کے سلسلہ میں اپنی بات سے رجوع بھی کرنا پڑے تو ہچکچاتے نہیں ہیں۔

آپ کے حلقہ درس کی وسعت:

آپ کے شاگرد نہ صرف پنجاب بلکہ ہندوستان و پاکستان کے اکثر شہروں اور دیہاتوں میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ مدراس' دہلی' کلکتہ' رنگون اور دوسرے مشہور شہروں میں آپ کے بہت سے شاگردوں سے میری ملاقاتیں ہوئیں۔ جن میں سے

بعض میرے زمانہ تعلیم سے پیشتر آپ سے حدیث کی تکمیل کر چکے تھے۔ سید ابوالحسن صاحب تبتّی صحیح مسلم شریف میں میرے ہم درس تھے۔ علاقہ نجد کے ایک شاگرد کی سند آپ کے حکم سے میں نے خود لکھی اور اس پر آپ کی مہر لگائی۔

مرض الموت:

مرض الموت میں آپ نے مجھے اور میرے عم زاد بھائی مولوی احمد دین سیالکوٹی کو بلایا اور کہا کہ میرا یہ کتب خانہ اس مسجد میں تدریس حدیث میں استعمال کیا جائے۔ یہ وقف ہے۔ میری اولاد میں سے کسی کا ملکیت کا حق نہ ہوگا۔ اگر یہاں درس قائم نہ رہے تو یہ کتب خانہ دہلی میں اہلحدیث کانفرنس کی تحویل میں دے دیا جائے۔ اس کے بعد آپ نے گھر ململ کی ایک پرانی دستار منگا کر فرمایا۔ میاں صاحب رحمہ اللہ نے مجھے یہ عنایت فرمائی تھی۔ اس کو میرے کفن میں استعمال کرنا۔ آپ نے ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ میں وفات پائی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مسلمانان وزیر آباد کے علاوہ' لاہور' فیصل آباد' سیالکوٹ' جہلم' اور دیگر کئی شہروں سے شاگرد اور ہزارہا ارادتمند وزیر آباد پہنچے اور بلا تفریق مذہب نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ نماز جنازہ میرے دوسرے استاد اور آپ کے سمندھی حضرت مولنا ابوعبداللہ عبید اللہ غلام حسن صاحب سیالکوٹی نے پڑھائی۔ جو لوگ نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکے۔ وہ جوق در جوق آتے رہے اور جنازہ پڑھتے رہے۔ چنانچہ ۱۲ دفع نماز جنازہ ادا کی گئی۔ حضرت مولنا ثناء اللہ صاحب شیر مناظرہ نے فاضل ادیب نے فرمایا آج اس زمانہ کا امام بخاری فوت ہوگیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ کی اولاد:

حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پانچ فرزند' عبدالجبار' عبدالستار' محمد حسین' عبدالرشید' عبدالباسط ہیں۔

نوٹ:۔ یہ سب واقعات حضرت مولنا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کئے ہیں رحمہ اللہ۔

شیخنا حضرت الاستاد مولنا ابوعبداللہ عبیداللہ غلام حسن سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت صحیح طور پر معلوم نہیں ہوسکی۔ غالباً حضرت حافظ عبدالمنان صاحب وزیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عمر تھے۔ وفات ۱۸ جنوری ۱۹۱۸ء آپ شیخ فاروقی ہیں آپ کے آباؤ اجداد موضع ساہووالہ ضلع سیالکوٹ میں مقیم تھے۔ آبائی پیشہ طبابت و خوشنویسی تھا۔ چھوٹی عمر میں شہر سیالکوٹ میں حضرت مولنا غلام مرتضیٰ صاحب کے حلقہ درس میں شامل ہوئے۔ جن کا حلقہ درس شہر سیالکوٹ اور دیگر متصل شہروں میں مشہور تھا۔ آپ کی طبیعت نہایت ذکی اور حافظہ نہایت قوی تھا تھوڑی ہی مدت میں نصاب تعلیم ختم کر کے اپنے استاذ معظم کی وفات کے بعد مسند درس پر جلوہ افروز ہوئے۔ علم حدیث کی سند آپ نے کتابتاً حضرت نواب صدیق حسن خاں بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ طبیعت نہایت بردبار اور باذاق تھی جو شخص آپ کی زیارت کی سعادت حاصل کرتا اور ایک نماز بھی آپ کے ساتھ پڑھ لیتا مدتوں تک اس سے لطف اندوز رہتا۔ اور آرزو کرتا رہتا کہ کاش کہ پھر بھی یہ سعادت حاصل ہو۔ حافظہ کی قوت ایسی تھی کہ جس کتاب کا کوئی صفحہ ایک دفعہ دیکھا ہے عمر بھر پھر اس کو دیکھنے کی ضرورت نہ پڑتی یہ عاجز بھی اپنی ابتدائی عمر میں حضرت مولنا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اخیر یوم وفات تک آپ ہی کی خدمت میں رہا اتنے عرصہ میں میں نے آپ کو کسی کتاب کا مطالعہ کرتے نہیں دیکھا۔ ہر دم تسبیح ہاتھ میں لے کر ذکر خدا میں مشغول رہتے گویا آپ حدیث یزال لسانک رطبا من ذکر اللہ (حصن حصین) کی زندہ تصویر تھے۔ یہ

سب باتیں میر سیالکوٹی رحمہ اللہ نے بیان کی ہیں طلبہ کے سبق کے وقت کتاب سامنے نہیں رکھتے تھے۔ البتہ صبح کی نماز کے درس قرآن کے وقت تفسیر جامع القرآن سامنے رکھتے تھے اور بڑے بڑے مشکل مسائل سادہ الفاظ میں سمجھا دیتے آپ کے طریقے تعلم اور حلقہ درس کی شہرت عام تھی۔ آپ کے شاگرد دور دراز تک پھیلے ہوئے تھے۔ جن میں سے عاجز کی طرح خال خال باقی ہوں گے بعض متشدد لوگ بھی آپ کی خدمت میں آتے اور باوجود آپ سے علم حاصل کرنے نماز جماعت میں آپ کے ساتھ شریک نہ ہوتے تھے۔ مگر حضرت مولنا صاحب ان سے کچھ تعرض نہ کرتے۔ لیکن کچھ مدت کے بعد ان پر ایسا رنگ چڑھتا کہ سنت کے پورے تابعدار ہو جاتے۔ شمس العلماء حضرت مولنا میر حسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جن کا ذکر حافظ عبدالمنان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں آ چکا ہے۔ وہ حضرت مولنا صاحب کے پڑوس میں رہتے تھے۔ ان کو حضرت مولنا صاحب کے ساتھ کمال عقیدت تھی اور عام طور نمازیں بھی آپ کے ساتھ پڑھتے تھے۔ آپ خوش طبع اور بے تعصب تھے۔ اتباع سنت میں آپ کا عمل نہایت پختہ تھا۔ تمام بزرگان دین کا نہایت ادب کرتے تھے اور اختلافی مسائل میں یا صورت جامع پر عمل کرتے یا اسی صورت پر جو اقرب الی السنہ ہو۔ اور معرکۃ الآرا اختلافی مسائل میں جن میں نص صریح سے فیصلہ نہ ہوسکتا ہو اپنی طرف سے اجتہاد کرنے سے بہت گریز کرتے تھے اور اپنی رائے محفوظ رکھتے ہوئے سائل کے سامنے اختلاف ائمہ بیان کر کے پھر ایک کی دلیل بیان کر دیتے اور اس کو ان ہی کے ذمہ چھوڑ دیتے اور فرماتے اپنی طرف سے قول پیدا کر کے ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے کی نسبت ائمہ کرام کا قول ذکر دینے میں اپنی سبکدوشی ہے اور بس۔ فتوٰی میں حق گوئی یہاں تک مسلم تھی کہ دیگر فرقوں کے لوگ بھی اپنے علماء کی نسبت حضرت مولنا صاحب کی طرف زیادہ رجوع کرتے اور آپ کا طریق تفہیم اس قدر موثر تھا کہ شدید مخالف لوگ بھی مجلس سے معتقد ہو کر اٹھتے۔ دوسرے فرقوں کے لوگوں میں عام مشہور تھا۔ اگر مولنا صاحب اس درجہ کے متقی نہ ہوتے تو اہلحدیث کا مذہب سیالکوٹ میں اتنی جلدی نہ پھیلتا۔

تصانیف:

آپ نے اپنی ابتدائی عمر میں چند رسائل ضرورتاً تصنیف کئے جو انداز بیان سے از حد مفید ہیں اور وہ یہ ہیں۔ (۱، ۲) کتاب الصلوٰۃ، جو سادہ طور پر سنت کے مطابق نماز کی تعلیم کے متعلق ہے۔ اس کے حاشیہ پر ایک رسالہ نابالغ حافظ قرآن کی اقتدا میں نماز تراویح کے جواز میں لکھا ہے (۳) لوامع الانوار فی عقائد الابرار، اس میں بعض معترضین نے اہلحدیث کے عقائد و اعمال پر اعتراض کئے ہیں۔ ان کا جواب دیا گیا ہے (۴) شمس الضحیٰ بعض معترضین اعتراضات کے جواب میں ہے (۵) شہاب ثاقب تقویۃ الایمان کی بعض عبارتوں پر جو اعتراض کئے گئے ہیں ان کے جواب میں ہے۔ یہ سب کتابیں اردو میں ہیں۔ (۶) القوم الفصیح، اس کتاب میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا پڑھنا ثابت کیا گیا ہے یہ عربی زبان میں ہے۔ حاشیہ پر اس کا اردو ترجمہ بھی درج ہے۔ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کے متعلق اہلحدیث اور احناف کی طرف سے بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں طرفین کی جو کتابیں دیکھنے میں آئی ہیں میرے ناقص علم میں ان سب میں حضرت مولانا ممدوہ کی کتاب القول الفصیح سب سے زیادہ نافع اور مفید ہے (۷) انیس الغریب، غیر مطبوعہ جس کا مسودہ حضرت مولنا صاحب نے مجھے عنایت فرمایا تھا۔ اس میں خطبہ جمعہ کا جواز غیر عربی زبان میں ثابت کیا گیا ہے انشاء اللہ اس کو چھپوا کر شائع کر دیا جائے گا۔ (یہ سب باتیں حضرت مولنا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کی ہیں) آپ پر ذوق تصوف غالب تھا۔ آپ کے چہرۂ مبارک کا اتنا جلال تھا کہ اہل ثروت بلکہ حکام تک اپنی مجلسوں میں نہیں بلا سکتے تھے۔ بلکہ آپ کی مجلس میں خود حاضر ہونے کو سعادت جانتے تھے۔

آپ کی وفات:

جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات بوقت عشاء بتاریخ ۱۸ جنوری ۱۹۱۸ء کو داعی اجل ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آپ کا جنازہ حضرت مولنا عبدالحکیم صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ کے قریب کھلے میدان میں ہوا جس میں بکثرت ہجوم،

تمام فرقوں کے لوگ بلا امتیاز شامل تھے۔ آپ کے دو صاحبزادے' مولانا عبداللہ' مولانا عبدالواحد اور ایک بیٹی۔ اللھم اغفرله وارحمه وارفع درجته فی اعلی اعلیین.

استاذ الافاق حضرت شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی قدس سرہ ورحمۃ اللہ علیہ

ولادت تقریباً ۱۱۹۶ھ' وفات ۱۲۶۲ھ کنیت ابوسلیمان والد بزرگوار کا نام محمد افضل فاروقی جولاہور کے رہنے والے تھے آپ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی کے نواسے تھے۔ آپ نے اپنے تینوں نانا شاعبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ' شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ قدس اسرارھم سے تحصیل علم کی۔ چونکہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد نرینہ نہ تھی۔ اس لیے ان کے بعد مسند خلافت پر آپ ہی بیٹھے۔ دہلی میں اس وقت جتنے بھی ممتاز علماء تھے۔ ان میں بعض تو برائے راست شاہ عبداللہ العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور بعض کسی شاگرد کے شاگرد یا ان کے خاندان والوں میں سے کسی کے شاگرد تھے۔ مگر سب سے بڑھ کر مشہور حلقہ درس جناب شاہ محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ جو شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے اور جانشین تھے ۱۲۴۰ھ میں آپ فریضہ حج ادا کرنے میں مکہ مکرمہ گئے۔ وہاں ۱۲۴۱ھ میں شیخ عمر بن عبدالکریم کی التوفی ۱۲۴۷ھ نے بھی آپ کو اپنے طریقہ کی روایت حدیث کی اجازت دی۔ شیخ عمر بن عبدالکریم ممدوح فرمایا کرتے تھے کہ آپ میں اپنے نانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی برکت حلول کرگئی ہے۔ شیخ موصوف علم حدیث اور رجال میں آپ کے کمال کے قائل تھے۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور فرماتے۔ الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبیر اسمٰعیل واسحٰق۔ نیز آپ فرمایا کرتے۔ میری تقریر تو لی اسمٰعیل نے تحریر رشید الدین نے' اور تقویٰ محمد اسحٰق نے۔

شیخنا حضرت مولنا السید محمد نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جناب شاہ

عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں امامت پنجگانہ شاہ محمد اسحٰق ہی کرایا کرتے تھے۔
سرسید احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ آثارالصنادید میں لکھتے ہیں "آپ حدیث اور علم حدیث کا درس بیس برس تک جناب شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بیٹھ کر طلبہ کو دیا۔ اتباع سنت میں سے کوئی کام آپ سے سرزد نہ ہوتا جو فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مختار نہ ہوتا۔ حق جل و علا نے صورت و سیرت دونوں عطا کی تھیں۔ ان کی صورت سے آثار صحابیت ظاہر ہوتے تھے۔ اور یقین ہوتا تھا کہ حضرت سید الثقلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ والہ کی صحبت کا فیض جنہوں نے پایا ہوگا ان کی یہی صورت و سیرت ہوگی۔ چونکہ آپ کو تدریس اور فتویٰ نگاری سے فرصت نہیں ملتی تھی۔ اس لئے سوائے مسائل اربعین' یا مائۃ مسائل' اور تذکرۃ الصیام آپ کی کوئی تصنیف یادگار نہیں پائی جاتی۔ استفتا کا جواب آپ حضرت مولنا السید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے لکھوایا کرتے تھے آپ نے شوال ۱۲۵۸ھ میں ہندوستان سے مکہ معظمہ کو ہجرت کی۔ جب آپ دہلی سے چلے تو پہلی منزل (بستی) نظام الدین میں کی اور تین روز وہاں قیام فرمایا۔ مشایعت کے لئے سینکڑوں آدمی دہلی سے وہاں تک گئے۔

آپ نے ستر برس کی عمر میں ماہ رجب ۱۲۶۲ھ میں مکہ معظمہ میں وفات پائی اور ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مزار مبارک کے قریب مدفون ہوئے۔ آپ کے مختلف اطراف کے کثیر التعداد مشہور تلامذہ میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت مولنا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولنا محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت مولنا شہید رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت مولنا شیخ محمد انصاری سہارنپوری مکی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت مولنا عبدالخالق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت مولنا میاں سید نذیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے سسر' حضرت مولنا صفۃ اللہ والد ماجد قاضی محفوظ اللہ پانی پتی۔ حضرت مولنا السید نذیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولنا محمد عظیم آبادی' شیخ محمد تھانوی' شاہ عبدالغنی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ' شاہ عبدالغنی دہلوی مہاجر' مولوی احمد نزیل ٹونک' نواب رطب الدین خاں دہلوی' شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی مولوی سبحان

بخش سکار پوری' مولوی عبداللہ سندھی' مولوی گل کابلی' حافظ محمد فاضل سورتی' حافظ حاجی محمد مرحوم جون پوری دہلوی' مولوی بہاء الدین دکھنی' مولوی نور الحسن کاندھلوی' مولوی عبدالقیوم بھوپالی نواسہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ دہلوی' مولوی نوازش علی دہلوی' حافظ احمد علی سہارنپوری' وغیرہم وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم وایانا۔

شیخ الکل حضرت مولنا سید نذیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی

ولادت ۱۲۲۰ھ۔ وفات ۱۳۲۰ھ۔ آپ کا وطن مالوف قصبہ سورج گڑھ ضلع مونگیرہ صوبہ بہار تھا۔ جہاں آپ ۱۲۲۰ھ مطابق ۱۸۰۵ء میں پیدا ہوئے۔ ولادت کی صحیح تاریخ اور مہینہ معلوم نہیں ہوسکا۔ آپ کے جداعلیٰ سید شاہ جاجیزی ایک ہزار سپاہیوں پر جرنیل تھے آپ کے والد ماجد سید جواد علی کیئی پشتوں سے موضع بلتھوا میں رہتے تھے۔ جو سورج گڑھ سے پانچ میل جانب جنوب ہے سید جواد علی فارسی دانی میں بین الا قرآن تھے۔ آپ دادا ہال اور نہال دونوں ہی جانب سے نقوی حسینی ہیں آپ چوتیسویں پشت میں حضرت علی کرم اللہ وجھہ سے اور پینتیسویں پشت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتے ہیں۔

آپ کا خاندان علم و فضل، دولت و وجاہت میں پہلے سے ہی ممتاز تھا۔ آپ کے بزرگ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں خدمت قضا پر مامور تھے۔ بچپن میں آپ کو کھیلنے کا بہت زیادہ شوق تھا، تیرنے، دوڑنے، گھوڑا سواری کرنے میں مشاق تھے۔ فارسی کی درسی کتابیں اپنے والد بزرگوار سے پڑھیں اور عربی کی ابتدائی کتابیں بھی انہوں نے شروع کرادیں۔

علم کی تلاش میں وطن چھوڑتے ہیں:

۱۲۳۶ھ سولہ سال کی عمر میں آپ نے ایک ہم عمر طالب علم سے صلاح کر کے رات دونوں گھر سے نکلے اور پیدل چلتے چلتے عظیم آباد پٹنہ پہنچے جو اس وقت صوبہ بہار کا مدینۃ العلم تھا۔ قریباً چھ ماہ یہاں ٹھہرے اور غالباً ترجمہ قرآن اور مشکوٰۃ شریف پڑھا۔

پٹنہ میں آپ کو شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ حسنہ کا سننے کا موقع ملا جو حج کو جا رہے تھے۔ اس سے آپ کے دل میں دہلی جانے کا خیال پیدا ہوا۔ ۱۲۳۷ھ آپ پٹنہ سے دہلی کی جانب اپنے رفیق مولوی احمد علی صاحب چڑیا کوٹی سے پڑھیں۔ صرف ونحو کی ابتدائی تعلیم علماء الہ باد سے حاصل کی۔ اور سات آٹھ ماہ وہاں قیام کیا۔ آخر آہستہ آہستہ راہ بے راہ سفر کرتے ۱۳ رجب ۱۲۴۳ھ بدھ کے روز دہلی پہنچے۔ پہلے مفتی شجاع الدین صاحب کے مکان پر ٹھہرے۔ دس پندرہ دنوں بعد پنجابی کڑہ کی مسجد اورنگ آبادی مولوی عبدالخالق صاحب المتوفی ۱۲۶۱ھ کی خدمت میں حاضر ہوئے یہاں پر بنسبت دیگر علوم دریسہ کے دینیات کی طرف زیادہ توجہ تھی۔

تعلیم:

پٹنہ میں آپ نے ترجمہ قرآن مشکوٰۃ شریف پڑھ لیا تھا۔ اس لئے علم دین کا خیال زیادہ تھا سو عربی زبان میں مہارت حاصل کرنے کے لئے حضرت مولنا عبدالخالق صاحب سے کافیہ کا سبق شروع کیا اور کئی کتابیں پڑھیں۔

آپ کے دیگر استاذہ کرام:

(۲) حضرت مولنا اخوند شیری علی کندھاری المتوفی ۱۲۵۷ھ

(۳) حضرت مولنا جلال الدین ہروی ایک معقولی بزرگ تھے۔

(۴) حضرت مولنا کرامت علی صاحب اسرائیلی

(۵) حضرت مولنا محمد بخش صاحب عرف تربیت خاں علوم ریاضیہ وفلسفہ میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ کتب متقدمین پر نہایت وسیع نظر تھی۔

(۶) حضرت مولنا عبدالقادر صاحب رامپوری

(۷) حضرت مولنا ملا محمد سعید صاحب پشاوری

(۸) حضرت مولنا حکیم نیاز احمد صاحب سہوانی جو بڑے عالم اور عامل بالحدیث تھے۔

رجب ۱۲۴۳ھ سے آخر ۱۲۴۶ھ تک قریباً ۳½ سال کے عرصہ میں تمام علوم

رسمیہ سے فارغ ہو کر ہمہ تفسیر و حدیث وفقہ کی تحصیل میں مصروف ہو گئے اور اس مقصد کے لئے شاہ محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کے درس گاہ کا رخ کیا۔ صحاح ستہ، جلالین، بیضاوی، کنز العمال، اور جامع الصغیر (للسیوطی) یہ سب کتب شاہ محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنے کے علاوہ تیرہ برس مدت مدید تک شب و روز ان کی محبت بابرکت سے مستفیض ہوتے رہے۔ ابتدا میں سات آٹھ برس صرف صرف نحو و معانی کا درس دیا۔

عقد نکاح:

دہلی پہنچنے سے چھٹے سال ۱۲۴۸ھ میں جب کہ آپ شاہ محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کر رہے تھے۔ اپنے نہایت شفیق استاذ سید عبدالخالق کی صاحبزادی سے عقد نکاح کیا۔ اس شادی کے کفیل و مہتم خود شاہ محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے برادر خورد شاہ محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جس وقت شاہ محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲۵۸ھ ہندوستان سے مکہ معظمہ کو ہجرت کی تو شاہ صاحب موصوف رحمۃ اللہ علیہ کا واقعی اور حقیقی جانشین اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے مسند درس کا مالک حضرت مولنا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کے سوا کوئی اور نہ ہو سکا۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے سردار کو دلی والے میاں صاحب کہا کرتے تھے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بعد شاہ محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کو لوگ میاں صاحب کہتے تھے۔ جب شاہ محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ ہجرت کر کے مکہ معظمہ چلے گئے اور ان کی جگہ ان کے روحانی فرزند حضرت مولنا شاہ نذیر سید حسین رحمۃ اللہ علیہ نے لی اور مسند درس وارشاد پر متمکن ہوئے تو ان کو بھی لوگوں نے میاں صاحب ہی کے نام سے پکارا۔ چونکہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد صلبی سے کوئی بھی باقی نہ رہا تھا۔

علم حدیث کی خدمت:

علم حدیث آپ کا خاص فن تھا۔ اس فن چار دانگ ہندوستان میں جیسی کچھ آپ کے ذریعہ سے ہوئی کسی فرد واحد کی کوشش نہیں کر سکتی۔ فنون متداولہ ورہیہ کوئی فن ایسا نہیں تھا جس میں آپ استعداد کامل نہ رکھتے ہوں آپ علم فقہ میں عدیم النظیر سمجھے

جاتے تھے۔ سرسید احمد خاں مرحوم اپنی کتاب آثار الضادید میں میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں خصوصیت کے ساتھ اس کی تصریح کی ہے۔ میاں سید نذیر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت ابتدا ہی سے تحقیق کی طرف مائل تھی۔ علم تجوید اور قرائت کی کتابوں پر بھی آپ کی نظر وسیع تھی۔ اور علم کلام پر آپ کو پورا عبور حاصل تھا۔ حضرت مولنا شاہ محمد اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کی ہجرت کے بعد آپ نے مسجد اورنگ آبادی میں اپنا مستقل حلقہ درس قائم کیا اور ۱۲۷۰ھ تک فنون درسیہ کی شاخ اور تفسیر کی کتابیں بلا استثنا پڑھاتے رہے۔ لیکن اس کے بعد تمام فنون سے اعراض کر کے صرف علوم دین فقہ حدیث اصول حدیث اور تفسیر کو اختیار کر لیا۔ اور زندگی کا باقی حصہ جو کہ تقریباً پچاس برس کا طویل زمانہ ہے۔ محض دین کی خدمت اور علوم دین کی اشاعت میں صرف کر دیا۔

مطالعہ کا شوق:

زمانہ طالب علمی سے آپ کو کتب بینی کا بے حد شوق تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم عصروں میں جو وسعت نظر آپ کو حاصل ہوئی کسی دوسرے کو نہ ہوسکی۔ اخیر عمر تک آپ نے مطالعہ کا التزام رکھا۔ سرکاری اور دیگر کتب خانوں سے بھی آپ استفادہ کرتے تھے۔ ایک کتب خانہ خود اپنا ذاتی تھا جس میں بڑی محنت اور شوق سے کتابیں جمع کی تھیں۔ اس میں بیشتر کتابیں قلمی اور دست خاص کی لکھی ہوئی تھی۔ جو طبع نہ ہوئی تھیں۔ اور نایاب ہوچکیں تھیں۔ افسوس وہ ۱۸۵۷ھ کی پہلی جنگ آزادی میں لٹ گیا۔

آپ کے درس کی کیفیت:

چند باتیں آپ کے درس میں قابل لحاظ تھیں۔ اقوال صحیحہ وضعیفہ کی جانچ پڑتال۔ سلجھی ہو تقریر' بیان کی صفائی تفہیم کی قدرت حافظہ کی قوت اشکال کی تشریح۔ وسعت نظر مہلکہ راسخہ' ہر مقام کے مالہ وماعلیہ کی واقفیت' چنانچہ حضرت مولنا عبداللہ صاحب بازیہ پوری فرماتے ہیں درس کے وقت طلبہ کا ہجوم رہتا آپ نہایت تحقیق کے ساتھ درس دیتے اور حق بات یہ ہے کہ فقہ تفسیر حدیث اور فلسفہ کے آپ متجر عالم تھے۔ پڑھانے میں جب تقریر کرتے تو ایک بحر مواج معلوم ہوتے تھے۔

راولپنڈی کی نظر بندی:

وہابیت کا مقدمہ ۶۵-۱۸۶۴ء میں جب ہندوستان کے اکثر شہروں میں چلایا گیا۔ تو بیشتر ماخذین کے حبس دوام بعبور دریائے شور کا حکم دیا گیا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بھی مواخذہ ہوا جو مجزوں کی غلط خبر رسانی اور اہل کاروں کی غلط فہمی پر مبنی تھا۔ آپ تا تحقیقات کامل کم وبیش ایک برس تک راولپنڈی کی جیل میں نظر بند رہے۔ بعد تحقیقات کامل یہ معلوم ہوگیا کہ مواخذہ ناجائز ہے۔ اس لئے آپ کو رہا کر دیا۔ جیل میں بھی قرآن وحدیث کا درس جاری رہا۔ چنانچہ عطاء اللہ نام طالب علم نے جہل میں صحیح بخاری سبقاً سبقاً پڑھی اور قرآن شریف حفظ کیا۔

حج بیت اللہ شریف:

۱۳۰۰ھ میں آپ حج بیت اللہ شریف کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے آپ کے مخالفین وہاں جا پہنچے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تین روز منا میں قیام کیا۔ اور شب و روز وہاں وعظ فرمایا۔ جس شرک و بدعت سے اجتناب عمل بالحدیث کی ترغیب اور رسومات بد کی اصلاح کا بیان تھا۔ ان وعظوں سے دشمنوں کی آتش عداوت وحسد اور بھڑک اٹھی اس پر رفقاء وخدام بمنت وسماجت عرض کی کہ حضور وعظ بند فرمائیں۔ مخالفین کی سازش بہت گہری ہو چکی ہے۔ اب جان کی خیر نظر نہیں آتی۔ اس کے جواب میں میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صاف فرما دیا کہ سنو صاحب بہت جی چکا ہوں۔ اب زندگی کی تمنا نہیں ہے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ بھی مکہ معظمہ میں شہید ہوئے تھے۔ اسی حرم میں جہاں میرے قتل کا منصوبہ ہو رہا ہے۔ میں ہر وقت قتل ہونے کے لئے تیار ہوں مگر تبلیغ دین سے باز نہ آؤں گا" حج سے فارغ ہونے کے بعد آپ بانتظار قافلہ مدینہ طیبہ مکہ معظمہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ مخالفین نے پاشائے مکہ کے ہاں مخبری کرا دی کہ مولنا میاں نذیر حسین معتزلی اور وہابی ہیں اسی طرح اور بہت سے تو ہمات لگائے پاشائی محل میں طلب کئے گئے تین دن تک آپ وہاں رہے۔ اور آپ سے تہمتوں کے جواب طلب کئے گئے۔ آخر آپ بری قرار دیئے گئے اس کے پاشا مکہ نے آپ کا بہت

اکرام کیا اور خاص اپنے ہاتھ سے قہوہ پیش کیا۔ باز پرس پر معذرت کی اور طلب عفو کے ساتھ اپنے حق میں دعائے خیر چاہی۔

یہ معلوم کر کے آپ مدینہ طیبہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پاشا مذکور نے آپ کو ایک خط مدینہ منورہ کے پاشا کے نام لکھوا کر اپنی مہر خاص سے مسجل کر کے دیا اور کہا آپ سے وہاں کسی قسم کا تعرض نہیں ہوگا۔ پاشا کا یہ خط لے کر میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مع اپنے شاگرد اور رفیق مولنا تلطف حسین صاحب عظیم آبادی وغیرہ کے مدینہ منورہ پہنچے۔ وہاں بھی مخالفین نے بہت کچھ فتنہ بپا کرنے کی کوشش کی۔ مگر ان کی کچھ نہ چلی۔ آپ وہاں کچھ روز قیام کر کے واپس تشریف لے آئے۔ حافظ ڈپٹی مولوی نذیر احمد صاحب مترجم قرآن فرماتے ہیں۔ جب آپ سفر حجاز سے واپس تشریف لائے تو اسٹیشن دہلی پر استقبال کے لئے اس قدر لوگ حاضر ہوئے کہ پلیٹ فارم کا ٹکٹ ختم ہوگیا کارپردازان اسٹیشن حیران تھے کہ یہ کس نامی گرامی شخص کی آمد ہے۔

حکومت کی طرف سے خطاب:

جون ۱۸۹۷ء مطابق محرم ۱۳۱۵ھ میں آپ کو گورنمنٹ انگلشیہ کی طرف سے شمس العلماء کا خطاب ملا۔ جب لوگ خلعت و خطاب کے ساتھ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملے اور آپ کو اس سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا ہم غریب آدمی خلعت و خطاب لے کر کیا کریں گے خلعت خطاب تو بڑے آدمیوں کو ملنا چاہیے۔ ہم کو دنیا لا حاصل ہے بعد اس گفت و شنید کے آپ نے اس قدر فرمایا۔ اچھا صاحب آپ حاکم ہو جو چاہو کہو اس خطاب کے بعد رسالہ دلگداز (لکھنؤ) کے اڈیٹر نے بعنوان شمس العلماء ایک مضمون لکھا جس کا ماحاصل یہ ہے۔ حضرت مولنا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کی عزت افزائی تو اس خطاب سے ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن اس خطاب کو عزت و شرف اس نام کی برکت سے ضرور حاصل ہو۔

آپ کے چند اخلاق حسنہ:

آپ کے دشمن جانی بھی جب آپ کے سامنے آکر اپنی حاجتیں پیش کرتے تو

آپ بکشادہ پیشانی نہایت ہی ہنسی خوشی سے ان کی روائی یعنی بفضل خدا تعاون کرتے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت اپنا جوتا خود اٹھاتے تھے کسی اور کو اٹھانے کا موقع نہیں دیتے تھے۔ علیا حضرت والیہ بھوپال کی طرف سے قاضی القضات کا عہد پیش کیا گیا۔ لیکن آپ نے روش محدثین کو ملحوظ رکھتے ہوئے بوریا نشینی و درس و تدریس کو کرسی نشینی پر ترجیع دی تقریباً آپ اسی برس آپ دہلی میں رہے۔ مگر اپنی اور اپنے اہل وعیال کی سکونت کے لئے ایک مکان بھی تعمیر نہ کرایا اور کرایہ کے مکان میں زندگی بسر کر دی اور وہ مکان بھی معمولی درجہ کا تھا۔ اس خاکسار مؤلف کی موجودگی میں آپ کے پوتے سید عبدالسلام صاحب نے شیخنا حافظ عبدالمنان صاحب رحمۃ اللہ علیہ وزیر آبادی سے کہا آج تک دہلی میں کرایہ کے مکان میں رہتے ہیں۔ آپ میاں صاحب سے عرض کریں کہ ہمارے لئے کوئی اپنا سکونتی مکان تو بنوا دیں اس پر حافظ صاحب نے فرمایا کہ میری کیا مجال ہے کہ میں آپ سے کچھ عرض کرسکوں۔ کیوں کہ جس شخص نے اسی سال تک جس روش پر زندگی گزاری ہو میں شاگرد ہو کر اس کے نقطہ خیال کو کس طرح بدل سکتا ہوں (یہ باتیں میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کی ہیں)

اس عاجز پر خدا تعالیٰ کا خصوصی احسان:

حضرت مولنا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ گویا اس عاجز حضرت مولنا سید نذیر حسین حدیث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا سب سے چھوٹے شاگردوں میں سے ہوں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے مجھ پر یہ فضل کیا ہے کہ بڑے بڑے بزرگوں کی اولاد نے مجھ عاجز سے علم حدیث وتفسیر وغیرھا حاصل کیا۔ مثلاً خود میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتے سید حسین صاحب جناب حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی کے فرزند صوفی عبدالرشید صاحب اور حضرت مولنا ابوعبداللہ غلام حسن صاحب سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند رشید مولنا عبدالواحد صاحب اور حضرت مولنا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے مولوی رضاء اللہ صاحب اور مشہور ولی اللہ حضرت مولنا غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن قلعہ میاں سنگھ ضلع گوجرانوالا کے پوتے مولوی محمد صادق

صاحب نے اللھم اغفرلی ولاستاذی ولتلامذتی المتادبین۔ میاں رحمۃ اللہ علیہ علاوہ متجر فی العلوم ہونے کے آپ نہایت وسیع الخیال' زندہ دل' خوش طبع' فراخ حوصلہ' اداشناس' سادگی پسند' نیز فہم' مجتہد' امام' فقیہ' محدث اور درویش تھے عملی زندگی میں سب سے بڑا زیور آپ کی درویشانہ روش تھی آپ کبھی اپنی ضرورت کسی کے سامنے ذکر نہ کرتے تھے۔ ساری عمر آپ کی صحت بہت اچھی رہی۔ اتنی بڑی عمر میں تندرستی کی وجہ آپ کی سادہ زندگی' سادہ غذا اور جفاکشی تھی۔ آخر دس رجب ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء سو برس کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ انگریزی اخبار پائنیر الہ آباد نے آپ کی وفات پر مضمون لکھا۔ اردو اخباروں میں تو غالباً سارے ہندوستان میں کوئی اخبار یا رسالہ نہ ہوگا۔ جس نے آپ کی وفات پر ماتم کی تعزیت نہ کی ہو۔ نماز جنازہ آپ کے سعادت مند بڑے پوتے سید عبدالسلام صاحب نے پڑھائی۔ جنازہ کے ساتھ خلقت کا اس قدر ہجوم تھا کہ باوجود اس کے میت کی چارپائی کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھے ہوئے تھے اور لوگ ان کو پکڑ کر تبرک کی خاطر نوبت بنوبت کندھا دے رہے تھے پھر بھی بہت سے لوگوں کو کندھا دینے کی سعادت کا موقع نہ ملا۔ شہر کے لاتعداد مسلمان اور بہت سے عمائد اور علماء جنازہ کے ساتھ تھے۔ آپ کی نماز جنازہ غائبانہ ہندوستان و پاکستان کے قریباً تمام شہروں اور قصبوں بلکہ بیشتر قریوں میں پڑھی گئی۔ درس و تدریس میں بکثرت مشغولیت ومحویت کی وجہ سے آپ تصنیف وتالیف کا موقع نہ پاسکے۔ دوسری وجہ وہ ہے جو آپ نے خود بیان کی ہے۔ جب کہ کسی شاگرد نے درخواست کی۔ آپ بھی کسی حدیث کی کتاب پر کوئی شرح تحریر فرمائیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ وہ بات بتاؤ جو پہلے علماء نہیں لکھ گئے۔ تاکہ میں اس کسر کو پورا کروں۔ ہاں علماء کی کتابیں پڑھانے کا کام رہتا ہے۔ سو وہ میں کررہا ہوں۔ تاہم آپ نے بہت سے رسائل متفرق مسائل میں لکھے۔ مگر آپ کی سب سے زیادہ ممتاز تصنیف (کتاب معیار الحق ہے) جس میں تقلید اور اتباع سنت کی ایسی خوش اسلوبی اور متانت سے تحقیق کی گئی ہے کہ اس نے اہلحدیث کو دوسرے لوگوں سے سنت میں ممتاز کردیا ہے۔ آپ کے جس قدر فتاویٰ

میسر ہو سکے ان کو آپ کے پوتوں سید عبدالسلام اور سید ابوالحسن نے دو جلدوں میں طبع کرا کر شائع کیا ہے۔

آپ کے تلامذہ کی فہرست:

آپ کے تلامذہ اقطاع عالم' حجاز مکہ معظمہ' مدینہ منورہ' یمن' نجد' شام' حبش' افریقہ' ٹونس' الجزائر' کابل غزنی' قندھار' پشاور' سمرقند' بلخ' بخارا' یاغستان' ایشیا کوچک' ایران مشہد' خراسان' ہرات' چین' کوچین اور ہندوستان و پاکستان کے ہر شہر ہر ضلع اور بیشتر قریوں اور دیہات میں مشرقاً غرباً شمالاً جنوباً پھیلے ہوئے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اشاعت علم حدیث اسلامی دنیا میں کچھ آپ کی ذات سے ہوئی وہ آپ ہی اپنی نظیر ہے۔

آپ کے چند تلامذہ کے اسمائے گرامی:

صرف خاص خاص کے نام دیئے جاتے۔ ورنہ یہ فہرست ہزاروں تک پہنچتی ہے۔

(۱) مولنا الحاج حافظ ابومحمد ابراہیم ساکن آراہ مدفناً (آرہ)

(۲) حضرت مولنا حکیم ضمیر الحق صاحب آرہ

(۳) مولنا محمد قاسم صاحب منتظم مدرسہ عالیہ کلیۃ (آرہ)

(۴) حضرت مولنا ابوالحسنات عبدالغفور داناپوری ضلع پٹنہ

(۵) حکم فضل حسین صاحب مظفر پور پٹنہ آپ کی سوانحعمری ک مؤلف

(۶) حضرت مولنا تلطف حسین صاحب پٹنہ

(۷) مولنا شاہ محمد عین الحق صاحب خانقاہ پھلواری ضلع پٹنہ

(۸) حضرت مولنا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی ضلع دربھنگہ

(۹) حضرت مولنا محمد حیات صاحب سندھ

(۱۰) حضرت مولنا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی

(۱۱) حضرت مولنا عبدالحکیم صاحب کلانوری پنجاب

(۱۲) حضرت مولنا عبداللہ غزنوی امرتسری

(۱۳'۱۴'۱۵) حضرت مولنا محمد صاحب غزنوی اور آپ کے برادران مولنا

عبدالجبار، عبدالواحد)

(۱۶) حضرت مولنا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری

(۱۷) قاضی طلا محمد صاحب پشاوری

(۱۸) حضرت مولنا سید شریف حسین صاحب حضرت میاں صاحب کے فرزند

(۱۹) شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی مترجم قرآن مجید

(۲۰) خاکسار مؤلف حضرت مولنا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔ سیالکوٹ

(۲۱) حضرت مولنا غلام رسول صاحب قلعہ میاں سنگھ گوجرانوالہ

(۲۲) شیخنا حضرت مولنا حافظ عبدالمنان صاحب وزیرآبادی گوجرانوالہ

(۲۳) حضرت مولنا محمد سعید صاحب (بنارس)

(۲۴) حضرت مولنا محمد عرفان صاحب نواسہ سید احمد قدس سرہ

(۲۵) حضرت مولنا عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوٴ

(۲۶) حضرت مولنا حافظ عبداللہ صاحب غازیپوری

(۲۷) حضرت مولنا بدیع الدین صاحب لکھنوٴ

(۲۸) حضرت مولنا محمد وحید الزمان صاحب وغیرہ وغیرہ۔ اللھم اغفر لھم وارحمھم وارفع درجاتھم۔

حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کا ورود مسعود سیالکوٹ میں:

آپ کے تلامذہ کی فہرست آپ کے لائق شاگرد حضرت مولنا ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی کا نام نامی بھی ہے غالباً ۱۸۸۹ء یا ۱۸۹۰ء کا ذکر ہوگا کہ مولنا ممدوح کے بیٹے شیخ عبدالسلام صاحب کی شادی تھی برات بٹالہ ضلع گورداسپور سے عقام پسرور ضلع سیالکوٹ جانے والی تھی۔ حضرت مولنا ابو سعید صاحب نے حضرت میاں صاحب سے اس تقریب میں شامل ہونے کی درخواست کی جو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے منظور فرمائی اور آپ سیالکوٹ میں تشریف لائے۔ مولنا ابو سعید صاحب کی برادری شیخ قانونگو محلہ دھارووال شہر سیالکوٹ میں کثرت سے آباد تھی۔ برات اسی محلہ میں

اتری۔حضرت میاں صاحب کی زیارت کے لئے اہلحدیث اور دیگر عقائد کے حضرات جوق در جوق آتے رہے اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کو قرآن وحدیث کی تابعداری کے وعظ سناتے رہے۔ پسرور سے واپسی پر بھی آپ نے اسی محلہ میں نزول فرمایا اور اسی طرح لوگ کمال اشتیاق سے زیارت کو آتے رہے۔ مغرب کی نماز آپ نے سیالکوٹ کے اسٹیشن کے میدان میں ادا کی۔ جس میں مقتدیوں کا شمار ہزاروں تک میں تھا۔ قرأت میں آپ نے سورہ حشر کی آخری آیات تلاوت فرمائیں۔ جو حاضرین پر عجب اثر انداز ہوئیں۔ اس نماز کا اثر آج تک میرے دل پر باقی ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

وفات کے قریب حضرت میاں صاحب کا جنات کو وعظ سنانا:

۱۳۱۶ھ جب یہ عاجز اپنے اور پنجاب کے استاد حضرت مولنا حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں پہلی بار حضرت مولنا میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے ان ایام میں ایک دن مسجد میں آ کر فرمایا کہ آج رات اس کمبخت نے ہم کو سونے نہیں دیا کبھی اس طرف سے آ کر پاؤں دباتا۔ کبھی اس طرف اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ جو جن آپ کا شاگرد تھا وہ رات کے وقت آپ کے پاؤں دبایا کرتا تھا۔

۱۳۲۰ھ میں جب آپ رحلت فرما گئے تو اس کے کچھ عرصہ بعد میں پھر دہلی گیا۔ تو حضرت مولنا تلطف حسین صاحب عظیم آبادی جو حضرت مولنا میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لائق شاگرد تھے اور سفر حج میں آپ کے رفیق شریک تھے۔ انہوں نے فرمایا جس دن حضرت مولنا صاحب میاں صاحب کا انتقال ہونا تھا ہم بہت سے ارادتمند آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضرت صاحب نے یک دم گھر کی مستورات کو فرمایا کہ پردہ کرلو۔ اس کے بعد وعلیکم السلامُ وعلیکم السلام کرتے رہے کچھ عرصہ تک یہی وظیفہ جاری رہا۔ اس کے بعد آپ نے سورہ جن کی تلاوت کر کے وعظ کرنا شروع کر دیا۔

وعظ ختم ہونے کے بعد دیر تک وہی وعلیکم السلام وعلیکم السلام کرتے رہے کچھ عرصہ تک یہی وظیفہ جاری رہا۔ اس کے بعد آپ نے مستورات کو واپس آ جانے کا ارشاد فرمایا: واللہ علی ما اقول شہید. اللھم ارحم یتوفی کلھم وارفع درجاتھم نرینہ اولاد آپ کی صرف حضرت مولنا سید شریف حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جو جناب حضرت مولنا حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق تھے۔ لیکن وہ کمال علم حاصل کرنے کے بعد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ ان کے دو بیٹے سید عبدالسلام اور سید ابوالحسن صاحبان تھے۔ سید ابوالحسن صاحب کے فرزند مجھ سے سیالکوٹ میں پڑھتے رہے۔ سنا ہے کہ حالیہ انقلاب کے بعد لاہور میں متوطن ہو کر فوت ہو گئے ہیں۔ اللھم اغفرلنا ولھم وارحمھم یہ سب تفصیلی واقعات حضرت مولنا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کئے ہیں۔

حضرت مولنا و شیخنا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ گوجرانوالہ کے دینوی خدمات:

حضرت العلام حضرت مولنا و شیخنا محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی محاسن و اوصاف کا ایک خوبصورت امتزاج تھی۔ آپ سلف صالحین کا ایک بہترین نمونہ تھے اور سنت کی پیروی آپ کی زندگی کا مقصد وحید تھا ذہن رسا پایا تھا معاملہ فہم' دوراندیش مدبر' اور سلجھے ہوئے ذوق کے مالک تھے۔ دل نوازی بے غرض' فیاضی اور اخلاص کی نعمتوں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سرفراز فرمایا تھا۔ آپ نے دین حق پھیلانے اور توحید خالص کو لوگوں کے اذہان میں بٹھانے کا فریضہ اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔ بس یہی ایک دھن تھی جو آپ پر سوار تھی۔ اس راہ کی تمام تکالیف کو آپ نے ہمت اور عزیمت کے ساتھ برداشت کیا۔

آپ کی ولادت کی تاریخ پیدائش اندازاً ۱۳۱۴ھ بمطابق ۱۸۹۵ء ہوئی تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ کے قریب ایک گاؤں ڈھونیکے میں پیدا ہوئے۔ حافظ محمد

صاحب پروفیسر ابن حضرت مولنا محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ہمارے جدامجد جناب حضرت مولنا محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ ایک صاحب فن کاتب ایک صاحب فضیلت عالم اور طبیب حاذق تھے آپ نے تحصیل علم اور تربیت حافظ عبدالمنان صاحب رحمۃ اللہ علیہ وزیر آبادی سے کی تھی۔ اس تعلیم و تربیت کے اثرات تھے جو حضرت مولنا والد گرامی کی طرف منتقل ہوئے۔

تعلیم:

ابتدائی تعلیم آپ نے والد رحمۃ اللہ علیہ و ہمارے جد امجد رحمۃ اللہ علیہ مولنا محمد ابراہیم صاحب سے حاصل کی۔ اس گھریلو ماحول میں ایک عالم باعمل حضرت مولنا عمر الدین وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ کا بھی موقع آیا۔ آپ نے چھوٹی عمر میں ہی صرف ونحو کی ابتدائی کتب پر عبور حاصل کیا۔ ابتدائی کتب کے ساتھ' گلستان بوستاں اور دیگر فارسی کی بھی کتب پڑھیں۔ ابتدائی اور بنیادی تعلیم کے بعد آپ نے استاد پنجاب حضرت مولنا حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں زانوتلمذتہہ کیا۔ جناب حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پوری محبت اور شفقت سے آپ کو زیور علم سے آراستہ کیا اور علمی اور عملی تربیت فرمائی۔

بارہ تیرہ سال کی عمر میں ہی آپ نے وزیر آباد سے دہلی کا رخ کیا دہلی ان دنوں علوم وفنون کا مرکز تھا۔ یہاں پر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی علمی تحریک کے گہرے نقوش تھے۔ آپ نے پھاٹک حبش خاں میں واقع مدرسہ نذیریہ میں (جو حضرت شیخ الکل مولنا سید نذیر حسین قدس اللہ روحہ متوفی ۱۳۲۰ھ کی یادگار تھا) مولنا عبدالجبار عمر پوری رحمۃ اللہ علیہ سے اور بعض دوسرے علماء رحمھم اللہ سے علمی جواہر اکٹھے کئے۔ ان دنوں امرتسر میں خاصہ علمی وعملی چرچا تھا۔ اکابر خاندان غزنویہ رحمھم اللہ سے چند نفوس قدسیہ بقید حیات تھے۔ آپ نے امرتسر کا رخ کیا۔ مولنا عبدالغفور صاحب غزنوی' اور مولنا عبدالرحیم صاحب غزنوی رحمھم اللہ سے تعلیمی استفادہ کیا۔ امرتسر میں مفتی محمد حسین صاحب (دیو بندی المسلک) رحمۃ اللہ علیہ (جو قیام پاکستان کے بعد

جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی ہوئے) سے فنون کی کتابیں پڑھیں۔ آپ مفتی صاحب مرحوم سے بہت متاثر تھے۔علوم وفنون میں ان کے ذوق صحیح بہت تعریف کیا کرتے تھے۔

تبلیغ اور ملکی سیاست:

ان دنوں مولنا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی طوطی بولتا تھا۔ انہوں اشاعت توحید وسنت کی ایک ہمیہ گر مہم شروع کر رکھی تھی حضرت مولنا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان اکابر کی ملاقاتوں اور علوم کا اثر تھا کہ آپ نے دینی علوم کے ساتھ ساتھ آزادی وطن کی تحریکوں میں بھرپور حصہ لینا شروع کیا۔ سیاسی رہنماؤں میں امام الہند مولنا ابوالکلام آزاد کو اپنا مقتدا جانتے تھے اور ان کی سیاسی بصیرت کی تعریف کیا کرتے تھے۔ امرتسر کے بعد آپ سیالکوٹ آ گئے اور حضرت مولنا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اکتساب علم وفضل کیا۔

حدیث:

تکمیل حدیث کی سند تو آپ کو حضرت استاد پنجاب حافظ عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ سے مل چکی تھی تاہم سند اجازت مکہ معظمہ کے ایک فاضل شیخ ابوبکر خوقیر رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی شیخ ابوبکر خوقیر رحمۃ اللہ علیہ متعدد کتابوں کے مصنف تھے اور سلف المسلک تھے سند کے لحاظ سے چوبیس واسطوں سے حضرت مولنا مولوی محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔

گوجرانوالہ میں تقرر:

آپ ۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۹۲۱ء میں بمعیت حضرت مولنا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ گوجرانوالہ آئے تھے ان ایام میں گوجرانوالہ کی جماعت اہلحدیث چند نفوس پر مشتمل تھی۔ حضرت میر سیالکوٹی نے جماعت کے اراکین سے کہا کہ میں ایک درشہوار تمہارے سپرد کرنے آیا ہوں۔ اس کو حفاظت سے رکھنا۔ اس کے بعد آپ نے شہر گوجرانوالہ کو اپنا وطن بنالیا اس شہر میں ممبر ومحراب کو بحمد اللہ وبفضل اللہ چار چاند لگا

دیئے گذشتہ نصف صدی میں کئی انقلاب آئے مگر آپ اپنے جادہ مستقیم پر رواں دواں چلتے رہے۔ آپ کے پائے عزیمت میں کبھی لغزش نہیں آئی۔ مرتبہ کی چاہت اور دولت کی طلب آپ کو اپنے مقام سے نہ ہلا سکی۔ مدینہ منورہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب عبدالعزیز بن باز متعنا اللہ بطول حیاتہ نے شیخ عبدالقادر شیبۃ الحمد کی معرفت آپ کو مدینہ منور بلوا بھیجا مگر آپ نے گوجرانوالہ ہی میں اپنے قیام کو ترجیح دی اور اپنی جگہ حضرت العلام حضرت مولنا حافظ محمد صاحب گوندلوی کو بھیجوا دیا۔ گوجرانوالہ کی جامع مسجد اہلحدیث میں آپ نے مدرسہ محمدیہ کی بنیاد رکھی جو نصف صدی تک نہ صرف گوجرانوالہ اور اس کے مضافات بلکہ متحدہ پنجاب کے دور دراز طلباء کو علوم عربیہ سے بہرہ ور کرتا رہا جس میں نہ صرف وہ خود پڑھاتے تھے۔ بلکہ وقت کے بہترین استاذہ منتخب کر کے متعین فرماتے رہے۔ افسوس کہ جمعیت اہلحدیث گوجرانوالہ نے موسس کے ان دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اس مدرسہ کو عملاً ختم کر دیا اور گوجرانوالہ اس رحمہ اللہ کے اس فیض جاری کی برکات سے محروم ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

تلامذہ:

اس مدرسہ سے ہزاروں شاگرد زیور علم سے مزین ہو کر نکلے' اور اطراف پاکستان میں توحید وسنت کی اشاعت میں معروف ہوئے۔ ان میں چند ایک کسی نہ کسی حیثیت سے بہت زیادہ معروف ومشہور ہوئے حسب ذیل ہیں۔ حضرت مولنا محمد حنیف صاحب ندوی انہوں نے فلسفہ اسلام کو اپنا موضوع بنالیا اور پھر بہت کچھ بہت اچھا لکھا۔ حضرت مولنا حکیم عبداللہ صاحب نصر' اور حضرت مولنا محمد اسماعیل صاحب ذبیح رحمۃ اللہ علیہ جو بہترین مقرر ومدرس تھے۔ اور حضرت مولنا معین الدین لکھوی جن کی سیاسی سوجھ بوجھ اور تقریر مشہور ہے۔ حضرت مولنا محمد سلیمان صاحب کیلانی رحمۃ اللہ علیہ جو تصنیف و تالیف اور تراجم کتب عربی و فارسی میں مشغول ہوئے۔ حضرت مولنا خالد صاحب گھرجاکھی جنہوں نے ادارہ احیاء السنہ کی تاسیس کی اور کئی ایک کتابیں لکھیں ہیں اور کئی ایک تراجم شائع کئے۔ یہ چند ایک بطور مثال ہیں ورنہ حضرت مولنا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ

علیہ کے قابل قدر تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے۔

ذوق تصنیف:

حضرت العلام مولنا محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صرف پر جوش خطیب اور بہترین مقرر تھے۔ بلکہ قلم کے میدان کے بھی شہسوار اور سلجھے ہوئے مصنف تھے۔ سادہ عنوانات کے تحت علم کے دریا بہا دیتے تھے۔ اگر چہ دوسری مصروفیات کے ہجوم میں اس کا زیادہ موقع نہ مل سکا۔ تاہم اس کے باوجود لکھا وہ خوب ہے۔ مستقل تالیفات کے علاوہ وہ سکڑوں صفحات کے مختلف اور متنوع موضوعات پر مشتمل مقالات بھی ''الاعتصام'' وجرائد و مجلّات میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے۔ جنہیں بحمد اللہ یکجا کیا گیا ہے تنقیح و تہذیب کے ان طبع کرانے کا پروگرام ہے۔ مستقل تالیفات حسب ذیل ہیں سب طبع ہو چکی ہیں۔

(۱) ترجمہ و تعلیقا اردو مشکوٰۃ شریف (تقریباً نصف اول)

(۲) ترجمہ و شرح سبعہ معلقہ اردو عربی

(۳) رسول اکرام صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز

(۴) جماعت اسلامی کا نظریہ حدیث

(۵) مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۶) حدیث کی تشریعی اہمیت

(۷) حدیث قرآن کریم کی روشنی میں

(۸) تحریک آزادی فکر

(۹) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک

(۱۰) زیارۃ القبور

(۱۱) اسلامی حکومت کا مختصر خاکہ

قومی اور جماعتی خدمات:

اس سلسلہ میں مناسب ہوگا کہ جریدہ الاعتصام لاہور کے اداریہ کا ایک حصہ

معمولی تصرف کے ساتھ یہاں دے دیا جائے جو یکم مارچ ۱۹۶۸ کو شائع ہوا۔ گذشتہ نصف صدی میں جماعت اہلحدیث کی کسی بھی قسم کی مذہبی اور سیاسی سرگرمی میں حضرت مولنا محمد اسمٰعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ بدستور ایک اہم عنصر کی حیثیت میں شامل رہے۔ نوجوانی میں سعی وہمت کا یہ حالت تھا کہ ۱۹۲۴ میں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کا اجلاس کرڈالا۔ جس کے صدر ہمارے بزرگ حضرت مولنا حافظ محمد صاحب گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ حضرت مولنا سلفی رحمۃ اللہ علیہ جماعت کو منظم کرنے کی بہت دھن تھی انجمن اہلحدیث پنجاب کا قیام عمل میں آیا' اس میں حضرت مولنا رحمۃ اللہ علیہ کا بہت عملی دخل تھا (۱۳۴۹) مطابق ۱۹۳۱ء میں حضرت مولنا شاہ محمد شریف صاحب گھڑیالوی کی سربراہی میں جمعیت تنظیم اہلحدیث پنجاب وجود میں آئی تو اس کے روح رواں بفضل اللہ وبعون اللہ آپ ہی تھے۔ چنانچہ اس کا دفتر بھی حضرت مولنا رحمۃ اللہ علیہ کا سرپرستی میں گوجرانوالہ میں تھا۔ اور ناظم اعلیٰ قاضی عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے۔

۱۹۴۶ء کے سالانہ اجلاس اہلحدیث کانفرنس بمقام دہلی میں مجلس عمل اہلحدیث بنائی گئی تو حضرت مولنا رحمۃ اللہ علیہ اس کے سیکٹری منتخب ہوئے قیام پاکستان کے بعد جہاں تک مغربی پاکستان کی جمعیت اہلحدیث کا تعلق ہے جاننے والے جانتے ہیں کہ درحقیقت بفضل خدا حضرت مولنا محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی اور شبانہ روز محنت وہمت کی رہین منت ہے۔ سیدنا حضرت مولنا سید داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو موجودہ ملکی سیاست کے دل دل سے نکال کر حضرت مولنا ہی نے جماعت کی سربراہی کے لئے آمادہ کرلیا تھا پھر آخر تک حضرت موصوف کا ساتھ ہر حالت میں نبھایا پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے مطالبہ میں ہر قدم پر مولنا غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ جماعت کی بہترین نمائندگی کرتے رہے چنانچہ آپ اس کمیٹی کے رکن تھے جو ۱۹۵۲ء میں اسلامی آئین کی تشکیل کے لئے بنائی گئی۔ ۱۹۵۳ء کی تاریخی تحریک ختم نبوت کے دور میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت میں جمعیت اہلحدیث کے تین نمائندہ تھے سیدنا حضرت مولنا محمد داؤد غزنوی حضرت مولنا محمد اسماعیل' حضرت مولنا محمد حنیف صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

تاہم اس سلسلہ میں قید و بند کا شرف حضرت مولنا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ کے حصہ میں آیا' ۱۹۲۴ء میں ہندوستان میں شدھی کی تحریک شروع ہوئی اور مسلمانوں کو ہندو بنانے پر زور دیا جانے لگا تو پنجاب سے ایک تبلیغی وفد ملکانوں کے علاقہ میں تبلیغ کے لئے گیا اس وفد میں بھی حضرت مولنا محمد اسماعیل صاحب سلفی رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست تھے۔

عام معمولات زندگی:

اتنی مصروف زندگی گزارتے تھے کہ حیرت ہوتی ہے کہ آپ ان فرائض سے کیسے عہدہ برآمد ہوتے تھے مسجد کے خطیب اور پانچوں نمازوں کے امام بھی تھے۔ آپ نے مدت العمر صبح کا درس اس اہتمام سے دیا کہ ناغہ شاذ و نادر ہی ہو۔ تبلیغی اور تنظیمی سفر پر تشریف لے جاتے تو کوشش یہی فرماتے ہیں کہ سفر جلدی ختم کریں تاکہ درس قرآن کے تسلسل میں فرق نہ پڑے۔ اس درس کے بعد شہر کے تجار اور کاروباری لوگوں کی ایک جماعت آپ سے باترجمہ قرآن مجید پڑھتی تھی اور بعد ازاں مدرسہ محمدیہ کے اسباق شروع ہو جاتے تھے۔ اثنائے مصروفیت میں ہی مضمون نویسی مقالہ نگاری خطوط کے جوابات اور فتویٰ تحریر فرماتے تھے شہر کی سیاسی اور معاشرتی تحریکوں میں حصہ بھی لیا جاتا تھا۔ ملک کی تحریکوں میں پورے انہماک کے ساتھ حصہ لیتے تھے اور حوادث میں با حسن وجہ خدمات سرانجام دیتے تھے۔

قیام پاکستان کے بعد خصوصی خدمات:

۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے ایام میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مہاجر خاندانوں کو بسانے میں بھرپور حصہ لیا ملک میں پیش آمدہ قدرتی مصائب والام کی آمد پر آپ نے جماعتی تنظیم کے تحت امدادی فنڈ جمع کیے اور ان کو حقداروں تک پہنچایا۔

تعمیر مساجد میں خاص دلچسپی لیتے تھے' شہر گوجرانوالہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں بھرپور حصہ لیا چنانچہ جس وقت اس دنیا کو خیرباد کہا اس وقت آپ نے پچیسویں مسجد کی تاسیس فرمائی۔

جامعہ سلفیہ:

مدارس عربیہ کے قیام کی طرف آپ نے ہمیشہ توجہ مبذول رکھی۔ چنانچہ ملک کے دور دراز حصوں میں بھی مدارس عربی کا قیام عمل میں لاتے رہے۔ اس سلسلہ میں بلتستان اور آزاد کشمیر کے دورے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ لیکن آخر میں جس تعلیمی ادارے کے ساتھ حضرت مولنا محمد اسماعیل صاحب سلفی رحمۃ اللہ علیہ کا خاص شغف تھا اور رات دن اس کی ہر طرح ترقی میں منہمک رہتے تھے وہ جامع سلفیہ فیصل آباد ہے۔ جامعہ سلفیہ کی تعمیر و تدریس، انتظام لائبریری غرض ہر شعبہ میں حصہ آپ ہی کا تھا۔ تعلیم و تدریس کو اعلیٰ مدارج تک پہنچانے کے لئے مدینہ یونیورسٹی کے چانسلر فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز حفظہ اللہ سے خط و کتاب فرمائی کہ وہاں سے استاذہ کرام حاصل کئے جائیں۔ اس سلسلے کے سب مراحل طے ہو چکے تھے کہ آپ کے انتقال کا حادثہ پیش آ گیا۔ مقام مسرت ہے کہ حکومت سعودیہ نے حضرت مولنا رحمۃ اللہ علیہ کے منصوبہ کی تکمیل فرمادی چنانچہ چند سال سے جامعہ سلفیہ میں سعودی عرب کے استاذہ مسلسل آ رہے ہیں۔

بیماری اور وفات:

حضرت مولنا محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ چند سال سے اعصابی مریض چلے آ رہے تھے تاہم حالت کچھ ایسی تشویشناک نہ تھی بس ۲۰/ ذوالقعدہ ۱۳۸۷ھ بمطابق ۲۰ فروری ۱۹۶۸ء منگل کے دن نماز عصر کے بعد یکایک طبیعت بگڑی اور راہ گزر عالم جاوداں ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولنا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی خدمات:

حضرت مولنا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحصیل علوم کا مقصد صرف یہ تھا کہ مذہب اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی جائے اس کے حفظ و بقاء کے سلسلہ ہر قسم کی تحریری و تقریری مدافعت کی جائے اور کتاب و سنت کو باقی و زندہ رکھا جائے۔ کتاب و سنت کے احیاء و بقاء کے لئے آپ نے اپنی زندگی وقف کر دی اور اس کے ساتھ کفر و شرک کی تردید اور

بدعات و محدثات کا استیصال بھی کیا۔ حضرت مولنا رحمۃ اللہ علیہ نے ان مقاصد کے حصول کے لئے تحریر و تصنیف کا نہایت مؤثر استعمال کیا۔ ذاتی اخبارات میں مدلل علمی مقالات کے علاوہ آپ کی تصانیف نے مذاہب باطلہ کی بیخ کنی کی اور ان کے استیصال میں نہایت جاندار اور بھرپور کردار ادا کیا۔ حضرت مولنا امرتسری اپنی تصنیفات اور ان کے اسباب اور محرکات کی بابت لکھتے ہیں کانپور سے فارغ ہوتے ہوئے ہی اپنے وطن پنجاب میں پہنچا۔ مدرسہ تائید الاسلام امرتسر میں کتب نظامیہ کی تعلیم پر مامور ہوا طبیعت میں تجسس زیادہ تھا۔ اس لئے ادھر ادھر کے مذہبی ماحول و حالات معلوم کرنے میں مشغول رہتا۔ میں نے دیکھا کہ اسلام کے سخت مخالف ترین عیسائی اور آریہ دو گروہ ہیں۔ انہی دنوں قریب ہی' قادیانی تحریک بھی پیدا ہو چکی تھی۔ جس کا شیرہ ملک میں پھیل چکا تھا...... مسلمانوں کی طرف سے اس کے دفاع کے علمبردار حضرت مولنا ابوسعید محمد حسین بٹالوی (م ۱۳۳۸ھ) تھے میری طبیعت طالب علم کے ہی زمانہ میں مناظرات کی طرف بہت راغب تھی اس لئے درس تدریس کے علاوہ میں ان تینوں گروہوں (عیسائی' آریہ اور قادیانیوں) کے علم کلام اور کتب مذہبی کے طرف متوجہ رہا۔ بفضلہ تعالیٰ میں نے کافی واقفیت حاصل کر لی۔ ہاں شک نہیں ان تینوں مخاطبوں میں سے قادیانی مخاطب کا نمبر اول رہا شائد اس لئے کہ قدرت کو منظور تھا۔ کہ مولنا بٹالوی مرحوم کے بعد یہ خدمت میرے سپرد ہوگی۔ جس کی بابت مولنا صاحب کو معلوم ہوا ہو تو شاید یہ شعر پڑھتے ہونگے۔

آ کے سجادہ نشیں قیس ہوا میرے بعد
رہی خالی نہ کوئی دشت میں جا میرے بعد

اس شغل میں میں نے چند علماء سلف کی تصنیف سے خاص فوائد حاصل کئے۔ حدیث شریف میں قاضی شوکانی' حافظ ابن حجر اور ابن القیم وغیرھم کی تصانیف سے علم کلام میں امام بیہقی' امام غزالی' اور حافظ ابن حزم علامہ عبدالکریم شہرستانی' حافظ ابن تیمیہ' شاہ ولی اللہ محدث دہلوی' امام رازی وغیرھم رحمۃ اللہ علیھم اجمعین کی تصانیف سے

فائدہ اٹھایا۔ تذکرہ ابوالوفاء مصنفہ حضرت محترم عبدالرشید صاحب عراقی سوہدرہ دامت برکاتہ العالیہ حضرت مولنا ثناء اللہ صاحب امرتسر رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب حق پرکاش لکھی ۱۸۹۹ء یہ کتاب سوامی دیانند سرسوتی کی کتاب ستیارتھ پرکاش کا اردو ترجمہ ہے جس کے ۱۴ویں باب میں سوامی نے قرآن کریم پر ۱۵۹۰ء اعتراضات کئے۔ کتاب ستیارتھ پرکاش کے شائع ہونے پر مسلمانوں کو ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کا جواب دیا جائے۔ حسب قول حافظ شیرازی نے قرعہ فال بنام من دیوانہ زوند میں نے اس کے جواب میں کتاب حق پرکاش'' لکھی جو بفضلہ تعالیٰ ایسی مقبول ہوئی کہ اس کے بعد کسی فرقہ کے عالم دین نے ستیارتھ پرکاش کے جواب میں قلم نہیں اٹھایا۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء حق پرکاش کے اشاعت سے آریہ حلقوں میں کھلبلی مچ گئی اور جواب دینے پر کوشش کی گئیں مگر کوئی جواب پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ کتاب الرحمٰن طبع اول ۱۹۰۳ء امرتسر صفحات ۱۴۴ پنڈت دھرم بھکشو آریہ سماج کے بدلگام اور بدزبان عالم تھے۔ انہوں نے ایک کتاب بنام کتاب اللہ وید ہے یا قرآن لکھی حضرت مولنا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب کتاب الرحمٰن لکھی جس میں اس کے مذعومہ اعتراضات کی تردید کی۔ اور ان کا مسکت جواب دیا۔ حضرت مولنا صاحب نے اس کتاب میں وید کی تعلیمات پر قرآن مجید کی تعلیمات کو ترجیح قرار دے کر وید کی تعلیمات کو ناقابل عمل قرار دیا۔ اس کے علاوہ حضرت مولنا رحمۃ اللہ علیہ نے کلام الٰہی کو جانچنے کے لئے آریوں کے ان خانہ ساز اصولوں کا جائزہ لیا ہے ''کتاب الرحمٰن'' تردید آریہ میں ایک بڑی زبردست کتاب ہے۔ حضرت مولنا سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ لکھتے ہیں کہ حضرت مولنا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ امرتسری کی کتاب ''کتاب الرحمٰن مناظرانہ رنگ میں بڑی دل آویز کتاب ہے۔

حضرت مولنا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب ترک اسلام ہے:

یہ کتاب ترکِ اسلام ایک مسلم عبدالغفور نامی (نو آریہ دھرم پال) کے رسالہ ترک اسلام کا جواب ہے۔ حضرت مولنا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں! ایک مسلم

عبدالغفور نامی (نو آریہ دھرم پال) نے رسالہ ترک اسلام لکھا۔ اس کے شائع ہونے میں مسلمانوں کو بڑی بے چینی ہوئی۔ میں نے فوراً اس کا جواب بنام ترک اسلام بر ترکِ اسلام) شائع کر دیا جس سے مسلمانوں کو اس قدر قلبی راحت ہوئی۔ جتنی مئی جون میں افطاری کے وقت روزہ دار کو ہوتی ہے۔ مسٹر دھرم پال ۱۴ جون ۱۹۰۳ء گوجرانوالہ میں ایک تقریر کی اور اپنے ارتداد کی وجہ بیان کی۔ اور اس کے بعد اسلام پر ۱۱۶ اعتراضات کئے حضرت مولنا رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب اعتراضات کا مسکت جواب دے دیا۔ حضرت مولنا رحمۃ اللہ علیہ نے بفضل خدا پیش گوئی کی تھی کہ ایک وقت آئے گا دھرم پال ایک دفع دوبارہ اسلام مین آئے گا یعنی اسلام میں داخل ہو گا۔ چنانچہ دھرم پال نے دوبارہ اسلام قبول کیا اور غازی محمود کا لقب اختیار کیا ترک اسلام کے شائع ہونے پر برصغیر کے جید علمائے کرام نے حضرت مولنا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کو خراج تحسین پیش کیا۔ ان میں حضرت مولنا عبدالخالق حقانی (م ۱۳۳۵ھ اور حضرت مولنا وحید الزمان صاحب حیدر آبادی (م ۱۳۳۴ھ) حضرت مولنا عبدالعزیز رحیم آبادی (م ۱۳۳۶ھ) مولنا حافظ عبداللہ محدث اللہ غازیپوری بھی شامل تھے ترک اسلام جب شائع ہوئی تو دھرم پال نے حضرت مولنا صاحب کی معقولیت کا اقرار کیا۔ اور دوبارہ مشرف بہ اسلام ہونے میں بڑی حد تک اس کتاب کا دخل ہے۔

قادیانی تحریک اور خدمات اہلحدیث اہلسنت:

قادیانی تحریک سے متعلق حضرت مولنا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ وہ تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اور خود بانی تحریک احمدیہ مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء اشتہار جس کا عنوان تھا۔ مولوی ثناء اللہ کے ساتھ اخری فیصلہ۔ اس میں مرزا قادیانی نے لکھا مولوی ثناء اللہ نے مجھے بہت بدنام کیا ہے۔ میرے قلعے کو گرانا چاہا وغیرہ اس لئے میں دعا کرتا ہوں کہ ہم میں جو جھوٹا ہے۔ وہ سچے کی زندگی میں مر جائے۔ کوئی خاص وقت تھا۔ جب یہ دعا مرزا صاحب کے منہ سے نکلی اور اس

اشتہار کے مطابق مرزا صاحب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال کر گئے اور حضرت مولنا امر تسری رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد ۴۰ سال (مارچ ۱۹۴۸ء تک زندہ رہے۔ تردید قادنیت کے سلسلہ میں علمائے اہلحدیث اہلسنت جو خدمات سرانجام دی ہیں اہل علم نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ مشہور صحافی آغا شورش کاشمیری (م ۱۳۹۵ء لکھتے ہیں علمائے اہلحدیث نے مرزا صاحب کے کفر کا فتویٰ دیا اور یہ فتویٰ فتاویٰ نذیریہ جلد اول صفحہ ۴۵ پر موجود ہے۔ مرزا صاحب اس فتویٰ سے تلملا اٹھے اور میاں صاحب کو مناظرہ کا چیلنج دیا میاں صاحب سو برس سے اوپر ہو چکے تھے اور انتہائی کمزور تھے آپ نے مرزا صاحب کے چیلنج کو اپنے تلامذہ کے سپرد کیا۔ مرزا صاحب اپنی عادت کے مطابق فرار ہو گئے جن علماء اہلحدیث اہلسنت نے مرزا صاحب اور ان کے بعد قادیانی امت کو زیر کیا ان میں حضرت مولنا بشیر احمد سہوانی' قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری اور حضرت مولنا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی سرفہرست تھے لیکن جس شخصیت اہلحدیث میں فاتح قادیان کا لقب ملا وہ حضرت مولنا ثناء اللہ صاحب امرتسری تھے۔ انہوں نے مرزا صاحب اور ان کی جماعت کو لوہے کے چنے چبوا دیئے اپنی پوری زندگی ان کے تعاقب میں گزار دی ان کی بدولت قادیانی جماعت کا پھیلاؤ رک گیا۔ مرزا صاحب نے تنگ آکر انہیں خط لکھا۔ کہ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا ہے اور صبر کرتا رہاں ہوں۔ اگر میں کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ آپ لکھتے ہیں۔ تو آپ کی زندگی میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ ورنہ آپ سنت اللہ کے مطابق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ خدا آپ کو نابود کر دے گا۔ خداوند تعالیٰ سے دعا ہے کہ مفسد اور کذاب کو صادق کی زندگی میں اٹھائے خط مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء اس خط کے بعد ایک سال اور ایک ماہ اور بارہ ۱۲ دن بعد مرزا صاحب لاہور اپنے میزبان کے بیت الخلا میں دم توڑ گئے۔ اور حضرت مولنا ثناء اللہ صاحب ۱۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو بسر گودھا رحلت فرمائی اور وہ مرزا صاحب کے بعد ۴۰ سال تک زندہ رہے۔ ان کے علاوہ حضرت مولنا ابوسعید محمد حسین بٹالوی' حضرت مولنا محمد عبداللہ معمار۔ حضرت مولنا محمد شریف گھڑیالوی' حضرت مولنا

عبدالرحیم لکھووالے حضرت مولنا حافظ عبداللہ روپڑی' حضرت مولنا حافظ محمد گوندلوی' شیخ الحدیث حضرت مولنا محمد اسماعیل گوجرانوالے' حضرت مولنا محمد حنیف صاحب ندوی' بابو حبیب اللہ صاحب' اور حافظ محمد ابراہیم کمیر پوری وغیرھم رحمۃ اللہ علیہم نے قادیانی امت کو ہر جگہ دینی محاذ پر خوار کیا۔ اس سلسلہ میں غزنوی خاندان نے عظیم خدمات سرانجام دیں۔ حضرت مولنا سید داؤد غزنوی جو جماعت اہلحدیث کے امیر اور مجلس احرار کے سیکرٹری رہے انہوں نے اس محاذ پر بے نظیر کام کیا فی الجملہ تحریک ختم نبوت کے اس اخری دور تک مرزائی مسلمانوں سے الگ کئے گئے اور آئینی اقلیت پا گئے۔ علمائے اہلحدیث قادنیت کے تعاقب میں پیش پیش رہے اور اس عنوان سے اتحاد بین المسلمین میں قابل قدر حصہ لیا۔ تردید قادیانیت کے سلسلہ میں جو قابل قدر علمی خدمات سرانجام دیں۔ اس کا تفصیلی جائزہ پیش کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ بانی تحریک قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات اور اس کی تحریک کے جو اثرات برصغیر پر وارد ہوئے اس کا تذکرہ پیش کیا جائے۔

مکسیر یاں ہندوستان کے زمانہ میں حضرت مولنا ثناء اللہ صاحب کا ایک جلسہ:

حضرت مولنا ثناءاللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے جلسہ ہو رہا تھا اور س عام جلسہ میں حضرت مولنا مرتضٰی صاحب دیوبندی تقریر کر رہے تھے چونکہ اس جلسہ گاہ میں اکثر مکاتب فکر کے عوام تھے اور مرزائی بھی تھے حضرت مولنا مذکور نے تقریر شروع کی تو ایک مرزائی اٹھا اور اس نے سوال کیا مقرر صاحب نے جواب دیا۔ پھر ایک اور مرزائی اٹھا اس نے سوال کیا مولنا صاحب نے جواب دیا پھر ایک اور مرزائی اٹھا سوال کیا جواب ملا۔ اب مولنا مرتضٰی نے مرزائیوں کے سوالات سے تنگ آ کر کہا ارے بھائی مجھ سے نہیں ہوتا ان کے بھائی کو لاؤ یہ اشارہ حضرت ثناءاللہ امرتسری کی طرف تھا چونکہ حضرت مولنا یہاں نہیں تھے کچھ فیصلہ پر کسی بیٹھک میں موجود تھے ایک آدمی نے جا

کر بتایا کہ مولنا مرتضیٰ صاحب کی تقریر چلنے نہیں دی اور تنگ آ کر انہوں نے تقریر کرنا چھوڑ دی۔ چونکہ مرزائیوں کے بکثرت سوالات کرنے کا مقصد یہ تھا ان کو سوالوں میں رکھو تا کہ تقریر نہ کر سکیں حضرت مولنا ثناءاللہ صاحب مطلع ہونے پر جلدی یہاں جلسہ گاہ میں پہنچے اور اس زمانہ میں علماء کے پاس بانس کے بید ہوا کرتے تھے یہی کھونڈی شکل میں حضرت مولنا ثناءاللہ اسٹیج پر پہنچے اور وہ بید اٹھا کر دونوں ہاتھوں سے میز پر مارا اور فرمانے لگے ان مہمانوں سے کیا پوچھتے ہو ہم گھر والوں سے پوچھو۔ اتنی بات کہہ کر فرمایا ہم اس کم بخت بے حیا کو خدا کا نبی مانیں جو یہ کہتا ہے کہ میں محمدی بیگم کا عاشق ہوں اور میرا نکاح اس کے ساتھ عرشوں پر ہوا ہے پھر بڑی زبردست آپ نے تقریر کی اور مرزا غلام احمد قادیانی کے باطل عقائد کی اور اکثر مذہب قادیانی کی دھجیاں اکھیڑ دیں اور پولیس کے جو آفیسر تھانیدار وغیرہ تھے ان کے گرد ہو گئے اور انہیں بھی انتظامی امور میں نظم ضبط کی کمیوں پر سخت سست کیا اب تھانیدار ہاتھ باندھ کر معافی مانگنے لگا اور مرزائیوں کے ایک ایک آدمی کو ڈنڈے مار کر نکال دیا۔ یہ واقعہ میرے پاس حضرت مولنا عبدالرحمٰن صاحب چک نمبر ۱۴۲ ابوریوالہ نزد ڈلن بنگلہ نے ذکر کیا۔ اب مولنا صاحب مذکورہ فوت ہو چکے ہیں نہایت سلفی قسم کے بزرگ تھے رحمۃ اللہ علیہ۔ وعفو اللہ لہ۔

حضرت مولنا ثناءاللہ صاحب رحمت اللہ علیہ کا ایک اور مناظر نمبر ۱:

حضرت مولنا ثناءاللہ رحمۃ اللہ علیہ کا آریہ سماج کے ساتھ ایک مناظرہ اور آریہ کی طرف سے ایک سوال آریہ کا مناظر کہنے لگا کہ مکہ کی طرف سے جب ہوا چلتی ہے تو نہایت گرم ہوتی اور وہ گرم لو جیسے اگ کے المبے چل رہے ہیں اور جب ہماری گنگا کی طرف سے ہوا چلتی ہے تو وہ نہایت ٹھنڈی پرسکون خوشگوار ہوتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مکہ آپ کے لئے متبرک ہے۔ اور بیت اللہ شریف کی وجہ سے آپ اس کی تعظیم کرتے ہیں اس اعتراض کو ملحوظ رکھ کر تمہارے مسلمانوں کا مذہب باطل ہے۔ اور ہمارا مذہب آریہ کا سچا ہے۔ حالانکہ بات یہ ہے کہ جہاں پانی ہو اور بکثرت دریا چل رہا ہو وہاں جب ہوا چلے گی تو پانی سے ٹکراتے ہوئے ٹھنڈی سرد ہو کر چلے گی اور پرسکون اور

خوشگوار ہوگی۔ لیکن موسم گرما میں ہوا چلے گی اور پہاڑی علاقوں اور پہاڑ کے پتھروں سے ٹکراتی ہوئی چلے گی تو پہاڑوں پتھروں کی تپش اور گرماؤ کی وجہ وہ گرم لو بن جائے گی اور اس میں گرمی کی شدت ہوگی۔ لیکن حضرت مولنا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ایک منطقی طور پر جواب دیا جو اس کے لئے نہایت ذلیل کن اور معقولیت کا جواب تھا۔

مناظر آریہ سماج کو حضرت مولنا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اصل بات یہ ہے ہمارا مکہ معظّمہ ایک عاشق کی حیثیت رکھتا ہے اور یقیناً عاشق ہے آپ کی محترمہ گنگا اس کی معشوقیہ ہے۔ اور آپ جانتے ہیں جب عاشق و معشوق آپس میں ملتے ہیں بوس کنار ہوتا ہے بوس و کنار کرتے ہیں تو معشوقیہ کی تمام گرمی تپش جلن عاشق کے کے جسم میں سرایت کر جاتی ہے اور عاشق کے جسم میں تمام گرم مادے داخل ہو جاتے ہیں اب جب عاشق سانس لیتا ہے تو اس کے منہ اور جسم سے گرم تپش اور جلن والی ہوا خارج ہوتی ہے اور محسوس کرنے پر بہت گرم محسوس کرتے ہیں۔ جب معشوقیہ سانس لیتی ہے تو اس کی طرف سے ٹھنڈی سرد پر سکون ہوا محسوس ہوتی ہے اس لئے آریہ سماج تمہیں ماننا پڑے گا کہ ہمارا مکہ عاشق ہے اور تمہاری گنگا معشوقہ ہے۔ اب اس میں آپ کی کوئی برتری سچائی صداقت نہیں ہے حاضرین مجمع حیران ہو گئے اور فتح و کامرانی مسلمانوں کے حق میں رہی اور آریہ لاجواب ہو گئے۔

حضرت مولنا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور مناظرہ آریہ کے ساتھ نمبر۲

آریہ سماج نے حضرت مولنا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک اور مناظرہ طے کیا اور مناظرہ اسٹیج پر ایک آریہ عورت پڑھی لکھی لاکر کھڑی کر دی۔ اصل میں آریہ نے حاضرین مناظرہ کے سامنے ایک عجیب تاثر قائم کرنا تھا کہ دیکھو آریہ کس قدر پڑھے لکھے لوگ ہیں کہ فاتح ہندوستان' فاتح مرزائیت کے ساتھ ایک عورت آریہ مناظرہ کر رہی ہے بس ایسے معاملات کو آریہ نے ملحوظ رکھ کر شیر پنجاب شیر ہندوستان رئیس

المناظرین کے مدمقابل عورت تیار ہو کر اسٹیج پر دوسری طرف کھڑی ہوگئی۔ جب حضرت مولنا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ میرے مدمقابل آریہ عورت ہے تو آپ ساتھیوں کو کہنے لگے ارے بھائی پاجامہ لاؤ۔ میرا پاجامہ خراب ہو چکا ہے بس اتنی بات سننے ہی آریہ عورت بھاگ گئی چونکہ حضرت مولنا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اس سے مناظرہ ہوتا رہتا تھا چند منٹ یا گھنٹہ دو گھنٹے بات ہوتی رہتی تھی سوال جواب ہوتے ہی رہتے لیکن اس معاملہ میں اسلام اور مسلمانوں کی توہین تھی اور حضرت مولنا ثناء اللہ رحمۃ اللہ کی بھی توہین تھی بالاخر کامیابی تو حضرت مولنا صاحب کو ہی ہونی تھی لیکن حضرت مولنا رحمۃ اللہ علیہ کی فہم و فراست نے اس طرف آمادہ کیا اور اس نے ایک بھی سوال نہ کیا بلکہ بات سنتے ہی فرار ہوگئی۔

حضرت مولنا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور مناظرہ سوال نمبر ۳:

آریہ نے یہ اعتراض کیا مُسلے بھیڑے جوٹھ کھاتے ہیں یعنی آریہ کا یہ خیال تھا کہ مسلمان ایک دوسرے کا جوٹھا کھا لیتے ہیں اور ہمارے ہندو آریہ نہیں کھاتے یہ ہی مناظرہ کا ایک پہلو تھا اور اسی پر بات ہونی تھی بروقت مناظرہ آریہ نے اعتراض کیا اور اس کا الزامی جواب منطقی ہی دینا تھا اگر مولنا صاحب شرعی جواب دیتے تو آریہ سماج شریعت کو تو مانتے ہی نہ تھے۔ حضرت مولنا صاحب نے جواب میں فرمایا بات یہ ہے کہ اگر آپ تین چار گوؤں کو پٹھے اکٹھے ڈال دیں تو وہ آرام سے کھاتی رہیں گی اور ان کی آپس میں لڑائی جھگڑا مارنے مروانے کی نوبت نہ آئے گی اگر آپ دو کتوں کو روٹی گوشت یا کوئی چیز کھانے کے لئے ڈالیں گے تو وہ سلوک سے اتفاق سے نہیں کھائیں گے بلکہ ایک دوسرے کو کاٹ کاٹ کر زخمی کر دیں گے۔ یہ ہماری مثال مسلمانوں کی گوؤں کی طرح ہے اور آپ ہندوؤں آریوں کی مثال کتوں جیسی ہے۔ ہم مسلمانوں میں اتحاد ہے اکٹھا کھا لیتے ہیں نماز میں روزہ میں حج زکوٰۃ اکثر دینوی دینوی معاملات میں ہمارا اتفاق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ حضرت مولنا ثناء اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ عالم خطیب، مناظر، ادیب فاضل، حاضر جواب ہی نہ تھے بلکہ متقی پرہیزگار

اور عامل بھی تھے عملی زندگی بہترین ہونے کی وجہ سے ان کی زباں میں بھی اثر تھا اور خداوند تعالیٰ کی طرف سے ان کی ظاہری اور غیبی مدد بھی ہوا کرتی تھی ۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے اکثر محترمین علمائے کرام اور مواحدین کو عملی میدان کا شہسوار بنائے اور ہم میں جتنی بھی بدعملی کی خامیاں ہیں دور فرمائے اللہ تعالیٰ ہماری دنیا دین اخرت برزخ حساب وکتاب درست فرمائے آمین ۔ ثم آمین ۔

مناظروں کے ضمن میں علمائے کرام سے رکویسٹ اور نوجوان عوام کو نصیحت :

اور اپنے بے پایاں فضل سے ہمیں معاف فرمادے پلصراط اور حساب وکتاب آساں فرمائے ہم گناہوں میں لتھڑے ہوئے ہیں ۔ نفس امارہ کے ہم شکار ہیں بیوی بچوں بہن بھائیوں رشتے داروں کے غلط رسومات اور رواجات میں جکڑے ہوئے ہیں ۔ ہم تبلیغ دین کے سلسلہ میں بھی محنت نہیں کرتے اللہ محنت کرنے کے اسباب مہیا فرما ہمارے علم عمل میں جو تضاد ہے دور فرما اور ہم سے اپنی خوشنودی کے کام لے اور ہماری اولادیں دیندار نہیں ان کو دیندار بنا بیٹے باغی سرکش ہیں والدین کی جائز طریقہ سے تابعداری نہیں کرتے ان کو تابعدار بنا تاکہ ان کا دین دنیا سنور جائے اور ماں باپ کی نافرمانی کی وجہ سے جہنم کو نہ جائیں ۔ چونکہ نبی ﷺ فرماتے ہیں معراج کی رات میں مجھے مختلف گروہوں کو جو دنیا میں جرائم پیشہ تھے دیکھایا گیا ۔ وہاں میں نے ایک گروہ کو دیکھا کہ جو آگ میں جلایا جارہا ہے ۔ ادھر وہ جل جاتا ہے ۔ پھر وہ زندہ کیا جاتا ہے پھر آگ میں جل رہا ہے ۔ نبی ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو پوچھا یہ کون لوگ ہیں ۔ جبرئیل امین عرض کی کہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ یہ گروہ والے لوگ ماں باپ کے نافرمان تھے ۔ انہوں نے ماں باپ کی نافرمانی کر کے ماں باپ کو دنیا میں جلایا تھا ۔ اب یہ اس کے عوض میں قیامت تک عذاب الٰہی میں جلتے رہیں گے حوالہ تفسیر ابن کثیر پارہ ۱۵ دیگر قارئین کرام ہم جس دور جس ماحول میں زندگی کے ایام گذار رہے ہیں یہ ایک جدید برقی دور ہے جہاں اس برقی دور میں دنیوی سطح پر مفادات کامیابی وکامرانی کے اسباب مہیا کئے ہیں وہاں نیک اعمال اور دینوی معاملات کا نقصان بھی کیا ہے جو بالکل لاتلافی

ہے۔ مثلاً اس کی وجہ ٹیپ ریکارڈ گانے' ٹیلی ویژن' وی سی آر' ڈش انٹینے اور قبیل وغیرہ کے خرافات ہیں جو مسلمانوں میں اتنے رائج ہیں کہ قرآن و حدیث سے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول سے بھی ان کو زیادہ دیکھا سنا جاتا ہے اور اکثر بچوں اور نوجوان نسل میں گیمیں وڈیو گیمیں بکثرت موجود ہیں آپ دن یا رات کسی حصہ میں شہر قصبہ کی گلی کوچوں میں پھر کر دیکھیں آپ کو ٹیلی ویژن' وی سی آر' ٹیپ ریکارڈ کے گانوں کی ہی آواز آئے گی اس معاملہ میں مسلمانوں کے تمام مذاہب بلا امتیاز ایسی گندگی کا شکار ہیں اور کوئی پرہیز نہیں نمازیں بھی پڑھتے ہیں علماء کے درس بھی سنتے ہیں ترجمہ قرآن بھی پڑھتے سنتے ہیں لیکن ان خرافات سے کوئی پرہیز نہیں۔ حالانکہ نبی علیہ ﷺ نے بڑی تاکید کر کے بالوضاحت رنگ راگ سے روکا ہے جس کی تفصیل بندہ عاجز نے اپنی کتاب الاستقامت فی الدین میں پورے بسط سے بالوضاحت بیان کی ہے میری ان کتب کا ضروری مطالعہ کریں جمعہ ہو رہا ہوتا ہے تقاریر خطبے شروع ہوتے ہیں وہاں نوجوان نسل ایک ایک نوجوان جس کے بدن جسم کی قیمت عربوں کھربوں روپوں سے بھی زیادہ ہے وہ اپنے جسم بدن کو رنگ راگ بیدینی میں محو کر کے مولیوں گاجروں شلغموں سے بھی گھٹیا قیمت میں ضائع کر رہا ہے۔ عزیز نوجوانوں ساتھیو بھائیوں آپ کی جوانیاں بڑی قیمتی ہیں میں اپنے دل میں اخوت دین کی وجہ سے درد رکھتا ہوں اور درد دل سے آپ کو تاکید عرض کرتا ہوں کہ خدارا پورے مسلمان بن جاؤ غیر مسلمانی کے جتنے امور ہیں ان سے اجتناب کرو۔ اور توحید و سنت کے جتنے امور ہیں کوشش سے ان کو اپنے پر لاگو کرو ورنہ اتنا نقصان اٹھاؤ گے کہ جس کا کوئی حساب نہیں اللہ رب العزت توفیق عنایت فرمائے۔ عام نوجوانوں کی خرابی کی وجہ سے ایک دردمند شاعر نے لکھا ہے

اٹھا کر پھینک دو باہر کی گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

دوسری جگہ لکھتے ہیں

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
لیکن سینما گھروں میں تل دھرنے کو جگہ نہیں ہوتی

فرقان حمید میں قیامت کے دن کی طرف اشارہ کر کے رب العالمین ارشاد فرماتے۔ **فذالک یؤمئذ یوم عسیر** قیامت کا دن بہت مشکل اور تنگی کا دن ہے۔ دوسری جگہ اللہ رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں۔ **وتقوا یوما لاتجزی والد عن ولدہ ولا مولود ھو جاز عن والدہ شیا** اے لوگو ڈر جاؤ اس دن سے جس دن کوئی باپ اپنی اولاد سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو ہٹا نہیں سکے گا۔ اور نہ ہی اولاد اپنے والدین سے اللہ تعالیٰ کے عذاب ہٹا سکیں گے۔ اس لئے عزیز نوجوانوں آج سنبھل جاؤ کچھ سوچ و بچار سے کام لو اور دنیا میں رہ کر اپنی قبر آخرت پلصراط حشر نشر کے لئے تیاریاں فراہم کرنو یہ آپ کا بہت بڑا بھاری قیمتی وقت ہے اگر آپ نے اسے کھو دیا تو آپ انتہائی خسارہ ٹوٹا میں رہیں گے اور وہ وقت بھی نہیں ہاتھ آئے گا۔ میں اپنے بیٹوں کو بھی تاکید کرتا ہوں کہ یہ بھی نماز با جماعت کا خیال رکھیں رمضان المبارک کے روزے اور دوسرے احکامات دین کی بڑی محنت اور کوشش کے ساتھ پابندی کریں اصل میں نماز کی پابندی تب ہی ہو سکتی ہے جب اذان کا وقت ہو یا اذان شروع ہو جائے تو آدمی کے دل میں بے چینی ہو کہ جلد از مسجد میں پہنچوں اور اللہ تعالیٰ کے فریضے سے سبکدوش ہو جاؤں۔ دیگر بیٹوں کو یہ بھی تاکید کرتا ہوں کہ قرآن شریف کو ہر روز بلا ناغہ پڑھا کریں جو عزیز بیٹے حافظ اور قاری ہیں وہ بڑے بڑے مصروفیات اور مشاغل کے ہوتے ہوئے یا دکھ درد بیماری کے باوجود بھی منزل ناغہ نہ کریں اگر کئی کئی ہفتے یا کئی ماہ منزل نہیں پڑھیں گے تو قرآن عظیم بھولا یا جائے گا اور لا محدود نعمت معظّمہ سے یہ قاری حافظ محروم ہو جائے گا ممکن ہے کہ اس قرآن بھولائے جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ایسے حافظ قاری کو قیامت کے دن نابینا اٹھائے۔ بہت سے والدین اپنی اولاد کو آخرت کے فائدہ کے لئے حفظ کراتے ہیں اور حفظ کی تکمیل کے بعد منزل متواتر نہ پڑھنے کی وجہ سے بھولائے جاتے ہیں۔ دیگر میں اپنے بیٹوں اور اولاد کو یہ بھی تاکید کرتا ہوں کہ میرے پاس جو

قرآن وحدیث کی کتابیں تقاریر اور حدیث کی کتابیں دینوی اسلامی کتابیں ہیں ان کا مطالعہ ضرور کیا کرو تا کہ دین اسلام سے تمہارا رشتہ گہرا رہے۔ قصے کہانیوں کی کتابوں ناولوں سے روکتا ہوں ان کو نہ پڑھیں تا کہ کہیں دین سے دل مردہ نہ ہو جائے اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کے ساتھ میرے بیٹوں کو بھی دین اسلام کے ضابطہ کی پابندی کی توفیق ارزاں فرمائے آمین یا الہ العلمین۔ میں حضرت مولنا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ کے مناظروں کا ذکر کر رہا تھا درمیان میں کچھ نوجوان نسل کی اصلاح کے لئے عرض کر دیا ہے۔

ایک اور مناظرہ نمبر ۴:

شیر ہندوستان فاتح قادیان کا ایک اور مناظرہ دہلی میں ہوا اور وہ مناظرہ بہت اہم تھا مناظرہ میں فریق مخالفت شکست کھا گیا اور اللہ رب العزت نے رئیس المناظرین کی وساطت سے مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی۔ تو بعض احباب جماعت کے ہاتھی لے آئے اور حضرت مولنا صاحب کو اصرار کیا کہ آپ اس پر سوار ہوں تا کہ اسلامی ہیبت کی وجہ سے ہندوؤں سکھوں قادیانیوں پر ہمارا رعب اور وقار قائم ہو حضرت مولنا صاحب نے فرمایا میں ایسے موذی جانور پر کبھی سوار نہیں ہوا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کی صورت میں اس بات کو پسند کرتا ہوں لہٰذا اگر آپ ہاتھی لے آئے ہیں تو کسی دوسرے عالم دین کو سوار کر کے شہر میں پھرا دیں لیکن جماعتیوں نے سخت مجبور کیا اور احباب جماعت کی ماننی پڑی آپ جب ہاتھی پر سوار ہوئے تو اکابر علماء حضرت مولنا محمد جونا گڑھی جیسے اکابر علماء ہمراہ تھے وہ پیدل ساتھ چل رہے تھے مولنا ثناء اللہ صاحب نے قرآن عظیم کی آیت کا ایک حصہ پڑھا ورفعنه مكانا عليا معنی یہ ہے کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت ادریس علیہ السلام کو بلند مکان میں اٹھایا۔ حضرت مولنا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے علمائے کرام کو مخاطب کر کے از روئے خوش طبعی آیۃ مذکورہ پڑھی۔ اور اس آیہ مذکورہ کی وجہ سے اکابر علمائے کرام کو خوشطبعی طور پر یہ تاثر دے رہے تھے کہ آپ سب نیچے پیدل چل رہے۔

ہیں اور مجھے اللہ تعالیٰ رب العزت نے اونچی جگہ ہاتھی پر سوار کر رکھا ہے اور میں بلند و بالا چل رہا ہوں۔ جب علمائے کرام شرکائے عظام اور عوام الناس نے اس بات کو سنا تو حضرت مولنا محمد صاحب جونا گڑھی رحمۃ اللہ علیہ نے یا دیگر کسی بڑے عالم دین نے جواباً حاضر جوابی کے طور پر برجستہ یہ کہا۔ یعنی سورۂ فیل کی آیۃ مذکورہ پڑھی۔

الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل

کہ اے میرے نبی ﷺ کیا آپ نے ہاتھی والوں کی طرف نہیں دیکھا۔

معنی ابرہ بادشاہ کافر کا مع ہاتھیوں کے بیت اللہ شریف پر حملہ اور ہونا سورۂ فیل میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ پھر اللہ رب العزت نے ابرہ اور اس کے لولشکر کو نا کام بنا دینا اور تباہ برباد کر دینا اس سورۂ مبارکہ میں بالتفصیل موجود ہے۔ تو حضرت مولنا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ آیۃ مبارکہ

﴿الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل﴾

اپنے خلقہ احباب علمائے کرام سے ایک عالم دین کی زبانی سنی تو خدا جانتا ہے ابراہ ظالم بادشاہ کا مع ہاتھیوں کے حملہ آور ہونے کا وہ نقشہ ذہن دل و دماغ میں وہ تصور آ گیا تو حضرت مولنا ثناء اللہ صاحب نے زارو قطار بڑی درد انگیزی کی حالت میں رونا شروع کر دیا اور وہ دردناک آنسو آپ کی ریش داڑھی کو بھگورہے تھے۔ جہاں حضرت مولنا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک متبحر عالم دین فاضل' ادیب' فلاسفر' دانشور' مناظر' حاضر جواب' منطقی لحاظ سے گفتگو کے ماہر' قرآن وسنت تاریخ کو بیان کرتے ہوئے علم دین کے دریا بہا دینے والے تھے۔ وہاں طبیعت میں رقت خوف خدا خشیت مولا کی نعمتوں سے بھی وافر حصہ رکھتے تھے تب ہی تو سورہ فیل کی ایک آیۃ مبارکہ سن کر ضبط نہ ہو سکا اور رونا شروع کر دیا۔ تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کا بھی یہی حال تھا وہ بھی کبھار قرآن وسنت کے لعل جواہرات پڑھ سن کر عاجزانہ رو پڑتے تھے۔ چنانچہ مشکوۃ شریف میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ نے ایک مرتبہ ہمیں نماز پڑھائی نماز کی فراغت

کے بعد آپ نے نبوت کے چہرۂ اطہر کو ہماری طرف پھیرا۔ حدیث شریف کے یہ الفاظ ہیں کہ فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ حضور علیہ السلام نے ہمیں وعظ و نصیحت کی اور آپ کا وعظ مبارک بہت جامع تھا جس وجہ سے صحابہ کرام رو پڑے اور دل ڈر کر کہرام مچ گیا۔ ایک صحابی رسول علیہ السلام نے کی عرض اقائے دو جہاں یہ آپ کا مواعظ حسنہ آپ کی زندگی کا آخری وعظ معلوم ہوتا ہے۔ لہذا آپ کچھ مزید وعظ ارشاد فرمائیں آپ علیہ السلام کی ذات گرامی نے دوبارہ ارشادات نبوی بیان فرمائے اور صحابہ کرام سن کر محظوظ ہو رہے تھے۔ اس مناظرہ مذکورہ کے موقع پر دہلی شہر میں ایسے معلوم ہوتا تھا کہ حضرت مولنا ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ کے اس مناظرہ کی وجہ سے تمام مکاتب فکر کے علماء اور عوام تہہ دل سے خوش تھے اور حضرت مولنا صاحب کو مبارک باد پیش کر رہے تھے۔ ہمارے اکابر علماء اہلحدیث اہلسنت ہندوستان کے زمانہ میں جب بھی کسی عیسائی پادری، کسی یہودی پادری، کسی منکریں حدیث پرویزی، کسی ہندو آریہ پنڈت، کسی سکھ گرو، کسی قادیادی مرزائی، کسی متعصب اہل تشعی کی طرف سے قرآن و حدیث کی خلاف آواز اٹھتی تو حضرت مولنا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء علمائے کرام ایسے ظالموں کا تعاقب کرتے اپنی قلم کے زور سے بھی کتابیں لکھتے۔ رسائل رقم فرماتے اخبارات میں مضامین دیتے اور مخالفین کو وارننگ دیتے اور قرآن و حدیث کے خلاف حرکت کرنے والے کو مجبور کرتے کہ ہم سے مناظرہ کرو مسائل کی حقیقت سامنے آئے آپ ہر جائیں تو مذھب حقہ قبول کرو گے وگرنہ تمہیں ایسے باطل نہیں رہنے دیا جائے گا اور تمہاری غلط بیانیاں بکواسات کو ہندوستان کے کسی کونے میں بھی نہیں سنا جائے گا۔

آج موجودہ حالت پاکستان کے حکمرانوں اور عوام کی:

کبھی وہ دور تھا کہ جب مرزائیت کی طرف سے لادینی کے جتنے بھی مذاہب ہیں جس کا ذکر متصل صفحہ پر پہلے کر آیا ہوں اگر کوئی سانس لیتا تھا یا قرآن و حدیث کے خلاف کوئی جملہ زبان اور قلم سے نکالتا تھا تو حضرت مولنا ثناء اللہ امرتسری اور ان کے ہم

عصر پہلے علماء اہلحدیث اہلسنت اس وقت ان کو آرام سے نہیں بیٹھے دیتے تھے جب تک ان سے جواب طلبی نہ کرتے۔ یا تو مسائل کی تحقیق پیش کر کے ان کو صراط مستقیم کی دعوت دیتے اگر ان کی اصلاح ہو جاتی تو ٹھیک ورنہ ان کو عوام کے سامنے لاتے اور بطور مناظرہ ان کے باطل دلائل کی تردید کر کے صحیح دلائل قرآن وسنت سے پیش کرتے۔ اگر وہ باطل مناظرہ والے اور ان کے ہمنوا ثالث کے فیصلہ کو بھی نہ مان کر اپنے غلط عقیدہ پر جمے رہتے تو سامعین سے اکثر لوگ بیسوں ہزاروں کے حساب سے راہ حق قبول کر کے باطل عقیدہ سے باز آ جاتے۔ بلکہ حضرت مولنا ثناءاللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر مناظروں کے ثالث جج فیصلہ دینے والے سکھ یا ہندو بھی ہوا کرتے تھے اور مناظرہ کی تکمیل کے بعد فوراً اسٹیج پر کھڑے ہو کے ثالث تفصیل سے بیان کرتا میں نے فریقین کا مناظرہ سوال وجواب میں سنیں لہٰذا مسلمانوں کے حضرت مولنا ثناءاللہ امرتسری کے دلائل قوی اور صحیح کامل ومکمل ہیں اس لئے میں از روئے دیانتدارئ ثالث کی حیثیت سے یہ فیصلہ دیتا ہوں کہ اس مسئلہ میں حضرت مولنا ثناءاللہ صاحب امرتسری اور ان کی جماعت اہلحدیث حق پر ہے دوسرا فریق باطل پر ہے۔ لیکن آج شومئے قسمت معاملہ برعکس ہے۔ ہماری بدبختی اور بے نصیبی کہ ہم اہالیان پاکستان دینوی لحاظ سے اس قدر ذلیل وخوار ہیں کہ ہماری حکومت کے اعلیٰ افسیران پولیس انتظامیہ اور فوج میں اکثریت مرزائیوں قادیانیوں اور اہل تشعی کی ہے۔ اکثریت ججوں کی بھی یہ حالت ہے۔ اگر مسلمانوں کے کسی دوسرے عقائد میں سے کوئی آفیسر ہے بھی تو اس کا بھی دین اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ آج سے ساٹھ ستر سال پہلے کے دینوی ماحول سے موازنہ کریں جب کہ حکومتی سطح سے لے کر عوامی سطح تک کسی مرزائی۔ کسی اہل تشعی کو قرآن وسنت سے خلاف سانس لینا یا آواز نکالنا بھی حرام تھا اور اب ایسے کیوں ہونے لگا۔ کیا علمائے حقہ اس دنیا سے سب ہی رخصت ہو گئے ہیں یا ظاہری زندگی کے باوجود باطنی کھو بیٹھے ہیں۔ آہ! آج ہمارے حکمران حکومت پولیس فوج ان دو طبقوں سے ہی ہے۔ کبھی ایسی پریشانی کی حالت میں یہ شعر زبان پر آ جاتا ہے جو ذیل میں تحریر ہے۔

پھولوں سے زخم کھا کے کانٹوں سے سی رہے ہیں
باطن میں مر چکے ہیں ظاہر میں جی رہے ہیں

کبھی اپنے اللہ کو یہ بھی عرض کرتا ہوں

یا الٰہی رحم کب ہو گا رہے گا امتحان کب تک
دکھائیں گے ہم تجھے اپنے تڑپنے کا سماں کب تک

دیگر ایک مزید گذارش اور انتہائی خطرہ ہے۔ جوں ہی ماہ محرم الحرام کی آمد آمد ہوتی ہے تو شیعہ ذاکروں کے لئے اور ان کے مرثیہ خوانی کے لئے ٹیلی ویژن اور تمام ذرائع ابلاغ کو ان کے لئے مختص کر دیا جاتا ہے اور ان کے ظالم خارجی شیعہ علماء گلفام طالب جوہری اور اس کا بیٹا وغیرھم عیسائی پادریوں اور یہودی کے پوپوں کی طرح دین اسلام و قرآن و حدیث میں تحریفات کر کے باطل تاویلیں کرتے ہوئے بڑی صاف گوئی اور مؤثر انداز سے منطقی اور مصنوعی علمی انداز سے اپنے باطل مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں اور ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ملک شیعہ کے نام پر ہی بنا ہے۔ میں اپنے اکابر علماء اہلحدیث اہلسنت' دیوبندی' بریلوی بزرگوں کو دعوت دیتا ہوں کہ اب وقت ہے کہ سینہ تان کران باطل مذاہب کا مقابلہ کرو وگرنہ قیامت کے دن اس معاملہ کا نماز' روزہ اور دیگر اعمال کی طرح تم سے حساب لیا جائے گا اور تم اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہو کر کیا جواب دو گے۔ میں اہلحدیثو! تم سے کہتا ہوں کہ ستر سالہ پہلی تحریک کو اٹھاؤ اور دہراؤ جس تحریک کو میرے بزرگوں اور اہلحدیث اہلسنت کے بزرگواروں حضرت مولنا محمد بشیر سہوانی قاضی محمد سلیمان منصور پوری' حضرت مولنا محمد ابراہیم سیالکوٹی' مولنا ثناء اللہ امرتسری' مولنا ابوسعید محمد حسین بٹالوی' مولنا عبداللہ معمار' مولنا محمد شریف ۔ گھڑیالوی مولنا عبدالرحیم لکھنو والے' مولنا حافظ عبداللہ روپڑی' مولنا حافظ محمد گوندلوی' مولنا محمد اسماعیل گوجرانوالے' مولنا محمد حنیف ندوی' بابو حبیب اللہ صاحب' حافظ محمد ابراہیم کمیر پوری' حضرت مولنا سید داؤد غزنوی وغیرھم علماء رحمۃ اللہ علیھم وغفر اللہ لھم اجمعین نے اٹھایا تھا اور ہندوستان و پاکستان کے ہر شہر بیشتر قریہ قریہ بستی بستی گلی گلی کوچوں اور چوکوں میں

ندائے حق کو بلند کیا اور باطل مذاہب مرزائیوں' شیعوں' عیسائیوں' یہودی' پرویزیوں منکرین حدیث کو' احادیث پر ناجائز اعتراضات کرنے والوں کی زندگیاں تنگ کردیں اور قرآن وحدیث پر آنچ نہ آنے دی' اور حضرت مولنا ثناء اللہ صاحب' حضرت مولنا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی حضرت مولنا غلام رسول صاحب قلعہ میاں سنگ والے مولنا عطاء اللہ شاہ بخاری ان بزرگوں نے جیل کی قید و بند کی مصیبتیں بھی جھیلیں' حضرت مولنا غلام رسول صاحب قلعہ میاں سنگھ والوں اور سید نذیر حسین محدث دہلوی کو سزائے موت تک سنائی گئی لیکن یہ بزرگوار نہ تختہ دار سے ڈرے نہ جیل کی کال کوٹھڑیوں سے دبے اور نہ یہ کہ بلکہ پوری گرم جوشی سے موت تک اسی کتاب وسنت کے پہریدار چوکیدار بن کر اپنے مولا حقیقی کو جا ملے رحمھم اللہ تعالیٰ اجمعین۔ اب پھر دوبارہ عرض کرتا ہوں اپنے علماء کرام سے خواہ وہ شیورح الحدیث ہیں۔ وہ مقررین ہیں' وہ مدرسین ہیں' وہ خطباء اور آئمہ مساجد ہیں' وہ حافظ یا قراء ہیں وہ ہائی سکولوں کے عربی ٹیچر ہیں' وہ کالجوں میں پروفیسر ہیں یا لیکچرار ہیں' یا دوسرے کسی شعبہ سے علمائے کرام آپ کا تعلق ہے آپ خدارا اپنے ملک میں جولا دینی حکومت ورعایا کی طرف سے تھوپی گئی ہے زبان وقلم اور اپنے عمل علم سے اس کا دفاع کریں وگرنہ آپ یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من الربک الخ کی روشنی میں بلغو اعنی ولو کان ایته کے مصداق نہ بنیں گے اور ایسے علوم دینیہ کا حق ادا نہیں ہوگا جب کما حقہ حق ادا نہ ہوا تو اس معاملہ میں گناہ لازم ہوگا ذیل کی آیت میں غور کرو۔

﴿ولتکن منکم امة یدعون الی الخیریا مرون بالمروف وینھون عن المنکر﴾ (القرآن)

تم سے ضرور ہی ایک جماعت ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیک کاموں کی دعوت دے اور برائیوں سے روکے۔

اس آیہ مذکورہ میں ل تاکید کا ہے۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ مسلمانوں یہ کام ضرور ہی کرو کہ اس کام کے بغیر روحانی طور پر کوئی چارہ نہیں۔ اس لئے علمائے کرام آپ کو

کچھ تکلیف و مصائب تبلیغ دین کے معاملہ میں برداشت کرنے پڑیں گے لیکن جب اجر و ثواب ملے گا تو سب تکالیفیں بھول جاؤ گے دیگر ایک اور گذارش ہے جس مضمون پر بھی آپ تبلیغ کریں ہر مضمون کی کئی شاخیں ہوتی ہیں اور ان کے دلائل بھی کئی ہوتے ہیں اس لئے جب بھی کوئی مضمون بیان کریں اس کی مختلف شکوں پر گفتگو کریں اور دلائل بھی قرآن و حدیث سے بیان کریں یہ نہ ہو کہ یہاں بھی یہ بیان کیا اور وہاں بھی یہی بیان کیا۔ آج بھی یہ بیان کیا اور سال کے بعد بھی یہی بیان کیا مبلغین اور مقررین حضرات قرآن و حدیث کے سلسلہ میں آیات و احادیث و تواریخ کے واقعات یاد کرتے ہوئے وسعت پیدا کریں اور لہجہ میں کسی عالم دین کی نقالی نہ کریں یہ خواہ مخواہ کا تکلف ہے اور وعظ کا اثر بھی نہیں ہوتا اور پڑھے لکھے لوگ اس کو معیوب سمجھتے ہیں۔ بعض اوقات آیات شریفہ کو قرائت کے اصول کے خلاف کرنا پڑتا ہے مفتی اللہ بخش صاحب ملتانی کئی سال تک راجہ جنگ کے خطیب رہے ایک نمازی نے عرض کیا کہ آپ نے خطبہ میں کبھی شعر نہیں پڑھا جواب دیا شعروں کے بجائے آیات اور حدیث یاد کر لیتا ہوں تا کہ شعروں میں ٹائم ضایا نہ ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ مسائل کے سوالات اوران کا حل

مازال شمس فیوضکم بازغة

بخدمت ذی احترام والقدرہ حضرت مولانا حافظ محمد الیاس صاحب اسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ المعروض آنکہ دو عدد مسائل غور طلب ہیں جن کا حل قرآن وحدیث سے قلم نوک فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

نمبر ۱: امام جماعت کرا رہا ہے بعد میں مقتدی شامل ہوا درحالیکہ امام ایک یا دو رکعتیں پڑھا چکا تھا اب مقتدی اپنی دو یا تین رکعتیں جو باقی ماندہ ہیں امام کی فراغت کے بعد یہ کس طرح پڑھے گا یعنی ترتیب کے لحاظ سے یہ اس کی پچھلی ہوں گی یا پہلی کیا امام کے سلام پھیرنے پر جب مقتدی باقی رکعتیں پڑھنے کے لیے کھڑا ہوگا اور کھڑا ہوتے ہی اس رکعت میں ثنا بھی پڑھے گا یا نہیں۔

نمبر ۲: دیگر فرضوں میں چار رکعت والی نماز میں آخری دو فرضوں میں صرف الحمد شریف پڑھی جاتی ہے اور قرات یعنی قرآن شریف کی کوئی سورۃ نہیں ملائی جاتی تو کیا چار سنتوں میں پچھلی دو رکعتوں میں الحمد یعنی سورہ فاتحہ کے ساتھ قرآن شریف کی کوئی سورۃ پڑھی جائے گی یا فرضوں کے طرح آخری دو رکعتوں میں سورۃ نہ پڑھی جائے گی۔

ان مسائل مذکورہ کے بارہ جواب ذرا تفصیلاً لکھیں حدیث کی جو عبارتیں ہوں تحریر فرمائیں کتاب کا نام باب صفحہ ضرور لکھیں تانکہ جن کے سامنے یہ مسائل عرض

کرتے ہیں ان کی مزید تسلی ہو۔ فقط والسلام

الراقم الحروف فضل الرحمٰن کاشمیری کچی فتو منڈ محلہ امیر پارک جناح روڈ گوجرانوالہ

نوٹ: کیا سجدہ کی حالت میں بعض لوگوں کی پیشانی میں بکثرت نوافل پڑھنے کی وجہ سے یا نماز باقاعدگی سے پڑھنے کی وجہ معمولی سا سیاہ رنگ کا داغ پڑ جاتا ہے جسے لوگ محراب کہتے ہیں کیا کسی کی پیشانی میں محراب دیکھ کر کوئی دعا حدیث میں آتی ہے جو پڑھی جائے۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم الجواب پہلے مسئلہ میں آئمہ دین حق کہ صحابہ کرام کے دو گروہ تھے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد سبوق جو نماز ادا کرتا ہے اس کی پہلی نماز ہے یا آخری کچھ حضرات قائل ہیں کہ یہ اس کی پہلی رہی ہوئی نماز ہے کچھ وہ بھی دلائل رکھتے ہیں مگر اتنے واضح نہیں تھیں بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ اسکی آخری نماز ہے جو اس نے امام کے ساتھ ادا کی ہے۔ وہ اس کی پہلی تھی یہی اقرب الی الصحۃ والصواب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مغیرہ بن شعبہ جنگ تبوک میں نماز سے پیچھے رہ گئے تھے۔ (قضاء حاجت کی وجہ اور وضوء کی وجہ سے) صحابہ نے عبدالرحمان بن عوف کو امامت کے لیے کہا انہوں نے جماعت کرا دی آپ کی ایک رکعت فوت ہو چکی تھی عبدالرحمان بن عوف کے سلام کے بعد آپ نے کھڑے ہو کر نماز مکمل فرمائی اور صحابہ کی تعریف کی کہ تم نے اچھا اور بہتر کیا ہے (سنن ابی داؤد بحوالہ نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۷۳)

اس حدیث میں ہے ﴿فلما سلم عبدالرحمان قام رسول الله صلى الله عليه وسلم يتم صلوة يتم صلوة﴾ کا معنی ہے نماز کو مکمل کرنا اور مکمل کرنے کا مطلب یہ ہے پہلی رکعات پہلی ہی شمار کی جائیں (نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۷۴) اس کے علاوہ مزید تحقیق کے لیے سنن ابی داؤد کی اس جگہ پر عون المعبود دیکھی جائے انشاء اللہ تسلی ہو جائے گی لہٰذا جب یہ باقی ماندہ آخری ہیں تو ثناء نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ ثناء کا محل تو نماز کا افتتاح ہے۔

اس بارے میں حدیث یوں منقول ہے کہ ﴿صلوٰة الليل مثنىٰ مثنىٰ﴾

(بخاری ج ا ص ۱۳۵) کہ رات کی نفلی نماز دو دو رکعت ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رات کو دو دو رکعت نماز ادا کرنا افضل ہے اگر کوئی آدمی دن میں یا رات کو چار رکعات اکٹھی پڑھتا ہے تو وہ پھر بھی الگ الگ ہی دو دو رکعات سمجھی جاتی ہیں۔ جب الگ الگ ہیں تو چاروں رکعات میں الگ الگ فاتحہ کے علاوہ بھی کوئی صورت پڑھنی چاہیے' یہی افضل ہے ورنہ تو صرف سورہ فاتحہ ہی ضروری ہے اگر کوئی آدمی چاروں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھ کر رکوع جاتا ہے تو اس کی نماز درست ہے اس میں کوئی کمی نہیں آئی ہے۔ کیونکہ لازم جو ہے فاتحہ ہے ﴿لا صلوة لمن لم يقرء لفاتحة الكتاب﴾ (بخاری عن عبادہ)

(۳) جس کی پیشانی پر محراب ہو اس کو دیکھ کر دعا پڑھنے کے بارے میں میرے علم میں کچھ نہیں ہے۔ واللہ اعلم

الراقم العبد محمد الیاس

۱۴ اگست ۱۹۹۵ء

۱۶ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ

بخدمت ذی احترام والقدرہ حضرت مولانا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ المعروض آنکہ کچھ مسائل درپیش ہیں

نمبر۱: کیا بارش کی معذرت کی وجہ سے عشاء کی نماز کو مقدم کر کے مغرب کی نماز کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں بحوالہ تحریر فرمائیں۔

نمبر۲: کیا جماعت کے لئے تکبیر شروع ہو سب نمازی بیٹھے رہیں جب قد قامت الصلوۃ کا لفظ مکبر کہے تب اٹھیں یا تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑے ہو جائیں۔

نمبر۳: کیا فرضی نماز جماعت کے سلام پھیرنے پر امام اور مقتدی صرف الا الہ الا اللہ کا ہی ورد بار بار کر سکے ہیں یا نہیں۔

نوٹ: روزہ کی حالت میں جو آدمی اپنی بیوی سے قربت کرے اس کا کفارہ کیا ہے:۔

راقم الحروف:

فضل الرحمان عفی عنہ خطیب مسجد اھل حدیث گوجرانوالہ۔

الجواب:

بارش کی وجہ سے نماز کی تقدیم یا تاخیر نبی علیہ السلام سے ثابت نہیں ہے صحابہ کرام سے ثابت ہے مشہور حدیث جو موطا امام مالک میں ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ اگر خلفاء بارش کے لئے جمع کرتے تو وہ بھی ساتھ جمع کر کے پڑھ لیتے تھے نبی علیہ السلام کے زمانہ کا طریقہ کتب احادیث میں اس طرح ہے کہ اگر وقت نماز میں بارش ہو جائے تو اذان میں ﴿حَيَّعَلَى الصَّلٰوة حَيَّعَلَى الْفَلَاحَ﴾ کی جگہ ﴿اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ﴾ کا اعلان کر کے گھر میں نماز پڑھنے اور مسجد میں نہ جانے کی رخصت دیتے تھے اب بھی بہتر طریقہ وہ ہے جو نبی علیہ السلام کے زمانہ کا ہے اگر کوئی جمع کرے تو اس کو بدعت نہیں کہہ

سکتے کیونکہ صحابہ سے یہ ثابت ہے۔ نمبر۲: حنفی حضرات نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے جیسا کہ ہدایہ میں موجود ہے امام مالک رحمۃ اللہ موطا میں لکھتے ہیں کہ شریعت کی طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے ہوشیار آدمی تکبیر سنتے ہوئے ہی اٹھ کھڑا ہوگا کمزور لوگ آہستہ اٹھ کھڑے ہوں گے شریعت کسی طرف سے اس سلسلہ میں کوئی پابندی نہیں ہے۔ نمبر۳: یہ ورد بریلوی حضرات کا ایجاد کردہ ہے ورنہ احادیث سے ثابت نہیں ہے صحیح مسلم وغیرہ کتب احادیث کی احادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد اونچی آواز سے تکبیر کہتے تھے پھر تین مرتبہ استغفر اللہ العظیم پڑھتے اللھم انت السلام ومنک السلام وغیرہ ورد پڑھتے تھے اور رمضان میں جماع کرنے سے ساٹھ مسکین کا کھانا ہے تفصیل سنن بیہقی وغیرہ میں موجود ہے۔

شیخ الحدیث ابوالبرکات احمد جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالبرکات احمد صاحب زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

المعروض آنکہ! کیا عید المبارک کے موقع پر قبل از نماز یا بعد از نماز لوگ آپس میں ایک دوسرے کو عید مبارک کہہ سکتے ہیں اور معانقہ کر سکتے ہیں یا نہیں مع دلائل تحریر فرمائیں تحقیقی جواب دے کر مشکور فرمائیں:۔

کیا قبل از نماز عشاء چار نفل پڑھنے جائز ہیں یا نہیں اور کیا بارش بند ہونے کے لئے بکثرت کئی اذانیں بیک وقت کہہ سکتے ہیں کہ نہیں۔ اور کیا جمعۃ المبارک کے موقع پر اگر دس آدمی اکٹھے آئے ہوں نمار جمعہ کے لئے تو سب کو اونٹ کی قربانی کا ثواب ملے گا یا صرف ایک آدمی کو وضاحت بالتفصیل فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم

الجواب:

آپس میں ملاقات کے وقت مصافحہ اور ﴿تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْكُمْ﴾ پڑھنا حدیث سے ثابت ہے باقی ہمارے ملک کا رواج ہے جو لوگ کرتے ہیں اور بس سنن سعید ابن منصور میں چار رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے لہذا اگر کوئی پڑھے تو کوئی حرج نہیں پڑھ سکتے ہیں اور تیسری بات کہ اذان صرف نماز کے لئے ہے سیلاب کے لئے اذان کسی صحیح حدیث میں نہیں دیکھی اور چوتھی بات کہ اوقات کو پانچ گھڑیوں میں تقسیم کیا ہے اگر پہلی گھڑی میں سو آدمی بھی آ جائیں تو سب کو ایک ایک اونٹ صدقہ کرنے کا اجر ملے گا۔

الراقم ابوالبرکات احمد جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ

بخدمت ذی احترام والقدرہ حضرت مولانا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

المعروض آنکہ! چند مسائل درپیش ہیں بالتفصیل وضاحت فرمائیں۔ کیا عورتیں گھر میں اعتکاف کرسکتی ہیں یا نہیں۔ کیا نکاح پڑھتے ہوئے خطبہ میں جو تین آیات پڑھی جاتی ہیں سورہ نساء کی پوری آیت پڑھی جائے جیسا کہ احناف میں عروج ہے یا آیہ مذکورہ کا مختصر سا حصہ پڑھا جائے جتنا حدیثوں میں آتا ہے۔ کیا عورت کی بکثرت اولاد جننے کی وجہ سے صحت پر اثر ہو اور نہایت کمزوری ہو تو اس شکل میں حمل کی روکاوٹ کی کوئی صورت بن سکتی ہے یا نہیں اور کیا ایک مسجد جہاں کئی سال تک جمعہ پڑھا جاتا رہا ہو اس کے متصل مسجد نئی بنا کر سابقہ مسجد جس کا محراب اور مینار بھی موجود ہو شادی شدہ آدمی کے استعمال کے لئے مع بیوی بچوں کے جائز ہے۔

بسم اللہ الرحمان الرحیم

الجواب:

نمبر۱: اعتکاف مسجد میں ہوتا ہے گھر میں اعتکاف بیٹھنا شریعت میں ثابت نہیں ہے۔ نمبر۲: حدیث میں جتنی عبارت آئی ہے اتنی کافی ہے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے نمبر۳: آپریشن کر کے رحم نکالنا وغیرہ غیر فطری اور حرام ہے اس کے علاوہ حمل ٹھہرنے سے پہلے دوائی وغیرہ یا اور کسی ذریعہ سے روکاوٹ کر سکتے ہیں اس کا ثبوت شریعت میں موجود ہے وہ بھی کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ گنجائش ہے۔ نمبر۴: اس مسجد کو مسجد رکھنا ہی ضروری ہے شادی شدہ مرد عورت کی رہائش مسجد میں حرام ہے کیونکہ صحبت وغیرہ کی صورت پیدا ہوسکتی ہے جو کہ مسجد میں حرام ہے۔

الراقم ابوالبرکات احمد شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ

بخدمت جناب شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالبرکات احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ:

المعروض آنکہ چند سوالات کے تفصیل کے ساتھ جواب لکھیں شکریہ۔

سوال نمبر۱: کیا جو آدمی بارہ مہینے سفر میں رہتا ہو کاروباری سلسلہ میں جیسے ڈرائیور ہیں کیا یہ لوگ نماز قصر کریں گے یا نہیں۔ نمبر۲: کیا امام بطور تعلیم رمضان المبارک میں صلوۃ التسبیح کی جماعت کرا سکتا ہے کیونکہ اکثر لوگوں کو اس بات کا علم نہیں ہوتا اور اسی طرح عورت عورتوں کی صف میں کھڑی ہو کر عورتوں کو صلوۃ التسبیح کی جماعت کرا سکتی ہے یا نہیں۔ نمبر۳: کیا جو لٹیرین ایسے رخ کی بنی ہوئی ہوں جو قضائے حاجت بیٹھتے وقت پیٹھ یا منہ قبلہ کی طرف ہوتا ہو اور اس لٹیرین کی دیوار کا پردہ بھی قبلہ کی طرف ہو تو کیا ایسی لٹیرین کو آدمی استعمال کر سکتا ہے۔ نمبر۴: کیا کسی عیسائی کو یا ان کے بچے کو

تعویذ یا دم کر سکتے ہیں اور تعویذ کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے اور کیا کوئی حرام جانور مثلاً گدھا وغیرہ بیمار ہو تو اس کو تعویذ یا دم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ سائل فضل الرحمان عفی عنہ

بسم اللہ الرحمان الرحیم

الجواب:

نمبر ۱:- جو بارہ مہینے سفر کرتا ہے وہ بھی مسافر ہے نماز قصر کر سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نمبر ۲:- جس طرح تمام نماز ہے اسی طرح تسبیح کی نماز ہے اس کے سیکھنے سکھانے کی کوئی بات نہیں ہے جو عام نماز پڑھنا جانتا ہے وہ تسبیح نماز پڑھ سکتا ہے۔ اس میں تعلیم کا کون سا مسئلہ ہے؟ طریقہ تسبیح وہ لکھ کر دے دو قیام میں پندرہ مرتبہ اور باقی مقامات میں دس مرتبہ پڑھنا ہے پھر اگر کسی کو نہیں آتی تو نہ پڑھیں اس کی اتنی اہمیت کوئی نہیں ہے سب روایتیں ضعیف ہیں۔ قصہ مختصر اس نماز کے لیے اعلانات کے ذریعے لوگوں کو اکٹھا کرنا بدعت ہے۔ اکثر عورتیں اگر نہیں جانتیں تو نہ پڑھیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ صلوٰۃ التسبیح کے متعلقہ تمام احادیث ضعیف ہیں۔

نمبر ۳:- ایسی لیٹرین استعمال کر سکتے ہیں کیونکہ قید صرف یہ ہے کہ کھلے میدان میں قبلہ رخ ہو کر نہیں بیٹھنا چاہیے صحرا میں ممنوع ہے باقی عمارت کے اندر جس طرح چاہے منہ کر لیں۔

نمبر ۴:- اگر وہ مطالبہ کریں تو دم کر سکتے ہیں قرآن کی آیت لکھ کر دینا درست نہیں ہے جو کہتے ہیں دم جائز نہیں وہ جاہل ہے بخاری سے لے کر اکثر کتب احادیث میں موجود ہے کہ نبی ﷺ نے دم کیا صحابہؓ نے دم کیا ازواج مطہرات نے دم کیا جس حدیث میں دم سے منع کیا گیا ہے وہ شرکیہ دم ہے جو کہ یہودی اور عیسائی وغیرہ کرتے تھے اس سے منع کیا ہے۔ اللہ کے اسماء اور صفات سے دم کرنا یا لکھ کر باندھنا ممنوع

نہیں ہے۔ پلید ہونے کا خطرہ ہو تو جانور پر تعویذ جائز نہیں ہے۔

الراقم الحروف شیخ الحدیث ابوالبرکات احمد بقلم خود جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ

بخدمت جناب شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالبرکات احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

چند مسائل وضاحت سے لکھیں۔

نمبر ۱:- لوگ میت کے جنازہ کو لے جاتے ہوئے اکثر کالے رنگ کی چادر جو اکثر حاجی لوگ مکہ مکرمہ سے لاتے ہیں اور اس پر آیۃ الکرسی اور دیگر کلمے وغیرہ لکھے ہوتے ہیں اور لوگ بڑے اہتمام سے میت پر ڈالتے ہیں اور میت کو دفن کرنے کے بعد اس کو واپس لے آتے ہیں۔

نمبر ۲:- بعض لوگ ضروری حاجات کے لیے آیۃ کریمہ یا سورۃ یسین پڑھتے ہیں اور زیادہ تر مردوں اور عورتوں کو پڑھانے کے لیے دعوت دیتے ہیں اور پڑھنے کے بعد روٹی کھلائی جاتی ہے یا شیرینی تقسیم کی جاتی ہے۔

نمبر ۳:- کیا بوقت جنازہ میت کا نام بمع ولدیت کے لے سکتے ہیں کہ نہیں۔

نمبر ۴:- کیا مسجد کے سپیکر میں اشیائے خورد ونوش اور دوسری دنیاوی چیزوں کے اعلانات کر سکتے ہیں کہ نہیں۔

سائل: مولانا فضل الرحمان

بسم اللہ الرحمان الرحیم

نمبر ۱:- یہ اصل میں لوگوں کی خوش فہمی ہے وہ سمجھتے کہ میت کا فائدہ ہوگا ورنہ اس کی شرعی حقیقت کچھ بھی نہیں ہے یعنی اس کا شرعی ثبوت نہیں ہے۔

نمبر ۲:- اس سلسلے میں امام سیوطی وغیرہ کا قول ہے ورنہ اس سلسلہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ حدیثوں میں تو صرف خود کو پڑھنے کا ذکر ہے اور اس کا اجر مذکور ہے دوسروں سے پڑھانے کا ذکر حدیث میں کہیں نہیں دیکھا۔

نمبر۳:- حدیث میں جو لفظ آیا ہے ﴿هذا عبدك وابن عبدك هذه امتك و بنت امتك و بنت عبدك﴾ اس قسم کے الفاظ درست ہیں اپنی طرف سے نام لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر نام لینا ہوتا تو نبی ﷺ خود لیتے اگر کسی نے لیا ہو تو نماز باطل نہیں ہوگی سید الانبیاء ﷺ نے براء بن معرورؓ کے جنازے پر نام لے کر دعا کی تھی۔

نمبر۴:- مسجد صرف درج ذیل امر کے لیے ہے سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا ﴿اِنَّمَا بُنِیَتِ الْمَسَاجِدُ لِذِکْرِ اللّٰهِ وَ تَلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَالصَّلٰوةِ﴾ آپ نے صرف تین چیزوں کا ذکر فرمایا ہے معلوم ہوا کہ دنیوی اعلان جائز نہیں ہے۔

الراقم شیخ الحدیث ابوالبرکات احمد جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ

بخدمت جناب مولانا مفتی اللہ بخش صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ذرا مسئلہ کی وضاحت فرمائیں کہ کیا صبح کی نماز میں دوسری رکعت کے اندر دعا مانگنی نبی کریمؐ یا صحابہ کرام سے ثابت ہے۔

الجواب:- ثابت ہے جب کہ دارقطنی اور عبدالرزاق احمد اور طحاوی نے ذکر کیا ہے اور بیہقی نے معرفۃ اور سنن صفحہ ۲۰۱ جلد نمبر۲ میں اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے حضرت انسؓ سے روایت ہے۔

﴿قَالَ مَاذَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْنُتُ فِي الْفَجْرِ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا﴾

(ترجمہ) ہمیشہ رسول اللہ ﷺ فجر میں قنوت پڑھتے رہے حتی کہ دنیا چھوڑ گئے۔

سوال:- کیا ایسی گائے قربانی کی جاسکتی ہے جس کے بارہ میں خریدنے کے بعد معلوم ہوا ہو کہ اس کے پیٹ میں بچہ ہے۔

الجواب:- اس صورت میں اسی گائے کی قربانی کرنی چاہیے کیونکہ کسی مادہ کا حاملہ ہونا قربانی کے شرعی عیوب میں سے نہیں ہے اور وہ اللہ کے لیے نذر ہو چکی ہے لہٰذا اس کی تبدیلی درست نہیں ہے۔

﴿ھٰذا عِنْدِیْ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالثَّوابَ﴾ مفتی عبداللہ بخش بقلم خود

شیخ الحدیث مولانا ابوالبرکات احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نمبر۱:- کیا پہلی صف میں جگہ نہ ملنے کی صورت میں بعد میں آنے والا نمازی اکیلا کھڑا ہو سکتا ہے یا نہیں۔

نمبر۲:- نماز قصر کتنے میل سے شروع ہوتی ہے۔

نمبر۳:- درس قرآن کرتے ہوئے اگر سجدہ کی آیت آ جائے تو درس دینے والا اور سامعین سب سجدہ کریں یا نہیں؟ بعض لوگ پورا قرآن بطور تلاوت ختم کرنے کے بعد ایک مرتبہ سجدے کر لیتے ہیں کیا اس کا کوئی ثبوت شریعت میں ہے یا نہیں۔

نمبر۴:- کیا تعزیت کے موقع پر آدمی ہاتھ اٹھا کر مغفرت کی دعا مانگ سکتا ہے یا نہیں؟

نمبر۵:- کیا نماز وتر میں جو دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے اس میں ہاتھ اٹھا کر پڑھنے کا ثبوت ہے یا نہیں اگر ہے تو کون سی کتاب میں ہے۔

نمبر۶:- کیا الحمد شریف سے پہلے یا قرات پڑھنے سے پہلے بسم اللہ شریف بآواز بلند پڑھنے کا ثبوت ہے یا نہیں؟

الجواب:-

نمبر۱:- اس مسئلہ میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہے ایک گروہ شوافع احناف وغیرہ اکیلا کھڑا ہونے کو جائز سمجھتے ہیں اس کے لیے جو دلیل پیش کی وہ دلیل کمزور ہے

اقرب الی الصواب بات یہی ہے کہ اکیلا کھڑا نہ ہوں کیونکہ حدیث میں اکیلا کھڑے ہونے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے صحیح صورت ہے کہ اگلی صف میں ایک ساتھی کھینچ لے یا خود اگلی صف میں جگہ بنا کر شامل ہو جائیں۔ نبی ﷺ کے زمانے میں نمازی بہت زیادہ مل کر کھڑے ہوتے تھے امام کے پیچھے سے ایک آدمی کو کھینچنے کے بعد جلدی صف مل جاتی تھی آج کل کے لیے موزوں یہی ہے کہ کنارے سے آہستہ تین چار آدمیوں کو اکٹھا کر کے دیوار کے پاس ہی اپنی جگہ بنا کر کھڑے ہو جائیں۔

نمبر۲:۔ اپنے شہر سے نکلتے ہی پڑھ سکتے ہیں دنوں کے بارے میں اختلاف ہے اس سلسلہ میں امام شافعی رحمت اللہ علیہ اور امام احمد رحمت اللہ علیہ کے مذہب اقرب الی الثواب ہے یعنی شہر میں داخل ہونے اور شہر سے نکلنے کے دن چھوڑ کر اگر تین دن سے اوپر اقامت کی نیت کی تو پہلے دن ہی سے پوری نماز پڑھیں۔ تین دن یا اس سے کم کی نیت کی تو قصر کریں اور اگر نیت کے بغیر تردد میں رہیں تو جتنے دن رہیں قصر کرتے جائیں۔

نمبر۳:۔ سجدہ تلاوت احناف کے ماسوا سب کے نزدیک سنت ہے لہٰذا درس قرآن کے بعد یا درمیان میں اگر کرنا چاہیں کر سکتے ہیں اگر نہ کریں تب بھی جائز ہے دونوں کا ثبوت کتب احادیث مؤطا امام مالک وغیرہ میں موجود ہے۔

نمبر۴:۔ اسلام میں صرف اتنی بات ہے کہ میت کی تجہیز و تکفین نماز جنازہ اور تدفین کے بعد قبر کے پاس دعا مانگنی جائز ہے اور بس۔ اس کے بعد میت کے گھر والوں کے پاس جا کر بیٹھنا اور ہاتھ اٹھانا ہمارے ملک پاکستان ہندوستان کا رواج اور رسم ہے اس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے البتہ تعزیت فوت شدگان کے ورثاء کے پاس جائز ہے لیکن اس موقع پر بھی فاتحہ قل شریف ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا بالکل قطعاً کوئی ثبوت نہیں یہ بات بھی بدعت سے خالی نہیں۔ دین اسلام میں دفنانے کے بعد دعا کر کے سب منتشر ہو جائیں اور بس۔ میت کے گھر اجتماع پھر کھانے کا انتظام وغیرہ کو حدیث نے نوح میں شمار کیا ہے حدیث ابن ماجہ میں موجود ہے ملاں علی قاری رحمت

اللہ علیہ حنفی نے بھی اس کو نوح میں شمار کیا ہے۔ ہاں صرف میت کے گھر والوں کے لیے ایک دن کا کھانا مہیا کرنا سنت نبوی ہے۔

نمبر ۵:- یہ فرض ہے کہ ہاتھ اٹھاؤ یا نہ اٹھاؤ امام ابن تیمیہ رحمت اللہ علیہ نے دونوں فعل کو فتاویٰ میں درست قرار دیا ہے۔ قنوت نازلہ میں نبی ﷺ سے ہاتھ اٹھانا ثابت ہے سنن الکبریٰ بیہقی میں موجود ہے۔ علامہ عطاء اللہ حنیف نے التعلیقات السلفیہ علی النسائی میں بھی اس کا ذکر کیا ہے دونوں قنوت ہیں لہٰذا ایک کو دوسرے پر قیاس کر کے کرنا چاہئے۔ یا صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے عمل قیام اللیل میں موجود ہے ان کی اقتدا میں ہاتھ اٹھائے ہیں جو اٹھاتے ہیں۔

نمبر ۶:- دونوں باتیں جائز ہیں بسم اللہ شریف کو اونچے آواز سے نماز میں پڑھنا آہستہ پڑھنا جائز ہے اور اس مسئلہ کی تفصیل تفسیر ابن کثیر میں دونوں طرح موجود ہے بہتر یہ ہے کہ موجودہ زمانہ میں لوگ جاہل ہیں دین اسلام سے بہت کم دلچسپی ہے لہٰذا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو اونچے آواز سے جہری نمازوں میں پڑھا جائے تا کہ لوگوں کو پتہ چلے کہ بسم اللہ شریف پڑھنی چاہے۔

الراقم الشیخ ابوالبرکات احمد صاحب بقلم خود جامع اسلامیہ گوجرانوالہ

بخدمت ذی احترام والقدرہ حضرت مولنا مفتی عبدالقادر حصاری

صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ المعروض آنکہ

قربانی کی گائے جو ہر شرعی عیوب سے صحیح سلامت ہو اور اسے واسرن ہو یعنی بعض گائے بھیس کو جو واسرن ہوتی ہے جب اسے کلے سے کھول کر کہیں لے جایا جائے تو وہ چند قدم لنگا کر چلتی ہے پھر ٹھیک ہو جاتی ہے کیا ایسی گائے کی قربانی جائز ہے کیا یہ واسرن شرعی نقص تو نہیں جواب تحریر فرما کر مشکور فرمائیں

الراقم الحروف فضل الرحمٰن خطیب جامع مسجد اہلحدیث چک نمبر ۱۲۵ ای بی عارفوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الوھاب:

الحمدللّٰہ رب العلمین. اما بعد فاقول باللّٰہ التوفیق واضح ہو کہ واسرن ایک معمولی مرض ہے جو وقتی طور پر ہوتی ہے اس کا کچھ خرج نہیں ہے۔ وہ لنگڑا جانور قربانی نہیں لگتا جس کا لنگڑا اپن ظاہر ہو اور وہ مشکل سے لنگڑا اپن ظاہر کر کے چلتا ہو اور وہ ہر وقت رہے چلنا اس کے لیے مشکل ہو۔ سرن وا چند منٹ ہوتی ہے۔ صرف ناڑ پن اکڑ جاتی ہیں جب چلتی تو درست ہو جاتی ہے یہ معمولی مرض ہے اور عارضی ہے اس لیے ایسے جانور کی قربانی جائز ہے بلاشک ایسی گائے کی قربانی کر سکتے ہیں۔

﴿ھٰذَا مَا عِنْدِیْ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّواب. کَتَبَہٗ عبدالقادر العارف حصاری غفرلہ الباری﴾ (منڈی عارفوالہ)

بخدمت ذی احترام والقدرہ حضرت مولنا استاذ العلماء محمد عبداللہ صاحب اسلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ المعروض آنکہ

کیا مسجد میں دنیا کی باتیں کرنی یا مسجد کے سپیکر پر گمشدہ اشیاء کا اعلان کرنا۔ یا شادی کے معاملات کا۔ لوگو شادی کے گھر والوں سے کھانا لے جاؤ۔ نیدرہ ڈال جاؤ۔ ڈیپو کی کھنڈ یا کپڑا لے جاؤ۔ نہر کے سوئے کی کھدائی کرو۔ مویشی گم ہونے چوروں کا تعاقب کرنے کا اعلان۔ اکثر دھاتوں گاؤں میں ہر قسم کے اعلان کیے جاتے ہیں بلکہ مولوی صاحبان لوگوں کو روکتے نہیں خود بھی اعلانات کرتے ہیں جوابات لکھیں۔

الراقم الحروف فضل الرحمٰن خطیب جامع مسجد اہلحدیث چک نمبر ۱۲۵ ای بی نزد عارفوالہ

﴿اَلْجَوابَ بِعَوْنِ الْوَھَّابَ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمُ اَمَّا بَعْدُ فَاَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ التَّوفِیق﴾

صورت مسئولہ مسجد کے اندر اس قسم کے اعلانات درست نہیں ہیں۔ حدیث

شریف میں ہے۔ ﴿ان المساجد لم تبن﴾ کہ مساجد الٰہی لوگوں کے اعلانات وغیرہ کے لیے نہیں بنائی گئیں۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر واذکار کے لیے بنائی گئیں ہیں پوری حدیث شریف اس طرح ہے۔

﴿عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ رَجُلًا یَنْشُدُ ضَالَّةً فِی الْمَسْجِدِ فَلْیَقُلْ لَارَدَّهَا اللّٰهُ عَلَیْکَ فَاِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا﴾ (رواہ مسلم)

بلکہ اکثر اھل علم تو یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی آدمی کا کوئی بھی سامان مسجد میں گم ہو جائے تو بھی گم شدگی کا اعلان مسجد میں نہیں کرنا چاہئے ہاں مسجد کے دروازہ میں بیٹھ کر آنے جانے والوں سے پوچھا جا سکتا ہے۔ مسجد کا مائیک مسجد کے حجرے یا گیلری میں ہو تب بھی ایسے اعلانات سے پرہیز کرنا اور احتیاط کرنا چاہیے اس لیے کہ مسجد کے سپیکر ذاتی مفاد کے لیے استعمال کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے نیز مسجد کے مینار سے اس کی آواز ایسے سنائی دیتی ہے جیسا کہ یہ مسجد میں اعلان ہو رہا ہے۔ ھٰذا ما عندی واللّٰہ اعلم بالثواب. استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولنا محمد عبداللہ صاحب چھتوی چک نمبر ۱۴۹ ای بی نزد عارفوالہ

اسلام کی حقیقت اور صداقت

دین اسلام کی خوبی و حقیقت قرآن مجید اور حدیث شریف سیکھنے سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ جیسے ایک شاعر اسلام نے کیا ہی خوب لکھا ہے

کیوں نہ ہو اسلام ممتاز دنیا بھر کے دینوں میں
وہاں مذہب کتابوں میں یہاں قرآن سینوں میں
وہی دیکھیں گے نورِ صدق آنکھیں جن کی روشن ہیں
وہی سمجھیں گے رازِ حق جو دل رکھتے ہیں سینوں میں
مختلف مذاہب تھے عرب اور عجم میں
اسلام ہی حقیقت نے جوڑ لگایا سبوں میں

اسلام سے خطاب:

ایک دن مذہب اسلام سے میں نے پوچھا
کس لیے رنگ تیرے روئے منور کا ہے فق
تو تو گم گشتوں کا رہبر تھا جہاں میں مشہور
تو تو ہر شخص کو بتاتا تھا جہاں میں حق
تجھ سے تو فیض اٹھاتا تھا زمانہ ہر دم
تجھ سے تو ملتا تھا خوشنودی خالق کا سبق.
تو تھا آئینہ اسرارِ خداوند ازل
تجھ میں آتا تھا نظر نورِ خدا برحق

آج کیوں تجھ سے ہیں غافل زمانے والے
تو نے تو قعرِ ضلالت سے دی تھی نجات

اسلام کا جواب:

درسِ قراں اگر تم نے نہ بھلایا ہوتا
یہ زمانہ غفلت زمانے نے نہ دکھلایا ہوتا
تم نے قرآن کو مسلک جو بنایا ہوتا
قوم کے خفتہ نصیبوں کو جگایا ہوتا
لائی ہر ڈاک تیرے واسطے لندن سے کتاب
گھر سے ہمسایہ کے قراں بھی منگایا ہوتا
قوم کا لفظ تیرے وردِ زباں رہتا ہے
قوم کو رازِ ترقی بھی بتایا ہوتا
امت کے درد کا درمان تو یہ قرآن ہے
مفلسی کا کوئی سامان ہے تو یہ قرآن ہے

مسلم سے خطاب:

راہ حق سے بالکل ہی منہ موڑ بیٹھے
جو تھا خاص مذہب اسے چھوڑ بیٹھے
شرع کے قوانین سب توڑ بیٹھے
اصل حق میں باطل کو تم جوڑ بیٹھے
یادِ حق دل سے اور فرمانِ نبیؐ تم بھول گئے
جو تھے ارکانِ شریعت سبھی بھول گئے
اپنے معبود کو کس شان میں تم بھول گئے

ساعت موت کو ایک آن میں تم بھول گئے
تھے وہ احکام جو قرآن میں تم بھول گئے
کفر و ظلمات کے میدان میں تم بھول گئے
چار دن کی زندگی میں تم ہو گئے مدہوش
چھوڑ دو غفلت کو تم اب جلدی سے کرو ہوش
ذی فہم ہو کر پھر کیوں تو غفلت میں سرشار ہے
ہائے کیوں دین نبیؐ سے تو اس قدر بیزار ہے
جس جگہ دیکھو برے کاموں کا تو سردار ہے
ہر کس و ناکس کی تجھ پر ہر گھڑی پھٹکار ہے
جو گذرا حد سے اس کا بس یہی دستور ہوتا ہے
چھلک جاتا ہے ساغر جس گھڑی مخمور ہوتا ہے
اے خفتہ مسلم اٹھ ذرا بیدار بیدار ہو
ٹلتا ہے تیرا نشان اب تو جلد ہوشیار ہو
غیر قومیں اوج پر ہیں تم پڑے سرشار ہو
اٹھ کے اب بھی ہوش کر جلدی سنبھل تیار ہو

فضل الرحمٰن آزردہ خاطر کی ہے دل سے یہ دعا
دنیا عالم کے صفحہ پر خوش و خرم رہے مسلم سدا
دل کی آرزو یہ ہے کہ سدا آپ کی حیات میں بہار رہے
ہر ایک خوشی کو خود آپ کا انتظار رہے

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

کتاب کے اختتام پر چند دعائیہ کلمات:

خداوند قدوس ہمیں اپنی پسند کا ایمان عطا فرما' اپنی مرضی کا مسلمان بنا' آسمان سے اترتے ہوئے دین اسلام پر اس طرح عمل کرنے کی توفیق عطا فرما جس طرح تیرے سچے رسول حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ نے عمل کیا ہماری زندگی کی راہ میں رحمت عالم ﷺ کے قول وفعل کے دیپ جلا۔ سنن ھدیٰ کی شمیں جگا۔ اسوہ اطہر کو ہمارے نزدیک سارے جہان سے زیادہ محبوب بنا۔ اللہ! ہمیں دلدلوں سے بچا۔ تا زندگی وتنفس پاک' کی عنبر بیز کی فضا میں رکھ' رحمت عالم ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے جام کوثر پلا۔ اور حضور ﷺ کی شفاعت حسینہ نصیب فرما آمین یا الہ العلمین

﴿رَضِينَا بِااللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّاo اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اِتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَّارْزُقْنَا اِجْتِنَابَهٗ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَ صَلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَo بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَo﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دینی خدمات کے سلسلے میں جانا پہچانا نام

صُفّہ

وجہ تسمیہ :

مسجد نبوی میں ''صفہ'' ایک حصہ تھا۔ جو تعلیم کے لیے مخصوص تھا۔ ''صفہ'' پلیٹ فارم' ڈائس یا بلند مقام کو کہتے ہیں۔ ''صفہ'' میں جو تعلیم ہوتی تھی۔ وہ اسلام کی بالکل ابتدائی تعلیم تھی۔ ''صفہ'' نے حضرت ابوہریرہؓ۔ عبداللہ بن مسعودؓ۔ ابوذر غفاریؓ۔ عمار بن یاسرؓ اور حضرت بلالؓ جیسے راہنما پیدا کئے۔ اسی بابرکت نسبت سے اس دینی' تعلیمی اور رفاہی ادارے کو ''صفہ'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔

ہمارے شعبہ جات:

☆ صفہ ماڈل سکول ☆ صفہ حفظ القرآن

☆ صفہ فہم القرآن ☆ صفہ دعوت اصلاح

صفہ ماڈل سکول:

اگرچہ تعلیم انسان کو زندگی کی حقیقت کا شعور بخشتی ہے اور اسے زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھاتی ہے۔ لیکن تربیت اور ماحول انسان کے لیے ایسا معلم ہے۔ جو اپنی نگرانی میں پروان چڑھنے والی شخصیت پر گہرے نقش ونگار بناتا چلا جاتا ہے۔ اسی لیے عوام کے پرزور اصرار پر ''صفہ ماڈل سکول'' کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جس کے ماحول میں رہتے ہوئے بچے نہ صرف جدید اور بہترین تعلیم حاصل کریں۔ بلکہ وہ صحیح معنوں میں اسلامی روایات کے پاسبان بنیں اور ملک وملت کا گہرا درد اپنے سینوں میں دبائے ہوں۔

صفہ حفظ القرآن:

''صفہ'' میں حفظ القرآن کا ایک معیاری شعبہ قائم کیا گیا ہے- تاکہ نئی نسل کو اس عظیم نعمت سے مالا مال کیا جائے اور والدین کو وہ سعادت حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا جائے- جس کا کوئی نعم البدل نہیں-

نمایاں خصوصیات:

☆ بچوں کی قوت کار بڑھانے کے لئے صاف ستھرا ماحول اور کارپیٹڈ کمرے فراہم کرنا-
☆ جید اور معیاری رزلٹ کے لئے ہر کلاس میں صرف 20 طلبہ-
☆ ہر قسم کی ذہنی اور جسمانی سزا بلکہ چھڑی تک کے استعمال سے مکمل اجتناب-
☆ حفظ کے ساتھ ساتھ مڈل پاس اور اخلاقی تربیت کا اہتمام-
☆ کمپیوٹر کی تعلیم کے لئے خصوصی اہتمام-
☆ ہر 6 ماہ بعد تفریحی مقامات کی سیر کے لئے کسی ایک جگہ کا انتخاب-
☆ طلبہ کے لئے پندرہ روزہ اور والدین کے لئے ماہانہ درس قرآن اور میٹنگ کا مستقل اہتمام-
☆ تکمیل حفظ کی سعادت کے بعد ایک جامع فہم قرآن کورس مکمل کروانا-

صفہ فہم القرآن:

بفضل تعالیٰ گذشتہ گیارہ سال سے فہم قرآن کلاسز کا سلسلہ باقاعدہ جاری رہا- جس میں شہر کے مختلف کونوں سے کاروباری حضرات' طلباء' سرکاری ملازمین اور عورتیں ہر قسم کی فرقہ واریت سے ہٹ کر روزانہ قرآن پاک کے آسان فہم ترجمہ وتفسیر سے استفادہ کرتے ہیں- علاوہ ازیں رمضان المبارک میں منتخب قرآنی مضامین پر مشتمل 17 روزہ ''ھدی للناس کورس'' کا اہتمام کیا جاتا ہے- جس میں ملک بھر سے مختلف مکاتب فکر کے جید علما منتخب مضامین پر لیکچر دیتے ہیں-

صفہ دعوت اصلاح:

جس کا مقصد نشر واشاعت کے ذریعے معاشرہ کے بگاڑ کی اصلاح کے لئے کوششیں کرنا ہے- اس شعبہ نے ابتدائی طور پر اندرون وبیرون ملک دلچسپ' اصلاحی اور آسان فہم دینی لٹریچر-

☆اور میں مرگیا ☆ننھا مبلغ ☆بازار ضرور جاؤں گی ☆میرج ہال
☆واہ رے مسلمان ☆شیطان سے انٹرویو ☆فیصلے کا دن ☆مجھے بیٹا چاہئے بس!
☆اندر جانا منع ہے (زیر طبع) ☆کیسی ہی سزا

فی سبیل اللہ تقسیم کیا۔ جسے تمام مکاتب فکر کے لوگوں نے یکساں طور پر سراہا۔ الحمدللہ جس کی اشاعت تقریباً 16 لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ اور اب Audio Cassettes میں بھی دستیاب ہیں۔

صفہ ایک ایسا ماڈل ادارہ ہے۔ جو خالصتاً اپنی مدد آپ کے تحت کام کر رہا ہے۔ کسی فرد کے بس کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ موجودہ مالی حالات میں اعلیٰ تعلیمی معیار بھی فراہم کرے اور ادارے کا سارا مالی بوجھ بھی اپنے کندھوں پر اٹھائے۔ بلکہ ہم تو سمجھتے ہیں کہ جو ادارے مالی بحران کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان کے لئے بہتر معیار فراہم کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ گو ہم نے ابتدائی طور پر ایک خطیر رقم فراہم کر دی ہے۔ مگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ادارے کا بوجھ والدین خود اٹھائیں۔ موجودہ معاشرتی بگاڑ کے دور میں والدین کو اگر کوئی ایسا معیاری ادارہ میسر آ جائے۔ جہاں وہ مناسب فیس ادا کر کے بچے کی بہتر تعلیم و تربیت کر سکیں۔ تو یہ فی الواقع ایک بہت بڑی سعادت ہے۔

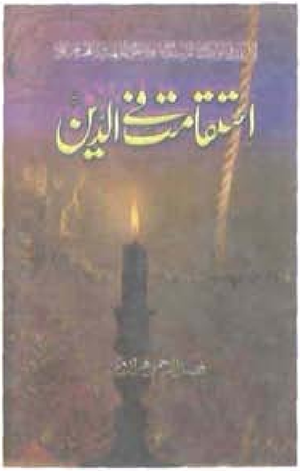
آئیں ہمارا ساتھ دیں!

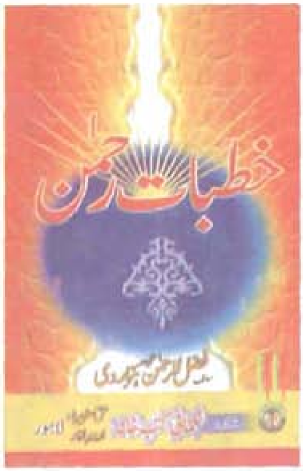
صفہ جدید طرز کا ایک منفرد ادارہ ہے۔ ''صفہ'' کی بنیادوں میں جو جذبہ کارفرما ہے۔ وہ رضائے الٰہی کے ساتھ ساتھ تعمیر انسانیت اور خدمت انسانیت کا جذبہ ہے۔ اگر آپ بچوں کی ایسی تربیت کرانا چاہتے ہیں۔ جس کی بناء پر ان کا نام ہمیشہ کے لئے انمٹ ہو جائے۔ تو آپ اپنے بچوں کے لئے قربانی اور ایثار کا جذبہ پیدا کریں۔ اسی کے ساتھ والدین سے گذارش ہے کہ وہ اپنے اور قوم کے بچوں کے اعلیٰ مستقبل کے لئے ادارے کا ہاتھ بٹائیں۔ ادارے کی غلطیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کریں اور ادارے کو اپنے قیمتی اور مفید مشوروں سے ہرگز محروم نہ رکھیں۔

سلیم رؤف

چیئرمین صفہ اسلامک سنٹر گوجرانوالہ

ہماری مطبوعات





ہماری دعوت کی بنیاد صرف اور صرف کتاب وسنت ہے

آیئے!

ہماری تحریک کے دست و بازو بن جایئے

تحریک اصلاح امت

رابطہ کے لئے

چیئرمین: حافظ سیف الرحمٰن بٹ سابق صدر A-S-F پاکستان

رحمٰن منزل - سٹریٹ نمبر ۱۹ امیر پارک - گوجرانوالہ